لسان الصّدق، کلکتہ

نومبر ۱۹۰۳ء تا مئی ۱۹۰۵ء

(عکسی اشاعت)

ایڈیٹر

مولانا ابوالکلام آزاد

ناشر

مولانا آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پاکستان

کراچی: ۷۵۸۰۰

فہرست

رسالہ	لسان الصدق، کلکتہ (عکسی اشاعت)
ایڈیٹر	مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی
تعارف	ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری
ناشر	مولانا آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پاکستان - کراچی
طابع	المخزن پرنٹرز، پاکستان چوک، کراچی ۷۴۲۰۰
اشاعت اول	۵-۱۹۰۳ء (ماہوار)
اشاعت ثانی	۱۹۹۶ء (بین الدفتین)
قیمت	... ... روپے

ملنے کے پتے

(۱)

مکتبہ ء ساجد

۹/۱، علی گڑھ کالونی، کراچی - ۷۵۸۰۰

(۲)

مکتبہ رشیدیہ

اردو بازار (نزد مسجد مقدس)، کراچی

اعتراف

اس سلسلے میں ایک حقیقت کا اعتراف دل پر جبر کر کے کر رہا ہوں ۔ پوری کوشش کے باوجود مئی ۱۹۰۴ء میں ضمیمہ "اصول زندگی / معاشرانہ زندگی" کے اصل صفحات یا ان کا عکس حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں ۔ اس لیے صرف یہ سولہ صفحات نئی کتابت میں پیش کیے جاتے ہیں ۔ یہ صفحات یا ان کا عکس پروفیسر عبدالقوی دیسنوی (بھوپال) کے پاس تھا اور محترم مشفق خواجہ نے ہم دونوں کے درمیان یہ طے کرا دیا تھا کہ ہر دو افراد اپنے اپنے زائد مواد کا ایک دوسرے کو فوٹو اسٹیٹ فراہم کر کے اپنی اپنی جلدیں مکمل کر لیں ۔ ہم دونوں نے ایسا ہی کیا ۔ لیکن دیسنوی صاحب کے مولانا ابوالکلام آزاد سے عشق نے یہ گوارا نہ کیا کہ لسان الصدق کے ان صفحات کا عکس دے کر اس امتیاز اور فخر سے محروم ہو جائیں، جو ہندوستان اور پاکستان کے اہل علم اور اصحاب ذوق میں صرف انھیں حاصل ہے ۔ ایک دوست کا خیال ہے کہ چوں کہ ایک خاص وجہ سے آں موصوف کے دل میں خاکسار سے رنجش ہے ۔ اس لیے انھوں نے ان صفحات کا عکس نہیں دیا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ گمان درست نہیں ۔

محترم دیسنوی صاحب کے اخلاق اس سے بہت بلند ہیں کہ وہ اپنے ایک دور افتادہ نیازمند سے رنجیدہ خاطر ہوں ۔ میرے خیال میں اس کی وجہ حضرت مولانا آزاد سے کمال عشق اور ایک امتیاز سے محرومی کے احساس کے سوا دوسری نہیں ہو سکتی ۔

ہندوستان میں مالک رام مرحوم کے بعد مولانا آزاد کے محققوں میں پروفیسر عبدالقوی دیسنوی کا ایک خاص مقام اور ایک امتیاز ہے ۔ مولانا کے سوانح، فکر و فن

پیش لفظ

لسان الصدق کی عکسی اشاعت پیش خدمت ہے۔ اس کی اشاعت بھی آزاد صدی (۱۹۸۸ء) کے اشاعتی پروگرام میں شامل تھی اور اسی زمانے میں اسے پریس کے حوالے کر دیا جاسکتا تھا۔ لیکن بعض وجوہ مانع ہوئے،

۱۔ اسی زمانے میں دہلی سے اسے کتابت میں شائع کر دیا گیا۔ چوں کہ عام شائقین کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے یہ کافی تھا۔ اس لیے اس کی اشاعت کی فوری تحریک باقی نہیں رہی تھی۔

۲۔ میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ پاک و ہند کا کوئی ایک ادارہ مولانا ابوالکلام آزاد پر یا ان کی یاد میں زیادہ سے زیادہ جتنی کتابیں شائع کرے گا۔ اس سے زیادہ کتابیں، خواہ ایک ہی زیادہ ہو شائع کروں گا۔

آج سوچتا ہوں کہ یہ عجیب احمقانہ فیصلہ تھا۔ مجھے جو کرنا تھا، وہ اپنے وسائل کی حد میں کام کی اہمیت اور افادیت کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے تھا، نہ کہ کسی کی ضد میں اپنے تئیں تباہ کر لینا چاہیے تھا۔ ۱۹۸۹ء میں جب میں ہندوستان گیا تھا، تو معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ کتابوں کی اشاعت اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو کے پروگرام میں ہے یہ تعداد ۱۸، ۱۹ کتابوں تک پہنچتی ہے۔ اگرچہ اس وقت تک اتنی تعداد میں کتابیں چھاپ چکا تھا، لیکن دل نے کہا کہ ابھی عزم کی آزمائش کا ایک مرحلہ باقی ہے۔ واپس آکر ۲۴ مطبوعات کی حد تک اس منصوبے کو وسیع کیا۔

۳۔ اس منصوبے کی تکمیل میں حضرت مولانا آزاد کے کسی عقیدت مند یا کسی عزیز و مخلص سے ایک پیسے کی امداد کا روادار ہوا تھا۔ میری اپنی حالت پہلے ہی اچھی نہ تھی اس منصوبے کی تکمیل کے شوق میں اور خراب کر لی تھی۔ حتیٰ کہ بعض کتابیں جو خود

اور علم وادب و صحافت میں ان کی خدمات ، انشا واسلوب میں ان کے خصائص اور احلاق و سیرت میں ان کے محاسن کے تذکرے میں ان کی کئی تالیفات ہیں اور وہ خود بہت خوبیوں کا مجموعہ ہیں ۔خاکسار ان کا قدردان اور ان کی تالیفات سے استفادہ کرنے والوں میں شامل ہے ۔خاکسار اپنی یہ حقیر کاوش آں محترم کی خدمات کے اعتراف میں ان کے نام معنون کرتا ہے ۔

ابو سلمان شاہجہان پوری

صاحب کے پاس پیغام تھا تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ ان صاحب کے ذوق علمی کا اعتراف کیا جاتا۔ ان کا نام ہمیں بھی معلوم ہو جاتا۔ ان مضامین کی اشاعت بہ جاے خود مفید ہے، لیکن اگر کسی طالب علم کی سعی یا کسی ادارے کی کاوش کا حوالہ دیا جاتا، تو اس کام کی افادیت میں کوئی کمی واقع نہ ہو جاتی۔ میرا تو خیال ہے کہ اس سے فاضل مرتب کے علمی ادبی ذوق کے علاوہ وسعت اخلاق کا بھی پتا چلتا اور ایک طالب علم کے ذوق خدمت کی پرورش بھی ہوتی۔

مولانا آزاد نیشنل کمیٹی، پاکستان کے اشاعتی منصوبے کے بعض علمی ادبی کام دوسرے حضرات سے کروائے تھے اور بعض مجبوریوں کی بنا پر جب یہ منصوبہ چوبیس کتابوں کی تعداد پر روک دینا پڑا تھا تو بعض کام اشاعت سے رہ گئے تھے۔ ان میں لسان الصدق کی عکسی اشاعت بھی تھی۔

لسان الصدق کی اشاعت دہلی کے بعد اسے نہ چھاپتا، لیکن اس کی اشاعت کے لیے کئی محرکات موثر ہوئے،

۱۔ عکسی اشاعت کی اہمیت بہ جاے خود اس کی متقاضی تھی۔

۲۔ ہندوستان پاکستان میں لسان الصدق کی اصل جلدیں مکمل صورت میں کسی بھی ایک شخص کے پاس یا کسی ایک لائبریری میں موجود نہیں، یہ ممکن تھا کہ بعض اصل پرچوں اور بعض فوٹو اسٹیٹ سے جو دو فائل مکمل کر لیے گئے تھے۔ ان کا عکس شائع کر دیا جائے تاکہ حوالے کے لائق ایک اشاعت وجود میں آجائے اور تمام شائقین کے پاس اگر اصل تحریرات نہ ہوں تو وہ ان کے عکس کے مطالعے سے اپنے ذوق کو تسکین دے لیں۔

۳۔ اس کی اشاعت کا محرک یہ بات بھی ہوئی کہ دہلی اشاعت عکسی نہیں، نئی

چھاپنا چاہتا تھا مجبور ہو کر دوسرے ناشرین کو دے دینا پڑی تھیں ۔ لسان الصدق کی اشاعت بھی میرے لیے ممکن نہ تھی ۔

میں اس موقع پر اتر پردیش اردو اکادمی کی خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں ۔ اس کی ۱۴، ۱۵ مطبوعات کے مقابلے میں تو شاید میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاؤں کہ مولانا آزاد نیشنل کمیٹی، پاکستان کا کام زیادہ وقیع ہے ۔ لیکن الہلال (۱۴-۱۹۱۲ء)، البلاغ (۱۶-۱۹۱۵ء) اور الہلال (۱۹۲۷ء) کی اشاعت پر رشک آتا ہے ۔ یہ اکادمی کا اتنا بڑا تاریخی کارنامہ اور اتنی عظیم الشان ادبی، صحافتی اور علمی سیاسی خدمت ہے کہ کوئی عام علمی، تحقیقی یا اشاعتی ادارہ اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا تھا ۔ بلکہ سرکاری اداروں کے سربراہوں میں بھی خاص ذوق و ہمت کے لوگوں ہی سے اس کی توقع کی جاسکتی تھی ۔ بلاشبہ اکادمی کے سابق چیرمین پروفیسر محمود الہیٰ ایسے ہی اصحابِ ذوق اور اہل ہمت میں سے تھے ۔

لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہوئی کہ مولانا آزاد نیشنل کمیٹی، پاکستان کو اکادمی کے حضرات سے شکایت پیدا ہو گئی ۔ ہوا یہ کہ پیغام کے مکمل فائل ہندوستان اور پاکستان میں دیسنہ اور شاہجہان پور کے دو صاحبوں کے پاس تھے ۔ دیسنہ کے صاحب نے تو کسی کو ان کی ہوا بھی نہ لگنے دی، شاہجہان پوری نے انھیں چھاپ کر مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی (یکے از ارکان اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو) کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ جب کہ انھی دنوں وہ پاکستان تشریف لائے تھے ۔ مولانا فرنگی محلی وطن واپس تشریف لے گئے اور اتر پردیش اردو اکادمی کی مطبوعات آزاد صدی میں ایک کتاب کا اضافہ ہو گیا ۔ یہ پیغام کے مضامین کا انتخاب تھا ۔ اس میں کوئی حوالہ نہیں کہ مرتب نے یہ مضامین کہاں سے اور کس کی عنایت سے حاصل کیے ۔ اگر لکھنو میں کسی

قیمت عام سالانہ ہے؍ مع محصول ڈاک۔

دارالسلطنت کلکتہ کا ماہوار رسالہ

لسان الصدق

ایڈیٹر۔ ابو الکلام محی الدین احمد آزاد دہلوی

جسمین

عام علمی، واخلاقی، تاریخی، سائنٹیفک مضامین کے علاوہ ذیل کے چار مقصد و نیز مضامین شائع ہوتے ہین۔

(لسان الصدق کے خاص مقاصد اربعہ)

(۱) سوشیل ریفارم۔ یعنی مسلمانون کی معاشرت، اور رسومات کی اصلاح کرنی۔

(۲) ترقی اُردو۔ یعنی اُردو زبان کی علمی، ادبی ترقی کی کوشش کرنی۔

(۳) تنقید۔ یعنی ملک کی مشہور تصنیفون، اور اخبارون پر منصفانہ ریویو کرنا۔

(۴) علمی مذاق کی اشاعت۔ بالخصوص بنگالہ مین۔

مقام اشاعت۔ نمبر ۱۶ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

مدنیہ پریس کلکتہ نمبر ۱۴۱ ہیرسن روڈ مین چھپا

صرف ٹائٹل پیج مصطفائی پریس لکھنؤ مین چھپا

کتابت میں ہے۔ اس میں بعض شذرات اور اشتہارات چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً،

الف اگست و ستمبر ۱۹۰۴ء کے شمارے کا ٹائیٹل نہیں۔ اس کے نتیجے میں سرورق کے صفحہ دو اور صفحہ تین چار کے اشتہارات چھوٹ گئے ہیں۔

ب اپریل و مئی ۱۹۰۵ء (آخری پرچہ) کے ٹائیٹل کا دوسرا ورق (صفحہ تین و چار) بھی مرتب کو دستیاب نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے نتیجے میں ٹائیٹل کے صفحہ تین کے دو شذرے اور آخری صفحے (نمبر ۴) کا اشتہار "خضاب لاجواب" چھوٹ گیا ہے۔ شذرے یہ ہیں؛

۱۔ پہلا شذرہ "عرفت ربی بفسخ العزائم" کے عنوان سے ہے۔ اس میں لسان الصدق کی اشاعت میں تاخیر کی وجہ بیان کی گئی ہے اور اس پر معذرت۔

۲۔ دوسرا شذرہ "دربار سید اعظم" کے عنوان سے ہے۔ اس میں سرسید اور ان کے رفقا کی ایک تصویر کی اشاعت کی خبر دی گئی ہے۔ اس تصویر کو قارئین لسان الصدق فریم میں لگوا کر اپنے اپنے کمروں کی زینت بنا سکتے ہیں۔ مولانا آزاد نے سرسید اور ان کے رفقا کو اکبر اعظم اور اس کے نورتنوں سے تشبیہ دی ہے۔

ان وجوہ سے لسان الصدق کی اشاعت دہلی مکمل بھی نہیں کہی جا سکتی!

مذکورہ بالا دو شماروں کے ٹائیٹلوں کے اشتہارات اور شذرات کے لیے میں کتب خانہ انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز (آزاد بھون، نئی دہلی) کے پروگرام ڈائریکٹر محترم گلزار احمد نقوی اور ان کے معاون خواجہ قاضی محمد منیر کا شکر گزار ہوں۔

لسان الصدق کلکتہ
تاریخِ اجرا اور مقاصد وخدمات پر ایک نظر

"لسان الصدق" مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافتی زندگی میں ایک اہم موڑ اور سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اجرا کیوں کر عمل میں آیا تھا، اس کی تفصیل مولانا نے اپنی کہانی میں بیان کی ہے۔

انجمن اصلاح:

جس زمانے میں "احسن الاخبار" نکلا تھا۔ مولانا کو خیال ہوا کہ ایک انجمن قائم کرنی چاہیے، جس کا دفتر علمی، ادبی، سرگرمیوں، بحث و مذاکرہ اور تبادلِ خیالات کے لیے ایک مرکز یا کلب کا کام دے اور اس کی دلچسپی برابر قائم رکھنے کے لیے ایک ریڈنگ روم کا قیام بھی ضروری ہے۔ چناں چہ مولوی احمد حسن مالک احسن الاخبار کے تعاون سے حمیدیہ ہوٹل کے اوپر ایک کمرے اور ہال کا انتظام کرلیا گیا اور "الاصلاح" کے نام سے انجمن اور "دارالاخبار" کے نام سے ریڈنگ روم کا قیام عمل میں آگیا۔ احسن الاخبار کے تبادلے میں آنے والے اخبارات اور رسائل وہاں رکھ دیے جاتے تھے اور مقامی انگریزی اخبار خرید لیے جاتے تھے۔ کتابوں کا ایک ذخیرہ بھی جو عام مطالعے کے لیے مفید ہوسکتا تھا، مہیا کردیا گیا۔

مقاصد الاصلاح:

مولانا آزاد کے بیان کے مطابق انجمن الاصلاح کے مقاصد یہ قرار پائے تھے:

۱۔ شہر (کلکتہ) میں علمی مذاق کو فروغ دینا۔

۲۔ عام اتحاد و ائتلاف پیدا کرنا۔

۳۔ تقریر و تحریر کے ذوق کو ترقی دینا اور اس کی مشق و ترقی کے لیے عمدہ وسائل مہیا کرنا۔

۴۔ ایک ایسے مرکز علم و تہذیب کا وجود میں لانا، جہاں علمی ذوق رکھنے والے اکٹھے ہوں

کا۔ جب احسن الاخبار بند ہوگیا تو اس کے تبادلے میں جو اخبارات آتے تھے، وہ بھی آہستہ آہستہ بند ہونے لگے۔ دارالاخبار کے وجود کی بنیاد انھی پر تھی۔ اب بڑی مشکل پیش آئی۔ لوگ وسیع مطالعے کے عادی ہوچکے تھے۔ اخبارات کی کمی کا نتیجہ یہ تھا کہ دارالاخبار بند ہو جائے۔ یہ قیمت اگر اس قدر اخبارات منگوائے جاتے تو اس کے لیے ایک بہت بڑے فنڈ کی ضرورت تھی اور اس کا مہیا کرنا دشوار تھا۔ . . . . . اُس زمانے میں مولوی محمد یوسف جعفری سے . . . ملاقات بہت بڑھ چکی تھی اور روزانہ دارالاخبار میں ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ابتدا سے وہ احسن الاخبار، انجمن (الاصلاح) اور دارالاخبار کی تجویز اور انتظام کے ایک شریک اور معاون رہے تھے۔ ان سے میں نے کہا کہ اخبارات کے حصول کی بھی ایک راہ نظر آتی ہے کہ ایک چھوٹا سا ماہوار یا پندرہ روزہ رسالہ نکال دیا جائے اور اس کے مبادلے میں اخبارات حاصل کیے جائیں۔ جو خرچ اس کی چھپائی وغیرہ میں ہوگا، وہ اوّل تو خریداروں سے کچھ نہ کچھ حاصل ہی ہو جائے گا۔ بالفرض سیکڑوں اخبارات کی قیمت کے مقابلے میں یہ خرچ بہت ہی ہلکا ہوگا۔ انھوں نے یہ رائے پسند کی اور اس کا انتظام اپنے ذمے رکھنے پر راضی ہوگئے۔

ہادی پریس سے انتظام کیا گیا اور تجویز ہوئی کہ بالفعل فل اسکیپ تقطیع پر ایک جز کا رسالہ نکالا جائے اور مہینے میں دو بار نکلے۔ میں نے اس کا نام لسان الصدق تجویز کیا اور بلا کسی اعلان کے پہلا نمبر چھاپ کر شایع کر دیا۔[1]

انجمن ترقی اردو کا پہلا ترجمان:

لسان الصدق کے مقاصد کی تاسیس اور انجمن ترقی اردو سے اس کے تعلق کے ذیل میں مولانا آزاد کے ایک اور بیان سے استفادہ ضروری ہے اور مناسب معلوم ہوتا کہ یہ استفادہ اسی مقام پر کرلیا جائے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ "انجمن ترقی اردو" قائم

---

[1] ایضاً، ص ۳۔۲۰۳

اور جس کے ذریعے علم و فن کا چرچا عام ہو سکے ۔

۵ ۔ اصلاحِ رسوم وغیرہ ۔

دارالاخبار :

انھی مقاصد کے لیے ایک قرأت خانہ جس کا نام " دارالاخبار" طے پایا تھا، قائم کیا گیا ۔ مولانا فرماتے ہیں :

" (انجمن) اصلاح کے ہفتے وار جلسے ہوتے تھے ۔ موضوع مقرر بن کو دیے جاتے تھے اور بعض لوگ تحریریں اور بعض لوگ زبانی تقریریں کرتے تھے اور بعض موضوعوں کے متعلق مباحثے کا وقت رکھا جاتا تھا ۔ اس وقت کالجوں کے بعض ذہین انڈر گریجویٹ بھی آنے لگے اور تحریر و تقریر میں حصہ لینے لگے ۔ باہر سے کوئی مشہور آدمی آجاتا تو وہ بھی وہیں لیکچر دیتا ۔ ۔ ۔ کلکتے میں فی الحقیقت ایسی صحبت بالکل ناپید تھی ۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں علمی ذوق رکھنے والے اکٹھے ہوں اور علم و فن کا چرچا ہو سکے ۔ اخبار بینی کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا ۔ اس لیے اس کلب کے قائم ہو جانے سے واقعی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو گئی ۔"[1]

لسان الصدق :

جب احسن الاخبار بند ہو گیا تو اس کے تبادلے میں آنے والے اخبارات و رسائل بھی بند ہونے لگے اور چوں کہ یہ اخبارات و رسائل انجمن اور دارالاسلام کے قیام کی بنیاد تھے ۔ یہ بند ہونے لگے تو ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ گیا ۔ اُسے بچانے کی فکر کی گئی اور طے یہ پایا کہ " لسان الصدق " کے نام سے ایک پندرہ روزہ یا ماہوار رسالہ جاری کر دیا جائے تاکہ احسن الاخبار کے تبادلے میں آنے والے اخبارات و رسائل آتے رہیں اور انجمن الاصلاح اور دارالاخبار کے مشغلے کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا مشغلہ بھی باقی رہے ۔ مولانا آزاد نے اپنی کہانی میں یہ داستان بھی بیان کی ہے ۔ فرماتے ہیں :

" یہی دارالاخبار ایک دوسرے مشغلے کا باعث ہوا، یعنی لسان الصدق کی اشاعت

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، بہ روایت عبدالرزاق ملیح آبادی ۔ دہلی، حالی پبلشنگ ہاؤس اپریل ۱۹۵۸ء، ص ۲۰۲

کے لیے ہر ماہ کی ۵ اور ۲۰ تاریخ اشاعت مقرر ہوئی ہوگی۔ لیکن لسان الصدق عملاً شروع ہی سے ماہوار نکلا تھا۔ ابتدا میں چند ماہ (نومبر ۱۹۰۳ء تا اپریل ۱۹۰۴ء) اس پر ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ درج ہوئی تھی۔ مئی سے یہ صراحت بھی ختم کر دی گئی۔ شاید یہی زمانہ اس کی پندرہ روزہ اشاعت کا دور مراد ہے۔ مئی ۱۹۰۴ء سے اس کی اشاعت ماہوار شمار کی گئی۔

دستور العمل:

مقاصد کے دائرے میں سچائی اور راست بازی کو لسان الصدق کا موٹو یا دستور العمل قرار دیا گیا تھا۔ اس کا پہلا پرچہ اپنے صفحہ اوّل پر اس اعلان کے ساتھ شائع ہوا تھا:

"اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ"

"لسان الصدق کا دستور العمل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ یہ قوم کو کذب سے بچائے اور راستی پر لائے۔ جب اس کا فرض منصبی صرف حق گوئی قرار دیا گیا تو اس کی امید قوم کو اس سے نہیں رکھنی چاہیے کہ یہ انھیں ایسے ترانے سنائے گا جو نہایت شیریں معلوم ہوں۔ سچی بات ہمیشہ کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ پھر "سچائی کی زبان" کیوں کر شیریں معلوم ہوگی۔ یہ ہمیشہ تم کو کڑوی کسیلی باتیں سنائے گا۔ جو اگرچہ تمھیں ناگوار معلوم ہوں گی۔ لیکن اس زمانے کو دور نہ سمجھو جب کہ صدق کا منجی ہونا اور کذب کا مہلک ہونا تم پر ظاہر ہو جائے گا۔"

مقاصد:

لسان الصدق کے چار مقاصد قرار پائے تھے جو مولانا آزاد کی ترتیب کے مطابق انھی کی زبان میں یہ تھے:

۱۔ سوشل ریفارم: یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنی۔

۲۔ ترقی اردو: یعنی اردو زبان کے علمی لٹریچر کو وسیع کرنا۔

۳۔ علمی ذوق کی اشاعت ــــــ بالخصوص بنگالہ میں

۴۔ تنقید: یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا

مولانا آزاد نے لسان الصدق کے پہلے پرچے میں ان مقاصد کا اعلان کیا تھا اور اسی شمارے میں اس کی وضاحت اور تشریح بھی کر دی تھی۔ ہم یہاں بہ ترتیب دفعات مولانا کی زبان میں اس کے مطالعے کا موقع فراہم کرتے ہیں:

ہو چکی تھی اور مرحوم مولانا شبلی اُس کے ناظم تھے۔ انجمن ہی کے سلسلے میں میں نے خط وکتابت کی تھی اور انھوں نے خط وکتابت کے بعد مجھے بڑا شائق اور کارکن سمجھ کر انجمن کے ارکانِ انتظامیہ میں چن لیا تھا۔

دوسری شاخ خواجہ غلام الثقلین مرحوم نے اصلاحِ رسوم کی قائم کی تھی اور ''عصرِ جدید'' نکالا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لسان الصدق کے خاص مقاصد میں یہ دو مقصد بھی داخل کیے گئے تھے۔ یعنی ترقی اردو اور اصلاحِ رسوم۔ اس کے علاوہ عام طور پر علمی و ادبی مضامین کا وہ مجموعہ تھا۔

انجمن ترقی اردو نے اُس کی دل چسپی دیکھ کر اسے اپنا آرگن قرار دے دیا تھا۔ اور مولانا (شبلی) مرحوم انجمن کے متعلق، جس قدر مفید و دل چسپ باتیں ہوتی تھیں، اُنھیں سب سے پہلے اسی میں اندراج کے لیے بھیج دیتے تھے۔ اور تمام ممبران انجمن کے نام ایک اطلاع شائع کردی تھی کہ اس پرچے کو ضرور منگوائیں۔ اس کی وجہ سے ایک بڑی تعداد متعلقین انجمن کی اُس کی خریدار ہو گئی تھی۔ دو تین نمبروں کے بعد ہی چھ سات سو خریدار ہو گئے تھے۔

پہلے تو خیال تھا کہ محض دارالاخبار کے قیام کا یہ ایک ذریعہ ہے، رسالہ مقصود بالذات نہ تھا۔ اس لیے اُس کی زیادہ اہمیت نظر میں نہ تھی۔ لیکن جب اُسے لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ اخبارات نے لمبے چوڑے ریویو لکھے۔ اس کے ہر نمبر کے مضامین وکیل وغیرہ میں نقل کیے گئے تو خیال ہوا کہ اسے ایک اچھا رسالہ بنانا چاہیے۔ چھ مہینے کے بعد (اُسے) ماہوار کر دیا گیا اور کتاب کی شکل میں کم از کم تین جز کی ضخامت تک پہنچ گیا۔ باہر سے لوگ مضامین بھیجنے لگے تھے''۔[1]

پندرہ روزہ یا ماہوار:

ایک بات کی تصحیح یہیں کر دی جائے تو مناسب ہوگا۔ یہ کہ لسان الصدق پہلے پندرہ روزہ نکلنا شروع ہوا پھر ماہوار کر دیا گیا۔ فیصلہ شاید یہی ہوا ہوگا کہ پندرہ روزہ نکالا جائے۔ اُس

---

[1] ایضاً، ص ۵-۳۰۴

پر گلہ یہ ہے کہ جو کچھ اپنا ہم لائے تھے ساتھ وہ بھی تو نے ہم سے لے کر کر دیا بالکل گدا

سب سے بڑی وجہ ان بیہودہ رسم و رواج کی طبیعت ثانیہ ہونے کی یہ ہوئی کہ مذہبی توہمات اور علما کی غفلت نے عوام کو اچھا موقع دے دیا کہ وہ انھیں داخل مذہب سمجھ کر ہر مسلمان کے لیے لازمی سمجھ لیں۔ بعض رسومات ایسے تھے، جن سے علما اور واعظین کو بالخصوص مالی منفعت ہوتی تھی اور یہ منفعت اُنھیں اعلانِ حق سے باز رکھتی تھی۔ ایک مدت تک جب کسی قسم کی اصلاح نہ کی گئی تو اُن کے طبیعتِ ثانیہ ہونے میں کیا دیر تھی؛ اسلامی حکومت کا آخری دور بالکل عیش و عشرت کا زمانہ تھا۔ لکھنؤ میں تموّل اور بے فکری نے خود بہت سے نئے رواج پیدا کر دیے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی و غمی کی بے جا رسمیں زیادہ تر لکھنؤ ہی کی بے فکرانہ زندگی سے پیدا ہوئی ہیں۔

جب ہندوستان میں زمانے نے دوسرا دور شروع کیا اور وہ ایک متمدن سلطنت کے قبضے میں آیا تو یہ غیر ممکن تھا کہ ہر شخص قدیم روش کی طرح بے فکری کی زندگی بسر کرتا۔ اسباب کا پیدا کرنا اور تعلیم کا حاصل کرنا لازمی ہو گیا۔ لیکن رسم و رواج میں باوجود تعلیمی انہماک کے کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ ہر ایک رسم اُسی طرح ہر معیّن موقعے کے لیے ضروری رہی اور قدیم روش کی تقلید اسی طرح ہر شخص کے لیے لازمی قرار دی گئی لیکن چوں کہ وہ بے فکری اور تموّل ایک متمدن سلطنت کے زیرِ سایہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے یہ قدیم روش سیکڑوں خاندانوں کے لیے بربادی کا باعث ہوئی۔ معمولی معمولی تقریبوں پر ہزاروں روپے صرف ہونے لگے اور سوسائٹی کے دباؤ سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان ظالم رسومات سے ذرا بھی مخالفت کر سکے۔

ہمارے ایک دوست نے ہندوستان کی یہ حالت دیکھ کر ہم سے بیان کیا کہ ہندوستان کی غربت کی ایک بڑی وجہ یہاں کے رسم و رواج ہیں جو سوسائٹی کا زور لے کر ہر شخص سے مجبوراً سیکڑوں روپے صرف کرا لیتے ہیں"۔ لکھنؤ میں تمھیں اکثر یہ آوازیں سننے میں آئیں گی کہ بنّن میاں کی شادی میں پانچ ہزار کا قرضہ ہو گیا اور چھٹّن میاں کے حصّے میں دو مکان گروی ہو گئے۔ اب اور آمدنی کی کوئی صورت

سوشل ریفارم:

اس مقصد کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

"اس امر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کے موجودہ رسم و رواج کی بنا ہندوؤں کے میل جول سے پڑی۔ مسلمانوں نے جب ہندوستان فتح کیا تو مفتوح قوم کے رسم و رواج سے واقف ہونے کی انھیں ضرورت ہوئی واقفیت کے ساتھ جب میل جول بڑھا تو خود بہ خود مفتوح قوم کے رسم و رواج نے فاتح قوم کے افعال پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ ادھر اکبر اعظم کی غیر متعصبیت نے یہاں تک ترقی کی کہ ہندوؤں کے رسم و رواج پر مائل ہوکر مسلمانوں میں غیر محسوس طریقے پر میلان پیدا کر دیا۔ مذہبی کمزوری نے بھی بہت سے توہمات پیدا کر دیے اور ان سب باتوں نے مل کر مسلمانوں کے افعال پر یہاں تک اثر کیا کہ "انیسویں صدی" میں مسلمانوں کے خاص رسم و رواج نظر آنے لگے۔ اُن کی اُس عربی سادگی اور ایرانی تکلف کی جگہ، ایک خاص ہندوستانی مخلوط رنگ نظر آنے لگا۔ اُن کے رسم و رواج نے انھیں اپنے قدیم سرچشمے سے ایسا جدا کر دیا کہ کوئی دیکھنے والا انھیں کبھی وہ قدیم مسلمان نہیں سمجھ سکتا، جنھوں نے ہندوستان کو فتح کیا تھا۔ اسی رسم و رواج کی بدولت انھوں نے اپنی تمام قدیم صفتیں[1] کھو دیں وہ جو کچھ اپنے ساتھ لے کر ہندوستان آئے تھے اُسے برباد کر کے ہندوستان کا سرمایہ بھی تباہ کر دیا جس کی جانب حالی نے "شکوۂ ہند" میں کیا خوب اشارہ کیا ہے:

رخصت اے ہندوستاں اے بوستانِ بے خزاں — رہ چکے تیرے بہت دن ہم بدیسی میہماں

تو نے ثروت دی، حکومت دی، ریاست دی ہمیں — شکر کس کس مہربانی کا کریں تیری ادا!

نبھ سکیں لیکن نہ آخر تک بہ خاطرداریاں — جو دیا تھا تو نے، وہ آخر کو سب رکھوا لیا

تیرا اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار — جس نے چاہا لے لیا اور جس کو چاہا دے دیا

---

[1] "صفتیں" کی جگہ لسان الصدق "صنعتیں" چھپا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ اسی لیے اپنے خیال کے مطابق اسے "صفتیں" کر دیا ہے (ا-س-ش)

اسی سلسلۂ بیان میں فرماتے ہیں:

"وہ پہلی جماعت، جسے ہم نے "اکثر" کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ بیشک بہت سی ضروری اصلاحوں میں مشغول ہے اور بلاشبہ ان کا قوم میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اصلاحِ رسومات دراصل ایسی ضروری اصلاح ہے کہ ہر قسم کی اصلاح اس پر مبنی ہے۔ تعلیم کو مسلمانوں میں آج تک جو نا کامیابی ہوئی وہ بہت کچھ رسم ورواج کی پابندی سے ہوئی۔ اکثر خاندانوں میں اب تک انگریزی اسی لیے نہیں پڑھائی جاتی کہ ان کے یہاں ایک خاص نصابِ تعلیم کی رسم پڑ گئی ہے اور رسم ورواج کے لحاظ سے اس کا پڑھانا ضروری ہے۔ انگریزی اگر اولاد کو پڑھائی جائے تو اس تعلیم کا وقت نہ ملے اور یہ رسم ورواج کے خلاف ہو۔ اسی قسم کی بہت سی رکاوٹیں ہر قسم کی اصلاحوں میں ان رسومات کی پابندی نے پیدا کر دی ہیں جو بلا اصلاحِ مراسم کے دور نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے اس جماعت کا اور اصلاحوں کو اس سے ضروری سمجھ کر ادھر توجہ نہ کرنا دراصل ایک بیّن غلطی ہے۔"

ان سطروں میں مولانا نے جو بات ارشاد فرمائی ہے۔ اُس پر غور فرمایئے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک اصلاحِ رسم ورواج کا مطلب صرف شادی اور موت کی رسموں کی اصلاح تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ اصلاحِ قومی کا ایک وسیع اور جامع تصور رکھتے تھے اور اُسی وقت (۱۹۰۳ء) سے وہ تعلیم کے نصاب میں اصلاح کے قائل تھے جس کے لیے زندگی کے آخری دور اور ملک کی آزادی کے بعد تک ان کی جدوجہد جاری رہی۔

اس کے بعد اسی پہلی جماعت — جسے مولانا نے "اکثر" کے ساتھ تعبیر کیا ہے، کے دوسرے خیال کی تردید میں فرماتے ہیں:

"اب رہی دوسری بات کہ رسم ورواج چوں کہ غایت درجے کی قوم میں وقعت رکھتے ہیں۔ اس لیے اگر اُن کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی تو قوم کو ہماری طرف سے تنفر بڑھے گا اور ہماری اور اصلاحوں میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ لیکن ہمارے نزدیک تو ہم نے کون سی ایسی اصلاحی کوشش کی ہے جسے قوم نے بلا کسی تنفر کے قبول کر لیا ہو؟ انگریزی تعلیم کی اشاعت پر جو کچھ ہمیں خطاب

تو ہے تہیں خاندان کا خاندان فاقوں مر رہا ہے اور سود کا خیال خون خشک کر رہا ہے۔ اگر اصلی معنوں میں سادگی کے ساتھ شادی کر دی جاتی اور صرف ختنہ کر دیا جاتا تو یہ بتّن اور چھتّن خاندانوں کے تباہ ہونے کے باعث نہ ہوتے۔ رسم و رواج کی پابندی نے بہ کچھ خرابیاں ہندوستان میں پیدا کر رکھی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی اصلاح کی جانب آج تک کسی نے توجہ نہیں کی اور یہ مرض اسی طرح قوم میں ترقّی کرتا گیا۔

اکثر اس خیال میں رہے کہ ہم جن ضروری اصلاحوں میں مشغول ہیں وہ اس اصلاح سے بدرجہا ضروری ہیں اس لیے اس اصلاح سے قوم کو وحشت ہوئی اور رسم و رواج کی محبت نے ہمیں ان کا مخالف سمجھ کہ ہم سے بدظن کرا دیا تو اصلی کوشش میں خرابی پیدا ہو جائے گی اور اس اصلاح کی بدولت اور ضروری اصلاحیں بھی رہ جائیں گی۔

بعضوں نے یہ خیال کیا کہ جب قوم میں تعلیم عام ہو جائے گی اور جدید اثرات ہر دماغ تک پہنچ جائیں گے تو خود بخود اصلاح مراسم کا خیال طبیعتوں میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے اس وقت کوشش کرنی قبل از وقت ہے۔ یہ خیالات آج تک اس ضروری اصلاح سے مانع رہے اور حکیم کا بے جا سکوت اور مریض کی بے خبری نے مرض کو لاعلاج ہونے کے قریب کر دیا۔

اگر اس وقت بھی ہم اس قسم کی دور اندیشیوں میں مست رہیں گے، تو اس زمانے کو کچھ دور نہیں سمجھنا چاہیے جب کہ مرض کلیتہً لاعلاج ہو جائے گا اور تمام ہمارے وقت اس کے علاج سے عاجز ہو جائیں گے۔"

گزشتہ سطروں میں ایک طبقۂ فکر کے اس خیال کا ذکر آیا ہے کہ ضرورت تعلیم کے عام ہونے کی ہے۔ تعلیم کے فروغ کے ساتھ رسم و رواج کی خود بخود اصلاح ہو جائے گی۔ مولانا کے خیال میں رسم و رواج خود تعلیم کی راہ میں رکاوٹ ہیں تو تعلیم کی اشاعت سے رسم و رواج کی اصلاح کی منزل قریب کیوں کر آسکتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں رسم و رواج کی اصلاح کی تحریک تعلیم کے فروغ کی تحریک سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی تھی بلکہ مولانا اسے دوسری اصلاحات قومی کے لیے بھی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا اس نقش کو اجاگر کرنے کے لیے

نہیں ہے، لیکن دہلی کے جلسے میں جو علمی کارروائی کانفرنس نے شروع کی ہے، وہ واقعی قابلِ توجہ ہے اور اُسے دیکھ کر امید بندھتی ہے کہ یہ کوشش ضرور کوئی نتیجہ پیدا کرے گی۔

کانفرنس نے اصلاح تمدّن کا علاحدہ صیغہ قائم کیا ہے۔ جس کے سکریٹری علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ جناب غلام الثقلین ہیں، جو واقعی اس اہم عہدے کے پورے لائق ثابت ہوئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اسی مقصد کے لیے "عصرِ جدید" نامی ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے اور ایسے ممبروں کے بڑھانے کا ایک عمدہ ذریعہ پیدا کرلیا ہے، جو اس امر کا عہد کرلیں کہ آئندہ کسی رسم کی پابندی نہیں کریں گے۔ ہم خواجہ صاحب کی اس کوشش کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جب وہ کانفرنس بمبئی میں اپنا سالانہ کارنامہ پیش کریں گے تو تمام قوم بھی ان کی خدمت کو ہماری طرح قدر کی نگاہ سے دیکھے گی۔ انھیں ضرورتوں کو دیکھ کر "لسان الصدق" کے مقاصد میں یہ مقصد داخل کیا گیا۔ لیکن چوں کہ سب سے زیادہ مضر رسومات وہ ہیں جن کا تعلق معاشرت سے ہے۔ اس لیے اصلاح معاشرت پر اس کی توجہ زیادہ رہے گی۔"

اصلاح معاشرت کے سلسلے میں مولانا کے یہ عزائم اعلان تک ہی محدود نہ رہے تھے۔ لسان الصدق کے صفحات میں نہایت مفید اور فکر انگیز مضامین موجود ہیں اور جس طرح اردو کی ترقی کی ایک تحریک پیدا کردی تھی اور معیاری تنقید کے ذوق کے نشوونما میں حصّہ لیا تھا۔ اصلاح معاشرت کا شعور پیدا کرنے اور غلط رسم و رواج اور توہمات، اسراف، قرض، فضول خرچی وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کی تحریک پیدا کرنے میں بھی لسان الصدق کا قابلِ قدر حصّہ ہے۔ اصلاح معاشرت کے سلسلے میں لسان الصدق میں یہ مضامین شائع ہوئے ہیں:

اسلام اور رسوم	مولوی محمد یوسف جعفری رنجور	ج ۱ ش ۲
″ ″ (۲)	″ ″ ″ ″	ج ۱ ش ۱
معاشرانہ زندگی (ترجمہ)[1]	″ ″ ″ ″	ج ۲ ش ۵

---

[1] یہ سرجان لیبک کی کتاب "دی یوز آف لائف" کے ایک باب کا ترجمہ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ملے اور جس قدر ہم سے تنفر ظاہر کیا گیا، وہ ہمیں ابھی بھولا نہیں ہے۔
ایک ایسی قوم کی جس میں ایک مدت سے غایت درجے کی جہالت پھیلی ہوئی ہو،
جب اصلاح کی جائے گی۔ چاہے وہ جس قسم کی ہو اور جس طرح کی ہو معلمین سے
اس کا متنفر ہونا ایک ضروری امر ہے۔ صرف اس خوف سے اصلاح مراسم جیسی
ضروری اصلاح سے چشم پوشی کرنی کتنی بڑی غلطی ہے۔"

اس کے بعد مولانا دوسری جماعت کے خیالات پر بحث کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:
"دوسری جماعت کا اس توقع میں رہنا کہ جب تعلیم عام ہو جائے گی تو خود بخود قوم
کو اصلاح کا خیال پیدا ہو جائے گا، کس قدر بے جا توقع ہے؟
تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ قدیم رسم و رواج جو خاندانوں میں نسلاً بعد نسلٍ
قائم ہوتے چلے آئے ہیں، کبھی تعلیم سے دور نہیں ہو سکتے۔ سوسائٹی کا دباؤ،
قدیم خاندانی اثر تعلیم پر غالب آجاتا ہے اور ایک تعلیم یافتہ شخص جو گھر سے
باہر آزاد اور مہذب نظر آتا ہے۔ گھر کی چار دیواری کے اندر آکر پھر رسم و رواج
کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور وہ تعلیمی اثر جس نے اُسے گھر سے باہر مہذب
اور آزاد دکھلایا تھا خاندانی اثر سے ناشائستہ رسومات کا پابند ہو جاتا ہے۔
تعلیم بے شک ایک قسم کا خفیف احساس پیدا کر دیتی ہے، لیکن ایک زبردست
تحریک کی محتاج ہوتی ہے۔ جب تک وہ تحریک طبیعت میں آمادگی پیدا نہ کرے،
طبیعت کسی چیز کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اسی تحریک کا نام اصلاح
کی کوشش ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس کی کوشش کی جائے اور اب
وہ زمانہ نہیں رہا کہ فضول گفتگو اور بحث میں وقت ضائع کیا جائے بلکہ جو کچھ
کرنا ہے اُسے شروع کر دینا چاہیے۔" کن یداً ولاتکن لسانا" گفتگو از حد گذشت
و مرگ نزدیک آمدہ۔
اے عزیزان! آخر این بیمار را باشد علاج! بڑی مسرت کی بات ہے کہ محمڈن
ایجوکیشنل کانفرنس اور ندوۃ العلماء نے اصلاح تمدن اور اصلاح مراسم پر توجہ
شروع کر دی ہے۔
ندوۃ العلماء نے آج تک جو کچھ کیا ہے، اسی پر ہمیں اس وقت بحث مقصود

دو سال کی جدوجہد اور مطالعہ و مشاہدے کے بعد مولانا آزاد کی نظر میں اصلاح معاشرت کی ضرورت اور اہمیت اور بڑھ گئی اور وہ لسان الصدق کے صفحات کے محض ایک حصے کو اس اہم مقصد کے حصول کے لیے ناکافی سمجھنے لگے۔ چناں چہ ۱۹۰۵ء میں جب انھوں نے لسان الصدق کے نئے دور کے آغاز کا عزم کیا تھا تو یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ اصلاحِ معاشرت کے میدان کو کلیتاً "عصر جدید" کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ اہل علم اور اصلاح کا جذبہ رکھنے والوں کا تعاون اُسے حاصل ہو اور وہ زیادہ دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کی کوشش کر سکے۔

لیکن گزشتہ دو سال کے تجربات سے یہ بات بھی ان کے قلب پر نقش ہو گئی تھی کہ اصلاح معاشرت کی مہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی؛

۱۔ جب تک اصلاحِ خیالات کا مرحلہ طے نہ ہو جائے۔

۲۔ اصلاحِ خیالات کا مرحلہ طے کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ عورتوں کی جہالت ہے۔

۳۔ عورتوں کی جہالت دور کرنے کے لیے ان کی تعلیم ضروری ہے۔ اس لیے "اصلاح خیال" کے مقصد کا اس نئے دور کے مقاصد میں اضافہ کیا گیا۔

مولانا کے نزدیک معاشرتی برائیوں کا سرچشمہ عورتوں کی جہالت سے پھوٹتا ہے۔ پس اگر اصلاحِ معاشرت کے معاملے میں کوئی مخلص ہے اور قوم میں اصلاح کے عمل کا دل سے خواہشمند تو اسے سب سے پہلے عورتوں میں اشاعتِ تعلیم کی مہم سر کرنی چاہیے۔

اس وقت جب کہ میں یہ بات لکھ رہا ہوں اور مولانا آزاد کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہوں تو میرے سامنے لسان الصدق کے علاوہ بھی اُسی دور کی مولانا کی بعض تحریرات ہیں۔

ترقی اردو:

اس مقصد کی وضاحت و تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

یہ پہلی تحریک امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے پیدا کی تھی۔ انھوں نے اصلاح کی ضرورت محسوس کی اور جماعت میں اس کا احساس پیدا کیا، شاہ عبدالعزیز اور ان کے اخوان نے اسے آگے بڑھایا اور سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید وغیرہم نے اس تحریک کو منظم کیا اور اپنی زبان، قلم اور عمل سے اس سلسلے میں عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ سرسید کی اصلاحی تحریک بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی اور حضرت شاہ شہید کا فیضانِ نظر تھا اور خواجہ و آزاد کی اصلاحی کوششیں اسی کے سنابل۔

معاشرانہ زندگی (ترجمہ)	مولوی محمد یوسف جعفری رنجور	ج ۲ ش ۶، ۷
شادی	ابوالنصر آہ دہلوی	ج ۱ ش ۲
توہمات کی زندگی	" "	ج ۲ ش ۱
شگون	" "	ج ۲ ش ۲

اصلاح معاشرت: حقوق نسواں اور اس کے متعلق

ایک بڑی غلط فہمی کی اصلاح	مولوی سید محمد سعید بلگرامی	ج ۲ ش ۵
" " : شادی خانہ آبادی	" "	ج ۲ ش ۶، ۷

اس سلسلے میں مولانا آزاد کا ایک شذرہ جو انھوں نے کلکتہ کے ایک تاجر کی بیٹی کے کان چھیدنے کی رسم کے موقعے پر بے جا اسراف کے بارے میں لکھا تھا (ج ۱ ش ۱) اور مولوی سید محمد سعید بلگرامی کے مضمون پر ان کا نوٹ (ج ۲ ش ۵) نیز مولوی محمد یوسف جعفری رنجور مرحوم کے ترجمے "معاشرانہ زندگی" (ضمیمہ ج ۲ ش ۵) پر ان کی تعارفی تحریر نہایت مفید، فکر انگیز اور اعلیٰ خیالات پر مبنی ہے۔

اصلاحِ معاشرت کا مسئلہ جس طرح اب سے سو برس پہلے سرسید مرحوم کے عہد میں اہم تھا۔ اسی طرح ۸۵ برس قبل لسان الصدق کی اشاعت کے دور میں لائقِ توجہ تھا، اسی طرح آج بھی یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے اور ضرورت ہے کہ اس کے لیے ایک منظم اور مستقل تحریک پیدا کر دی جائے اور اسے مسلسل جاری رکھا جائے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کی بعض قومیں اور برادریاں بے جا رسموں، غلط رواجوں، قرض، فضول خرچیوں اور اسراف سے نجات پانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور کسی حد تک انھوں نے اس مقصد میں کامیابی حاصل کر لی ہے تو اس میں سرسید مرحوم کی ایجوکیشنل کانفرنس کی تحریک اصلاح معاشرت، خواجہ غلام الثقلین کے "عصر جدید" اور مولانا آزاد کے لسان الصدق کا بھی حصہ ہے[1]

ہے جو مئی اور جون جولائی کے رسالے کے ساتھ بہ طور ضمیمہ شامل کیا گیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا اسی طرح ماہانہ اقساط میں رسالے کے ساتھ بہ طور ضمیمہ یہ ترجمہ شائع ہوتا رہے گا اور کچھ عرصے کے بعد قارئین لسان الصدق ایک عمدہ کتاب کا ترجمہ اپنے پاس موجود پائیں گے۔ لیکن یہ سلسلہ دو قسطوں سے آگے جاری نہ رہ سکا۔

[1] دراصل ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ زوال میں اصلاح معاشرت کی (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر ہے)

روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے۔

یہ تمام ضرورتیں ایک ایسی انجمن کی منتظر تھیں جو اردو زبان کی ترقی کے وسائل پیدا کرے اور اہل قلم کی مدد کر کے ان سے علمی خدمت لے۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے لٹریری سیکشن کا انجمن ترقی اردو قائم کرنا واقعی ہمیں امید دلا رہا ہے کہ اس انجمن کی بدولت یہ تمام ضرورتیں رفع ہو جائیں گی اور ہم ایک دن اپنی زبان کو علمی زبانوں کی ہم سری کرتے ہوئے دیکھیں گے۔

لسان الصدق کا دوسرا مقصد "ترقی اردو" اسی انجمن کے متعلق ہے۔ یہ ان تمام وسائل کو عمل میں لائے گا جو ترقی اردو کے لیے انجمن قرار دے گی۔ بالخصوص بنگالہ میں انجمن کے مقاصد کی اشاعت اور بنگالہ کی اہلِ قلم جماعت کو اس پر متوجہ کرنا لسان الصدق کا اہم فریضہ ہے۔"

تنقید:

لسان الصدق کا تیسرا مقصد "تنقید، یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا" قرار پایا تھا۔ اس مقصد کی اہمیت پر بھی مولانا آزاد نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"انگریزی میں کسی کتاب پر "ریویو" کرنا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ اس کتاب کے حسن و قبح پر بحث کی جائے اور ریویو نویس اپنی رائے ظاہر کرے۔ لیکن اردو میں ہمیشہ ریویو کا ترجمہ "تقریظ" کیا گیا ہے، جس سے ریویو کا اصلی مفہوم ہی مفقود ہو گیا۔ اس لیے کہ تقریظ تو عام طور پر کسی کتاب کی مدح و تحسین کرنے کا مفہوم رکھتی ہے۔ برخلاف ریویو کے کہ اس کا مفہوم صرف اس کے حسن ہی پر بحث کرنی نہیں ہے بلکہ اس کے قبح پر بھی نکتہ چینی کرنی ہے۔ اکثر کتابوں کے آخر میں بعض ہم عصر افاضل کی تقریظیں نظر آتی ہیں، جن میں مدح و تحسین سے دو تین صفحے کالے کرنے کے سوا "کرٹسزم" کے اصول سے ذرا بھی کام نہیں لیا جاتا۔ تقریظ کا صرف مدح و تحسین کا مفہوم رکھنا یہاں تک مسلّم ہو گیا ہے کہ اگر کسی تقریظ میں کتاب پر کوئی ذرا سا اعتراض کیا ہو یا کتاب کی کسی قدر خرابی ظاہر کی ہو تو وہ تقریظ کے دائرے ہی سے باہر سمجھ کر اس قابل نہیں سمجھی جاتی کہ کتاب کے ساتھ شائع کی جائے۔

سرسید احمد خاں نے جب اپنے ابتدائی زمانے میں "آثار الصنادید" کی تصحیح کر یا...

"اردو زبان نے آج تک جس قدر علمی ترقی کی ہے، وہ کسی خاص کوشش پر مبنی نہیں ہے۔ مسلمان آج تک اس سے بے خبر رہے اور صرف معمولی طور سے علمی تصانیف ان کے ذخیرے کو وسیع کرتی رہیں۔ غور کیا جائے تو چار زبانیں مشرقی زبانوں میں ایسی ملیں گی جو اردو کے ساتھ شمار کی جاسکتی ہیں۔ ترکی، عربی، فارسی اور بنگلہ۔ یہ وہ زبانیں ہیں جنھوں نے جدید اثرات اردو کی طرح اسی آخری دور میں حاصل کیے ہیں۔ ان میں سے تین زبانیں خاص اسلامی ممالک کی زبانیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فارسی نے بہ نسبت اردو کے کوئی قابل ذکر ترقی نہیں کی۔ لیکن ترکی اور عربی زبانوں کے مقابلے میں اگر اردو لائی جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ عربی زبان میں جدید علوم و فنون کی جس کثرت سے کتابیں موجود ہیں اور ہر ماہ جس قدر کتابیں عربی ترجمہ ہو کر شائع ہوتی ہیں، اسے وہی شخص جان سکتا ہے جو بیروت اور مصر کی موجودہ حالت سے واقف ہو۔ ترکی زبان میں تمام جدید علوم کی کتابیں موجود ہیں اور روز بروز ترقی کرتی جاتی ہیں۔ اردو میں تو عربی کی دائرۃ المعارف (عربی انسائی کلوپیڈیا) اور "النقش فی الحجر" ہی کا جواب نہیں۔ اس مقابلے سے مقصود یہ ہے کہ اردو ابھی اور مشرقی اسلامی زبانوں سے بہت پیچھے ہے اور اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ علوم و فنون کے ترجمے کا اردو میں سلسلہ قائم نہیں ہوا اور صرف تعلیم کی جانب اب تک توجہ رہی۔

اس کے علاوہ اردو میں عمدہ تصانیف کی بھی کمی ہے۔ سوا چند مشہور مصنفوں کے جن کا نام انگلیوں پر شمار کیا جاسکتا ہے اور کسی قابل شخص کے قلم سے عمدہ تصنیف نہیں نکلتی۔ برخلاف اس کے مخرب اخلاق ناولوں کی اور فضول کتابوں کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید فارسی کی کتب عشقیہ نظم و نثر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ملک میں کافی تعداد ایسے اہل قلم کی موجود ہے جن کی کوششوں سے عمدہ کتابیں تصنیف ہو سکتی ہیں۔ لیکن عام میلان دیکھ کر وہ اس کی توقع نہیں کر سکتے کہ کسی علمی تصنیف کے ذریعے وہ کاپی رائٹ کے قاعدے سے مستفیض ہو سکیں گے۔ اس لیے انھیں بجائے مفید کتابوں کے ناولوں میں وقت صرف کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اردو زبان کا علمی دائرہ بجائے وسیع ہونے کے

ہے اور کس پائے کا ہے؛ وہ تصنیف گو کیسے ہی با اقتدار اور مشہور شخص کی کیوں نہ ہو۔ یہ اس کی سچی خوبیاں ظاہر کر دے گا۔ کیوں کہ یہ لسان الصدق ہے اور سچائی اس کا دستور العمل ہے۔"

لسان الصدق میں مولانا کے قلم سے تنقید کے بہترین نمونے موجود ہیں لیکن تنقید کی جو اہمیت مولانا کی نظر میں تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا خود اس سے مطمئن نہ تھے اور لسان الصدق کے محدود صفحات کو اس کے لیے ناکافی خیال کرتے تھے۔ اس لیے انھوں نے خاص اس مقصد کے لیے "ریویو" کے نام سے ایک رسالہ نکالنے کا عزم کیا۔ اس سلسلے میں مولانا فرماتے ہیں:

"...... انتقاد اس قدر ضروری اور اہم ہے کہ اس کے لیے ایک ایسا رسالہ جو اور مقصد کے لیے بھی اپنے اوراق صرف کرنا چاہتا ہو، کافی نہیں ہو سکتا اور اس لیے ہم نے اس مقصد کے لیے لسان الصدق کا ایک ضمیمہ "ریویو" جاری کرنا تجویز کیا ہے۔ جس کا اشتہار کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا۔"

اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے اس مشترکہ شمارے میں پورے ایک صفحے پر "ریویو" کا اشتہار بھی چھپا ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ "ریویو" کے نصب العین اور مقاصدِ اجرا کی صراحت فرمائی ہے۔

۱۵ر جون سے اسے نکالنے کا عزم بھی کر لیا تھا۔ اگرچہ ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

علمی مذاق کی اشاعت:

یوں تو پورے ملک میں علمی مذاق کی اشاعت مولانا کے پیش نظر تھا۔ لیکن بنگال میں جس کے مرکز کلکتہ میں مولانا ایک مدت سے مقیم تھے، خاص طور پر علمی مذاق کی اشاعت چاہتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"لسان الصدق کا چوتھا مقصد علمی مذاق کی اشاعت بالخصوص بنگالہ میں ہے اگرچہ یہ مقصد عمومیت کے ساتھ تمام ہندوستان سے تعلق رکھتا ہے لیکن بنگالہ کی خصوصیت خاص اس صوبے کے مسلمانوں کی حالت پر مبنی ہے۔ ہندوستان میں تعلیم روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے اور بالخصوص مسلمانوں میں تعلیم یافتہ جماعت بڑھتی جاتی ہے لیکن باوجود اس کے علمی مذاق جس چیز سے عبارت ہے اس

اُسے طبع کیا تو مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ مرحوم سے تقریظ کی فرمایش کی۔ مرزا صاحب یورپ کے جدید آئین کے دلدادہ تھے اور آئینِ اکبری کو ایک فضول کام سمجھتے تھے۔ انھوں نے سرسید کی خاطر تقریظ تو نظم میں لکھ دی، لیکن اظہارِ رائے سے نہ بچ سکے۔ تقریظ کا پہلا شعر یہ ہے:

مژدہ یاراں را کہ ایں دیرینہ کتاب
یافت از اقبالِ سید فتح باب

اس کے بعد انھوں نے انگریزوں کے آئین اور ایجادات کی تعریف کی ہے اور اس کتاب میں سرسید نے جو عرق ریزی کی تھی، اُسے شاعرانہ پہلو سے فضول بتلایا ہے اور چند شعر سرسید کی مدح میں لکھ کر تقریظ ختم کر دی ہے۔

سرسید نے جب تقریظ دیکھی تو بہت ناراض ہوئے اور کتاب کے ساتھ شائع نہیں کی۔ اس ناراضی کا اصل سبب یہ تھا کہ سرسید "ریویو" کے اصلی مفہوم کے عادی نہ تھے۔ تقریظ میں صرف مدح وتحسین کا ہونا ان کے ذہن نشین تھا۔

"ریویو" کا اصلی ترجمہ ہماری زبانوں میں "تنقید" سے بہتر نہیں ہو سکتا اور ممالک اسلامیہ میں "ریویو" کی جگہ یہی لفظ مستعمل ہے۔ ہندوستان کے عام اخبارات میں آج کل جس طریقے سے کتابوں پر بالعموم ریویو کیا جاتا ہے، اُسے ریویو کی جگہ تقریظ کہنا چاہیے۔ نہ کتاب کی پوری کیفیت ظاہر کی جاتی ہے اور نہ اس کے حسن و قبح پر بحث ہوتی ہے۔ صرف مصنّف اور جائے طبع اور قیمت کی اطلاع دے دینی ریویو نویسی کا فرض سمجھا گیا ہے۔ ایسے ریویو سے علاوہ اس کے کہ ریویو نویسی کا اہم فرض نہیں پورا کیا جاتا، سب سے بڑی یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کتاب کے نقائص نہ پبلک پر ظاہر ہوتے ہیں اور نہ مصنّف پر۔ رفتہ رفتہ مصنّف بھی تقریظ کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر وہ کسی قسم کے اعتراض سننے کی قابلیت نہیں رکھتے۔

لسان الصدق کا فرض ہوگا کہ وہ ہر کتاب پر اپنی سچی رائے ظاہر کرے۔ اور جس طرح کتاب کا روشن پہلو پبلک کے سامنے کر دے، اسی طرح اس کے تاریک پہلو کو بھی پیش کر دے۔ وہ اس کی بالکل پروا نہیں کرے گا کہ اس کا مصنّف کون

نکل کر ہمیشہ مشغول رہتے ہیں اور مسلمانوں کی عدم قابلیت کی حقیقی وجہ اس مذاق سے بے بہرہ ہونا ہے جس کا انھیں بالکل احساس نہیں ہے۔

لسان الصدق اپنی کوششوں سے پہلے ان میں اس کا احساس پیدا کرے گا اور پھر اس مذاق کی اشاعت کرے گا۔ اس صوبے سے کسی علمی رسالے کا اردو میں نہ نکلنا اس مذاق کے نہ ہونے کی بین دلیل تھی، جس کی کو لسان الصدق نے عالم وجود میں قدم رکھتے ہی پورا کر دیا اور اسی طرح اپنی اور کوششوں میں بھی کامیاب ہوگا۔ والسعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔"

(لسان الصدق، ۲۰ر نومبر ۱۹۰۳ء ج ا ش ا)

لسان الصدق کے مقاصد کی اس تفصیلی وتشریح کے مطالعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا آزاد نے اوائل عمر اور علمی زندگی کے آغاز ہی میں پختہ علمی، ادبی اور لسانی وسماجی شعور حاصل کر لیا تھا۔ اس وقت مولانا کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی اور اس وقت انھوں نے جو بات کہی تھی، اس سے بلند بات آج تک زبان وقلم پر نہیں آئی۔

لسان الصدق کے تمام مضامین اس کے مقاصد کے دائرے کے اندر رہی ہیں۔ سوشل ریفارم اور تنقید کے میدان میں لسان الصدق کی علمی خدمات کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔ اردو کی ترقی اور اسے ایک علمی زبان بنانے کے سلسلے میں لسان الصدق کے تمام اہل قلم کے کاموں پر تبصرے کے لیے تو ایک دفتر مطلوب ہوگا۔ یہاں صرف مولانا آزاد کی خدمت پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔ مولانا آزاد کے قلم سے لسان الصدق میں مندرجہ ذیل مضامین اور نوٹس ہیں:

۱۔	اردو شارٹ ہینڈ	فروری ۱۹۰۴ء
۲۔	ملکی زبان سے غفلت	〃 〃
۳۔	دارالسلطنت ہند میں ایک عمدہ پریس کی ضرورت	اپریل 〃
۴۔	اردو انسائی کلوپیڈیا	جون جولائی 〃
۵۔	دیسی اور ولایتی الفاظ	اگست ستمبر 〃
۶۔	ترقی اردو اور تراجم علوم وفنون (۱)	〃 〃 〃
	〃 〃 〃 〃 (۲)	اپریل مئی ۱۹۰۵ء

کی مسلمانوں میں بڑی کمی ہے۔ زندہ دلان پنجاب ہمارے کیلئے سے کسی قدر مستثنیٰ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں ورنہ ہندوستان کی عام حالت کے متعلق تو ہمارا اندازہ بہت صحیح ہے۔

علمی مذاق سے ہماری مراد اخبارات کا مطالعہ، علمی رسائل کی کثرت، مجالس علمی کی شرکت، علمی مباحث کا چرچا جو پنجاب کے سوا اور کہیں خال خال نظر آتا ہے۔ یہ تو ہمارے مقصد کے عام پہلو کی تشریح تھی۔ بنگالہ کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی اسلامی سوسائٹی اس مذاق سے بالکل معرّا ہے۔ اور اگر ہمارے بعض احباب بنگالہ اجازت دیں تو ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انھیں اپنی غلطی کا احساس بھی نہیں ہے۔

برخلاف مسلمانوں کے اگر اس صوبے کے ہندو بنگالیوں کو دیکھا جائے تو زمین و آسمان کی اَن نیچرل تشبیہ نیچرل معلوم ہوگی، جو علمی مذاق اور دماغی ترقی ہندوؤں میں نظر آتی ہے اُسے دیکھ کر ایک باریک بین نگاہ حیرت میں آجاتی ہے کہ ایک ہی خاک کے دو نوجوان ایک ہی یونیورسٹی سے کامیاب ہو کر نکلتے ہیں لیکن مسلمان نوجوان کسی خاص شغل کو حاصل کر کے ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ اُسے کسی قسم کی علمی تحریک ہشیار نہیں کر سکتی۔ برخلاف اس کے وہ ہندو نوجوان باوجود کہ ایک اعلیٰ درجے کے کام میں منہمک ہوتا ہے، علمی مذاق سے اپنی دماغی قوت کو قوی کرتا ہے اور شب و روز مسائل علمی اور مباحث فنّی کے مطالعے میں مشغول رہتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی فزیالوجسٹ ہمیں بتلا سکتا ہے کہ بنگالہ کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی دماغی امتیاز ہے؟ یہ ممکن تھا کہ ہم بلا دریافت کے خارجی امتیاز کی بنا پر دماغی امتیاز بھی تسلیم کر لیتے۔ لیکن جب ہم انھیں بنگالی مسلمانوں میں بعض ایسے گراں مایہ وجود بھی دیکھتے ہیں جن کی علمی قابلیتوں کا تمام انڈیا معترف ہے اور جن کا قابلِ عظمت جوہر اپنی ملکی زبان میں ظاہر نہیں ہوا ہے بلکہ ایک غیر مانوس علمی زبان میں انھوں نے اپنا سکہ بٹھایا ہے تو ہمارا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوتا ہے اور ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہندوؤں کی علمی قابلیت کی اصلی وجہ ان کا علمی مذاق ہے، جس میں وہ کالج سے

مولانا کے اس نوٹ سے جو لسان الصدق کے جون جولائی ۱۹۰۴ء کے مشترکہ شمارے میں چھپا تھا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا اپنی علمی و ادبی زندگی کے آغاز ہی سے اردو زبان کی ترقی اور اس کے علمی لٹریچر میں اضافے کے بارے میں سوچتے تھے اور اس کے لیے ان کے ذہن میں تجاویز تھیں جن کا اظہار لسان الصدق کے مقاصد کی تشریح اور مختلف مضامین وغیرہ میں ہوا ہے۔

لسان الصدق اور بعض دیگر مآخذ کے حوالے سے اردو زبان اور علوم و فنون کی ترقی، تراجم کی اہمیت اور موضوع کے اطراف و جوانب پر مولانا آزاد کی خدمات کے بارے میں میں اپنی کتاب "اردو کی ترقی میں مولانا آزاد کا حصہ[1]" میں تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔ اس لیے یہاں اس بحث کی تکرار مناسب نہیں۔

لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز:

جنوری ۱۹۰۵ء سے مولانا آزاد لسان الصدق کا ایک نیا دور شروع کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ اس شمارے کی اشاعت میں اتنی تاخیر ہوئی کہ جنوری کے شمارے کو اپریل مئی ۱۹۰۵ء کا مشترکہ شمارہ بنانا پڑا۔ اس شمارے میں مولانا نے اپنے تجربے اور مطالعہ و مشاہدہ کی روشنی میں لسان الصدق کے مقاصد کی از سرِ نو تالیف کی ہے۔

اس میں مولانا نے اس کے پہلے مقصد سوشل ریفارم کو ان سے الگ کر دیا ہے کہ یہ مقصد نہایت توجہ کا طالب تھا اور لسان الصدق کے دیگر مقاصد کے ساتھ ان پر قرار واقعی توجہ کی جا سکتی تھی اور نہ اس کی اہمیت کے مطابق اس کے لیے صفحات کی گنجائش پیدا کی جا سکتی تھی۔ نیز یہ خدمت "عصرِ جدید" نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ عصرِ جدید کا اجرا آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبۂ اصلاحِ معاشرت کے تحت عمل میں آیا تھا۔ خواجہ غلام الثقلین مرحوم اس شعبے کے سکریٹری اور عصرِ جدید کے ایڈیٹر تھے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"لسان الصدق کے قدیم مقاصد میں پہلا مقصد سوشل ریفارم در حقیقت ایک

---

[1] خاکسار کی یہ کتاب ہندوستان میں "انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دلی ۲۰۰۱" سے اور پاکستان میں "ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان، کراچی ۱۹۸۱" سے شائع ہوئی ہے۔ اس میدان میں مولانا آزاد مرحوم کی خدمات کے تفصیلی مطالعے کے لیے اس کتاب سے رجوع کرنا چاہیے۔

مضامین پر سرسری تبصرہ :

اس فہرست میں سب سے پہلا عنوان "اردو شارٹ ہینڈ رائٹنگ" کی ایجاد سے متعلق ایک نوٹ ہے۔ اس کے مطابق یہ فن منشی غلام رسول (بمبئی) نے ایجاد کیا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کے سامنے اردو کی علمی ترقی ہی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ عام اور کاروباری زندگی اور سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں اردو کے نفاذ و رواج کا مسئلہ اور زمانے کی تیز رفتاری اور اس کی ضروریات و مقتضیات بھی تھیں۔

دوسرا مضمون مصر کے روزنامے "المؤید" کے ایک مضمون کا ترجمہ ہے، جس کے شروع میں مولانا نے ایک نوٹ دیا ہے۔ اس نوٹ میں مولانا نے شکوہ کیا ہے کہ ہمارے نوجوان کئی عالمی زبانوں میں عبور حاصل کرتے ہیں لیکن اپنی ملکی زبان سے غفلت برتتے ہیں۔ حالاں کہ مہذب دراصل وہی شخص ہے جو اپنے قومی اور مذہبی لٹریچر سے بھی واقف ہو۔ مولانا نے توقع ظاہر کی ہے کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنی ملکی اور قومی زبان کی تحصیل کی بھی سعی کرنی چاہیے۔

زبان کی ترقی میں پریس کا جو اہم کردار رہا ہے اور آیندہ بھی اسے جو اہمیت حاصل رہے گی، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا آزاد کو اس کا شدید احساس تھا۔ اس لیے پریس کی ترقی اور آزادی کے لیے جو کوششیں مولانا نے الہلال کے آغاز اشاعت (۱۹۱۲ء) سے کی تھیں اور الہلال کے دورِ ثانی (۱۹۲۷ء) تک جاری رہیں۔ ان کا سرِ آغاز ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں ملتا ہے جب انھوں نے ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور کی وقتی ایڈیٹری کے زمانے میں پریس کے سلسلے میں ایک نوٹ لکھا تھا اور پھر مخزن، لاہور مئی ۱۹۰۲ء میں انھوں نے فنِ اخبار نویسی کے عنوان سے مضمون لکھا تھا۔ اس کے دو سال کے بعد لسان الصدق اپریل ۱۹۰۴ء میں مولانا نے دارالسلطنت ہند میں ایک عمدہ پریس کی ضرورت کے عنوان سے یہ مضمون لکھا تھا۔

اردو انسائی کلوپیڈیا کی تحریک کی ایک طویل تاریخ ہے۔ مختلف اوقات میں کئی حضرات نے اس کی تالیف و تدوین کا عزم کیا لیکن مختلف وجوہ سے یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ مولانا آزاد نے کئی ایسی تجویزوں اور عزائم کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

> "فی الحقیقت اردو انسائی کلوپیڈیا کی اشد ضرورت ہے اور انجمن ترقی اردو کو ضرور اس پر توجہ کرنی چاہیے۔ اس کی ترتیب کے متعلق ایک اور آسان تجویز ہے جو پیش کر دی جائے گی۔"

قرار دیتا ہے۔"

۳۔ دورِ اوّل میں تیسرا مقصد علمی مذاق کی اشاعت تھا۔ دوسرے دور میں بھی اس کی اہمیت برقرار رہی اور اردو کی ترقی کو علمی مضامین کی اشاعت پر موقوف قرار دیا گیا ہے۔ اور آیندہ کے لیے اس کی پہلی خصوصیت قرار دی گئی مولانا لکھتے ہیں:

"بے نتیجہ لٹریری اور تفریحی (مضامین) ترک کرکے صرف کارآمد اور علمی مضامین اس میں شائع کیے جائیں گے۔"

اگرچہ کہنے کو اب دوسرا مقصد "ترقی اردو" ہے لیکن غور کیجیے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اصل اور بنیادی مقصد علمی مضامین کی اشاعت اور علمی ذوق کی تربیت ہے اور حاصل اس کا "ترقی اردو"۔ اس مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لٹریچر نے گو اس کا ساتھ نہیں چھوڑا مگر وہ لٹریری دنیا سے بالکل ترک تعلق کرتا ہے اور اب ہمیشہ کے لیے علوم و فنون کے چٹیل میدان میں قدم رکھتا ہے۔"

چند خاص موضوعات:

لیکن علوم و فنون کی دنیا جو سیکڑوں علوم و فنون تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس باب میں کوئی نظام پیش نظر نہ ہوتا تو قارئین کے علمی ذوق کی تربیت ممکن نہ ہوتی۔ اگر سیکڑوں علوم و فنون میں سے کبھی کسی ایک علم سے متعلق کبھی کسی فن کے متعلق کسی نظام کے بغیر مختلف و متفرق علمی مضامین شائع کیے جاتے رہتے تو علمی ذوق کی تربیت میں ان سے وہ فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا تھا جو پیش نظر تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ چند علوم کو منتخب کر لیا جاتا اور اسی دائرے میں علمی مضامین شائع کیے جاتے اور ایک محدود دائرے میں یکے بعد دیگرے مضامین کی اشاعت سے وہ فوائد حاصل کیے جاتے جو پیش نظر تھے۔

مولانا آزاد نے لسان الصدق کو علمی مضامین کی اشاعت کے لیے وقف کر دینے کا فیصلہ کیا تو اس کے لیے ایک منصوبہ اور نظام ان کے ذہن میں تھا جس کا اظہار انھوں نے اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے شمارے میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"لسان الصدق کے آیندہ مضامین کے لیے ہم نے "علوم" سے تین سبجیکٹ انتخاب کر لیے ہیں۔ جن کی اشاعت اس کا مقصد ہوگا۔ سائنس، تاریخ، اخلاق۔

مفید اور ضروری مقصد ہے اور اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ ایسے اہم مقصد کو ضمنی طور پر داخلِ مقاصد کیا جائے۔ معزز "عصرِ جدید" اس کام کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے اور یہ اسی کا حصّہ ہے۔ لہٰذا یہ مقصد آیندہ کے لیے مقاصدِ لسان الصدق سے الگ کرتے ہیں"

اس بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کے دل میں اس مقصد کی اہمیت کم نہیں ہوگئی تھی بلکہ اس کا نقش کچھ اور گہرا ہوگیا تھا نیز یہ کہ وہ صحافت میں تقسیم موضوعات کے قائل تھے اور اس اصول کے تحت چاہتے تھے کہ علم و ادب اور سماجی، معاشرتی، تاریخی، مذہبی اصلاح و ترقی کے مقاصد کے لیے الگ الگ رسالے جاری کیے جائیں اور ان پر پوری توجہ دی جائے۔

یہ مقصد ہمیشہ مولانا کے سامنے رہا اور اس سلسلے میں اہم، فکر انگیز اور نہایت مفید مضمون لسان الصدق میں شائع ہوئے۔ لکھنے والوں میں مولانا آزاد کے علاوہ مولانا محمد یوسف جعفری رنجور، مولوی ابوالنصر غلام یاسین آہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس سلسلے میں اہم چیز جو مولانا کے خیالات کے مطالعے سے سامنے آتی ہے کہ غلط عوائد و رسوم کی اصلاح میں سب سے بڑی رکاوٹ غلط خیالات اور توہمات ہوتے ہیں اس لیے اگر عمل اصلاح میں یہ ترتیب رکھی جائے کہ پہلے غلط عقائد کو درست کر دیا جائے، باطل خیالات کی اصلاح کردی جائے اور توہمات میں مبتلا ذہنوں کو اس کے سحر سے نجات دلا دی جائے تو اصلاح کی راہ آسان اور منزل نزدیک ہو جاتی ہے۔ مولانا آزاد کے نزدیک اصلاحِ خیال کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ ۱۹۰۵ء سے جب لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز کر رہے تھے تو اس کے مقاصد میں یہ اضافہ کیا۔

۲۔ لسان الصدق کا دوسرا مقصد دورِ اوّل میں "ترقی اردو" تھا۔ یہ مقصد دوسرے دور میں بھی اسی طرح پیشِ نظر رہا۔ بلکہ دوسرے دور میں مولانا نے اسے لسان الصدق کا "اصلِ اصول" قرار دیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"دوسرا مقصد "ترقی اردو" درحقیقت لسان الصدق کی آیندہ زندگی کا اصل اصول ہے کیوں کہ اردو کی ترقی محض علمی مضامین کی اشاعت اور اردو داں پبلک کے علمی مذاق پر موقوف ہے اور لسان الصدق بھی اپنا آیندہ مقصد

اصلاح ضروری سمجھی اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن اس دور کی ایک اہم خصوصیت ایک مقصد "اصلاحِ خیال" کا اضافہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"لسان الصدق کے آیندہ مقاصد میں ایک مقصد" اصلاحِ خیال" بڑھایا جاتا ہے۔ جس کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ قوم میں جو مذہبی، اخلاقی، تاریخی اور علمی غلط فہمیاں طبیعت ثانی ہو کر پھیل گئی ہیں، ان کو مختلف دلائل اور مختلف علمی ذرائع سے دور کرنے کی کوشش کرنا، خیالات میں صلاحیت پیدا کر کے تاریکی سے نکالنا اور روشنی کا عادی بنانا تاکہ آیندہ نسلیں ان کمزوریوں سے محفوظ رہیں اور آنے والا زمانہ توہمات کی تاریکی سے پاک وصاف ہو جائے۔"

اس سلسلے میں جو اہم چیز مولانا کے خیالات اور لسان الصدق کے اصلاحی مضامین کے مطالعے سے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ عوائد و رسوم کی اصلاح میں سب سے بڑی رکاوٹ غلط خیالات اور توہمات ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر اصلاح عمل میں یہ ترتیب رکھی جائے کہ پہلے غلط عقائد کو درست کیا جائے، باطل خیالات کی اصلاح کی جائے اور توہمات میں مبتلا ذہنوں کو اس کے سحر سے نجات دلا دی جائے تو "اصلاحِ عمل" کی راہ صاف اور آسان ہو جاتی ہے۔

اوپر مولانا آزاد کی تحریر کا جو اقتباس گزرا ہے اس کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ "اصلاحِ خیال" کا مفہوم مولانا کے ہاں عوائد و رسوم کے میدان میں غلط خیالات کی اصلاح تک محدود نہیں بلکہ مذہب، اخلاق، تاریخ کے میدانوں تک وسیع ہے۔ مولانا کے نزدیک جہاں بھی غلط خیالات و توہمات موجود ہیں، ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اور یہی "اصلاحِ خیال" کے مقصد کے اضافے کا مطلوب ہے۔

پچھلے صفحات میں لسان الصدق کے نئے دور میں مولانا آزاد کے جن خیالات اور عزائم کا ذکر کیا گیا ہے، اگرچہ اعلان و اظہارِ عزائم سے یہ بات آگے نہ بڑھی اور ان عزائم کے مطابق لسان الصدق کا کوئی نقش دنیا کے سامنے نمایاں نہ ہو سکا۔ لیکن مولانا کے خیالات بہ تفصیل ہمارے سامنے آ گئے ہیں، جن سے ہم آج کی صحافت کے مقاصد و مضامین کی تالیف و تہذیب اور تقسیم و ترتیب میں ضرور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

چوں کہ لسان الصدق کی آنے والی زندگی کا مذہبی تحقیقات سے بھی تعلق رہے گا۔ اس لیے مذہب کا مقدس سبجیکٹ بھی اس کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے اور تین سے چار تک تعداد بڑھائی جاتی ہے۔

انھیں میدانوں تک لسان الصدق کی آیندہ قلمی کوشش محدود رہے گی۔ اور یہی وہ میدان ہیں جن میں محدود رہنے کی لسان الصدق کوشش کرے گا۔ وہ ایسی بلند پروازی کو پسند نہیں کرتا جو اِس دائرے سے اُس کو باہر کر دے۔"

آخری جملے میں مولانا نے بڑی حکیمانہ بات کہی ہے۔ علم و عمل کے کسی میدان میں بھی بہترین نتائج کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ تقسیم کار اور دائرہ بحث و عمل کے اصول کی سختی سے پابندی کی جائے اور جو دائرہ کار مقرر کر لیا جائے اس سے باہر قدم نہ نکالا جائے۔

۴۔ دورِ اوّل میں چوتھا مقصد "تنقید — یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا" تھا۔ دوسرے دور میں یہ مقصد تیسرے مرتبے میں نمایاں ہوا لیکن اس اہمیت کے ساتھ کہ لسان الصدق کے محدود صفحات کو اس کے لیے ناکافی سمجھا گیا اور خاص اس مقصد کے لیے "ریویو" کے نام سے ایک مستقل ضمیمہ نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

"تیسرا مقصد "انتقاد" اس قدر ضروری اور اہم مقصد ہے کہ اس کے لیے ایک رسالہ جو اور مقاصد کے لیے بھی اپنے اوراق صرف کرنا چاہتا ہو، کافی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم نے اس مقصد کے لیے لسان الصدق کا ایک ضمیمہ "ریویو" جاری کرنا تجویز کیا ہے۔ جس کا اشتہار کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا۔"

۵۔ دورِ اوّل میں لسان الصدق کے چار مقاصد بیان کیے گئے تھے۔ لیکن چوں کہ سوشل ریفارم کے مقصد کو اس سے الگ کر دیا گیا تھا، اس لیے "دورِ ثانی" میں تین مقصد باقی رہے اور ایک نئے مقصد کا اضافہ کیا گیا اس طرح دورِ ثانی میں بھی چار مقصد ہی اس کے صفحات پر نمایاں ہوئے تھے۔

اصلاحِ خیال۔ ایک نئے مقصد کا اضافہ:

اس دور میں مولانا نے لسان الصدق کے مقاصد پر نظر ڈالی اور اس میں جو ترمیم و

رسالے کو اس کا تیسرا حصہ بھی بہ مشکل کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے ان میں مضامین ہر قسم کے بہ کثرت آ سکتے ہیں اور ایک مہینے کی دل چسپی کا فی سامان جمع کر سکتے ہیں۔

۳۔ سوم یہ کہ مضامین کے جمع کرنے میں نہایت کوشش اور محنت سے کام لیتے ہیں۔ اردو رسالوں میں دو چار رسالے ایسے بہ مشکل نکلیں گے جن کے ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی عمدہ مضمون ضرور ہو۔ ورنہ عموماً صفحات پری کے لیے ہر قسم کے ردی اور بے نتیجہ مضامین جمع کر دیے جاتے ہیں۔

۴۔ چہارم یورپ اور امریکہ کے رسالوں میں ایک ایسی عجیب قوت سے کام لیا جاتا ہے جو رسالے میں ایک نئی روح پیدا کر دیتی ہے اور یہی وہ روح ہے جس سے ہمارے اردو رسالے بالکل خالی ہیں۔ اس لیے ان کے مقابلے میں بے جان مُردے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ وہ عجیب قوت "تصاویر" ہیں، جن کا مضامین کی دل چسپی اور اہم مطالب کی تسہیل کے علاوہ رسالے کی ظاہری صورت پر بھی نمایاں اثر پڑتا ہے۔

"تصویر" آج بیسویں صدی میں تاریخی، اخلاقی مضامین کا جزو اعظم تسلیم کر لی گئی ہے اور روز بہ ضرور اس کی ضرورت پر زیادہ توجہ ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے جب تک اردو رسائل اس قوت سے کام نہ لیں گے، ان میں وہ خوبیاں پیدا نہیں ہو سکتیں جو یورپ کے رسالوں کی خصوصیات تسلیم کی گئی ہیں۔

یہ وہ خصوصیتیں ہیں جن سے اردو رسالے بالکل محروم ہیں۔ اس لیے متعدد رسائل کی موجودگی پر بھی اردو میں ایسے رسالوں کی سخت ضرورت باقی ہے جو یہ خصوصیات حاصل کر کے مغربی تقلید کا کامل نمونہ پیش کریں اور دل چسپ مگر بے نتیجہ مضامین کو ترک کر کے خشک مگر کار آمد مضامین سے ملک میں علمی مذاق پیدا کریں۔"

تصاویر:

مولانا نے یورپ اور بعض اسلامی ممالک کی صحافت کی جن چہارگانہ خصوصیات

اگرچہ صحافت کا قافلۂ برق رفتار گزشتہ پچاسی سال کی مدت میں کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہے لیکن سوشل ریفارم، علمی مضامین کی اشاعت، علمی ذوق کی تربیت اور کسی زبان کی ترقی میں علمی مضامین کی اہمیت اور مختلف مقاصد کے لیے الگ الگ رسائل کی اشاعت کی ضرورت اور منصوبہ بندی اور تقسیم کار کے اصول پر سختی سے عمل کرنے کی ضرورت اور اہمیت میں آج بھی کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ علوم و فنون کے بے حد پھیلاؤ، زندگی کی مصروفیات وافکار میں اضافے اور تیز رفتاری کے دور میں ان امور کی اہمیت زیادہ ہو گئی ہے۔

لسان الصدق کی چہارگانہ خصوصیات:

• خصوصیات کے ضمن میں مولانا نے یورپ میں صحافت کی چار خصوصیات ایسی بتلائی ہیں جن کی ہندوستان کی اردو صحافت میں کوئی مثال موجود نہیں تھی لیکن لسان الصدق میں مولانا یہ خصوصیات پیدا کرنے کا عزم رکھتے تھے۔ اس ضمن میں وہ فرماتے ہیں:

"اب لسان الصدق ایک ایسے رسالے سے عبارت ہے جو کارآمد مفید ملک اور سائن ٹی فک مضامین کا ایک عمدہ مخزن ہے۔ جس کے کارآمد اور مفید بنانے میں ہندوستانی کوشش کے تمام ممکن ذرائع سے کام لیا گیا ہے اور جس سے بہتر نمونہ اردو پریس کی موجودہ حالت نہایت مشکل سے پیش کر سکتی ہے۔

اس میں چند خصوصیتیں یورپ اور ممالک اسلامیہ کے رسائل کی تقلید میں ایسی جمع کی گئی ہیں، جن کی نظیر آج اردو کا کوئی رسالہ پیش نہیں کر سکتا۔۔۔۔ یورپ میں مختلف مذاق کے جو رسالے شائع ہوتے ہیں۔ ان کی تقلید میں مصر و ترکی آج تمام ایشیا میں فوقیت رکھتا ہے۔ ان ممالک کے رسائل میں چند خصوصیتیں ایسی ہیں جن کی اردو رسالوں میں نظیر نہیں ملتی؛

۱۔ اوّل یہ کہ چھپائی، لکھائی اور کاغذ کی عمدگی ان کی ظاہری صورت میں دل فریبی اور خوش نمائی پیدا کر دیتی ہے جو اردو رسائل میں بالکل نہیں ہے۔ اگر ایک دو رسالے اس امر میں زیادہ کوشش کرتے بھی ہیں تو بھی ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔

۲۔ دوم یہ کہ ان کی ضخامت اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ضخامت کے اردو

جو ذہن کسی تصویر کی علمی افادیت سے آشنا نہ ہو، وہ اسے گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ چناں چہ یہی ہوا کہ ایک بزرگ نے یہ سن کر کہ تفسیر میں تصویر چھاپی گئی ہے مفسر کے خلاف کفر کا فتوی داغ دیا۔

تصویر و تمثیل کی علمی افادیت و اہمیت کے بارے میں مولانا آزاد نے ایک مستقل تحریر میں بھی نہایت اہم اور مفید اشارے کیے ہیں۔ مولانا کی یہ تحریر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے "ذکرِ آزاد" میں شائع کی ہے۔ خاکسار نے "افاداتِ آزاد" میں اسے شامل کر لیا ہے۔

لسان الصدق کے دیگر خصائص کے مطالعہ و مشاہدہ کے لیے تو قارئین کو آیندہ شماروں کا انتظار کرنا تھا لیکن بد قسمتی سے یہ سلسلہ اس نمبر سے آگے نہ بڑھ سکا۔ البتہ تصویر کے بارے میں مولانا نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر عمل کا آغاز اسی پرچے سے کر دیا گیا۔ چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ یونان کے ایک فاتح لیکچرار "ڈی ماس تھینز" کا جو ترجمہ ابو النصر آہ دہلوی کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اس عظیم خطیب کے اسٹیچو کی تصویر بھی شامل ہے۔

اس سے بڑھ کر سر سید احمد خاں اور ان کے نورتنوں کی وہ تصویر ہے جو بڑے سائز پر چھاپ کر لسان الصدق کے خریداروں کی خدمت میں بھیجی گئی تھی اور "دربار سید اعظم" کے عنوان سے ایک نوٹ اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے اسی شمارے میں (سرورق ص ۳) شامل کر لیا تھا۔

آج ہمارے سامنے مرقع نہیں لسان الصدق میں مولانا کا صرف یہ نوٹ ہے۔ اس کے مطالعے سے ہم مرقع کی اہمیت اور مولانا کے ذوق کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

> "اس نمبر کے ساتھ ایک دل چسپ گروپ خریداران رسالہ کی خدمت میں نذر کیا جاتا ہے جو غالباً اردو رسالوں میں پہلا قدم تسلیم کیا جائے گا۔
>
> اکبر کا نورتن دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں ایک خاص امتیاز کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن مجددانِ اعظم کے درباروں میں سر سید اعظم کا نورتن[1] بھی ہمیشہ ممتاز نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اکبر اعظم نے اپنے مشیروں

---

[1] "سر سید کا دربار اعظم"۔ ــــــ معلوم نہیں یہ کس سنہ کا اور کون سا (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر ہے)

کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ نہایت واضح ہیں۔ ان کی حقیقت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ میں یہاں صرف چوتھی خصوصیت "تصویر" کے حوالے سے چند خیالات کے اظہار پر اکتفا کروں گا۔

لسان الصدق میں تصاویر شائع نہیں ہوتی تھیں۔ اس وقت کا عام چلن بھی یہی تھا لیکن ۱۹۰۵ء میں جب نئے دور کا آغاز کیا جارہا تھا تو مولانا آزاد نے تصاویر کی شمولیت کا فیصلہ بھی کرلیا تھا۔ لیکن یہ فیصلہ رسالے کے ظاہر کو محض خوبصورت اور دل کش بنانے کے نقطۂ نظر سے نہ تھا جیسا کہ بعض ادبی تفریحی رسائل میں ایک دو خوبصورت تصاویر شامل کرلی جاتی تھیں یا سرورق کو کسی تصویر سے حسین و رنگین بنادیا جاتا تھا۔ مولانا نے تصاویر کی تاریخی و علمی افادیت کے پیش نظر اور کسی مضمون کی تفہیم و تسہیل اور اس سے دلچسپی پیدا کرنے کے نقطۂ نظر سے یورپ اور امریکہ کے رسائل کی تقلید میں یہ فیصلہ کیا تھا۔ اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے شمارے میں جہاں لسان الصدق کے آیندہ خصائص کے بارے میں بحث کی ہے۔ اس دفعہ (۴) کے تحت مولانا نے جو تحریر فرمایا اس پر ایک نظر پھر ڈالی لیجیے۔ اس سے مولانا کے علمی ذوق اور اس کے فروغ و تربیت کے لیے ذرائع و وسائل کے باب میں مولانا کے شعور اور آزاد و بلند خیال کا اندازہ ہوتا ہے۔

تصاویر کی علمی افادیت اور مضامین کی تفہیم و تسہیل میں، ان کی اہمیت کے بارے میں مولانا نے ۱۹۰۵ء میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ اس سے ہمیں الہلال کو باتصویر نکالنے کے فیصلے کا پس منظر بھی معلوم ہوجاتا ہے اور الہلال میں مطبوعہ تصاویر پر نظر ڈالنے سے ان کی علمی، تاریخی اہمیت اور مضمون کی تسہیل کے نقطۂ نظر سے ان کی افادیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

سورہ کہف میں ذوالقرنین کی بحث میں مولانا نے ترجمان القرآن میں سائرس کے ایک مجسمے کی تصویر شامل کی تھی۔ یہ مجسمہ ایران میں آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران میں دریافت ہوا تھا۔ مولانا نے تفسیر کے اس مقام پر جہاں ذوالقرنین کی شخصیت کے تعین کی بحث کی ہے، اس میں اگر یہ تصویر سامنے ہو تو تاریخ میں مذکور ایران کے سائرس اور قرآن کے ذوالقرنین کے خصائص فکر و سیرت کے موازنے میں بڑی سہولت ہوجاتی ہے۔ لیکن

کے مطابق "نورتن" بھی اسی درجے محترم تھا جس قدر سرسید [1]

لیتھو طباعت میں تصویروں کی اشاعت میں اس وقت جو فنی دشواری پیش آتی تھی اس پر بھی مولانا کی نظر تھی۔ اس کے باوجود مولانا نے فیصلہ یہی کیا تھا کہ ایک دو تصویریں ہر نمبر میں الگ سے چھاپ کر لگا دی جایا کریں گی۔

لسان الصدق اور تہذیب الاخلاق:

مولانا آزاد نے لسان الصدق جاری کیا تو آیا ان کے ذہن میں کسی موقت الشیوع رسالے کی اس کی ظاہری شکل و صورت، معیار علمی، اور مضامین کی ترتیب و تہذیب، مباحث و عنوانات کی تقسیم، موضوعات کے تنوع اور مقاصد کی تالیف کا کوئی نمونہ بھی تھا؛ اس بارے میں کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی لیکن وقت کے بعض رسائل کے مقاصد کی اہمیت اور بعض خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً عصر جدید، زمانہ، ترقی وغیرہ۔ لیکن یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ یہ رسائل اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے مولانا کے نزدیک نمونے کی حیثیت رکھتے تھے۔ مولانا نے ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۵ء میں لسان الصدق کے مقاصد اور اس کی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کے مطالعے سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ملکی صحافت میں کوئی معاصر بھی ان کے لیے معیار اور نمونے کا کام نہیں دے سکتا تھا۔ بلاشبہ یورپ، امریکہ اور عالم اسلام کی علمی صحافت کے نمونے ان کے سامنے تھے، وہ ان سے متاثر نظر آتے ہیں اور لسان الصدق میں ان کی خوبیوں کو جمع کر لینا چاہتے تھے۔

معاصر صحافت کے بارے میں وہ اتنے فراخ قلب تھے یا تقسیم کار کے اصول کے پابند تھے کہ سوشل ریفارم کے عظیم مقصد کو جو "عصر جدید" کا اہم موضوع تھا، مناسب نہ سمجھا کہ اپنے رسالے میں ضمنی طور پر بھی باقی رکھیں۔ انھوں نے اسے لسان الصدق کے دائرہ مقاصد سے خارج کر دیا تھا۔ البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سرسید کے تہذیب الاخلاق سے بھی متاثر نہ تھے۔ یہ دور (۰۳ء — ۰۵ء) ان کا سرسید کی عقیدت سے سرشاری کا دور تھا۔ وہ سرسید کے علمی و ادبی ذوق اور فکر و نظر سے متاثر تھے، مذہبی، تعلیمی اور

---

[1] آزاد کی کہانی، محولۂ بالا، ص ۳۰۶

کے کمال سے فائدہ اٹھا کر اگر ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات کو فتح کر لیا تھا تو سر سید اعظم نے اپنے مشیروں کی ہمدردی سے فائدہ اٹھا کر ہندوستانیوں کے سخت دلوں کو فتح کر لیا تھا۔

یہ گروپ ایسی صورت میں حاضر کیا جاتا ہے جو چوکھٹوں میں لگا کر کمروں کی زینت کا کام دے سکے۔ ورنہ دوسری حالت میں رسالے کے ساتھ بھی غیر موزوں حالت ہی رہتا۔

یہ گروپ درحقیقت ایک ادبی نمونہ ہے، ان بے شمار تصویروں کا جو آیندہ خریداران لسان الصدق کی خدمت میں حاضر ہوا کریں گی۔" (اپریل و مئی ۱۹۰۵ء، سرورق ص ۲)

لسان الصدق کے دور میں اکبر اعظم، اس کے دربار، اس کی فتوحات اور نورتنوں کی مناسبت سے سر سید کے لیے "سید اعظم" ان کے مجمع علمی کے لیے "دربار سید اعظم" ان کے رفقائے کار کے لیے "نورتن" ان کے کارنامے کے لیے سخت دلوں کو فتح کرنے کی اصطلاحات و تراکیب کا استعمال مولانا آزاد کے نکتہ آفریں ذہن اور ان کے ادبی ذوق کا بڑا ثبوت ہے۔

سر سید کے حلقۂ علمی کے لیے "نورتن" کی اصطلاح مولانا آزاد کی اپنی ایجاد تھی۔ اپنی کہانی میں مولانا نے بیان کیا ہے کہ سر سید کے ساتھ ان کا حلقہ یا اس وقت میری اصطلاح

مرقع ہے جو مولانا آزاد کے نزدیک تحفے کی حیثیت رکھتا تھا اور لسان الصدق کے قارئین کی نذر کیا تھا۔ شاید کسی لائبریری، کسی گیلری یا کسی صاحبِ ذوق کے ذخیرۂ نوادر میں موجود ہو، یہ بھی پتا نہیں کہ اس میں واقعی "نو" رتن موجود تھے یا اکبر کے نورتن کی ترکیب سے فائدہ اٹھایا ہے اور سر سید کے عظیم رفقا کے لیے نورتن کی ترکیب استعمال کی ہے۔ خواہ تعداد کم و بیش ہو، بہر حال یہ یقین ہے کہ سر سید کے حلقۂ علمی کی زیادہ سے زیادہ شخصیات ہوں گی اور حضرت سر سید اعظم کے علاوہ نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین، شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالیؔ، مولوی سمیع اللہ خان، شمس العلما شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی ذکاء اللہ، مولوی چراغ علی ہو سکتے ہیں اور شاید حاجی محمد اسماعیل خاں بھی ہوں جو سر سید کے رفیق، اہل علم، صاحبِ تصانیف اور بقول حالیؔ سر سید کے قابل اعتماد، جو اہم کے تھے۔ اگرچہ یہ مرقع کہیں محفوظ ہے تو بلاشبہ یہ ایک تاریخی اور یادگار مرقع ہے۔

اثر قبول کیا۔ لسان الصدق اور الہلال دونوں میں تہذیب الاخلاق کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

سرسید نے ۹ر جنوری ۱۸۹۷ء کے تہذیب الاخلاق میں اپنے رسالے کے جن مقاصد کی وضاحت کی ہے، بالکل اسی انداز میں اور انھی خطوط پر مولانا آزاد نے ۲۰ر نومبر ۱۹۰۳ء کے لسان الصدق میں اپنے مقاصد کا اعلان کیا ہے۔ مولانا آزاد جب ان مقاصد کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو ان کا ذہن محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس، اس کے شعبۂ اصلاحِ تمدن، سرسید اور ان کے حلقے کی طرف جاتا ہے۔ وہ بنگال کو زندہ دلانِ پنجاب کی مثال دے کر ابھارتے ہیں۔"[1]

اردو زبان کی اہمیت اور اس میں علوم و فنون کی اشاعت، اصلاح رسوم و عوائد اور علمی و تحقیقی مضامین کی اشاعت سے علمی ذوق کی تربیت اور مسلمانوں کو توہمات کی زندگی سے نکالنے کے لیے مولانا کے پیشِ نظر ٹھیک ٹھیک وہی مقاصد تھے جو سرسید کی علمی و تعلیمی تحریک کے تھے۔ جس طرح سرسید نے تہذیب الاخلاق کے صفحات کو شاعری سے بچایا تھا، لسان الصدق میں مولانا آزاد کا یہی اہتمام نظر آتا ہے۔ لسان الصدق میں مولوی احمد حسن کے قطعۂ تاریخ انتقال (دسمبر ۱۹۰۳ء) یا لسان الصدق کے قطعۂ تاریخ اشاعت (نومبر ۱۹۰۳ء) یا پھر خواجہ الطاف حسین حالی کو شمس العلماء کا خطاب ملنے کا قطعۂ تاریخ ہے (جون ۱۹۰۴ء)۔ ان کے سوا کوئی نظم، غزل وغیرہ نظر نہیں آتی۔ یہ تینوں قطعے مولوی محمد یوسف جعفری رنجور عظیم آبادی کی جودتِ طبع کا نتیجہ ہیں۔

۱۹۰۵ء میں جب مولانا لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز کر رہے تھے تو مختلف احباب اور قارئین نے انھیں اپنی آراء سے استفادے کا موقع دیا تھا کہ آیندہ لسان الصدق کو کیا اور کس قسم کا ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں بعضوں نے رائے دی تھی کہ اس میں

"اس قسم کے مضامین بھی شائع کیے جائیں، جن میں کسی مذہبی اصول کی تحقیق کی گئی ہو۔ کیوں کہ مرحوم تہذیب الاخلاق کے بعد اب اور کوئی رسالہ

---

[1] آجکل، دہلی، مولانا آزاد نمبر، نومبر ۱۹۸۸ء ص ۶۲۔

اصلاحی میدان میں سرسید کے کام ان کے نزدیک کارنامے تھے، ان کی ذات علوم و فنون اور نظر و بصیرت میں جامع الصفات اور مجتہد مطلق کے مقام کی حامل تھی۔ ان حالات میں یہ کیسے ممکن تھا کہ مولانا آزاد تہذیب الاخلاق کے لٹریچر، اس کے مضامین کے تنوع، مقاصد کی اہمیت، اس کے علمی معیار اور اس کی ترتیب و تہذیب سے متاثر نہ ہوتے۔ حالاں کہ تہذیب الاخلاق اور اس کی خدمات کے بارے میں مولانا کی رائے آخر تک بہت اچھی رہی تھی، جب کہ تعلیم اور سیاست کے میدان وہ سرسید کی آرا سے اختلاف کر چکے تھے۔ تہذیب الاخلاق کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

"ہندوستان کے کسی موقت الشیوع رسالے نے شاید ایسے اثرات وقت کی دماغی رفتار پر نہ ڈالے ہوں گے، جیسے تہذیب الاخلاق سے مرتب ہوئے...... فی الحقیقت جدید اردو علم و ادب کی بنیادیں اسی رسالے نے استوار کیں ۔ ۔ ۔ ۔ جدید ہندوستان کے بہترین مسلمان مصنف اس حلقے کے زیر اثر پیدا ہوئے اور یہیں نئے قسم کی اسلامی تحقیق و تصنیف کی راہیں پہلے پہل کھولی گئیں۔" [1]

تہذیب الاخلاق کے اس کارنامے پر نظر ڈالیے اور پھر لسان الصدق کے مقاصد و خصائص کی بحث (شمارہ اول ۱۹۰۳ء اور شمارہ آخر ۱۹۰۵ء) کو پڑھیے تو لسان الصدق کے باب میں مولانا کے عزائم اور تہذیب الاخلاق کے کارنامے میں بہت تھوڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر لسان الصدق کے مقاصد و معیار کے بارے میں مولانا کا عزم یہ ہے کہ اُسے تہذیب الاخلاق بنا دیا جائے۔ پھر مولانا کی کم عمری، علمی صحافت کے آغاز، ناتجربہ کاری اور سرسید کی عمر، ذہن و فکر کی پختگی، ان کے علم اور تجربے کا لحاظ کیا جائے تو یہ فرق بالکل مٹ جاتا ہے آخر سترہ برس کی عمر میں وہ پختہ کار سرسید تو نہیں بن سکتے تھے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سرسید کی صحافت سے مولانا آزاد کے متاثر ہونے میں پہلی مثال لسان الصدق ہی کی دی ہے۔ نظامی صاحب لکھتے ہیں:

"سرسید کی صحافتی زندگی اور اس کی روایات سے مولانا آزاد نے پورا پورا

---

[1] کانووکیشن ایڈریس، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۴۸ء۔

"اس رسالے کے دو نمبر ہم نے دیکھے، جن سے ہمارے اس حسنِ ظن کی تصدیق ہو گئی، جو ہم کو مولانا ابوالکلام کی نسبت پہلے سے تھا۔ پرچے کا نام ایسے زمانہ میں جب کہ کثیر التعداد رسالہ جات و اخبارات کی اشاعت سے عمدہ ناموں کا کال پڑ گیا ہے، ایڈیٹر کے حسنِ انتخاب کا شاہد ہے۔"

عین الاخبار، مراد آباد کے ایڈیٹر نے بھی لسان الصدق کا پہلا شمارہ دیکھنے کے بعد جو تبصرہ شائع کیا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں:

"لسان الصدق: یہ اردو رسالہ ابوالکلام آزاد دہلوی کی ایڈیٹری میں ہندوستان کے دارالسلطنت شہر کلکتہ سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ اس کا پہلا نمبر جس کو دیکھ کر ہم یہ تنقید لکھ رہے ہیں۔ باعتبار چھپائی و لکھائی اچھی ہے۔ مضامین کے بارے میں یہ عرض کرنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ اس کے ایڈیٹر کے خیالات ایسے ہی پاکیزہ ہیں جیسے ایک خیر خواہ مذہب کے ہونے چاہییں۔"

آخر میں لکھتے ہیں:

"مگر افسوس کہ کلکتہ کے عظیم شہر ہونے کے باوجود بھی اس کی اشاعت ہنوز بہت محدود ہے، جو لائق ایڈیٹر کی ہمت کو توڑنے کی دھمکی دے رہی ہے۔ قدر دان پبلک کو چاہیے کہ ایسے نایاب رسالے کی خریداری میں کوشش کر کے ایڈیٹر کی ہمت بڑھائیں۔"

یہ تینوں تبصرے لسان الصدق کے فروری ۴۔۱۹ء کے شمارے سے نقل کیے گئے ہیں۔

رسالہ "دلچسپ" کے شمارۂ دسمبر ۱۹۰۳ء میں لسان الصدق پر جو تبصرہ کیا گیا تھا، اس کے خاص جملے یہ ہیں:

"کلکتہ سے ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، جس کے مہتمم اور ایڈیٹر مولوی ابوالکلام محی الدین صاحب دہلوی ہیں جو ہندوستان کے مشہور انشا پرداز ہیں اور عرصۂ دراز سے ملک و قوم کو اپنے مفید اور برجستہ خیالات سے مستفیذ کر رہے ہیں۔ یہ رسالہ صرف قومی خدمت کے جوش میں جاری کیا گیا ہے۔۔۔ قابل ایڈیٹر صاحب کا خیال ہے کہ رسالے کی خدمات کی پسندیدگی اہل ملک سے خود اس کی ترقی کا سامان مہیا کرائے گی۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور یہ امر

اِس رنگ کا نظیر نہیں آتا۔" (لسان الصدق۔ اپریل و مئی ۱۹۰۵ء)

تعجب نہیں کہ مولانا اس رسالے سے متاثر ہوئے ہوں۔ اس لیے کہ یہ کوئی ایک رائے نہ تھی بلکہ "بعضوں کی رائے" تھی۔ اور شاید انھی آرا کا اثر ہو کہ مولانا نے لسان الصدق کے لیے جو تین علوم "سائنس، تاریخ اور اخلاق" منتخب کیے تھے ان میں مذہبی تحقیق کا اضافہ کرکے، انھیں تین سے چار کر دیا گیا تھا۔ (ایضاً)

لسان الصدق کی اہمیت ــ معاصر صحافت کا اعتراف:

لسان الصدق پر پہلا تبصرہ جو اس میں نقل کیا گیا ہے، شیخ عبد القادر ایڈیٹر مخزن، لاہور کا ہے۔ یہ تبصرہ لسان الصدق کے پہلے پرچے کو دیکھ کر لکھا گیا تھا اور مخزن کے شمارہ دسمبر ۳ ۔ ۱۹۰ء میں چھپا تھا۔ ایڈیٹر مخزن لکھتے ہیں:

"ابو الکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے جو عرصے سے کلکتہ میں مقیم ہیں، لسان الصدق نام کا ایک ماہوار رسالہ جاری کرکے ایک بڑی کمی کو پورا کیا ہے اور وہ کمی یہ تھی کہ دارالسلطنت ہند میں اس وقت ہندوستان کی مشہور علمی زبان اردو میں کوئی رسالہ نہیں نکلتا تھا۔ اس رسالے کے مقاصد بہت مفید ہیں۔"

اس کے بعد ایڈیٹر مخزن نے مقاصد کی افادیت اور ضرورت پر تبصرہ کیا ہے اور توقع ظاہر کی ہے:

"مولوی صاحب (ایڈیٹر لسان الصدق) کے نام سے ہمارے ناظرین خوب واقف ہیں۔ مخزن کے اوراق میں ان کے متعدد مضامین نکل چکے ہیں۔ اس کے سوا انھیں ایڈیٹری سے بھی تعلق رہا ہے۔ کلکتہ کے ایک ہفتہ وار اخبار اور لکھنؤ کے مشہور رسالے کی ترتیب کی خدمت دیر تک ان کے سپرد رہی ہے۔ ان کی ذاتی خداداد لیاقت اور واقفیتِ فن سے امید پڑتی ہے کہ یہ رسالہ اپنے مقاصد کو پورا کر سکے گا۔ ہماری دعا ہے کہ ایسا ہو۔"

مولانا ظفر علی خاں نے اپنے رسالے "افسانہ" کے شمارہ فروری ۴ ۔ ۱۹۰ء میں لسان الصدق پر تبصرہ شائع فرمایا۔ ان کے سامنے لسان الصدق کے دو نمبر تھے۔ مولانا ظفر علی خاں رسالے کے اجرا، ایڈیٹر کے نام کی صراحت اور مقاصدِ اجرا کے تعارف کے بعد لکھتے ہیں:

اگرچہ اس کی لکھائی، چھپائی بہت عمدہ ہے لیکن اس کی لکھائی چھپائی کی تعریف کرنا اس رسالے کی صورت کی تعریف کرنا ہے اور ہم اس کی صورت سے بہت زیادہ اس کی سیرت کی تعریف کرتے ہیں۔ ہندوستان کے دارالسلطنت یعنی کلکتہ میں ایسے رسالے کے شائع ہونے کی بہت ضرورت تھی۔"

یہ تینوں تبصرے لسان الصدق کے اپریل ۰۴ء کے شمارے میں نقل کیے گئے ہیں۔

لسان الصدق کے طابع و مقام اشاعت:

لسان الصدق کلکتہ سے جاری ہوا تھا۔ اس کے ابتدائی پرچے ہادی پریس۔ کلکتہ میں چھپے تھے۔ لیکن ۱۹۰۴ء کے وسط سے مولانا آزاد کا قیام زیادہ تر بمبئی میں رہنے لگا، اس لیے جون جولائی ۱۹۰۴ء سے ایڈیٹر سے مراسلت اور مضامین بھیجنے کا پتا "۱۳۔ بلاس روڈ۔ پوسٹ آفس بھائی کلہ، بمبئی" ہو گیا تھا۔ البتہ رسالے کی خریداری کی درخواستوں اور ترسیلِ زر کا پتا حسب سابق "مینیجر دفتر لسان الصدق۔ تاراچند دت اسٹریٹ نمبر ۱۶، کلکتہ" تھا۔

اگست و ستمبر ۰۴ء (ج ۲ ش ۸، ۹) کا شمارہ "مطبع فیض رساں، بمبئی" میں چھپا اور وہیں سے شائع بھی ہوا۔ لسان الصدق کا آخری پرچہ جو جلد نمبر ۲ کا شمارہ نمبر ۱، ۲ ہے مفید عام پریس۔ آگرہ" میں چھپا تھا اور ۱۳۔ بلاس روڈ۔ پوسٹ آفس بھائی کلہ۔ بمبئی" سے شائع ہوا تھا۔

قیمت:

لسان الصدق کا پہلا پرچہ سولہ صفحات (ایک جز) پر مشتمل شائع ہوا تھا اور اس کی قیمت ۱؍۶ (ایک روپیہ چھ آنے) سالانہ مقرر کی گئی تھی۔ ۱۹۰۴ء کے آخری پرچے تک اس کی یہی قیمت رہی۔ اگرچہ صفحات ۱۶ سے ۲۴، ۳۲ اور ۴۲ تک ہو گئے اور ایسا بھی ہوا کہ کئی اشاعتیں دو دو ماہ کی مشترکہ نکلیں، لیکن قیمت کم یا زیادہ نہیں کی گئی۔ البتہ ۱۹۰۵ء سے جب نئے دور میں کتابت و طباعت میں معیار کے اہتمام، تصاویر کی شمولیت اور ضخامت میں دو جز (بتیس ۳۲ صفحے) سے لے کر تین جز (اڑتالیس ۴۸ صفحے) تک اضافے کا فیصلہ کیا گیا تو اس کی سالانہ قیمت میں بھی ایک روپیہ اضافے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح جنوری ۰۵ء سے "دو روپے چھ آنے" سالانہ قیمت کا اعلان کیا گیا۔ لیکن اعلان کے مطابق پرچہ جنوری ۰۵ء سے نہ نکل سکا بلکہ تین ماہ کی تاخیر سے اور وہ بھی دو ماہ (اپریل و مئی) کا مشترکہ شمارہ نکلا جو

مولانا ابوالکلام آزاد جیسے قادر الکلام انشا پرداز کی قلم زوریوں کے سامنے کچھ مشکل نہیں۔"

ایڈورڈ گزٹ۔ شاہجہان پور نے اپنی ۲۹ر جنوری ۰۴ء کی اشاعت میں لسان الصدق پر مفصل تبصرہ شائع کیا تھا۔ ایڈیٹر لکھتا ہے:

"ہمارے لائق مہربان ابوالکلام محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے "لسان الصدق" نام کا ایک ماہوار رسالہ کلکتہ سے جاری فرمایا ہے۔ اس کے مقاصد نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔"

اس کے بعد اس کے مقاصدِ اجرا کا تعارف کرایا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:

"ہماری دلی تمنا ہے کہ لسان الصدق جلد جلد ترقی کے زینے طے کرے اور ملک کے واسطے ایک مفید پرچہ ثابت ہو۔ لسان الصدق علاوہ مضامین کی عمدگی کے لکھائی، چھپائی اور کاغذ کے اعتبار سے بھی بہت اچھی حالت میں ہے۔"

لسان الصدق کے ایک شمارے میں یہ تذکرہ بھی آیا ہے کہ مولانا آزاد کچھ عرصے ایڈورڈ گزٹ کے ایڈیٹر بھی رہے تھے۔

ان رسائل کے علاوہ نظام الملک، مراد آباد نے اپنے ۱۶ر مارچ ۰۴ء کے شمارے میں لسان الصدق کے اجرا اور ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد کے عزائم کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے:

"لسان الصدق ایک رسالہ ہے جو کلکتہ سے ابوالکلام محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے ماہوار شائع کیا۔ اس رسالے کا دوسرا نمبر اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس نمبر کو دیکھتے ہوئے ہم ضرور یہ کہیں گے کہ ہمارے آزاد دہلوی نے ایک بہت بڑے کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ مسلمانوں سے مخصوص ہے لیکن جس وقت آپ کے مفید مضامین کے مقاصد پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بے ساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ذرا پبلک اس کی قدر دانی کر کے دیکھ تو لے کہ ہمارے آزاد صاحب کس آزادی سے اس کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔

مشاہیر علم و ادب شامل ہیں۔

کسی رسالے کو وقت کے اتنے بڑے بڑے اہل علم اور اصحاب قلم کا تعاون حاصل ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

لسان الصدق میں ایڈیٹر کا تحریری حصہ:

لسان الصدق کی تین جلدیں ہیں۔ شماروں کے لحاظ سے تیرہ اور اشاعتوں کے شمار سے کل دس نمبر نکلے۔ سات اشاعتیں الگ الگ ماہانہ اشاعتوں کی صورت میں ہیں اور آخر کی تین اشاعتیں دو دو شماروں کی مشترکہ اشاعتیں ہیں۔

تمام شماروں یا اشاعتوں کے تقریباً" تین سو صفحات ہیں۔ ان میں سے تقریباً ایک سو ستر صفحے ایڈیٹر کی تحریروں سے پُر ہیں۔ ان تحریروں میں تقریباً ہر علم و فن کی ہلکی پھلکی اور بعض بھاری بھرکم تحریریں شامل ہیں۔ علوم و فنون کے لحاظ سے تاریخ، تعلیم، مذہب، سیاست، صحافت، تمدن، معاشرت، سماجیات، سوانح، سفرنامہ، ادب وغیرہ ہیں اور نوعیت کے لحاظ سے ان تحریروں کو شذرات، تبصرے، تعارف، علمی ادبی جائزے، علمی مقالات، مفید معلومات اور دوسرے اہلِ قلم کے مضامین پر تمہیدی، تعارفی، تنقیدی نوٹس وغیرہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

لسان الصدق ـــــ ایڈیٹر کے بعض کمالات کا مظہر:

لسان الصدق کے مطالعے سے ہمیں دو باتوں کا شدت سے احساس ہوتا ہے:

۱۔ علم و عمل کے مختلف علوم و فنون پر مولانا آزاد کی نظر اور زندگی کے مسائل کا شعور

۲۔ ہر معاملے اور گوشہ علم و فن میں مولانا کی آزادانہ رائے اور اس کا بے باکانہ اظہار

لسان الصدق میں مولانا کی جو تحریریں مستقل مضامین، شذرات اور انتقاد کے ذیل میں یا مختلف اہل قلم کے مضامین پر ابتدائی نوٹس اور تمہیدی عبارتوں کی صورت میں ہمارے سامنے آئی ہیں، ان سے فکر و عمل اور علوم و فنون اور ان کے اصول و فروع پر مولانا کی نظر، ان سے مولانا کی دلچسپی اور ان میں اصلاح و ترقی کی ہر ضرورت سے ان کی واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُس عمر (۱۵، ۱۶ سال) اور اُس دور (۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء) میں مطالعے کی اس وسعت اور فکر و نظر کی ہمہ جہتی کے ساتھ مولانا مقلدانہ ذوق بھی رکھتے تو تعجب نہ ہونا چاہیے تھا لیکن مولانا نے تو اس وقت کے اکابر علامہ شبلی، نواب صدر یار جنگ

آخری شمارہ بھی ثابت ہوا۔

لسان الصدق کے لکھنے والے:

لسان الصدق کی تاریخ اس عتبار سے بھی نہایت شاندار ہے کہ اس کے اہل قلم میں وقت کی کئی بڑی شخصیتیں شامل تھیں جن کا قلمی تعاون اسے حاصل رہا۔

لسان الصدق کے معاونین میں پہلا نام شمس العلماء مولوی محمد یوسف جعفری رنجور عظیم آبادی کا آنا چاہیے۔ لسان الصدق کو شروع ہی سے نہ صرف ان کا قلمی تعاون حاصل تھا بلکہ وہ اس کے اجرا کے فیصلے میں شامل تھے۔ اس کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری انھی پر تھی اور جیساکہ رنجور مرحوم کے نام مولانا آزاد کے خطوط (مطبوعۂ جرنل خدا بخش لائبریری پٹنہ۔ شمارہ ۴۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر کی عدم موجودگی میں جو دنوں اور ہفتوں کی نہیں سہ ماہیوں اور شش ماہیوں تک طویل ہوتی تھی، لسان الصدق کے انتظام کی کل ذمہ داری رنجور مرحوم ہی کے کاندھوں پر آ پڑتی تھی۔

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کی علمی سرپرستی لسان الصدق کو شروع ہی میں حاصل ہوگئی تھی اور آخر تک حاصل رہی۔ مولوی ابوالنصر آہ دہلوی شروع ہی سے لسان الصدق کے قلمی معاونوں، مشیروں اور مددگاروں میں ایڈیٹر کے ساتھ تھے۔ محسن الملک اس کے لکھنے والوں اور قدردانوں میں تھے۔ علامہ رضا علی وحشت، سید محمد سعید بلگرامی، علی محمود (بانکی پور) کا شمار اس وقت کے مشہور ادیبوں اور اہلِ قلم میں ہوتا ہے۔ ان حضرات کے علاوہ ایس ایم شفیع اور سید شاہد حسین اثیم امروہوی ہیں، جن کے رشحات فکر و قلم کے نمونے لسان الصدق کے صفحات کی زینت بنے ہیں۔

۱۹۰۵ء سے جب مولانا آزاد نے لسان الصدق کے دوسرے دور کے آغاز کا فیصلہ کیا تھا تو اس کا یہ پہلو بھی ان کی توجہ فرمائی سے محروم نہ رہا تھا کہ مضامین کی ترتیب و تہذیب، حسن کتابت، تصویروں کی شمولیت سے اسے حسین و مفید بنانے کے ساتھ وقت کے اہل قلم اور بہترین لکھنے والوں کا تعاون بھی حاصل کیا جائے۔ اس سلسلے میں علامہ شبلی اور رنجور مرحوم کے علاوہ جن اہل علم نے ایڈیٹر کو اپنے قلمی تعاون کا یقین دلایا تھا ان میں شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ، مولوی عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز و اتحاد، مولوی محمد عبدالرزاق کان پوری، وحید الدین سلیم (پانی پتی) اور مولوی امجد علی اشہری جیسے کہنہ مشق اہل قلم اور

سماجی اور معاشرتی زندگی میں خرابیوں کی اصل وجہ اور اصلاح کے عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ مولانا کے نزدیک عورتوں کی جہالت تھی۔ اس لیے سوشل ریفارم کی تحریک کے ساتھ عورتوں کی تعلیم کی تحریک کو مولانا بہت اہمیت دیتے تھے اور اسے وقت کی ایک بڑی ضرورت سمجھتے تھے۔

لسان الصدق ایک علمی، تنقیدی پرچہ تھا۔ یا مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کا داعی رسالہ تھا بلکہ اس کے ایڈیٹر کے الفاظ میں تو "دارالسلطنت کلکتہ کا ایک علمی ماہوار رسالہ" تھا۔ (اپریل ۱۹۰۴ء تا اپریل و مئی ۱۹۰۵ء صفحہ اول پر لسان الصدق کے نیچے، اس کے تعارف میں یہی جملہ درج ہوتا رہا) سیاست سے اس کا تعلق نہ تھا، لیکن کانگریس (ہندوستان) اور لبرل پارٹی اور کنزرویٹو پارٹی (انگلستان) پر تبصروں سے تو ان کے سیاسی ذوق کا پتا بھی چلتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء میں بھی ایڈیٹر کی نظر نہ صرف ملکی سیاست پر تھی بلکہ انٹرنیشنل پالیٹکس اور اس کے مسائل سے بھی ان کا ذوق ناآشنا نہیں تھا۔

ان تمام خصائص کا اظہار لسان الصدق میں مولانا آزاد کے مضامین، شذرات، تبصروں، تنقیدوں اور دوسرے اہل قلم کے مضامین پر ان کے ابتدائی تعارفی نوٹس اور تمہیدی عبارتوں سے ہوتا ہے۔

ایک تاریخی واقعہ:

لسان الصدق کے ابھی چند ہی پرچے شائع ہوئے تھے کہ مولانا آزاد کی شہرت مشرق سے مغرب تک ملک کے علمی، ادبی اور قومی حلقوں تک پہنچ گئی۔ معلوم نہیں انجمن حمایت اسلام (لاہور) نے انھیں دعوت دی تھی یا نہیں لیکن ۱۹۰۴ء میں مولانا نے انجمن کے سالانہ جلسے میں شرکت ضرور کی تھی اور تقریر بھی فرمائی تھی۔ چوں کہ اس حلقے سے تعارف کا وسیلہ لسان الصدق بنا تھا اور مولانا کی زندگی کا یہ ایک اہم واقعہ ہے جس نے ملک کے شمالی مغربی علاقے میں دینی و قومی، ادبی و تعلیمی حلقوں میں متعارف کرایا تھا۔ اس کے بعد لاہور کے علاوہ امرتسر اور بعض دوسرے شہروں میں بھی انھیں مدعو کیا گیا تھا اور تقریریں کروائی گئی تھیں۔ اتنی کم عمری میں علمی و دینی موضوعات پر تقریریں کرنا ایک عجوبہ سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا عقیدت اور محبت سے آنکھیں فرش راہ کرتے تھے۔ چناں چہ یہ واقعہ ہے کہ ۱۹۰۴ء ہی میں پنجاب میں مولانا کے مخلصوں اور عقیدت مندوں کا ایک حلقہ پیدا

سرعبدالقادر، محسن الملک وغیرہ کے افکار اور اداروں میں ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن ترقی اردو، انجمن حمایت اسلام کے کاموں اور تعلیم، مذہبی و معاشرتی اصلاح، ادب، تنقید، زبان کی ترقی کے مختلف پہلو، علمی ترقی، پریس کی ضرورت و اہمیت، صحافت، سیاست، تعلیم نسواں وغیرہ مسائل کے بارے میں کسی شخص، جماعت یا مکتبۂ فکر کا اثر لیے بغیر اپنی قطعی اور آزادانہ رائے کا اظہار کیا ہے۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے تعلیمی و اصلاحی معاشرتی کاموں سے وہ نہ صرف متفق تھے بلکہ ان کے مقاصد کو مولانا نے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا۔ کانفرنس کے شعبۂ علمی (انجمن ترقی اردو) کا لسان الصدق ترجمان تھا، زبان و ادب کی ترقی اور اردو کو ایک زندہ و علمی زبان بنانا ان کا مشن تھا۔ ملک کی دوسری تعلیمی و اصلاحی تحریکات مثلاً ندوۃ العلماء (لکھنؤ) اور انجمن حمایت اسلام (لاہور) کی سرگرمیوں کو مسلمانوں کی سماجی زندگی کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور ان کے مداح تھے۔ ملک میں علمی زندگی کے فروغ کو وہ ملک کی ترقی اور قوم کی ذہنی و فکری تربیت کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ ۱۹۰۴ء، ۱۹۰۵ء میں بھی ان کی نظر اپنے ملک سے لے کر اسلامی ممالک کی علمی تحریکات و ترغیبات تک وسیع تھی۔

معاشی ترقی اور حالات کی اصلاح کے لیے بے جا عوائد اور غلط رسوم سے قوم کو نجات دلانے اور اس کے لیے بھرپور کوشش کرنے کو وہ نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ باطل عقائد اور توہمات کو وہ اصلاحِ معاشرت کی راہ کا سنگ گراں خیال کرتے تھے اور اسی لیے عوائد و رسوم کی اصلاح سے بھی قبل وہ اصلاحِ خیال کی مہم کو سر کرنا چاہتے تھے۔

ملکی اور سماجی حالات کی اصلاح میں صحافت کے کردار کی اہمیت کے وہ لسان الصدق کے اجرا سے بھی پہلے قائل ہو چکے تھے اور پریس کی آزادی کے مسئلے کی اہمیت سے ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۳ء ہی میں ان کا ذہن آشنا ہو چکا تھا۔

مسلمانوں کی مذہبی زندگی میں خرابیوں ہی پر ان کی نظر نہ تھی بلکہ وہ ان خرابیوں کے سرچشموں سے بھی واقف تھے۔ مثلاً تصوف کے ذوق نے مسلمانوں کی عملی زندگی کو جس طرح متاثر اور مفلوج کر دیا تھا۔ اس کا انھیں پورا ادراک تھا (دیکھیے "العرفان" پر مولانا کا تبصرہ)۔ اپریل و مئی ۱۹۰۵ء) اور وہ اس کی اصلاح کے خواہاں تھے۔

کی بات ہے۔ اس جلسے میں مولانا حالی مرحوم بھی تشریف لائے تھے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں مولانا نے نظم پڑھی تھی۔

مولانا وحید الدین سلیم نے جب میری مولانا سے تقریب کی اور انھیں معلوم ہوا کہ لسان الصدق کا ایڈیٹر میں ہی ہوں تو انھیں اس قدر تعجب ہوا کہ مکرّر سہ کرّر دریافت فرمایا۔

یہ صورت مولوی وحید الدین سے ملتے ہوئے بھی پیش آ چکی تھی۔۔۔۔ انجمن (حمایت اسلام) میں مولوی وحید الدین سے ملا تھا۔ میں انھیں "معارف" (علی گڑھ) کی وجہ سے بھی جانتا تھا۔ انھوں نے ایک تحریری لیکچر بھی پڑھا تھا۔ علی گڑھ کانفرنس کے آخری جلسوں کی رپورٹوں میں ان کی تقریر کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ سب میں پڑھ چکا تھا۔ لیکن میری عمر چودہ پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی اور ہر شخص سے ملتے ہوئے قدرتی طور پر جھجک ہوتی تھی۔ میں نے لسان الصدق کا اپنے کو ایڈیٹر ظاہر کیا تو ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔

بہر حال جب انھیں یقین ہو گیا تو اصرار کیا کہ چلو مولانا حالی سے ملیں۔ مولانا کی قیام گاہ پر آئے۔ آتے ہی انھوں نے مولانا سے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ آپ کے خیال میں ان کی عمر کیا ہوگی؟ مولانا نے بے انتہا سنجیدہ لہجے میں بہت کچھ تامل کر کے کہا، ابھی بہت کم سن ہیں۔ انھوں نے پھر زور دیا کہ نہیں تبلایئے عمر کتنی ہے؟ مولانا نے کہا پندرہ سولہ برس کا ہوگا۔ انھوں نے کہا لسان الصدق کے یہی ایڈیٹر ہیں! مولانا نے کہا جو کلکتہ سے نکلتا ہے؟ میں نے کہا، ہاں!

یہ غلطی یا تو راوی (مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی) سے روایت کے سوءِ سماعت کی وجہ سے ہوئی یا فہم و تحفظ میں ہوئی یا سہو قلم ہے۔ یا پھر کتابت کے مرحلے میں واقع ہوئی اور پروف ریڈر کی نظر بھی چوک گئی۔ لیکن "اسی زمانے میں سفرِ بمبئی" اور مولانا شبلی سے ملاقات کے ذکر میں سنہ ۱۹۰۴ء ہی آیا ہے۔ اسی لیے یہاں بھی ۱۹۰۴ء بنا دیا ہے۔

ہونا شروع ہوگیا تھا جو آیندہ ان کی قومی و سیاسی زندگی میں ہمیشہ ان کا ممدومعاون اور ان کے علمی کاموں کا قدرداں رہا۔

مولانا غلام رسول مہر نے ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۵ء میں مولانا کے سفر لاہور انجمن حمایت اسلام کے اجلاسوں میں شرکت کے بارے میں لکھا ہے کہ مولانا نے پہلی مرتبہ انجمن کے سالانہ اجلاس میں تقریر فرمائی تھی تو وہ عمر کی سولھویں منزل میں تھے۔ اُس زمانے میں انجمن کے اسٹیج پر ممتاز اصحابِ علم و فن کو بھی بہ مشکل بار ملتا تھا۔ یہ تقریر اتنی مسلسل مربوط، مدلّل اور عام تقریروں سے یہ ہر لحاظ اتنی مختلف تھی کہ مولانا ثناء اللہ مرحوم و مغفور نے فرمایا:

"وہم نو تھے پسنجر ٹرین ہمارے بعد کلکتہ میل آرہی ہے"

اس زمانے میں کلکتہ میل کو رفتار کی تیزی اور ہنگامہ خیزی کے باعث تمام ٹرینوں پر بہ درجہا فوقیت حاصل تھی۔ مولانا آزاد کے وطن کی نسبت سے "کلکتہ میل" کے ساتھ تشبیہ میں جو لطف تھا، وہ تشریح سے بے نیاز ہے۔

یہ ۱۹۰۴ء کا واقعہ تھا۔ آیندہ سال مولانا دوسری مرتبہ انجمن کے سالانہ اجلاس منعقدہ اپریل ۱۹۰۵ء میں شریک ہوئے۔ ۲۲ر اپریل کو انھوں نے تقریر فرمائی۔ اس کا موضوع تھا "اسلام زمانۂ آیندہ میں"۔ اس وقت مولانا سترھویں سال میں تھے۔ یہ تقریر اس قدر پسند کی گئی کہ صدر اجلاس نے حاضرین کو خوش خبری سنائی: آزاد کل پھر تقریر کریں گے" چناں چہ ۲۳ر اپریل کو مولانا نے دوبارہ تقریر کی۔ انجمن کی روداد مظہر ہے کہ تقریر پر صدر اجلاس نے "لیکچرار کی خوش بیانی کی داد دی اور ان کی درازیٔ عمر کے لیے دعا کی"

خواجہ الطاف حسین حالؔی سے مولانا کی ملاقات:

اپریل ۱۹۰۴ء میں لاہور کے سفر میں خواجہ الطاف حسین حالؔی سے مولانا آزاد کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا حال مولانا نے خود بیان فرمایا:

"لسان الصدق کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی میں نے پہلی مرتبہ شوقیہ سفر کیا اور لاہور کی انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں شریک ہوا۔ یہ ۱۹۰۴ء [1]

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، میں سنہ ۱۹۰۱ء ہے جو درست نہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہوئی ہیں اور اس کی ترقی کے سب دلی خواستگار ہیں۔ ہم نواب محسن الملک بہادر کے ہم زبان ہو کر کہتے ہیں کہ یہی ایک ایسی انجمن ہے جو ابھی تک ایک عمدہ قاعدے پر کام چلا رہی ہے اور یورپین اثر سے محفوظ ہے۔ آج اسلامیہ کالج کو کوئی یہ کہہ کر ڈرانے والا نہیں کہ اگر ہماری اسکیم پر عمل نہ کیا جائے گا تو ہم فوراً استعفا دے دیں گے۔"

اس مضمون میں مولانا نے جلسے کے متعلق اپنا تاثر اور سفرِ پنجاب کی تاریخ بھی بیان کر دی ہے:

"غرض ہم انجمن کے پر لطف جلسے میں شریک ہوئے اور اچھے تاثرات لے کر وہاں سے واپس ہوئے۔ ہمارا یہ مختصر سفر ۳۰ر مارچ سے شروع ہو کر ۴ر مئی کو ختم ہوا۔"

اس سفر میں مولانا نے لاہور کے علاوہ پنجاب کے بعض دوسرے شہروں کی سیر و سیاحت بھی کی تھی اور اس مضمون میں انھوں نے اس کی مختصر روداد بھی بیان کر دی ہے لکھتے ہیں:

"اس عرصے میں ہم نے پنجاب کے بعض مشہور مقامات کی سیر کی اور ہر جگہ زندہ دلی کا عمدہ ثبوت پایا۔۔۔۔ ہم پنجاب کے جس شہر میں گئے، زندہ دلی تلاش کرتے رہے۔ کیوں کہ ہمیں اس امر کا یعنی اندازہ کرنا تھا کہ زندہ دلی کے خطاب کا پنجاب کہاں تک مستحق ہے۔ ہم نے ہر جگہ زندہ دلی دیکھی۔"

اسی سلسلۂ بیان میں وہ پنجاب کی مہمان نوازی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اس مختصر سفر میں ہمیں پنجاب کی مہمان نوازی نے کچھ دنوں کے لیے تاریخ عرب کے صفحات فراموش کرا دیے۔ ہم ان معزز دوستوں کے نہایت ممنون ہیں، جنھوں نے پنجاب کی خوبی اخلاق کا ہمیں کافی ثبوت دیا۔ بالخصوص جناب حافظ عبدالرحمن صاحب سیاح ممالک اسلامیہ اور شیخ عبدالقادر صاحب بی اے مولانا غلام رسول صاحب سیاح ایران اور مولوی شبیر محمد صاحب اور سید حاکم شاہ صاحب کی عنایتوں کے شکر گزار ہیں۔

آخر میں ہم اپنے مکرم مہربان شیخ غلام محمد صاحب (منشی فاضل) ایڈیٹر و پروپرائٹر اخبار وکیل کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جن کی نوازشوں سے امرتسر میں ہمارے دن

لیکن انھیں اطمینان نہ ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ معاملے کی کوئی پیچیدگی سی محسوس کرتے ہیں۔ جب مولوی وحیدالدین نے اپنے تعجب کا اظہار کرکے انھیں یقین دلا دیا کہ یہی ایڈیٹر لسان الصدق ہیں۔ یہ مجرد اس یقین کے وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ کہا ابھی آپ پڑھتے ہیں؟ میں نے کہا، میں اپنی تعلیم ختم کرچکا ہوں۔ کہنے لگے، کتنا عرصہ ہوا؟ میں نے دو تین سال۔ اس پر انھیں اور بھی تعجب ہوا۔ اس دن سے وفات تک برابر شفقت فرماتے رہے اور ہمیشہ ان کے خطوط آتے رہے۔"[1]

پنجاب کے سفر، انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں شرکت، جلسے کی روداد، لاہور کی سیر اور پنجاب کے بعض شہروں کی سیاحت کی کیفیت مولانا نے اپنے قلم سے لسان الصدق میں بیان کی ہے۔ اپنی شرکت اور انجمن کے جلسے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس سال انجمن کے سالانہ جلسے میں ہمیں بھی شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ جب کہ جلسہ پچھلے سال کے جلسوں سے اکثر باتوں میں فوقیت رکھتا تھا۔ مجمع کے لحاظ سے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کانفرنس اور ندوۃ العلما کے ہال بھی اتنے لوگوں کو نہیں سمیٹ سکتے۔ گو یہ سچ ہے کہ حمایتِ اسلام ایک عام جلسہ ہے اور کانفرنس وغیرہ میں صرف ممبر شریک ہو سکتے ہیں۔"

مولانا نے جلسے کے پروگرام پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کا پرلطف لکچر، ہمارے مکرم دوست مولوی وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی کا عالمانہ مضمون، حضرت حالی کی پُر درد نظم یہ ایسی چیزیں ہیں جو کانفرنس کا اصلی عنصر اور روح رواں سمجھی جاتی ہیں۔"

انجمن کی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اب انجمن حمایت اسلام نے اپنے غلغلۂ ترقی سے تمام عناصر جمع کر لیے ہیں اور ان کی مجموعی حالت نے جو صورت قائم کر دی ہے، وہ دل کشی، دل چسپی میں کسی سے کم نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انجمن کی طرف تمام پنجاب کی نگاہیں اٹھی

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، محولہ بالا، ص ۱۰-۳۰۸

اثر پڑا۔ اس وقت تک میرا مطالعہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ عربی کی تمام نئی مطبوعات اور نئی تصنیفات تقریباً میری نظر سے گزر چکی تھیں اور بہتری کتابیں ایسی بھی تھیں کہ مولانا ان کے شائق تھے اور انھیں معلوم نہ تھا کہ چھپ گئی ہیں، مثلاً محصل امام رازی"۔

اسی سلسلۂ بیان میں ایک دن کا واقعہ نقل فرماتے ہیں:

دیپٹنے کے ایک شخص علی محمود جن کا انتقال ہو چکا ہے، اس وقت بمبئی میں تھے اور وہ بھی برابر مولانا (شبلی) سے ملنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں اس ہوٹل میں گیا، جہاں مولانا ٹھہرے ہوئے تھے، تو دیکھا کہ ایک بحث بڑی سرگرمی سے ہو رہی ہے۔ علی محمود سے شاید مولانا نے کہا تھا کہ فن مناظرہ کی ناواقفیت کی وجہ سے لوگوں کی گفتگو کس قدر بے اسلوب ہوتی ہے اور انھوں نے بتلایا کہ "رشیدیہ" اس میں اچھا متن ہے، وہ اسے لے کر آتے تھے۔ ایک اور مولوی نظام الدین پنجاب کے تھے، وہ بھی پہنچ گئے تھے اور اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں جب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ "رشیدیہ" کے بعض مطالب مولانا، علی محمود کو سمجھانا چاہتے ہیں، لیکن مولوی مذکور بار بار الجھ پڑتا ہے اور ہر چند وہ سمجھاتے ہیں لیکن کج بحثی بڑھتی جاتی ہے۔ میں بھی ایک دو موقع پر بول اٹھا اور پھر مولوی نظام الدین کو مخاطب کر کے میں نے بعض باتیں جو مابہ النزاع ہو رہی تھیں، کہیں، اس پر مولانا شبلی میری طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ اپنی تقریر پوری کرو۔ میں نے اس حصۂ کتاب پر ایک اچھی خاصی بسیط تقریر کر ڈالی۔ اس وقت مجھے درسیات خوب مستحضر تھیں۔ نیا نیا پڑھنے پڑھانے سے فارغ ہوا تھا۔ اعتراضات اور ان کی بحثیں بھی خوب منجھ چکی تھیں۔ میں نے بڑی زوردار تقریر کی اور اگرچہ بات کچھ بھی نہ تھی، لیکن مولانا شبلی مرحوم اس درجہ متاثر ہوئے کہ بار بار تعریف کرتے اور کہتے تھے کہ تمھارا ذہن و دماغ عجائب روزگار میں سے ہے۔ تمھیں تو کسی علمی نمایش گاہ میں بہ طور ایک اعجوبے کے پیش کرنا چاہیے"۔[1]

---

[1] ایضاً، ص ۱۲-۱۱۳

نہایت دل چسپی سے بسر ہوئے۔" (لسان الصدق۔ مئی ۱۹۰۴ء)

لاہور، امرتسر وغیرہ کی سیر و سیاحت کے بعد مولانا آزاد بمبئی تشریف لے گئے تو وہاں مولانا شبلی سے ملاقات کی خوش وقتی حاصل ہوئی۔ آزاد کی کہانی میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"مولانا شبلی نعمانی سے ۱۹۰۴ء میں سب سے پہلے بمبئی میں ملا۔ جب میں نے اپنا نام ظاہر کیا تو اس کے بعد آدھ گھنٹے تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور چلتے وقت انھوں نے مجھ سے کہا، تو ابوالکلام آپ کے والد ہیں؟ میں نے کہا نہیں، میں خود ہوں۔"[1]

دوسرے موقع پر اسی ملاقات کے سلسلے مولانا فرماتے ہیں:

"بمبئی میں مولانا شبلی مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔۔۔ تقریباً پانچ سال سے میری خط و کتابت ان سے جاری تھی۔۔۔ میں چوں کہ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرچکا تھا۔ اس لیے ان کی اپنے دل میں بڑی عزت اور وقعت رکھتا تھا اور طبیعت میں شوق تھا کہ ایسے لوگوں کی معیت و صحبت کا موقع حاصل ہو۔

مولانا مرحوم دو ہفتے رہے اور اکثر اوقات میں ان کے ساتھ رہا۔۔۔ جب چند دنوں میں گفتگو اور صحبت سے انھیں میرے علمی شوق کا خوب اندازہ ہوگیا تو وہ بڑی محبت کرنے لگے۔ ایک دن میرے یہاں بیٹھے تھے اور کتابوں کی الماریوں سے کتابیں نکال کر دیکھ رہے تھے۔ اس میں خدنگ نظر کا ایک مجموعہ نکل آیا۔ اس میں میرے مضامین بھی تھے۔۔۔ ایک مضمون ایکس ریز کی ایجاد و حقیقت پر تھا۔ انھوں نے کہا، جب تم ایسے مضامین لکھ سکتے ہو تو کیوں اس طرح بلا کسی مشغلے کے ہو؟ کم از کم ایک مضمون الندوہ کے ہر نمبر کے لیے لکھ دیا کرو۔

سب سے زیادہ مولانا شبلی پر میرے شوق مطالعہ اور وسعت مطالعہ کا

---

[1] ایضاً، ص ۲۱۲

ہیں بھی آ چکا ہے، تو الہلال میں تصویروں کی اشاعت کا پس منظر اور اس کی مصلحت بہ خوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔

آخری نظر:

لسان الصدق مولانا آزاد کی ادارت میں نکلنے والا پہلا رسالہ تھا جو علمی، ادبی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح اور ترقی کے اہم مقاصد کے تحت جاری کیا گیا تھا۔ اور پہلے پرچے سے لے کر آخری پرچے تک اس کے تمام مضامین اور ان کا ایک ایک لفظ ان مقاصد کا ترجمان اور ان کے حصول کا محرک ثابت ہوا۔

اس کے مقاصد کی اہمیت کے اعتراف سے اس وقت کی ادب و صحافت کی پوری دنیا گونج اٹھی تھی۔ اس کے موضوعات کی اہمیت، مضامین کی افادیت، اسلوب کی دل ربائی اور ترتیب و تدوین کے حسن نے وقت کے تمام اہل ذوق کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

لسان الصدق کے اجرا سے مولانا کے پیش نظر زبان و ادب اور تنقید میں ذوق کی تسکین و تربیت اور معاشرتی اصلاح کے جن مقاصد کا حصول تھا، ان کا ہر جز جس طرح اس وقت لائق توجہ تھا، اسی طرح آج بھی ان کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔ لسان الصدق میں علمی شان نظر آتی ہے۔ اس کے مشمولات کی ترتیب و تہذیب، وقت کی معیاری علمی صحافت کے مطابق ہے۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "یہ گویا مولانا کی اب تک کی صحافتی ریاضت کا پہلا حاصل اور پہلا قاعدہ رسالہ تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت کے چند گنے چنے معیاری پرچوں میں سے ایک تھا۔ اچھا کاغذ، خوبصورت کتابت۔۔۔۔ اس نے علمی دنیا میں اپنا وقار پیدا کر لیا۔"[1]

جناب مالک رام کے بقول اس کی اشاعت سے علم و صحافت کی دنیا میں "دھوم مچ گئی"[2] وہ یہ بھی لکھتے ہیں:

> "لسان الصدق جاری ہوا تو مدیر محترم کی عمر پندرہ برس سے کچھ ہی زیادہ تھی۔

---

[1] مولانا ابوالکلام آزاد از ڈاکٹر عابد رضا بیدار، رام پور،

[2] تحریر، دہلی، ۱۹۶۸ء ج ۲ ش ۱

لسان الصدق کی بدولت نہ صرف مولانا وحید الدین سلیم، خواجہ الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولوی غلام محمد (مالک اخبار وکیل امرتسر) شیخ سر عبدالقادر وغیرہم سے تعلقات استوار ہوئے بلکہ ملک کی متعدد علمی، ادبی شخصیات اور اداروں سے تعارف کا وسیلہ بھی لسان الصدق بنا تھا اور اسی کی بدولت ان کے علم و نظر، اصابتِ رائے، قلم کی پختگی اور کسی میگزین کی ترتیب و تدوین کی صلاحیتوں پر اعتماد کیا جاتے لگا۔ یہیں سے الندوہ (لکھنو) اور وکیل (امرتسر) کی ادارت کے لیے راہ ہموار ہوئی تھی۔ الہلال کے علمی معیار، مضامین کے تنوع، ترتیب و تہذیب کے سلیقے اور ظاہری خوش نمائی و زیبائی کے لیے جو اہتمام کیا گیا تھا اس کی فکری بنیادیں اور ذوقی کا پس منظر بھی ہمیں لسان الصدق کے صفحات میں مولانا کے پھیلے ہوئے افکار میں تلاش کرنا چاہیے۔

لسان الصدق اور الہلال:

o معاشرتی اور مذہبی اصلاح اور تحقیق کے بارے میں لسان الصدق میں مولانا آزاد نے جو خیالات پیش کیے تھے، الہلال ان کا نقش کامل تھا۔

o اردو زبان کی ترقی اور لسانیات و اصطلاحات کے بارے میں لسان الصدق نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا اور جس تعبیر کی بنیاد ڈالی تھی، اس پر عمارت الہلال نے کھڑی کی۔ اس بارے میں لسان الصدق اور الہلال ایک تحریک کے دو ادوار کے جلی عنوان ہیں۔

o اردو میں تنقید کی روایت اور حقیقت تنقید کے بارے میں مولانا نے لسان الصدق کے صفحات میں جو کچھ فکراً اور نمونتہً پیش کیا تھا وہ خود ایک معیار تھا لیکن الہلال کے بعض تبصروں میں بھی مولانا نے ٹھیک ٹھیک انھیں خیالات کا اظہار کیا اور تبصرے یا ریویو بھی انھیں اصولوں پر کیے جو اصول لسان الصدق میں پیش کیے تھے۔ اس تنقید اور اصول تنقید کے باب میں لسان الصدق الہلال کا پیش رو ہے۔

o نیز بنگال میں علمی مذاق کی ترقی کے لیے لسان الصدق نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا، الہلال سے اس تحریک کا دوسرا دور شروع ہوا۔

o الہلال کو مولانا نے با تصویر نکالا تھا۔ شاید الہلال میں تصویری اشاعت کے فلسفے پر روشنی نہیں ڈالی گئی یا اسے گرفت میں لانے سے میری نظر معذور رہی ہے۔ لیکن اگر لسان الصدق میں تصویر کی شمولیت کے فیصلے اور اس کی مصلحت پر نظر ڈال لی جائے، جس کا ذکر اس مضمون

میرا اشارہ مولوی وحید الدین سلیم، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی اور شیخ عبدالقادر کی حیات جاوید پر تنقیدوں کے اس جائزے اور تعاقب کی طرف ہے جو لسان الصدق میں مولانا کے قلم سے یادگار ہے۔

۵۔ اور لسان الصدق کے آخری پرچے میں مذہبی اصلاح و تحقیق کے بارے میں نہایت اہم اور فکر انگیز خیالات پیش کیے۔

نومبر ۱۹۰۳ء میں مولانا آزاد نے لسان الصدق جاری کیا تھا تو انھوں نے عمر کی سولھویں منزل میں قدم رکھا تھا اور رجب اپریل مئی ۱۹۰۵ء میں اس کا آخری پرچہ شائع ہوا تو اس کی صرف دس اشاعتیں منصۂ شہود پر آسکی تھیں جن کے صفحات کی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی، اس وقت مولانا کی عمر اٹھارہ برس کی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس عمر کے ایڈیٹر، صرف دس اشاعتوں اور تقریباً تین سو صفحات کے مجموعے کی کامیابی کا جو زیادہ سے زیادہ تصور کیا جا سکتا ہے تاریخ صحافت میں لسان الصدق کا مقام اس سے بہت بلند، اس کی علمی و ادبی اہمیت اس سے کہیں زیادہ قابل قدر اور اس کے اثرات اس سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔

یہ عمر اور پرچے کے یہ بھاری بھرکم مقاصد، پھر یہ محض دعاوی ہی نہیں رہے، انھوں نے لسان الصدق کو واقعی اسم بامسمّٰی بنا دیا۔ اس کے مضامین کا معیار اتنا معتبر اور بلند تھا اور تحریر کا انداز ایسا دل کش تھا کہ اس نے فوراً صفِ اوّل کے پرچوں میں جگہ حاصل کرلی۔

ستارہ درخشید و ماہ کامل شد

اُس پرانے دور کے بعض پرانے اور مشہور جرائد میں بہت اچھے تبصرے شائع ہوئے۔ اس کے مضامین میں لہجے کی متانت اور اسلوب کی ثقاہت سے بیشتر پڑھنے والوں کو خیال ہوا کہ مدیر کوئی معتبر، سال خوردہ اور تجربہ کار بزرگ ہیں۔ اس رسالے نے ملک گیر شہرت حاصل کی۔"[1]

لسان الصدق نے اپنے پہلے پرچے میں جن مقاصد کا اعلان کیا تھا اور اپنے لیے جو دائرہ کار مقرر کیا تھا، اس میں اس نے بہترین خدمات انجام دیں۔

۱۔ سوشل ریفارم اور تمدنی معاشرتی اصلاح کی تحریک کے سلسلے میں اپنے صفحات میں بہترین لٹریچر کو جگہ دی۔

۲۔ اردو زبان کی ترقی کے لیے ایک باقاعدہ اور منظّم تحریک پیدا کردی۔ انجمن ترقی اردو کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ اردو کی ترقی، توسیع اور اسے مقبول بنانے کے لیے منصوبے بنائے، تجویزیں پیش کیں، مشورے دیے اور اردو مخالف تحریک کا سدِّباب کیا۔

۳۔ بنگالہ میں علمی مذاق پیدا کرنے کے لیے مضامین کی اشاعت سے لے کر انجمن ترقی اردو کی شاخ کے قیام کی کوشش تک زبان، قلم اور عمل سے ان حالات میں جو کچھ کیا جاسکتا تھا، اس سے دریغ نہیں کیا۔ کلکتہ سے لسان الصدق کا اجرا بذات خود بنگالہ میں علمی مذاق پیدا کرنے کی منظم سعی اور مستقل تحریک کا جلی عنوان ہے۔

۴۔ تنقید کے مقصد کے سلسلے میں، اردو کتب و رسائل پر عمدہ تنقید کے بہترین نمونے پیش کیے۔ بلکہ ایک تنقید تو ایسی ہے کہ اس قسم کی مثال شاید ہی کوئی دوسری پیش کی جاسکے۔

---

[1] مولانا آزاد بہ حیثیت ادیب و صحافی (مقالہ) مشمولہ "مولانا ابوالکلام آزاد — ایک مطالعہ" مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، کراچی، مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۶ء، ص ۶۱

لسان الصدق
(اشاریہ مضامین)

اردو زبان اور اس کی ترقی کے مسائل

اردو :

ایڈیٹر، اردو زبان بنگال میں — ج ۲ ش ۲ ص ۲۱

اردو زبان کی مخالفت اور بنگلہ زبان ترقی کی تحریک اور بنگلہ کے مقابلے علمی زبان کی حیثیت سے اردو زبان کی اہمیت اور اس کی اشاعت و ترقی پر تبصرہ

〃 ، ملکی زبان سے غفلت — ج ۲ ش ۲ ص ۱۵

المؤید، مصر کے ایک مضمون کا ترجمہ ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ

〃 ، ولایتی اور دیسی الفاظ — ج ۲ ش ۸، ۹ ص ۱۸

مسٹر علی محمود بانکی پور کے ایک نوٹ پر مفصل تعارفی و تنقیدی نوٹ

آہ دہلوی، مولوی ابوالنصر، اردو کا وطن اور بنگالہ — ج ۲ ش ۳ ص ۸

علی محمود بانکی پور، ولایتی اور دیسی الفاظ — ج ۲ ش ۸، ۹ ص ۱۸

اردو میں انگریزی الفاظ کے استعمال کا جواز و عدم جواز اور اس کی حد۔ اس بحث میں مضمون کے شروع میں ایڈیٹر کے قلم سے ایک مفصل نوٹ ہے

اردو شارٹ ہینڈ :

ایڈیٹر، اردو شارٹ ہینڈ — ج ۲ ش ۲ ص ۳

منشی غلام رسول ایڈیٹر انقلاب بمبئی کے ایجاد کردہ اصول و قواعد مختصر نویسی کی خبر اور قوم سے ان کے کام کی قدر دانی کی توقع

لسان الصدق

(ایک نظر میں)

سلسلۂ اشاعت	جلد	شمارہ	بابت ماہ و سال	تعداد صفحات
۱	۱	۱	۲۰؍ نومبر ۱۹۰۳ء	۱۶
۲	۱	۲	۲۰؍ دسمبر ״	״
۳	۲	۱	۲۰؍ جنوری ۱۹۰۴ء	״
۴	۲	۲	۲۰؍ فروری ״	۲۴
۵	۲	۳	۲۰؍ مارچ ״	״
۶	۲	۴	۲۰؍ اپریل ״	
۷	۲	۵	۲۰؍ مئی ״	۳۲
			ضمیمہ	۸
۸	۲	۶ و ۷	جون و جولائی ״	۴۲
			ضمیمہ	۱۶
۹	۲	۸ و ۹	اگست و ستمبر ״	۶۴+۳۲ (بہ شمول سرورق)
۱۰	۳	۱ و ۲	اپریل و مئی ۱۹۰۵ء	۵۸+۴ (سرورق)

ایڈیٹر زمانہ کان پور ایڈیٹر منشی دیا نرائن نگم	ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۲
" قوم ہے پور ایڈیٹر مولوی اساس الدین تسنیم	ج ۲ ش ۳ ص ۱۴
" مسدس نفیس از مولوی حکیم ضمیر الحق نفیس آروی	ج ۲ ش ۱ ص ۱۶
" مسیحا، امرتسر	ج ۲ ش ۴ ص ۱۱
" معلم النسواں از خان بہادر میرزا شجاعت علی	ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۳۸
" نامی جنتری از منشی رحمت اللہ رعد	ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۸
" نموذج الخطیب از سید عبدالحق بغدادی	ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۳۰
اللواء (مصر) سرگزشت از موسیو لیبورش	ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۳۲

اللواء (مصر) میں موسیو لیبورش کی سرگزشت پر مضمون کے حوالے سے شیخ محمد عبدہٗ مصری، سرسید احمد خان (دہلوی)، جمال الدین افغانی اور علامہ شبلی نعمانی کی خدمت کا تذکرہ اور اس پر تبصرہ۔

اصلاح رسوم و معاشرت

ایڈیٹر (شذرہ: کان چھیدنے کی رسم پر بے جا اسراف)	ج ۱ ش ۱ ص ۱۲
آہ دہلوی، ابوالنصر، توہمات کی زندگی	ج ۲ ش ۱ ص ۴
" " ، شادی (بہ سلسلہ رسوم بے جا)	ج ۱ ش ۲ ص ۱۳
" " ، شگون (" " ")	ج ۲ ش ۲ ص ۱۷
رنجور عظیم آبادی، محمد یوسف جعفری، اسلام اور رسوم	ج ۱ ش ۲ ص ۵
" " " (۲)	ج ۲ ش ۱ ص ۷
سعید بلگرامی، مولوی سید محمد، حقوقِ نسواں اور اس کے متعلق ایک بڑی غلط فہمی کی اصلاح	ج ۲ ش ۵ ص ۱۱

تعلیم نسواں کی ضرورت اصلاحِ معاشرت کے نقطۂ نظر سے۔ ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ

" حقوق نسواں (۲) شادی خانہ آبادی	ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۲۶

غلام رسول، منشی، ایک نہایت ضروری اپیل — ج ۲ ش ۳ ص ۱۳

منشی صاحب کے ایجاد کردہ اردو شارٹ ہینڈ رائٹنگ کے اصول کی اشاعت میں تعاون کی درخواست۔ ایڈیٹر کے مختصر تائیدی نوٹ کے ساتھ

انتقاد

لسان الصدق میں انتقاد اور ریویو دونوں لفظ ایک ہی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ تعارف اس سے مختلف چیز ہے۔ کسی رسالے یا کتاب کے موضوع، مضامین، ابواب و فصول، ترتیب و تقسیم مطالب جیسے ہوں، بیان کر دینا، یہ رائے دیے بغیر کہ وہ درست اور علمی معیار کے مطابق ہیں یا نہیں؟ "تعارف" ہے۔ ریویو یا نقد و انتقاد کی تعریف مولانا نے خود تفصیل کے ساتھ کرائی۔ لسان الصدق میں مطالعہ کرنی چاہیے۔

ایڈیٹر اتحاد (رسالہ) — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۱

" احسن، کاکوری، ایڈیٹر منشی احمد علی کاکوری — ج ۲ ش ۵ ص ۱۶

" ارشاد القرآن از مولوی فتح محمد جالندھری — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۳۵

" ارکان الاسلام از منشی سراج الدین احمد خاں (ایڈیٹر زمیندار لاہور) — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۳۷

" افسانہ و دکن ریویو، ایڈیٹر مولوی ظفر علی خاں — ج ۲ ش ۲ ص ۲۴

" الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور از مولوی عبدالرحیم صادقپوری — ج ۲ ش ۴ ص ۱۱

" العرفان — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۱

ایڈیٹر انوار الاخلاق از مولوی نور احمد نور — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۳۱

" بڑی جنتری از رحمت اللہ رعد — ج ۲ ش ۱ ص ۱۶

" ترقی (رسالہ) — ج ۳ ش ۲۰ ص ۲۲

" چراغ دہلی از مرزا حیرت دہلوی — ج ۲ ش ۴ ص

" حیات جاوید (سر سید احمد خاں کی لائف از خواجہ الطاف حسین حالی) — ج ۲ ش ۲ ص ۸

" — ج ۲ ش ۴ ص ۱۲

" خدنگ نظر، لکھنو ایڈیٹر منشی نوبت رائے نظر — ج ۲ ش ۲ ص ۲۴

" زمانہ، کانپور ایڈیٹر منشی دیا نرائن نگم — ج ۲ س ۳ ص ۲۱

ادارے (علمی و ادبی)

ایڈیٹر انجمن ترقی اردو کے لیے کلکتہ میں ایک کوشش — ج ۲ ش ۲ ص ۲۰

انجمن ترقی اردو کی تائید کے لیے کمیٹی کے قیام کا اعلان اور انجمن کی شاخ کے قیام کی تجویز۔

ج: ش ۱ ص ۱۲

ایڈیٹر، انجمن ترقی اردو

ترجمہ و اشاعت کتب کے پروگرام پر تبصرہ

ج ۲ ش ۲ ص ۱

" ، انجمن ترقی اردو

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بمبئی کے اجلاس میں انجمن کی رپورٹ پیش کردہ سکریٹری انجمن مولانا شبلی نعمانی پر تبصرہ

ج ۲ ش ۸، ۹ ص ۱

" ، ترقی اردو اور تراجم علوم و فنون کا سلسلہ

ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۳۷

" " " " (۲)

ج ۲ ش ۲ ص ۱۹

شبلی نعمانی، انجمن ترقی اردو

کانفرنس کے اجلاس بمبئی میں انجمن ترقی اردو کے کاموں کی وسعت کے لیے فنڈ کے قیام سے متعلق قرارداد پر معطیان کی فہرست

ج ۲ ش ۳ ص ۲۴

" ، انجمن ترقی اردو

۴ فروری ۱۹۰۴ء کے بمبئی معمولی اجلاس کی کارروائی کی رپورٹ جس میں مسٹر آرنلڈ کی جگہ ڈی سیلی کا بہ حیثیت صدر انجمن انتخاب ہوا۔ ہوا۔

ج ۲ ش ۲ ص ۴

" ، مضمون متعلق رپورٹ سالانہ انجمن ترقی اردو

یہ رپورٹ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمبئی ۱۹۰۳ء میں پیش کی گئی تھی۔ اس کے ساتھ انجمن کے قیام کی تاریخ اور اس کے عہدے داروں کی فہرست بھی ہے۔

ادارے (سیاسی)

ج ۲ ش ص ۳

ایڈیٹر، شدرہ

انڈین نیشنل کانگریس کے نام پر سرسید کا اعتراض اور اس کے نیز چودہ سالہ

اعتراض ... کے مضمون کے حوالے سے اس اعتراض کی صحت پر تبصرہ

ج ... ش ... ص ...

... نیشنل کانگریس کا ... ...

ادارے (تعلیمی، علمی وادبی اور سیاسی)

ادارے (تعلیمی)

ایڈیٹر، انجمن حمایتِ اسلام (اور زندہ دلوں کا وطن) — ج ۲ ش ۵ ص ۲

سرسید کی تحریک کے اثرات، انجمن کے مقاصدِ قیام، پنجاب میں علمی و تہذیبی سرگرمیوں، انجمن کے سالانہ اجلاس اپریل ۱۹۰۴ء میں شرکت، جلسے کی کارروائی اس کے اثرات و فیضان، پر تبصرہ اور بعض شہروں کی سیاحت کے حالات وغیرہ

" زناں بے مہرِ گیتی دشمن و دلدار مستغنی
مرا کار زو ہائے تمنا ی خندہ می آید — ج ۲ ش ۵ ص ۱۷

بنگال پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس پر تبصرہ اور توقعات سے مایوسی۔ یہ ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد کا وہ طویل و مفصل نوٹ ہے۔ جو انھوں نے نواب محسن الملک کے مضمون پر تحریر فرمایا ہے۔

" محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس لکھنؤ (دسمبر ۱۹۰۴ء) — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۱۱

" محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمبی کی تیاریاں — ج ۱ ش ۲ ص ۳

" محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علاقہ بمبئی اور مرحوم سرسید احمد خاں — ج ۲ ش ۸، ۹ ص ۲۹

بنگال یونی ورسٹی کا ایک ایم اے، مسلمانانِ بنگال کی پنجسالہ تعلیمی رپورٹ — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۲

ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بنگال کی رپورٹ پر تبصرہ اور مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ۔ ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ۔

محسن الملک بہادر، نواب، پراونشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بنگال اور مسئلہ

محمڈن یونی ورسٹی — ج ۲ ش ۵ ص ۱۹

ہماری تعلیمی کانفرنسیں۔ اجلاس رامپور — ج ۲ ش ۵ ص ۵

ندوۃ العلما۔ اجلاس بمبئی — ج ۲ ش ۵ ش ۵

ایڈیٹر، پریس کانفرنس (قیام ۱۸۹۵ء بہ سعیٔ منشی محبوب عالم) ج ۲ ش ۱، ۲ ص ۲۲
پریس کی آزادی کے مسئلے پر نیز محمڈن پریس ایسوسی ایشن کے قیام کی تجویز اور آفیشل سیکرٹ بل
کی مخالفت کی تحریک پر تبصرہ

۱۹۰۴ء زیر صدارت مولوی بشیر الدین ایڈیٹر البشیر، کارروائی، دستور العمل کانفرنس اور
پاس شدہ قرار دادیں ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۴

ایڈیٹر (مسلم پریس کانفرنس کا دوسرا سالانہ جلسہ بمقام لکھنؤ ۳۰ دسمبر
" (کلکتہ سے انگریزی اخبار محمڈن ایڈووکیٹ کے اجرا کی خبر پر تبصرہ اور اس کی مالی امداد کی
ترغیب) ج ۱ ش ۱ ص ۱۲

" دلچسپ معلومات (اخبارات کے متعلق) ج ۲ ش ۴ ص ۲۴

لسان الصدق اور معاصرین

ایڈیٹر، ایک ضروری گزارش (لسان الصدق کی خریداری کے متعلق) ج ۲ ش ۳ ص ۱

" " جنوری ۱۹۰۴ء ج ۲ ش ۱ ص ۱
خریداروں کی سست رفتاری اور ضخامت میں اضافے کے مطالبے پر تبصرہ

" " جن ہم عصروں نے ... ج ۲ ش ۲ ص ۱
معاصرین سے مبادلے اور لسان الصدق پر تبصرے کی درخواست

" " خریداران لسان الصدق کی خدمت میں ایک گزارش ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲

" " ریاض الاخبار اور لسان الصدق ج ۲ ش ۳ ص ۲۲

" " شکریہ (لسان الصدق کی مالی امداد) ج ۲ ش ۴ ص ۱

" " شکریہ (منشی نواب دین کا شکریہ لسان الصدق کے دس خریدار
مہیا کرنے پر) ج ۲ ش ۵ ص ۱

ایڈیٹر، شکریہ (مولوی محمد سعید بلگرامی کا رسالے کی اشاعت میں تعاون
کے بدلے ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۱

" ، انگلینڈ میں لبرل پارٹی کی مقبولیت اور ایک حکومتی انقلاب کی توقع — ج ۳ ش ۲۱ ص ۲۰

شخصیات

ایڈیٹر، شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۱۴

" ، حالی مرحوم کو شمس العلماء کا خطاب ملنے پر ایڈیٹر کا شذرہ مسرت اور مولوی محمد یوسف جعفری رنجور کا قطعۂ تاریخ عطائے خطاب

" ، قومی اعزاز — ج ۲ ش ۱ ص ۱۴

خواجہ الطاف حسین حالی کی علمی و قومی خدمات پر تبصرہ اور قوم کی جانب سے کوئی اعزاز نہ دیے جانے پر اظہار افسوس اور رسالہ تالیف و اشاعت (لاہور) کی اس تجویز پر اظہار رائے کہ ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمبئی سے قبل اس مسئلے پر غور کرنے کی تجویز کی توثیق۔

" ، (شذرات: شیخ محمد عبدہٗ کی سیاحتِ انگلستان، جلا وطنی، ان کی شخصیت اور اس کے اثرات) — ج ۱ ش ۱ ص ۱۱

آہ دہلوی، ابو المنعر (مترجم) ڈی ماس تھینز یونان کا ایک فانح لیکچرار — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۵۰

ابن خلکان، ابو منصور الثعالبی — ج ۲ ش ۹، ۸ ص ۱۲

ثعالبی کی شخصیت اور اس کی تصنیفات اور علمی خدمات پر ابن خلکان کی کشف الظنون سے ماخوذ معلومات۔

رنجور، مولوی محمد یوسف، قطعۂ تاریخ خواجہ حالی کو شمس العلماء کا خطاب ملنے پر — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۴

صحافت

ایڈیٹر، دارالسلطنت ہند میں ایک اردو پریس کی کمی — ج ۲ ش ۴ ص ۲

" (شذرہ: آبزرور کی ترقی کے لیے شیخ عبدالقادر کو نواب بہاول پور کی امداد پر اظہار مسرت) — ج ۲ ش ۲ ص ۸

سالے کے چندے کی روانگی کی درخواست یا وی پی بھیجنے کے لیے اجازت۔

ایک نہایت ضروری اطلاع — ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۲۰

ایڈیٹر لسان الصدق مولوی ابوالکلام آزاد دہلوی کے ایک مدت تک بمبئی میں قیام کی اطلاع اور ادارت سے متعلق امور، ڈاک، رسائل وغیرہ کے بمبئی کے پتے پر بھیجنے کی درخواست

معاصرین

لسان الصدق کے بارے میں بعض معزز ہم عصروں کی رائے:

۱۔ شیخ عبدالقادر ایڈیٹر مخزن، لاہور — ج ۲ ش ۲ ص ۱۷

۲۔ مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر افسانہ — ج ۲ ش ۲ ص ۱۸

۳۔ ایڈیٹر معین الاخبار، مراد آباد — ج ۲ ش ۲ ص ۱۸

لسان الصدق کے متعلق بعض معزز ہم عصروں کی رائے:

۱۔ دلچسپ کلکتہ — ج ۲ ش ۴ ص ۲۰

۲۔ ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور — 〃 〃

۳۔ نظام الملک مراد آباد — 〃 〃

علمی خبریں

البرامکہ (از مولوی عبدالرزاق کانپوری) شائع ہوگئی — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۷

الکلام (از شبلی نعمانی) شائع ہوگئی — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۲۹

الندوہ، شاہجہان پور — ج ۲ ش ۸، ۹ ص ۱

(مجلس ندوۃ العلماء (لکھنو) کے ماہوار علمی رسالے الندوۃ کے اجرا کی خبر اور مقاصد اجرا کا تعارف)

رباعیات حالی (جلد پر انگریزی حروف میں نام پر اعتراض کا جواب) — ج ۳ ش ۱، ۲ ص ۱۹

زیر تصنیف کتابیں: (کالم کی صورت پر ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ) — ج ۱ ش ۱ ص ۱۴

شبلی نعمانی — علم کلام کی تاریخ کا دوسرا حصہ

عبدالرزاق کانپوری — نظام الملک

، لسان الصدق

(رسالے کی نوعیت، اجرا کی مشکلات اور اہل قلم سے تعاون کی اپیل) ج ۱ ش ۱ ص ۱۴

، لسان الصدق اور مبادلہ رسائل ج ۲ ش ۱ ص ۲

، لسان الصدق کا دستور العمل ج ۱ ش ۱ ص ۱

، لسان الصدق ۱۹۰۵ء میں (آئندہ مقاصد و ترتیب و اہتمام کے بارے میں)
ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱۲

، (لسان الصدق کی اشاعت پر ردعمل، مقبولیت و پذیرائی پر تشکریہ) ج ۱ ش ۲ ص ۱

، مبادلۂ سنین اور لسان الصدق ج ۳ ش ۲۰۱ ص ۱
، گزشتہ برسوں میں لسان الصدق کی خدمات پر تبصرہ اور آئندہ کے عزائم

، معاصرین اور خریداران سے گزارش (مکمل پتا درج کرنے کی
(مکمل پتا درج کرنے کی گزارش) ج ۲ ش ۱ ص ۱۶ (حاشیہ)

، معزز ہم عصروں اور خریداران لسان الصدق سے عرض ہے
(خط و کتابت کے وقت مکمل پتا درج کرنے کی درخواست) ج ۲ ش ۲ ص ۱۴

، معزز ہم عصروں سے التماس ج ۱ ش ۱ ص ۱۶
لسان الصدق کے تبادلے اور اس پر تبصرے کی درخواست نیز علمی و تصنیفی کاموں کی
اطلاع اور تبصرے کے لیے کتابیں بھیجنے کی درخواست

، (شذرہ) منشی محمد مراد خاں کان پوری کی لسان الصدق کی اشاعت سے دلچسپی اور خریداروں
کی فراہمی ج ۲ ش ۱ ص ۳

، ہم اور ہمارے معاصرین
(دکن ریویو (حیدرآباد دکن) میں اصلاح و رسوم پر ایڈیٹر کے مضمون اور احیائے علوم عربیہ
کی تحریک کے جواب میں علامہ شبلی کے مضمون پر تبصرہ اور تالیف و اشاعت (لاہور)
میں ایڈیٹر کی تجویز متعلق "اردو انسائیکلوپیڈیا" کی تجویز پر تبصرہ) ج ۲ ش ۶-۷ ص ۲۹

منظوم، مولوی محمد یوسف قطعۂ تاریخ اجرائے لسان الصدق، ج ۱ ش ۱ ص ۱۱
ایڈیٹر نوٹ کے ساتھ

نوائے صدق التماس ج ۲ ش ۲ ص ۵

متفرقات

وفیات

اشتہارات

زیرِ طبع کتابیں: ج ۲ ش ۹،۸ ص ۲۸

الکلام مولانا شبلی نعمانی

سوانح عمری مولانا روم ؍ ؍

یہ کتابیں ملک میں عنقریب شائع ہونے والی ہیں: ج ۲ ش ۸، ۹ ص ۲۵

المعتزلہ ابوالکلام آزاد دہلوی

ایڈیٹر کی زیرِ تصنیف کتاب کا تعارف اور اس کا دیباچہ

یہ کتابیں عنقریب ملک میں شائع ہونے والی ہیں: ج ۲ ش ۳ ص ۵

الف: زیرِ تصنیف: تذکیر و تانیث اردو میں از حالی

میر انیس کے کلام پر تبصرہ از شبلی

سوانح عمری امیر خسرو از خواجہ حسن نظامی

ب: زیرِ ترجمہ: ہیرو ورشپ از کارلائل، مترجم عبدالغفور شہباز

ج: زیرِ طبع: ایجوکیشن از ہربرٹ اسپنسر مترجم غلام الحسنین

نامۂ دانشوران از علمائے ایران مترجم ریاض الحسن

معارف از ابن قتیبہ مترجم عبداللہ عمادی

لیکچرز از میکس مولر مترجم عبدالقادر

مقالات

ایڈیٹر المعتزلہ (زیرِ تصنیف کتاب کا پیش لفظ) ج ۲ ش ۹،۸ ص ۲۵

؍ تھیٹر (لفظی ترجمہ اور مختصر تاریخ) ج ۲ ش ۴ ص ۹

؍ ریاض الاخبار گورکھپور اور پیسہ اخبار لاہور ج ۲ ش ۲ ص ۲
مولانا حالی کی شاعری کے متعلق بحث پر تبصرہ

؍ فرسٹ ڈیبزر وایند ڈین ڈیبزائر ج ۲ ش ۳ ص ۲

؍ مسلمانان بنگال کی پنج سالہ تعلیمی رپورٹ (ایک مضمون) پر ایڈیٹر کا نوٹ ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۲

نیم ہمدم پوری، سید شاہ حسین، ہندوستان کی اقوام جرائم پیشہ ج ۲ ش ۶، ۷ ص ۱۱
ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ۔ جرائم پیشہ اقوام کے حالات اور اصلاح کی تجاویز

ریویو۔ کلکتہ

اسی زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے "ریویو" کے نام سے ایک ماہنامہ کلکتہ سے جاری کرنے کا عزم کیا۔ لسان الصدق کے آخری پرچے کے ساتھ اس کے اجرا کے عزم کا اعلان کیا تھا کہ ۲۰ر جون (۱۹۰۵ء) سے شائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس کے تعارف میں مولانا لکھتے ہیں:

اردو میں اپنی ڈھنگ کا پہلا رسالہ

ریویو

جس کا مقصد صرف ریویو ہے

اس کی اہمیت کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں:

"یورپ کی زبانوں میں متعدد رسالے ایسے شایع ہوتے ہیں، جن کا مقصود صرف "ریویو" ہوتا ہے، وہ ملک کی قابل قدر تصنیفات پر مفصل تنقید کرتے ہیں! مصنفین کو ضروری معلومات سے مدد پہنچاتے ہیں، دوسرے ملکوں سے علمی تعلقات پیدا کرکے علم دوست جماعت کے لیے وہ اسباب مہیا کرتے ہیں، جن سے وہ اپنی علمی ضرورتیں آسانی سے پوری کر سکیں! افسوس ہے کہ اردو میں اس وقت تک کوئی رسالہ اس مقصد سے شایع نہیں ہوا، اور یہ اہم کام لٹریری رسالوں کا ضمیمہ بن کر ناقابل اور غیر موزوں حالت میں خراب ہوتا رہا! آج لسان الصدق اس کمی کے پورا کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ ۲۰۔ جون ۱۹۰۵ء سے ایک ماہوار رسالہ بالفعل (۱۶) صفحوں کی ضخامت پر بطور ضمیمہ لسان الصدق شایع ہونا شروع ہوگا، جس کا نام اور نام کے ساتھ صرف مقصد ریویو ہے"۔

اس کے مقاصد کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے:

(۱) ہندوستان میں جسقدر کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں اُن پر مفصل ریویو کرنا، اور کوشش کرنی کہ اس کتاب کی مفصل کیفیت، مصنف کی عمدہ تصویر شایع کی جائے۔

(۲) ممالک اسلامیہ میں عربی کی جو قابل قدر کتابیں شایع ہوتی ہیں ان پر مفصل ریویو کرنا، اور

الندوہ (شاہجہاں پوری) ایڈیٹر شبلی نعمانی وحبیب الرحمٰن خان شروانی ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱

چند نایاب مقدس کتابیں — ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱۳ (سرورق)

حیات جاوید از خواجہ الطاف حسین حالی — ج ۱ ش ۱ ص ۱۵

دکن ریویو (حیدر آباد دکن) — ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱۳ (سرورق)

خدنگ نظر (لکھنو) — 〃 〃 〃

خضاب لاجواب — ج ۳ ش ۲۰۱ سرورق ص ۴

زنانہ (بریلی) — ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱۴ (سرورق)

قوم (جے پور) — ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱۴ (سرورق)

عیاشی کا نتیجہ (ایک ناول) — ج ۲ ش ۲ ص ۱۹

کتاب الشرف و کتاب النحو مصنفہ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری ج ۲ ش ۹۰۸ ص ۱۲ (سرورق)

کلکتہ کی سیر تین جلدیں (ناول) — ج ۲ ش ۲ ص ۱۹

ہادی المطابع (کلکتہ) کی قابل دید کتابیں — ج ۲ ش ۱ ص ۹

یذکرۂ ۔ ۔ رفتہ رفتہ یقین العزائم (جنوری ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں تاخیر مزید پر عذر)
ج ۳ ش ۲۰۱ سرورق ص ۳

۔ ۔ ۔ سید اعظم، قارئین لسان الصدق کے لیے سرسید اور ان کے رفقا کے ایک گروپ

فوٹو کے متعلق نوٹ) — ج ۳ ش ۲۰۱ سرورق ص ۳

— دلچسپ معلومات، فرکس کے متعلق — ج ۲ ش ۷۰۶ ص ۴۲

تاریخ کے متعلق — 〃 〃 〃

نقش شناسہ بہار — 〃 〃 〃

لسان الصدق کلکتہ — ج ۲ ش ۴ ص ۵

قیمت عام سالانہ پہ مع محصول ڈاک -

دارالسلطنت کلکتہ کا ماہوار رسالہ

لسان الصدق

ایڈیٹر - ابوالکلام محی الدین احمد آزاد دہلوی

جسمین

عام علمی، واخلاقی، تاریخی، سائنٹیفک مضامین کے علاوہ ذیل کے چار مقصد و نمبر مضامین شائع ہوتے ہین -

(لسان الصدق کے خاص مقاصد اربعہ)

(۱) سوشیل ریفارم - یعنی مسلمانون کی معاشرت، اور رسومات کی اصلاح کرنی.

(۲) ترقی اُردو - یعنی اُردو زبان کی علمی، ادبی ترقی کی کوشش کرنی.

(۳) تنقید - یعنی ملک کی مشہور تصنیفون، اور اخبارون پر منصفانہ ریویو کرنا.

(۴) علمی مذاق کی اشاعت - بالخصوص بنگالہ مین -

مقام اشاعت - نمبر ۱۶ تاراچند دت اسٹریٹ - کلکتہ

ماڈرن پریس کلکتہ نمبر ۱۴ ہیریسن روڈ مین چھپا

صرف ٹائٹل پیج احمدی پریس لکھنؤ مین چھپا

خریداروں کی فرمایش پر اصلی قیمت پر کتاب منگوا دینا، اور کوشش کرنی کہ جن اردو عربی کتابوں پر ریویو کیا جاتا ہے اس کے متعدد نسخے دفتر میں موجود ہوں۔

(۳) ہندوستان میں اس وقت تک کوئی ایسی ایجنسی نہیں ہے جہاں قلیل منفعت پر مصر، شام و قسطنطنیہ کی نادر الوجود کتابیں شایقین کو دستیاب ہو جائیں اگر ایک دو دکانیں ہیں بھی تو وہاں زیادہ تر قدیم مذاق کی تصنیفات، اور دینیات کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں اس لیے ریویو کے متعلق ایک ایجنسی قائم کی گئی ہے۔ جہاں تمام جدید کتابیں اور علوم و فنون جدیدہ کے تراجم تقریباً اصلی قیمت پر شایقین کو مل سکتے ہیں۔

(۴) دائرۃ المعارف، جیسی قیمتی کتابیں منگوا کر اس ایجنسی کے ذریعہ ماہوار قسط کے آسان طریقہ پر فروخت ہوں گی۔

اس کی قیمت کے بارے میں مولانا نے یہ فیصلہ فرمایا تھا قیمت سالانہ مع محصول عہ مگر خریداران لسان الصدق کے لیے صرف ۱۲ر درخواستیں دفتر لسان الصدق کے پتے سے کی جائیں۔

لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں اور ڈاکٹر رضا بیدار نے تحقیق فرمائی ہے مولانا آزاد کا یہ عزم عمل کی شکل اختیار نہیں کر سکا۔ لیکن اس اشتہار و اعلان کی تفصیل سے یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ ۱۶، ۱۷ سال کی عمر میں بھی مولانا کی نظر علم و ادب اور ان کے مسائل و ضروریات کے ہر پہلو پر تھی۔

لسان الصدق

قیمت سالانہ مع محصولڈاک ۲
نمونہ کے پرچے کیلئے
۲ کا ٹکٹ آنا چاہیئے.

ماہوار رسالہ
ایڈیٹر - ابوالکلام آزاد دہلوی

تمام خط وکتابت وارسال زر
ایڈیٹر کے نام بر اس پتہ سے ہو
نمبر ۱۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر (۱) | (۲۰) نومبر ۱۹۰۳ء | جلد (۱)

"الصدق ینجی والکذب یہلک" لسان الصدق کا دستور العمل ہے اسکا فرض ہے کہ یہ قوم کو کذب سے بچائے، اور راستی پر لائے جب اسکا فرض منصبی صرف حق گوئی قرار دیا گیا، تو اسکی امید قوم کو اس سے نہین رکھنی چاہیئے کہ یہ اونھین ایسے ترانے سُنائے گا، جو نہایت شیرین معلوم ہونگے - سچی بات ہمیشہ کڑوی معلوم ہوتی ہے! سچ سچائی کی زبان کیونکر شیرین معلوم ہوگی -؟ یہ ہمیشہ تمکو کڑوی کسیلی باتین سُنائے گا، جو اگرچہ تمہین ناگوار معلوم ہونگی لیکن اوس زمانہ کو دور نہ سمجھو، جبکہ صدق کا منجی ہونا، اور کذب کا مہلک ہونا تمپر ظاہر ہوجائے گا -

اس رسالے کے خاص مقاصد حسب ذیل ہین

(۱) سوشل ریفارم یعنی مسلمانون کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنی -

(۲) ترقی اردو - یعنے اردو زبان کے علمی لٹریچر کے دائرہ کو وسیع کرنا -

(۳) علمی مذاق کی اشاعت. بالخصوص بنگالہ مین -

(۴) **تنقید** - یعنے اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا -

مقاصد کی تشریح

سوشل ریفارم

اس امر سے تو کوئی انکار نہین کرسکتا، کہ مسلمانون کے موجودہ رسم و رواج کی بنا ہندؤن کے میل جول

کا زمانہ تھا۔ لکھنؤ مین تمول اور بےفکری نے خود بہت سے نئے رواج پیدا کر دیے۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ شادی و غمی کی بیجا رسمین زیادہ تر لکھنؤ ہی کی بے فکرانہ زندگی سے پیدا ہوئی ہین، جب ہندوستان مین زمانہ نے دوسرا دور شروع کیا اور وہ ایک متمدن سلطنت کے قبضہ مین آیا، تو یہ غیر ممکن تھا کہ ہر شخص قدیم روش کی طرح بفکری کی زندگی بسر کرتا۔ اسباب کا پیدا کرنا، اور تعلیم کا حاصل کرنا لازمی ہو گیا۔ لیکن رسم و رواج مین باوجود تعلیمی انہماک کے کوئی تغیر پیدا نہین ہوا، ہر ایک رسم اوسی طرح ہر معین موقعہ کیلئے ضروری رہی، اور قدیم روش کی تقلید اوسی طرح ہر شخص کے لئے لازمی قرار دی گئی۔ لیکن چونکہ وہ بےفکری، اور فوری تمول ایک متمدن سلطنت کے زیر سایہ حاصل نہین ہو سکتا تھا، اسلیے یہ قدیم روش سیکڑون خاندانون کے لئے بربادی کا باعث ہوئی۔ معمولی معمولی تقریبون پر ہزارون روپے صرف ہونے لگے، اور سوسائٹی کے دباؤ سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان ظالم رسومات سے ذرا بھی مخالفت کر سکے۔ ہمارے ایک ترکی دوست نے ہندوستان کی یہ حالت دیکھکر مجھسے بیان کیا۔ کہ ہندوستان کی غربت کی ایک بڑی وجہ یہان کے رسم و رواج ہین، جو سوسائٹی کا زور لیکر ہر شخص سے مجبوراً سیکڑون روپے صرف کرا لیتے ہین۔ لکھنؤ مین تمہین اکثر یہ آوازین سُننے مین آئینگی کہ ببن میان کی شادی مین پانچ ہزار کا قرضہ ہو گیا۔ اور چھبن میان کے ختنے مین دو مکان گروی ہو گئے۔ اب اور آمدنی کی کوئی صورت تو ہے نہین، خاندان کا خاندان فاقون مر رہا ہے، اور سود کا خیال خون خشک کر رہا ہے۔ اگر اصلی معنون مین سادگی کے ساتھ شادی کر دی جاتی، اور صرف ختنہ کر دیا جاتا۔ تو ببن اور چھبن خاندانون کے تباہ ہونے کے باعث نہوتے رسم و رواج کی پابندی نے یہ کچھ خرابیان ہندوستان مین پیدا کر رکھی ہین۔ لیکن افسوس ہے، کہ انکی اصلاح کیجانب آجتک کسی نے توجہ نہین کی، اور یہ مرض اسی طرح قوم مین ترقی کرتا گیا۔ اکثر اس خیال مین رہے، کہ ہم جن ضروری اصلاحون مین مشغول ہین وہ اس اصلاح سے بدرجہا زیادہ ضروری ہین۔ اسلئے اگر اس اصلاح سے قوم کو وحشت ہوئی اور رسم

سے بڑی بات مسلمانون نے جب ہندوستان فتح
کیا، تو مفتوح قوم کے رسم و رواج سے واقف ہونیکی
اونہین ضرورت ہوئی۔ واقفیت کے ساتھہ جب
میل جول بڑھا۔ تو خود بخود مفتوح قوم کے رسم و
رواج نے فاتح قوم کے افعال پر قبضہ کرنا شروع
کیا، اور "اکبر اعظم" کی غیر متعصبیت نے یہانتک
ترقی کی، کہ ہندوؤن کے رسم و رواج پر مائل ہو۔
مسلمانون مین غیر محسوس طریقہ پر میلان پیدا کر دیا،
مذہبی کمزوری نے بھی بہت سے توہمات پیدا کر دیے
اور ان سب باتون نے ملکر مسلمانون کے افعال پر
یہان تک اثر کیا، کہ "اونیسوین صدی" مین مسلمانون
کے خاص رسم و رواج نظر آنے لگے۔ اونکی اوسی عربی
سادگی، اور بے تکلفی کی جگہہ ایک خاص ہندوستانی
مخلوط رنگ نظر آنے لگا۔ اونکے اس رسم و رواج
نے اونہین اپنے قدیم سرچشمہ سے ایسا جدا کر دیا،
کہ کوئی دیکھنے والا اونہین کبھی وہ قدیم مسلمان نہین
سمجھہ سکتا، جنہون نے ہندوستان کو فتح کیا تھا۔
اسی رسم و رواج کی بدولت اونہون نے اپنی تمام قدیم
صنعتین کھودین۔ وہ جو کچھہ اپنے ساتھہ لیکر ہندوستان
آتے تھے اوسے برباد کر کے ہندوستان کا سرمایہ بھی
تباہ کر دیا جسکی جانب حالی نے شکوۂ ہند مین کیا
خوب اشارہ کیا ہے۔

رخصت اے ہندوستان! اے بوستانِ بیخزان!
رہ چکے تیری بہت دن ہم بدیسی میہمان!
تو نے ثروت دی حکومت دی ریاستین دی ہمین
شکر کس کس مہربانی کا کرین تیری ادا؟
نبہہ سکین لیکن نہ آخر تک یہ خاطرداریان
جو دیا تھا تونے، وہ آخر کو سب کھوا لیا
خیر! اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار
جس سے چاہا لے لیا، اور جسکو چاہا دیدیا
پر گلا یہ ہے کہ جو کچھہ اپنا ہم لائے تھے ساتھہ
وہ بھی تونے ہم سے لیکر کر دیا بالکل گدا

سب سے بڑی وجہ ان بیہودہ رسم و رواج کی طبیعت
ثانیہ ہونے کی یہ ہوئی، کہ مذہبی توہمات، اور علمار
کی غلطی نے عوام کو اچھا موقع دیدیا کہ وہ انہین
داخل مذہب سمجھکر ہر مسلمان کے لئے لازمی سمجھہ لین۔
بعض رسومات ایسے تھے، جنسے علماء اور واعظین
کو بالخصوص مالی منفعت ہوتی تھی، اور اسلیے یہ
منفعت اونہین اعلان حق سے باز رکھتی تھی
ایک مدت تک جب کسی قسم کی اصلاح نہ کی گئی
تو اونکے طبیعت ثانیہ ہونے مین کیا دیر تھی؟
اسلامی حکومت کا آخری دور بالکل عیش و عشرت

کوشش کی ہے جسے قوم نے بلا کسی تنفر کے قبول کر لیا ہو! انگریزی تعلیم کی اشاعت پر جو کچھہ ہمین خطاب ملے، اور جسقدر ہمسے تنفر ظاہر کیا گیا، وہ ہمین ابھی بھولا نہین ہے۔ ایک ایسی قوم کی (جسمین ایک مدت سے غایت درجہ کی جہالت پھیلی ہوئی ہو) جب اصلاح کی جائے گی چاہے وہ جس قسم کی ہو، اور جس طرح کی ہو مصلحین سے اوسکا متنفر ہونا ایک ضروری امر ہے صرف اسی خوف سے اصلاح مراسم جیسی ضروری اصلاح سے چشم پوشی کرنی کتنی بڑی غلطی ہے!

دوسری جماعت کا اس توقع مین رہنا کہ جب تعلیم عام ہوجائے گی تو خود بخود قوم کو اصلاح کا خیال پیدا ہوجائے گا کسقدر بیجا توقع ہے! تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ قدیم رسم و رواج جو خاندانون مین نسلاً بعد نسل قائم ہوتے چلے آتے ہین، کبھی تعلیم سے دور نہین ہوسکتے۔ سوسائٹی کا دباؤ قدیم خاندانی اثر تعلیمی اثر پر غالب آجاتا ہے، اور ایک تعلیم یافتہ شخص جو گھر سے باہر آزاد اور مہذب نظر آتا ہے، گھر کی چار دیواری کے اندر آکر پھر رسم و رواج کی زنجیرون مین جکڑا دیا جاتا ہے اور وہ تعلیمی اثر جسنے اوسے گھر سے باہر مہذب اور آزاد دکھلایا تھا خاندانی اثر سے ناشایستہ رسومات کا پابند ہوجاتا ہے۔ تعلیم بیشک ایک قسم کا خفیف احساس پیدا کر دیتی ہے! لیکن ایک زبردست تحریک کی محتاج ہوتی ہے۔ جب تک وہ تحریک طبیعت مین آمادگی پیدا نہ کردے، طبیعت کسی چیز کے ترک کرنے پر راضی نہین ہوتی اسی تحریک کا نام اصلاح کی کوشش ہے، اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ اوسکی کوشش کیجائے اب وہ زمانہ نہین رہا کہ فضول گفتگو اور بحث مین وقت ضائع کیا جائے! بلکہ جو کچھہ کرنا ہے اوسے شروع کر دینا چاہیئے

لسانا نکن لا پیدا کن

گفتگو از حد گذشت و مرگ نزدیک آمدہ
ای عزیزان! آخر این بیمار را باشد علاج

بڑی مسرت کی بات ہے کہ **محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس** اور **ندوۃ العلماء** نے اصلاح تمدن اور اصلاح مراسم پر توجہ شروع کر دی ہے ندوۃ العلماء نے آجتک جو کچھہ کیا ہے اوسپر ہمین اسوقت بحث مقصود نہین ہے: لیکن دہلی کے جلسہ سے جو عملی کارروائی کانفرنس نے شروع کی ہے، وہ واقعی قابل توجہ ہے اور

و رواج کی محبت نے ہمین اونکا مخالف سمجھکر
ہمسے بدظن کرادیا، تو ہماری اصلی کوشش تیز
خرابی پیدا ہوجائے گی۔ اور اس اصلاح کی بدولت
اور ضروری اصلاحین بھی رہجائین گی -

بعضون نے یہ خیال کیا کہ جب قوم مین تعلیم
عام ہوجائے گی، اور جدید اثرات ہر دماغ تک
پہنچ جائین گے، تو خود بخود اصلاح مراسم کا خیال
طبیعتو نمین پیدا ہوجائے گا! اسلئے اسوقت
کوشش کرنی قبل از وقت ہے یہ خیالات
آجتک اس ضروری اصلاح سے مانع رہے،
اور حکیم کا بیجا سکوت، اور مریض کی بیخبری نے
مرض کو لاعلاج ہونے کے قریب کردیا۔ اگر
اسوقت بھی ہم اسی قسم کی دور اندیشیون مین
مست رہین گے، تو اوس زمانے کو کچھہ دور نہین
سمجھنا چاہیے جبکہ مرض کلیتاً لاعلاج ہوجائیگا
اور تمام مسیحائے وقت اوسکے علاج سے عاجز
ہوجائین گے -

وہ پہلی جماعت، جسے ہمنے اکثر کے ساتھہ تعبیر کیا
ہے، بیشک بہت سی ضروری اصلاحون مین
مشغول ہے! اور بلاشبہہ اونکا قوم مین
ہونا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اگر غور کیا
جائے تو اصلاح رسومات دراصل ایسی ضروری
اصلاح ہے کہ ہر قسم کی اصلاح اس اصلاح پر مبنی
ہے۔ تعلیم کو مسلمانون مین آجتک جو ناکامیابی
ہوئی وہ بہت کچھہ رسم و رواج کی پابندی سے
ہوئی۔ اکثر خاندانون مین ابتک انگریزی اسلئے
نہین پڑہائی جاتی کہ اونکے یہان ایک خاص
نصاب تعلیم کی رسم پڑگئی ہے، اور رسم و رواج
کے لحاظ سے اوسکا پڑہانا ضروری ہے۔ انگریزی
اگر اولاد کو پڑہائی جائے تو اوس تعلیم کا وقت
نہ ملے اور یہ رسم و رواج کے خلاف ہو۔ اسی قسم
کی بہت سی رکاوٹین ہر قسم کی اصلاحون مین ان
رسومات کی پابندی نے پیدا کردی ہین، جو بلا اصلاح
مراسم کے دور نہین ہوسکتین۔ اسلیے اس جماعت
کا اور اصلاحون کو اس سے ضروری سمجھکر ادہر
توجہ نہ کرنا دراصل ایک بین غلطی ہے -

اب رہی دوسری بات، کہ رسم و رواج چونکہ
غایت درجہ کی قوم مین وقعت رکھتے ہین،
اسلیے اگر انکی اصلاح کی کوشش کی جائے گی
تو قوم کو ہماری طرف سے تنفر بڑہے گا، اور
ہماری اور اصلاحون مین رکاوٹ پیدا ہوجائیگی -
لیکن ہمارے نزدیک تو ہمنے کوئی ایسی اصلاحی

عربی کی دائرۃ المعارف (عربی انسائیکلوپیڈیا
اور "النقش فی الحجر" ہی کا جواب نہین ہے۔
اس مقابلہ سے مقصود یہ ہے کہ اردو ابھی اور
مشرقی اسلامی زبانون سے بہت پیچھے ہے۔
اور اوسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ علوم و فنون کے
ترجمہ کا اردو مین سلسلہ قایم نہین ہوا،
اور صرف تعلیم کی جانب ابتک توجہ رہی۔
اسکے علاوہ اردو مین عمدہ تصانیف کی بھی
بڑی کمی ہے۔ سوا چند مشہور مصنفون کے،
جنکا نام انگلیون پر شمار کیا جا سکتا ہے،
اور کسی قابل شخص کے قلم سے عمدہ تصنیف
نہین نکلتی۔ برخلاف اسکے مخرب اخلاق
ناولون کی اور فضول کتابون کی اسقدر کثرت
ہے کہ شاید فارسی زبان کے کتب عشقیہ نظم
و نثر بھی اوسکا مقابلہ نہ کرسکین۔ اسمین کوئی
شک نہین کہ اسوقت ملک مین کافی تعداد
ایسے اہل قلم کی موجود ہے، جنکی کوششون سے
عمدہ کتابین تصنیف ہوسکتی ہین، لیکن عام
میلان دیکھکر وہ اسکی توقع نہین کرسکتے کہ
کسی علمی تصنیف کے ذریعہ وہ کاپی رائٹ کے
قاعدہ سے مستفیض ہوسکین گے۔ اسلیئے
اونہین بجاے مفید کتابون کے ناولون مین
وقت صرف کرنا پڑتا ہے: اور اسطرح اردو
زبان کا علمی دائرہ بجاے وسیع ہونے کے روز
بروز تنگ ہوتا جاتا ہے۔ یہ تمام ضرورتین ایک
ایسی انجمن کی منتظر تھین، جو اردو زبان کی ترقی
کے وسائل پیدا کرے، اور اہل قلم کی مدد کرکے
اونسے علمی خدمت لے۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس
کے لٹریری سیکشن کا انجمن ترقی اردو قایم
کرنا واقعی ہمین امید دلا رہا ہے کہ اس
انجمن کی بدولت یہ تمام ضرورتین رفع ہوجائنگی،
اور ہم ایکدن اپنی قومی زبان کو علمی زبانون
کی ہمسری کرتے ہوے دیکھین گے۔ لسان الصدق
کا دوسرا مقصد "ترقی اردو" اسی انجمن کے
متعلق ہے۔ یہ اون تمام وسائل کو عمل مین لائیگا
جو ترقی اردو کے لئے انجمن قرار دے گی، بالخصوص
بنگالہ مین انجمن کے مقاصد کی اشاعت، اور
بنگالہ کی اہل قلم جماعت کو اسپر متوجہ کرنا
"لسان الصدق" کا اہم فرض ہے

تیسرا مقصد

تنقید انگریزی مین کسی کتاب پر "ریویو"
کرنا یہ مفہوم رکھتا ہے، کہ اوس کتاب کے حسن

اوسے دیکھکر امید بندہتی ہے کہ یہ کوشش ضرور کوئی نتیجہ پیدا کرے گی۔

کانفرنس نے "اصلاح تمدن" کا علحدہ صیغہ قائم کیا ہے، جسکے سکریٹری علیگڈہ کالج کے مشہور تعلیم یافتہ جناب خواجہ غلام الثقلین ہین۔ اور جو واقعی اس اہم عہدہ کے پورے "لائق ثابت ہوئے ہین" خواجہ صاحب نے اسی مقصد کے لئے "عصر جدید" نام ایک رسالہ بھی شایع کیا ہے۔ اور ایسے ممبرون کے بنانے کا ایک عمدہ ذریعہ پیدا کر لیا ہے، جو اس امر کا عہد کرین، کہ آئندہ کسی رسم کی پابندی نہین کرینگے۔ ہم خواجہ صاحب کی اس کوشش کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور امید کرتے ہین کہ جب وہ کانفرنس بمبئی مین اپنا سالانہ کارنامہ پیش کرین گے، تو تمام قوم بھی اونکی خدمت کو ہماری طرح قدر کی نگاہ سے دیکھیگی۔ انھین ضرورتون کو دیکھکر "لسان الصدق" کے مقاصد مین یہ مقصد داخل کیا گیا، لیکن چونکہ سب سے زیادہ مضر رسومات وہ ہین جنکا تعلق معاشرت سے ہے، اسلیئے اصلاح معاشرت پر اسکی توجہ زیادہ رہیگی،

دوسرا مقصد

ترقی اردو

اردو زبان نے آجتک جسقدر علمی ترقی کی ہے وہ کسی خاص کوشش پر مبنی نہین ہے۔ مسلمان آجتک اس سے بیخبر رہے، اور صرف معمولی طور سے علمی تصانیف اسکے ذخیرے کو وسیع کرتی ہین۔ غور کیا جائے تو چار زبانین مشرقی زبانون مین ایسی ملینگی جو اردو کے ساتھ شمار کی جاسکتی ہین۔ ترکی، عربی، فارسی، بنگلہ۔ یہ وہ زبانین ہین جنھون نے جدید اثرات اردو کی طرح اسی آخر دور مین حاصل کئے ہین۔ انھین سے تین زبانین خاص اسلامی ممالک کی زبانین ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ فارسی نے بہ نسبت اردو کے کوئی قابل ذکر ترقی نہین کی۔ لیکن ترکی اور عربی زبانون کے مقابلہ مین اگر اردو لائی جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ عربی زبان مین جدید علوم و فنون کی جس کثرت سے کتابین موجود ہین اور ہر ماہ جسقدر کتابین عربی ترجمہ ہوکر شایع ہوتی ہین اسے وہی شخص جان سکتا ہے، جو بیروت اور مصر کی موجودہ حالت سے واقف ہو۔ ترکی زبان مین تمام جدید علوم کی کتابین موجود ہین، اور روز بروز ترقی کرتی جاتی ہین۔ اردو مین تو

اسلامیہ مین ریویو کی جگہہ یہی لفظ مستعمل ہے۔ ہندوستان کے عام اخبارات مین آجکل جس طریقہ سے کتابون پر بالعموم ریویو کیا جاتا ہے، اوسے ریویو کی جگہہ تقریظ کہنا چاہیئے، نہ کتاب کی پوری کیفیت ظاہر کی جاتی ہے، اور نہ اوسکے حسن و قبح پر بحث ہوتی ہے، صرف مصنف اور جاے طبع اور قیمت کی اطلاع دیدینی ریویو نویسی کا فرض سمجھا گیا ہے۔ ایسے ریویو سے علاوہ اسکے، کہ ریویو نویسی کا اہم فرض نہین پورا کیا جاتا، سب سے بڑی یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کتاب کے نقائص نہ پبلک پر ظاہر ہوتے ہین، اور نہ مصنف پر، رفتہ رفتہ مصنفین بھی تعریف کے عادی ہوجاتے ہین، اور پھر وہ کسی قسم کے اعتراض سننے کی قابلیت نہین رکھتے "لسان الصدق" کا فرض ہوگا، کہ وہ ہر کتاب پر اپنی سچی راے ظاہر کرے، اور جسطرح کتاب کا روشن پہلو پبلک کے سامنے کر دیگا اوسیطرح اوسکے تاریک پہلو کو بھی پیش کر دیگا وہ اسکی بالکل پروا نہین کرے گا، کہ اسکا مصنف کون ہے؟ اور کس پایہ کا ہے؟ وہ تصنیف گو کیسے ہی با اقتدار اور مشہور شخص کی کیون نہو،

یہ اوسکی سچی خرابیان ظاہر کر دے گا، کیونکہ یہ لسان الصدق ہے، اور سچائی اسکا دستور العمل ہے

چوتھا مقصد

"لسان الصدق" کا چوتھا مقصد | علمی مذاق کی اشاعت، بالخصوص بنگالہ مین

علمی مذاق کی اشاعت، بالخصوص بنگالہ مین، ہے۔ اگرچہ یہ مقصد عمومیت کے لحاظ سے تمام ہندوستان سے تعلق رکھتا ہے، لیکن بنگالہ کی خصوصیت خاص اس صوبہ کے مسلمانون کی حالت پر مبنی ہے ہندوستان مین تعلیم روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے، اور بالخصوص مسلمانون مین تعلیم یافتہ جماعت بڑھتی جاتی ہے، لیکن باوجود اسکے علمی مذاق جس چیز سے عبارت ہے، اوسکی مسلمانون مین بڑی کمی ہے۔ نہ ندہ دلان پنجاب ہمارے کلیہ سے کسی قدر مستثنے ہونیکا استحقاق رکھتے ہین، ورنہ ہندوستان کی عام حالت کے متعلق تو ہمارا اندازہ بہت صحیح ہے۔ علمی مذاق سے ہماری مراد اخبارات کا مطالعہ، علمی رسائل کی کثرت، مجالس علمی کی شرکت، علمی مباحث کا چرچا ہے، جو پنجاب کے سوا اور کہین خال خال نظر آتا ہے۔ یہ تو ہمارے مقصد کے عام پہلو،

و فنح پر بحث کیجاسے، اور ریویو نویس اپنی راسے ظاہر کرے، لیکن اردو مین ہمیشہ ریویو کا ترجمہ "تقریظ" کیا گیا ہے، جس سے ریویو کا اصلی مفہوم ہی مفقود ہوگیا، اسلیے کہ تقریظ تو عام طور پر کسی کتاب کی مدح و تحسین کرنے کا مفہوم رکھتی ہے، برخلاف ریویو کے کہ اوسکا مفہوم صرف اوسکے حسن ہی پر بحث کرنی نہین ہے بلکہ اوسکے قبح پر بھی نکتہ چینی کرنی ہے۔ اکثر کتابون کے آخر مین بعض بعض اہل کمال کی تقریظین نظر آتی ہیں جنمین مدح و تحسین سے دو تین صفحے کالے کرنے کے سوا کر نفس مضمون سے ذرا بھی کام نہین لیا جاتا۔ تقریظ کا صرف مدح و تحسین کا مفہوم رکھنا یہانتک مسلم ہوگیا ہے، کہ اگر کسی تقریظ مین کتاب پر کوئی ذرا سا اعتراض کیا ہو یا کتاب کی کسیقدر خرابی ظاہر کی ہو تو وہ تقریظ کے دائرہ ہی سے باہر سمجھکر اس قابل نہین سمجھی جاتی، کہ کتاب کے ساتھ شایع کی جاسے۔ سرسید احمد خان مرحوم نے جب اپنے ابتدائی زمانے مین آئین اکبری کی تصحیح کی۔ اور اوسے طبع کیا، تو مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم سے تقریظ کی فرمایش کی۔ مرزا صاحب یورپ کے جدید آئین کے دلدادے تھے اور آئین اکبری کو ایک فضول کتاب سمجھتے تھے۔ اونہون نے سرسید کی خاطر تقریظ تو نظم مین لکھدی لیکن اظہار راسے سے نہ بچ سکے۔ تقریظ کا پہلا شعر یہ ہے۔

مژدہ یاران را کہ این دیرین کتاب
یافت از اقبال سید فتح باب

اسکے بعد اونہون نے انگریزون کے آئین اور ایجادات کی تعریف کی ہے اور اس کتاب کی تصحیح مین سرسید نے جو وقت ضائع کیا ہے اوسے شاعرانہ پہلو سے فضول بتلایا ہے اور چند شعر سید کی مدح مین لکھکر تقریظ ختم کردی ہے۔

سرسید نے جب تقریظ دیکھی، تو بہت ناراض ہوئے، اور کتاب کے ساتھ شایع نہین کی۔ اس ناراضی کا اصل سبب یہ تھا، کہ سرسید ریویو کے اصلی مفہوم کے عادی نہ تھے، تقریظ مین صرف مدح و تحسین کا ہونا اونکے ذہن نشین تھا۔

"ریویو" کا اصلی ترجمہ ہماری زبانون مین "تنقید" سے بہتر نہین ہوسکتا اور ممالک

والسعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ

ہمارے مکرم دوست مولوی "محمد یوسف" صاحب جعفری "رنجور" جو خاندان "صادقپور پٹنہ" کے یادگار اور "بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ" کے "چیف مولوی" ہین، لسان الصدق کی اشاعت کی یہ تاریخ عنایت فرماتے ہین۔ اس تاریخ مین قابل ذکر یہ امر ہے کہ اسکا مادۂ تاریخی "آمد" کی تعریف کا ایسا عمدہ مصداق ہے، کہ اسے بجاے آمد کے الہام کہنا چاہیئے، بلا کسی کوشش کے یہ مصرع لکھا گیا، اور شمار کے بعد ٹھیک تاریخی مادہ ثابت ہوا۔

رہیگی قوم نہ گم کردۂ رہ مقصود
کہ فضل حق سے ہوا رہنما لسان الصدق
خدانے چاہا تواب قوم کا ہے بیڑا پار
کہ اسکی کشتی کا ہے ناخدا لسان الصدق
وبا جو قوم مین پھیلی ہے جہل و غفلت کی
ہے اس کے حق مین مجرب دوا لسان الصدق
جہان تک اسکی کرے قوم قدر وہ کم ہے
کہ واقعی ہے دُرِ بے بہا لسان الصدق
جو ہاتھ حضرت آزاد سا ایڈیٹر آئے
نہ کیون ہو ملک مین شہرۂ لسان الصدق!
ہوئی جو سالِ اشاعت کی فکر دل بولا
"رکس آب و تاب سے شائع ہوا لسان الصدق"

۲۱ ۱۳ ھجری

مصر کے مشہور لیڈر، شیخ محمد عبدہٗ مصری انگلستان کی سیاحت مین مشغول ہین۔ شیخ موصوف یونیورسٹی ازہر کے لکچرر ہونے کے سوا مصر کے مفتی بھی ہین، اور خدیو کی خدمت مین نہایت عمدہ رسوخ رکھتے ہین۔ احمد اعرابی کی فوجی تحریک سے انکا گہرا تعلق رہا ہے، اور اوسی تعلق کی وجہ سے یہ تین سال بیروت مین جلاوطن کر دیے گئے تھے، اعرابی کے زمانے مین یہ سرکاری گزٹ کے ایڈیٹر تھے، اور مصر کے اعلی اسپیکر تسلیم کیے جاتے تھے۔ سب سے بڑی قابل ذکر بات انکی روشن دماغی اور آزاد خیالی ہے، جسنے مصر کی قدیم جماعت کو انکا مخالف بنا دیا ہے۔ اعرابی پاشا انکی آزادی دیکھکر اکثر کہا کرتا تھا کہ "شیخ محمد عبدہ کا سر عمامہ کے بجاے ہیٹ کیلئے زیادہ موزون ہے"۔ حال مین عباس حلمی خدیو مصر نے جو سنہ ۱۹۰۱ء مین ٹرکی و یورپ کی سیاحت کی تھی، اونکی ہمراہی مین شیخ موصوف

کی تشریح تھی۔ بنگالہ کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے، کہ یہان کی اسلامی سوسائٹی اس مذاق سے بالکل معرا ہے، اور اگر ہمارے بعض احباب بنگالہ اجازت دین تو ہم یہ بھی ثابت کر سکتے ہین کہ اونہین اپنی اس غلطی کا احساس بھی نہین ہے۔ برخلاف مسلمانون کے اگر اسی صوبہ کے ہندو بنگالیون کو دیکھا جائے، تو زمین و آسمان کی ان نیچرل تشبیہ نیچرل معلوم ہوگی۔ جو علمی مذاق اور دماغی ترقی ہندوؤن مین نظر آتی ہے، اوسے دیکھکر ایک باریک بین نگاہ حیرت مین آجاتی ہے۔ کہ ایک ہی خاک کے دو نوجوان ایک ہی یونیورسٹی سے کامیاب ہوکر نکلتے ہین، لیکن مسلمان نوجوان کسی خاص شغل کو حاصل کرکے ایسا بیخود ہو جاتا ہے کہ اوسے کسی قسم کی علمی تحریک ہشیار نہین کر سکتی: برخلاف اسکے وہ ہندو جوان باوجودے کہ ایک اعلی درجہ کے کام مین منہمک ہوتا ہے، علمی مذاق سے اپنی دماغی قوت کو قوی کرتا ہے، اور شب و روز مسائل علمی اور مباحث فنی کے مطالعہ مین مشغول رہتا ہے۔ ایسی حالت مین کیا کوئی فزیالوجسٹ ہمین بتلا سکتا ہے کہ بنگالہ کے مسلمانون اور ہندؤن مین کوئی دماغی امتیاز ہے؟ یہ ممکن تھا کہ ہم بلا دریافت کیے خارجی امتیاز کی بنا پر دماغی امتیاز بھی تسلیم کر لیتے، لیکن جب ہم انہین بنگالی مسلمانون مین بعض ایسے گران مایہ وجود بھی دیکھتے ہین، جنکی علمی قابلیتون کا تمام انڈیا معترف ہے اور جنکا قابل عظمت جوہر اپنی ملکی زبان مین ظاہر نہین ہوا ہے بلکہ ایک غیر مانوس علمی زبان مین انہون نے اپنا سکہ بٹھایا ہے تو ہمارا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوتا ہے، اور ہمین تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہندوؤن کی علمی قابلیت کی اصلی وجہ اونکا علمی مذاق ہے، جسمین وہ کالج سے نکلکر ہمیشہ مشغول رہتے ہین! اور مسلمانون کی عدم قابلیت کی حقیقی وجہ اس مذاق سے بے بہرہ ہونا ہے، جسکا اونہین بالکل احساس نہین ہے۔ "لسان الصدق" اپنی کوششون سے اونمین پہلے اسکا احساس پیدا کرے گا، اور پھر اس مذاق کی اشاعت کرے گا۔ اس صوبہ سے کسی علمی رسالہ کا اردو مین نہ نکلنا اس مذاق کے نہونے کی بین دلیل تھی، جس کمی کو "لسان الصدق" نے عالم وجود مین قدم رکھتے ہی پورا کر دیا، اور اسی طرح اپنی اور کوششون مین بھی یہ کامیاب ہوگا۔

کہ کلکتہ کے بعض روشن خیال اشخاص ایک
انگریزی اخبار کے نکالنے پر آمادہ ہوئے ہین
جسکا نام "محمڈن اڈوکیٹ" تجویز کیا گیا ہے۔
فی الحقیقت ایک ایسے وکیل کی مسلمانون کو
سخت ضرورت ہے، جو ہماری فریادون کو حکام
وقت تک اونہین کی زبان مین پہنچا دے،
اور اونکے خیالات۔ اور ارادون سے ہمین مطلع
کرے۔ اگرچہ "پنجاب ابزرور" ایک حد تک اس
ضرورت کے پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے،
لیکن دار السلطنت کلکتہ سے ایک انگریزی
اخبار کا مسلمانون کی جانب سے نکلنا مختلف
وجوہ سے نہایت ضروری ہے۔ ہم مسلمانان و ساکنان
کلکتہ کو اس امر پر بالخصوص توجہ دلانا چاہتے
ہین، کہ وہ اس اشد ضرورت کو محسوس کرین،
اور اون لوگون کی مالی مدد کرنے مین دریغ نہ کرین
جو اس ضروری اور اہم کام کے کرنے پر آمادہ
ہوئے ہین۔

انجمن ترقی اردو

"انجمن ترقی اردو" نے اردو زبان کے علمی دائرہ
کو وسیع کرنے کی یہ صورت تجویز کی ہے، کہ انگریزی
عربی، فارسی، کی علمی اور فنی کتابین شگفتہ اردو
مین ترجمہ کرکے شایع کی جائین، جنکی اشاعت
سے قوم مین لغو اور بے نتیجہ ناولون کے بجائے
علمی کتابون کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو چنانچہ
انگریزی، عربی، فارسی، کی جو کتابین انجمن
نے انتخاب کی تعین، اونکے ترجمہ، اور طبع کا
انتظام، نہایت معقول طریقہ سے ہو رہا ہے،
اور امید ہے۔ کہ بہت جلد کتابین طبع ہوکر ملک
مین روشنی پھیلائین گی۔ ان کتابون کے فروخت
کی نہایت آسان، اور موزون صورت یہ تجویز
کی گئی ہے کہ جو شخص انجمن کی چھپی ہوئی کتابون
کو لینا چاہے، وہ ایک سال مین پانچ روپیہ
جیسی اک قلیل رقم کی کتابون کے لینے کا باضابطہ
انجمن سے وعدہ کرلے، ایسی حالت مین وہ
مجبور نہین کیا جائے گا کہ ایک مشت پانچ روپیہ
کی کتابین خرید لے؛ بلکہ چار مرتبہ یا تین مرتبہ
متفرق کتابون کو منگوانے کا وہ مجاز رہے۔
ہماری رائے مین اس سے بہتر، اور آسان
طریقہ کتابون کے لینے کا، جسمین لینے والے
کو کسی قسم کے بار کا احساس نہین ہو۔
نہین ملسکتا۔ ایک سال کے عرصہ مین پانچ روپیون
کی کتابون کا لینا، کسقدر غیر محسوس صرف ہے؟

بھی تھے۔ ہمارے مخدوم دوست مولنا شبلی نے بھی زمانہ سیاحت مین انسے ملاقات کی تھی اور انکی روشن خیالی کا اعتراف کیا تھا۔ شیخ جمال الدین افغانی مرحوم سے بھی انکی صحبتین رہی ہین، اور بقول مولنا شبلی کے انکی روشن دماغی کی اصلی وجہ شیخ جمال الدین ہی کی صحبت ہے۔ انکی تحریرات اکثر مصری اخبارات مین شائع ہوئی ہین۔ "التوحید" کے نام سے ایک نہایت عمدہ رسالہ لکھا ہے، جسکے بعض فصلون کا ترجمہ پچھلے دنون "علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ" مین شایع ہوا تھا۔ ایک عرصہ سے انکے درس قرآن کا ملخص "المنار" مین ماہوار شایع ہو رہا ہے، جسمین قرآن مجید کے مطالب کو جدید ضرورتون کے موافق بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ انگلستان کے افاضل نے بھی اسکا نہایت عمدہ خیر مقدم کیا اور انہون نے نہایت توجہ سے وہان کے مدارس اور دار العلوم اور طریقہ تعلیم کا معاینہ کیا۔ "ہربرٹ اسپنسر" انیسوین صدی کا مشہور فلاسفر بھی باوجود اپنی پیرانہ سالی کو نظر انداز کرکے انکے شوق ملاقات کو نہ روک سکا اور نہایت دلچسپی سے انسے ملاقات کی۔

رسم و رواج نے ہمارے افعال پر جیسا قبضہ کر لیا ہے، اوسکی ادنی مثال حال مین کلکتہ کے ایک متمول تاجر نے پیش کی ہے۔ آپکی صاحبزادی کے کان چھیدے گئے تھے، آپنے جوش فیاضی مین صرف اسی بات پر چار ہزار روپیے صرف کر ڈالے، رقص و سرود کی مجلسین ترتیب دی گئین، دعوت کیلئے دہلی سے عمدہ قیمتی چانول منگوائے گئے: اور یہ کچھ انتظام صرف کان چھیدوائی کی تقریب قائم کرکے کیے گئے۔ ہم نے راہ چلتے ہوئے جب باجون اور طبلون کی آواز پر اسکی وجہ دریافت کرکے افسوس ظاہر کیا تو ہمارے ایک دوست بول اوٹھے کہ حضرت! کیا آپ بھائی بندو نہین ناک کٹوانی چاہتے ہین؟ خدا نے ہزارون روپئے دیے ہین، اگر اپنے لخت جگر کی کسی تقریب پر اونہونے ذرا دل کھولکر روپیہ صرف کیا، تو کونسی تعجب کی بات ہے؟"

ہمنے یہ بات نہایت مسرت سے سنی ہے

ابھی تک ہمین اُن سے نجات نہین ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ افسوس اس کا ہے کہ خاطر خواہ اہتمام اور پورے آب و تاب کے ساتھ اس کا پہلا نمبر نکل نہ سکا۔ اسکے علاوہ، اس پرچے کی اشاعت مین وقت کی پوری پابندی بھی نہ ہو سکی؛ اور لائبریری ملو پر اس کے نکلنے مین تین چار روز کا توقف ہو ہی گیا۔ لیکن انشاء اللہ آیندہ وقت کی پوری پابندی کا ہمیشہ لحاظ رکھا جائیگا۔

ہمارے ناظرین کو اس پرچے پر ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہوگا، کہ یہ رسالہ ایک 'میگزین' ہے اور اس حیثیت سے چاہیئے تھا کہ اس کے مضامین مختلف قلمون سے لکھے جاتے۔ بیشک، ان کا یہ اعتراض حق بجانب ہوگا۔ لیکن اولاً، ہمارے ملک کے لایق مضمون نگارون کو اس پرچے کی اشاعت کی خبر ہی نہ تھی، کہ وہ اپنے عمدہ اور مفید مضامین بھیجکر ہمارے رسالے کی زیب و زینت بڑھاتے۔ دوسرے، وہی ہماری علالت ہمین اس امر کا موقع نہ دے سکی، کہ ہم لایق مضمون نویسون کو خطوط کے ذریعہ اس کی طرف متوجہ کرتے۔

بہر کیف، اِن موانع اور مجبوریون پر بھی جس طرح اس پرچے کی اشاعت ہو گئی، اسی کو ہم غنیمت سمجھتے ہین؛ اور ہمین اُمید ہے، کہ ہمارے معزز ناظرین ہمین معذور سمجھکر معاف فرمائینگے، اور اپنی قدردانیون سے ہماری شکرگزاری اور اس پرچے کی ترقی کا باعث ہونگے۔ ایڈیٹر

حیات جاوید یعنی سرسید احمد خان مرحوم کی مفصل اور مشرح سوانح عمری، جسے مولٰنا الطاف حسین حالی نے دس برس کی محنت مین مرتب فرمایا ہے۔ اسکے درجہ اول کے نسخے اب بالکل دستیاب نہین ہوتے۔ دفتر لسان الصدق مین اسکا ایک عمدہ نسخہ موجود ہے۔ جسکی جلد ولایتی اعلیٰ درجہ کی بندہی ہوئی ہے۔ اور پشتے پر طلائی اور سنہری قلم سے کتاب کا نام اور مولٰنا حالی کا نام کندہ کیا گیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا اور ٹائیٹل پیج سنہری اور رنگین قابل دید ہے۔ اصلی قیمت سکہ عہ تھی۔ لیکن اب اسکی قیمت ہمنے صرف عہ قرار دی ہے۔ چونکہ صرف اسکا ایک نسخہ ہے اسلیے جنکی پہلی درخواست آئے گی اونکی خدمت مین روانہ کیجائے گی۔ درخواستین دفتر "لسان الصدق" کے پتے پر آنی چاہئین۔

ہماری گذارش بالخصوص اہل بنگالہ سے ہے! جنکے کان انجمن کی آوازون سے ابھی بہت کم آشنا ہوسئے ہین، کہ وہ اپنی علمی زبان کی ترقی سے غافل نہون، اور اور نہین تو کم از کم انجمن کی کتابون کی مستقل خریداری ہی سے اس اہم کام کی مدد کرین۔

باقاعدہ کارروائی ہونے کے خیال سے درخواست خریداری کے چھپے ہوے فارم ہر شخص انجمن ترقی اردو کے سکرٹری مولنا شبلی نعمانی "ناظم صیغہ علوم وفنون حیدرآباد دکن" سے یا دفتر "لسان الصدق" سے منگوا سکتا ہے۔

ابو الکلام آزاد دہلوی ایڈیٹر "لسان الصدق"
ورکن انتظامی "انجمن ترقی اردو"

زیر تصنیف کتابین

اس کالم کو اس اطلاع کیلئے مخصوص کرنے کی ہمین یہ ضرورت محسوس ہوئی، کہ اکثر علم دوست اشخاص نامور مصنفین کے موجودہ علمی مشاغل معلوم کرنے کے سخت مشتاق ہوتے ہین! اور ذاتی خط وکتابت صحیح پتہ کی محتاج ہوکر انکے اس اشتیاق کو پورا کرنے مین مشکلات پیدا کردیتی ہے۔ اسکے سوا قبل اشاعت کسی کتاب کی عام طور پر پبلک کو اطلاع ہوجانی سب سے عمدہ یہ نتیجہ رکھتی ہے، کہ اگر کسی شخص کے پاس اوس کتاب کے سبجکٹ کے متعلق کوئی مشہر بل موجود ہو تو وہ مصنف کو اوس سے مدد دیکر کتاب کی تکمیل مین تائید پہنچا سکتا ہے۔

ایڈیٹر۔

جناب مولنا شبلی نعمانی ناظم صیغہ علوم وفنون حیدرآباد دکن آجکل تاریخ "علم الکلام" کا دوسرا حصہ لکھہ رہے ہین جسمین جدید "علم کلام" پر بحث کیجائے گی۔

جناب مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری مولف "البرامکہ" آجکل سلسلۂ "وزراے اسلام" مین سے "نظام الملک" وزیر "ملک شاہ سلجوقی" کی لائف لکھہ رہے ہین۔ اونکے آخری خط سے معلوم ہوا ہے، کہ صرف اوسکا ایک حصہ ترتیب دینا باقی ہے۔

"لسان الصدق" کی اشاعت کا خیال ہمارے ذہن مین آتا تھا، کہ علالتون نے ہمین آگھیرا! دورہ

لسان الصدق

ماہوار رسالہ

ایڈیٹر - ابوالکلام آزاد دہلوی

کلکتہ

قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ ۔ نمونہ کے پرچے کیلئے ۲؍ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

تمام خط وکتابت و ارسال زر ایڈیٹر کے نام پر اس پتہ سے بھیجئے ۔ تارا چند دت اسٹریٹ ۱۶۱ کلکتہ

نمبر ۲	۲۰ دسمبر ۱۹۰۳ء	جلد ۱

گذشتہ پرچہ جو بالکل حالتِ علالت کی تحریرات کا نتیجہ تھا، ہمیں بڑی مسرت ہے کہ خلاف توقع بہت مقبول ہوا، اور ہمارے علم دوست اور نکتہ سنج احباب نے اوسے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

ہم اون معزز احباب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہین، اور اونکی خدمت مین ملتمس ہین، کہ جسطرح اونہون نے ہمارے ناچیز مضامین کی حالت تنزل مین اسقدر قدردانی کی ہے، اوسی طرح اگر اسکی مالی امداد پر توجہ فرما کے اسکی اشاعت اور خریدارونکی زیادتی کی کوشش کرین، تو ہماری ممنونیت، اور اونکی سچی قدردانی کی عملی حالت ظاہر ہو جاے۔

ہمارے اکثر اہل الراے احباب "لسان الصدق" کی موجودہ ضخامت کو بہت ناکافی تصور فرماتے ہین، اور اسمین کوئی شک نہین کہ اسکے وسیع مقاصد کے لحاظ سے اسکی ضخامت کو کم از کم تین چار جز ہونا نہایت ضروری تھا۔ لیکن اشاعت سے پیشتر ہی ہمین یہ یقینی طور پر معلوم تھا، کہ ابتدا مین ایک عرصہ تک قوم کی بے توجہی سے رسالے کی مالی ضرورتین ہمین اپنی جیب سے پوری کرنی پڑینگی، رسالہ کے مضامین اگر کسی نگاہ کو دلچسپ اور دلکش معلوم بھی ہوے، تو کلکتہ کی عارضی بے اعتباری سے اونہین خریداری کی ہمت ہی نہ ہوگی۔ اسلئے ہمنے چار سے زیادہ پانو پھیلا

معزز ہمعصرون سے التماس ہے کہ وہ اپنے اخبارون اور رسالون کا اِس پرچے سے مبادلہ منظور فرمائین، اور اپنے اخبارون کے بیش بہا کالمون مین اِس رسالے پر ریویو لکھین، لیکن وہ ''ریویو'' نہین، جس کو ''تقریظ'' کہتے ہین، اور جس کے لکھنے کے مشرقی اہل قلم معتاد ہین، جسمین تعریفین ہی تعریفین ہوتی ہین، اور کچھہ بھی نہین بلکہ وہ ''ریویو'' جسے ''تنقید'' کہتے ہین، جس مین حسن اور قبح کا ہر ایک پہلو صاف صاف اور بلا رو رعایت دکھایا جاتا ہے، اور جس پر ہم اس پرچے کے کالمون مین ''تنقید'' کے ضمن مین وضاحت کے ساتھ بحث کر چکے ہین۔ اس رسالے کا ''ماٹو'' ''اَلصدق ینجی والکذب یھلک'' ہے، اور یہ ہمیشہ سچائی کو پسند کریگا، اور اپنے سچے بہی خواہون کی زبان سے اپنے عیوب کو سُنکر اُن کی اصلاح مین کوشش کرتا رہیگا۔

ہمین اپنے ملک کے لائق مضامین نگارون سے اُمید ہے، کہ اِس مُلکی اور قومی کام مین وہ ضرور ہمارا ہاتھ بٹائینگے، اور اپنے بیش بہا اور قابلِ قدر سوشل اور اخلاقی اور علمی مضامین سے اِس رسالے کو زیب و زینت بخشینگے، جس کے معاوضے مین یہ پرچہ ان کی خدمت مین الفت نذر کیا جائیگا، بشرطیکہ وہ سلسلۂ مراسلات کو بالاستقلال جاری رکھین۔ ہم اُمید کرتے ہین کہ وہ اِس پرچے کو ملاحظہ کرتے ہی اپنی نظر توجہ اس طرف مبذول فرمائینگے، اور اِس کا دوسرا نمبر میگزین آب و تاب سے شایع ہوگا۔

چونکہ اِس میگزین کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے، کہ ملک کے لائق مصنفین کی مُفید تصانیف سے قوم کو مستفید ہونے کا موقع دے، اِس لئیے ہمارے مصنفون کے لئے یہ رسالہ ایک عمدہ ''ایڈورٹایزر'' کا کام دیگا۔ اُنہین چاہیئے، کہ جو عمدہ اور کارآمد کتابین اُنکی زیر تالیف یا زیر طبع ہون، اس سے ہمین اطلاع دین، تاکہ ہم پہلے سے ان کی بیش بہا تصنیفون اور تالیفون کو شہرت دین، اور ملک کو اُن کی قدردانی کا شوق دلائین، اور اُن کی خریداری کی طرف متوجہ کرین

یہ تو معلوم ہوگیا کہ ''لسان الصدق'' کے مقاصد مین سے ایک تنقیل بھی ہے۔ اب ہمین یہ دیکھنا ہے، کہ ہمارے ملکی مصنفین کہان تک اسکو پسند کرتے اور اپنی تازہ تصنیفین ''تنقیل'' کی غرض سے ہمارے پاس بھیجنے کے لئے کہان تک آمادہ اور مستعد ہین۔

"لسان الصدق" اپنے تمام ہمعصرون سے ہمدردی کی توقع رکھتا ہے، اور امید قوی ہے، کہ اسکی یہ توقع کبھی غلط ثابت نہین ہوگی۔ ہمعصرون کو کبھی اوسکے متعلق یہ خیال نہین کرنا چاہئیے، کہ اوسکی پالیسی سے اونکو کسی قسم کا نقصان پہنچیگا، بلکہ ناچیز "لسان الصدق" ہمیشہ اونکی ترقی اور عمدگی کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ ہندوستان کے اخبارون، اور رسالون مین ہمعصرانہ ہمدردی پیدا ہو، اور یہ کہنا کبھی غلط نہین ہوسکتا، کہ یہی آپس کی ہمدردی ترقی کا اصلی عنصر ہے۔

"محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" کا عنقریب بمبئی مین جلسہ ہونیوالا ہے، اور جو اہتمام اوسکے لئے سال بھر سے کیا جا رہا ہے، اوسے دیکھکر یہ کہنا کبھی غلط نہین ہوسکتا، کہ اسی سال سے کانفرنس کی نئی زندگی شروع ہوگئی، اور وہ تمام الزام جو کچھ عرصہ سے کانفرنس پر قائم کیے جا رہے ہین، وہ اسی سال سے بالکل رفع ہوجائینگے۔ حال ہی مین جناب قاضی کبیرالدین احمد نے (جنکی کوششون سے بمبئی کانفرنس نہایت ممنون ہوگا) ایک طویل فہرست اون رزولیوشنز کی شایع کی ہے، جو بمبئی کانفرنس مین پیش کرنیکے لئے تجویز ہوے ہین۔ اونکے متعلق عام تعلیم یافتہ جماعت کی راے لیگئی ہے، تاکہ اونمین معقول ترمیم و تنسیخ کردی جائے۔ ہماری رائے مین تمام رزولیوشنز فی الحقیقت نہایت ضروری، اور جدید ضرورتون کے موافق ہین۔ پہلا رزولیوشن کانفرنس کے نام کے متعلق ہے، اور اوسکا مطلب یہ ہے کہ آیندہ سے کانفرنس کا نام بجائے "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" کے "انڈین مسلم سوشل اینڈ ایجوکیشنل کانفرنس" رکھا جائے۔ اسمین شک نہین کہ یہ ضرورت ایک عرصہ سے محسوس ہورہی ہے، کانفرنس کا موجودہ نام کانفرنس کے مقصد کو بالکل محدود کیے ہوے ہے، اسکا مفہوم یہ ہے کہ "مسلمانون کی تعلیم پر توجہ کرنے والی جماعت۔ لیکن برخلاف اسکے جب ضرورتون نے اسکے مقاصد وسیع کردیے، اور اصلاح تمدن، اور اسیطرح کے اور سوشل رزولیوشن اسنے پاس کیے، تو اسکے نام مین وسعت پیدا کرنے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ اب جو نام تجویز کیا گیا ہے، اسمین وہ ضروری وسعت پیدا کی گئی ہے۔

مناسب نہ سمجھا، اور ہماری ذاتی قوت جسقدر
صرف کی متحمل ہوسکتی تھی، اوسکا اندازہ کرکے
سردست ایک ہی جز کا رسالہ شایع کر دیا -
اگر اس رسالہ کی واقعی ضرورت ہے، اور اگر
اسکے مقاصد ضروریات زمانہ کے موافق ہین؛
تو قوم خود متوجہ ہوکر اتنی وسعت پیدا کر دے گی
جس سے خود یہ رسالہ اپنی قوت سے کافی
ضخامت کے ساتھ نکلے گا - ایسے وقت کا ہمین جاہے
کتنا ہی اشتیاق کیون نہو، لیکن ہم نہایت صبر
کے ساتھ اوسکا انتظار کرین گے -

منشی "فضل الحسن صاحب حسرت موہانی" نے جو
"علی گڈھ کالج" کے ہونہار طلبہ مین ایک امتیازی
حالت رکھتے ہین، جب "اردوے معلے" شائع کیا،
تو "تالیف و اشاعت" کے قابل ایڈیٹر نے اوسپر
ریویو کرتے ہوے اپنی یہ راے ظاہر کی، کہ علیگڈھ
منتھلی "اور مخزن" کو "اردوے معلے" کی اشاعت
سے سخت نقصان پہنچے گا، اسلیے کہ ملک کے
عمدہ ترین مضمون نگار انہین دو رسالون مین
مضامین لکھا کرتے ہین - "اردوے معلے"
بحیثیت ایک عمدہ رسالہ کے انہین مضمون نگارون
کے مضامین سے اپنی ضخامت کو پورا کرے گا؛
اور ایسی حالت مین اون مضمون نگارون کی توجہ
منقسم ہوکر ان دونون قدیم رسالون پر اونکی توجہ
کو کم کر سکتا ہے - ہمین خوف ہے کہ معزز ایڈیٹر "تالیف
و اشاعت" "لسان الصدق" کی اشاعت پر
بھی یہی راے قائم نہ کرین؛ اور ان معزز رسالون
کو کہین یہ خیال اسکی ہمدردی سے مانع نہو - لیکن
اگر اس رسالہ کے مقاصد پر غور کیا جاے، تو ظاہر
ہوجاے گا، کہ یہ رسالہ مخصوص مقاصد کے دائرہ
مین محدود ہے، اور اون رسالون کے مقاصد
کی عمومیت تمام مضمون نگارون کے مضامین کی
محتاج ہے - برخلاف اوسکے "لسان الصدق"
کے مقاصد کی خصوصیت خاص خاص مضامین کی
ضرورت رکھتی ہے؛ اسلیے اون مضمون نگارون
کی توجہ کا "لسان الصدق" محتاج نہین ہے؛
اور اسی وجہ سے اس رسالہ کی اشاعت اونکے
مضامین مین کوئی کمی پیدا نہین کر سکتی گو یہ امر بھی
زیر بحث ہے، کہ "اردوے معلے" جیسے رسالہ سے
اور رسالون کو نقصان پہنچ سکتا ہے یا نہین ؟
معزز ایڈیٹر "تالیف و اشاعت" اور دوسرے معزز
رسالون کو اس سے ہرگز خوف نہین کرنا چاہیے

اور ملکی ضرورتوں پر کانفرنس توجہ نہ کرے!
نہیں!! یہ تو اوسکا خاص فرض ہے، لیکن جب
اوسکے ممبرون کا جوش اور اپنے فرایض کا خیال
کانفرنس کے ہال تک محدود ہو، اور بہت سے
ضروری رزولیوشنز مدت سے پاس ہوکر عملی
کارروائی کے منتظر ہون، تو ایسی حالت مین اوسے
وہی ”رزولیوشن“ پیش کرنا چاہیے جس پر عملاً
کوشش ہونے کا قطعی یقین ہو اور یا اعتراض
بالکل محو ہو جائے کہ ”کانفرنس مین کہتے بہت ہین
مگر کرتے کچھہ بھی نہین“۔ ایڈیٹر۔

اسلام اور رسوم

اسلام کو جہان اور باتون پر ناز تھا، وہان
اسکو ایک بہت بڑا فخر اس امر پر بھی تھا کہ اس نے
تمام متوہمانہ رسمون، بدعادتون، اور مضر رواجون
کی دُنیا سے بیخ کنی کردی، اور ما وجدنا علیہ
آباءنا کی مستحکم دیوار کو جو دینی و دنیاوی ترقیون
کے آگے سدِ راہ ہو رہی تھی، ڈھا کر گرا دیا جسطرح
اسلام مین بعض اور خوبیان ایسی پائی جاتی ہین
جو دنیا کے دوسرے ملل و مذاہب کو نصیب
نہین، اُسی طرح دنیا مین کوئی دین یا مذہب
ایسا نظر نہین آتا، جو رسوم قبیحہ کی آلائشون
سے پاک ہونے مین اسلام کی ہمسری کا دعوی
کرسکے۔ باوجود اس کے کہ اسوقت تمام دُنیا
یورپ کی تہذیب کا لوہا مان رہی ہے، اور
اسکی علمی روشنی نے رُبع مسکون سے جہل کی
تاریکی دور کردی ہے! پھر بھی وہان اب
تک بہتیرے رسم و رواج ایسے پائے جاتے
ہین، جنکی بنا محض توہمات پر ہے، اور جن سے
سوا اخلاقی یا مالی مضرت کے قوم کو کوئی نفع نہین
پہنچتا۔ افسوس ہے، کہ اسلام پر ہندوستان
مین پہنچکر جہان اور تباہیان آئین، وہان
اس کو ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی پہنچا،
کہ اس کے خوبصورت روشن چہرے پر
رسومِ قبیحہ کے بیشمار بدنما داغ دکھائی دینے
لگے، جس کی وجہ سے، بجاے اس کے کہ
ایک خدائی اسکی دلربا شکل کی فدائی ہوتی
اس کو نفرت و استکراہ کی نظر سے دیکھنے لگی۔
”اسلام اور رسوم“ ایک ایسا وسیع سبجکٹ
ہے، کہ اگر اس کے ہر ایک پہلو پر پوری طرح سے
بحث کیجائے، اور وضاحت کے ساتھہ دکھلایا جاے
کہ حقیقت مین اسلام ایک کیسا سیدھا سادہ

یہ نام کانفرنس کے موجودہ وسیع اغراض کو ظاہر کرتا ہے، اور بے شک یہ نام کی تبدیلی اوسکو کوئی نقصان نہین پہنچا سکتی۔ ابتدا مین سید مرحوم نے اسکا نام "محمڈن ایجوکیشنل کانگریس" تجویز کیا تھا۔ اگرچہ تقریباً کانگریس، اور کانفرنس دونون ہم معنے ہین، لیکن انگریزی مین کانگرس کا عموماً "سیاسی مجلسون" پر اطلاق ہوتا ہے اوسی زمانہ مین جب "انڈین نیشنل کانگریس" قائم ہوئی تو اس خیال سے کہ "کانگریس" کا نام ایسی حالت مین لوگون کو کہین دہوکا نہ دے، سر سید نے بجائے "کانگریس" کے "کانفرنس" سے نام تبدیل کر دیا، جو آجتک قائم ہے۔ لیکن جس زمانے مین سر سید نے "کانفرنس" کی بنا ڈالی ہے، اوسی زمانہ مین تعلیمی ضرورت سب سے بڑی اشد ضرورت تھی، اسلیے سر سید نے "ایجوکیشنل کانفرنس" نام تجویز کر کے خاص تعلیمی مقصد قرار دیا۔ لیکن آگے چلکر جب اور تمدنی اور سوشل ضرورتین پیدا ہوئین، تو "کانفرنس" نے اونپر توجہ کی اور اسکے مقاصد مین ایک وسعت پیدا ہوگئی، مگر اسکے نام کی تبدیلی کی کوئی کوشش نہین کی گئی، اس زمانہ مین اوسکے ضروری مقاصد نے بڑی وسعت اختیار کر لی ہے، اور اس لیے نام کے تبدیلی کی اشد ضرورت ہے۔ "انڈین مسلم سوشل اینڈ ایجوکیشنل کانفرنس" اسکا بہت موزون اور معقول نام ہے، اور ہمین امید ہے کہ کانفرنس بمبئی مین یہ ضروری رزولیوشن بلا کسی اختلاف کے پاس ہو جائیگا۔ اسی طرح کی اور بہت سی ضروری تحریکین ہین، جنکے متعلق ریمارک ایک طویل تحریر کا محتاج ہے، اور "لسان الصدق" کی محدود ضخامت اوسکی متحمل نہین ہو سکتی، ہمین تبدیل نام کے متعلق (جو نہایت ضروری تحریک ہے) اپنی رائے ظاہر کرنی تھی۔ لیکن اس بحث کے سوا جب کانفرنس کی حالت دیکھکر ان پیش "رزولیوشنز" اور پچھلے بہت سے "رزولیوشنز" پر جو عملی حالت مین ابھی تک نہین آئے ہین، توجہ کی جاتی ہے تو عقل سلیم صاف کہہ اوٹھتی ہے، کہ چادر سے زیادہ پانو پھیلانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کیا نتیجہ اس سے کہ بیسیون "رزولیوشنز" پاس ہوکر صرف مجموعہ رزولیوشنز اور رپورٹ مین چھپ گئے، اور اونپر کوئی عملی کارروائی نہین کی گئی؟ پچھلے رزولیوشنز تو ابھی عمل کے منتظر ہین اور ادہر اور نئے نئے رزولیوشنز پیش ہو رہے ہین۔ ہماری یہ غرض نہین ہے کہ قومی

اپنے مقدور اور وسعت کے مطابق تھوڑے سے دوست احباب کو کھانا کھلا دیا جائے، جس سے نکاح کو شہرت ہو جائے، اور اِس مواکلت و مشارب سے باہمی اتحاد کو تقویت ہو۔ اب شادی کے بعد سے موت کے وقت تک انسان کے ساتھ اور کوئی رسم وابستہ نہین کیگئی۔ اس کے مرنے کے بعد اسکے اقربا یا احباب کا فرض صرف اسی قدر ہے کہ اسکی نمازِ جنازہ ادا کر کے اُسے خاک کے نیچے دبا آئین، اور بس۔

اب رہے فرائضِ دینی، وہ چار ہین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نماز اور روزہ مین کسی خرچ کی ضرورت نہین۔ رہا حج، اس کے ساتھ "من استطاع الیہ سبیلا" کی قید لگی ہوئی ہے، جسکی تفسیر مین فقہانے بڑی بڑی شرطین لگائی ہین۔ اور غور کا مقام ہے، کہ جب یہ امر مسلم ہو گیا ہے کہ کسی قوم کی تقویت اور ترقی کے لئے اسمین قومی جلسون اور صحبتون کا جاری رہنا نہایت ضرور ہے، چنانچہ اسی غرض سے خود ہندوستان مین کچھ عرصے سے کانگریس، کانفرنس، اور دوسری مجلسین ہر سال منعقد ہوا کرتی ہین، جن مین ملک کے ہر حصے کے باشندے زحمت و اخراجات سفر برداشت کر کے جا کر شریک ہوا کرتے ہین: تو پھر اگر اسلام نے ایک سالانہ کانفرنس یا کانگریس ایسی قائم کی جس مین اُس کے تمام پیرو، خواہ وہ روئے زمین کے کسی گوشے کے رہنے والے کیون نہ ہون، بشرط وسعت زندگی بھر مین ایک بار ضرور شریک ہون اور ایک جگہ اکٹھے ہو کر مبادلۂ خیالات کرین، اور باہمی مشورے سے اپنی ہر قسم کی دینی و دنیاوی ترقی کی راہین سوچین، تو اُس نے کیا برائی کی؟ ایسی باتون مین روپے خرچ کرنا قوم کے لئے باعثِ تباہی و فلاکت نہین، بلکہ موجب رحمت و برکت ہے۔ اب زکوٰۃ کی حالت ملاحظہ ہو۔ اسکو کون سا عاقل صرفِ بیجا کہیگا؟ اِس اُصول کو تو ہر ایک متمدن قوم ملک مین ہر زمان دولت کے پلڑون کو برابر رکھنے کے لیے ضروری اور لابدی سمجھتی ہے۔

اب یہ دیکھنا ہے، کہ آیا اور ادیان و مِلل کی طرح اسلام نے بھی اپنے پیروون کے لئے کوئی میلے ٹھیلے یا پرب تیوہار ایسے قائم کر رکھے ہین، جن مین لایعنی مصارف سے

مذہب تھا، مگر مختلف ممالک مین جاکر اسکی شکل
اور وضع مین کیا کیا تبدیلین واقع ہوئین، اور
اس کو کیا کیا نقصانات پہنچے، تو بجاے خود
ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاے۔ ہمین اس آخری شکل
مین جو کچھ دکھانا ہے وہ یہ ہے، کہ ہندوستان
پہنچکر اسلام جیسا آزاد مذہب رسوم کی قیود سے
کسقدر جکڑ دیا گیا، اور ان رسوم سے بھی
جو اور اخلاقی مضرتین اس کو پہنچین، اُن سے
قطع نظر کرکے، ہمارا مقصد یہان صرف اسقدر
ہے کہ اِن رسوم کی بدولت ہندوستان کے مسلمانون
نے جو مالی نقصانات برداشت کیے اور کر رہے
ہین، اُن کو باختصار بیان کر دین۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے، کہ آیا انسان کے
ساتھ اسلام نے حقیقت مین کچھ رسوم ایسی لگادی
ہین جنکی انجام دہی مین خود اُس کو یا اُس کے
والدین کو بیجا صرف زر سے مضر نہین ہو سکتا۔ اب
انسان کے زمانہ حیات کو بالتسلسل اُسکی پیدائش
سے اُسکی موت تک دیکھو۔ اچھا خیال کرو
کہ ایک انسان پیدا ہوا۔ پیدائش کے بعد پہلی رسم
جو اسلام نے اُسکی ذات کے ساتھ لگائی ہے وہ یہ ہے
کہ اُس کے کانون مین اذان دیجائے، اور وہ
صرف اس امر کے اظہار کے لیے کہ یہ لڑکا داخل
اسلام ہوا۔ اس اذان کے دینے مین کیا کچھ صرف
زر کی ضرورت ہوا ہی نہین۔ ایک کوڑی بھی خرچ
کرنے کی حاجت نہین۔ دوسری رسم عقیقہ یا نسیکہ
ہے، جسمین لڑکے کے سر کا بال اُتارا جاتا، اُسکا نام
رکھا جاتا، اور اُسکی طرف سے ایک یا دو جانور قربانی
کیے جاتے ہین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بچے کا سر مُنڈوانے
مین کچھ ایسے خرچ کا کام نہین، اور نہ نام رکھنے مین
کسی قسم کے صرف کی ضرورت ہے۔ رہی قربانی،
وہ بھی صرف اہل وسعت پر ہے۔ جو کر سکتا ہے،
کرے، نہ کر سکتا ہے، نہ کرے۔ اس کے بعد ختنے
کی رسم ہے: اس کے ساتھ بھی کوئی ایسے لوازم
نہین لگائے گئے ہین، جن مین خرچ کی ضرورت
ہو۔ بالغ ہونے پر ہر مرد و عورت کے لیے نکاح ضروریات
مین سے قرار دیا گیا ہے، لیکن اسلام نے اس کے
ساتھ بھی کسی قسم کی رسم وغیرہ کی قید نہین لگائی۔
ہان، مرد کو ولیمہ کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی
نہین، کہ آج تو مہاجن سے دو چار ہزار روپے سودی
قرض لیکر تمام اہل قرابت اور دوست احباب کو
الوان نعمت کھلا دیے، اور کل خود نان شبینہ کو
محتاج ہو کر بھیک مانگنے کی نوبت آئی، بلکہ

اور وہ مونڈن مونڈن ہی گیا! آگے چلیئے۔
اب کیا ہے، نمک چشی ہے یا کھیر چٹائی ہے۔ اس
مین بھی، اگر زیادہ نہین تو دو چار ہزار روپے
بھی نہ لگائے، تو برادری مین کیونکر منہ دکھانے
کے قابل رہ سکتے ہین؟ اب وہ مولود اگر لڑکا
ہے تو اُسکے ختنے مین، اور اگر لڑکی ہے، تو اسکے
کان چھیدن مین، چند ہزار روپون کا ادھر سے
اُدھر چلا جانا تو کوئی بات ہی نہین ہے۔ اب
اس کے مکتب کی تیاری ہے! اسمین کم سے کم
اتنا سرمایہ صرف کر دینا تو ضروریات سے ہے
کہ اپنے پلے ایک ٹکا بھی باقی نہ رہے، جس سے
اس لڑکے کی کچھ بھی تعلیم و تربیت ہو سکے، ورنہ
خویش و بیگانے انگشت نما کرینگے۔ اس بیان
مین ہمنے مبالغے کو مطلق راہ نہین دی ہے
بیسیون خاندان ہمنے بچشم خود ایسے دیکھے
ہین کہ جنھون نے اپنی اولاد کے مکتبون مین
ہزارون روپے خرچ کر ڈالے، اور اب روپے
کے نہ رہنے کے باعث انکی وہی اولاد بے تعلیم
و تربیت آوارہ ماری پھرتی ہے۔

اب شادی کی رسم لیجیئے جو تمام رسمون
مین زیادہ اہم سمجھی گئی ہے، اور جس ایک
رسم کے ساتھ بیسیون سیکڑون رسمین بطور ذریات
اور توابع کے لگ گئی ہین، اور جن سے کسی طرح
چھٹکارا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسکا تو پوچھنا ہی
کیا ہے! اسکی تفصیل کے لیئے ایک پوری ضخیم
کتاب کے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی شخص کی
خواہش ہو کہ ہندوستان اور خاصکر صوبہ بہار
کے ایک شریف مسلمان خاندان کے ہان کی شادی
کا چھوٹے پیمانہ پر فوٹو دیکھیئے، تو اوسے چاہیئے
کہ وہ پٹنہ کی ایک شریف خاتون یعنے والدۂ
مسٹر محمد سلیمان بیرسٹر کی تصنیف کردہ کتاب
اصلاح النسا کا ضرور مطالعہ کرے۔ غرض شادی
حقیقت مین وہی شادی سمجھی جاتی ہے، جسمین
پوری طرح سے خانہ بربادی ہو جائے! اور
تمام املاک وجائداد کو آتشبازی وغیرہ مین پھونک
کر در در گدائی کرنے کی نوبت آ گئے۔

خیر، آدمیون کی شادیان تو بجائے خود رہین
ہمنے ایک ایسے خاندان کے مد و جزر کی حالت
بچشم خود دیکھی ہے، جسمین گڑیون کی شادیون
مین نہایت دھوم دھام کو راہ دیجاتی تھی، اور
تمام رسوم ایک ایک کرکے ادا ہوتی تھین، اور
اسطرح سیکڑون روپیون پر بیدریغ پانی پھیر دیا

چارہ ہی نہ ہو۔ مسلمانون کے لئے اگر کوئی
تیوہار رکھے گئے ہین، تو وہ صرف دو ہین:
عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ تو کیا ہندوون
کی دیوالی اور عیسائیون کے بڑے دن کی طرح
مسلمانون کے ان دونون تیوہارون مین بھی
ظاہری آرایش اور دھوم دھام ضروریات سے سمجھے
ہے؟ اس کا جواب تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ
"ما لبس الجید لمن لبس الجدید" والے
مشہور خطبے سے بخوبی ملتا ہے۔ رہی عید الاضحیٰ
کی قربانیان، وہ اہل استطاعت کے لئے ہین، اور
اہل وسعت کے لئے بقدر وسعت فی کس یا تمام
اہل بیت کی طرف سے ایک ایک قربانی کرنی کوئی
مشکل بات نہین۔

جو باتین ہم نے اوپر بیان کین، ان کے سوا
اسلام مین تو اور کوئی فرض دینی یا رسم مذہبی
ایسی نہین دکھائی دیتی، جس مین صرف بیجا
داخل ضروریات سمجھا گیا ہو۔ آؤ، اب دیکھین
کہ ہندوستان کے مسلمانون نے رسوم کی پابندی
کے لحاظ سے کہان تک اُس اسلام کی پیروی اختیار
کی ہے، جس نے ایک عالم کو اپنی سادگی و ضبط کا
فریفتہ کر لیا تھا۔ اللہ اکبر! ان کی اور اصل
اسلامیون کی رسوم و عادات مین تو وہ بل کا فرق
ہو گیا ہے، کہ اگر پہلی اسلامی صدی کا کوئی شخص
اسوقت زندہ ہو جائے، اور ان کے رسوم اطوار
دیکھے، تو اُس کو ان کے مسلمان تسلیم کرنے مین
ویسا ہی تامل ہو، جیسا رات کو دن مان لینے
مین۔ جس طرح ہمنے پہلے انسان کی زندگی کی
تمام حالتین اُسکی پیدایش سے موت تک دکھائی
ہین، اور یہ ظاہر کر دیا ہے، کہ اس تمام زمانے
مین اسلام نے فی الحقیقۃ کون سے فرائض
اور رسوم اُس کے ساتھ لازم کر دیے ہین؛
اسی طرح علی التسلسل ہمین یہ دکھانا ہے، کہ
ہندوستان کے مسلمانون نے ایک انسان
کو اُس کی پیدایش ہی کے وقت سے رسوم
کی قیود مین اسقدر جکڑا ہے، کہ مرنے ہی
پر اُن سے رہائی ممکن ہے؛ نہین نہین، سچ
تو یون ہے کہ مر کر بھی اُن سے چھٹکارا نہین ملتا۔
اچھا، فرض کیجئے کہ ایک بچہ پیدا ہوا جبتک
اُسکی چھٹی اور مونڈن مین اتنے روپے
نہ اُڑائے جائین، کہ حقیقت مین اس کے والدین
کی پوری حجامت ہو جائے اور انھین اپنی چھٹی
کا دودھ یاد کرنا پڑے، تو وہ چھٹی چھٹی ہی کیا

بادی النظر مین یہ سمجھ مین آتا ہے کہ رسوم
کا تعلق انسان کے ساتھ اُسکی زندگی تک
ہوگا، مگر ایسا نہین ہے۔ گو انسان مرکر خود
یقیناً تمام دنیاوی قیود سے رہا ہو جاتا ہے،
مگر ہندوستان مین اُسکے مرنے پر بھی اُسکو
ورثہ کو رسوم کی قیود سے چھٹکارا نہین ملتا۔
اُس کے مرے پیچھے پھول، تیجا، چہارم،
بیسوان، چالیسوان، برسی، وغیرہ کا ہونا ضروری ہے،
جنکے اہتمام مین اُسکے پس ماندون کو چاہیئے،
کہ اپنے بزرگون سے ایک اُنگل بھی پیچھے نہ ہٹیں،
اگر برسی وغیرہ سے بھی فراغت ہوگئی تو شب برات
ایک ایسا سالانہ تیوہار ہے، جس مین ساتپشت
کے مُردے اپنے اپنے نام سے کچھ نہ کچھ پیسے
لے ہی مرتے ہین۔
اسکے علاوہ، ہندوستان کے مسلمانون
نے خاصکر جس قدر رسوم کو مذہبی فرائض سمجھکر
اپنے آپ پر لازم کرلیا ہے، اور جنکی انجام دہی
مین وہ کچھ مصارف کے زیر بار نہین ہوتے،
انکی تعداد بھی اُن رواجی باتون سے ہرگز
کم نہین ہے، جنکی پابندی کو وہ دُنیاوی
حیثیت سے ضروری سمجھتے ہین۔ وہ باتین
تو ایک طرف رہین جو وہ اسلام کے نام سے
کرتے ہین، گو حقیقت مین اُن رواجی باتون
کو تعلیم اسلام سے تعلق نہین، اور وہ مبتدعات
مین سے ہین، بعض تو ایسی رسمین جاہل
مسلمانون مین رائج ہوگئی ہین، جو خاص
ہندوؤن کی معتقدات اور اعمال مذہبی
مین سے ہین، اور جنہین اسلام سے کوئی لگاؤ
نہین، مثلاً، ماتا اور گنگا کی پوجا، چھٹہ جتیا
ہولی، دیوالی وغیرہ تیوہار منانا، وغیرہ،
یہ دونون باتین تو کسی قدر وضاحت
کے ساتھ بیان کردی گئین، کہ حقیقت مین
کہان تک اسلام مین رسوم کی پابندیان
رکھی گئی ہین، اور ہندوستان کے مسلمانون نے
کہان تک اپنے آپ کو اِن قیود سے جکڑ دیا ہے
اور اسکی بدولت انھین آئے دن کیا کچھ نتائج
بد دیکھنے پڑتے ہین۔ اب ہمین یہ دیکھنا ہے کہ یہان
کے مسلمانون مین رسم ورواج نے کیونکر اسقدر
زور پکڑا، اور اِس کے جواب دہ کون لوگ
ہین، اور قید رسوم سے رہائی پانے کی کیا تدبیر
کی جاسکتی ہے۔
اسمین شک نہین کہ جو جو رسمین یہان کے

جاتا تھا۔ لیکن اِن غلط کاریون کا آخر نتیجہ کیا ہوا؟ آہ! اس دولتمند خاندان کے ان لڑکون اور جوانون کو، جو نہایت ہی عیش و آرام مین پلے تھے، اور جن کے گھر سے سیکڑون محتاجون اور غریبون کی دن رات پرورش ہوتی تھی، نہایت تباہ حال دربدر دستِ سوال پھیلاتے دیکھا۔ بعض کی تو یہ حالت دیکھی، کہ اُس عیش و تنعم کے وقت مین جو اُنھین افیون نوشی وغیرہ کی دھت پڑ گئی تھی (کیونکہ یہ عادتین ہندوستان مین دولت و ثروت کے ساتھ لازم و ملزوم سمجھی جاتی ہین)؛ تو اِس افلاس و کربت کے زمانے مین اگر کسی شخص نے اُن پر ترس کھا کر اُنھین دو چار پیسے دے بھی دیے، تو بجاے اس کے کہ وہ اُن پیسون سے کچھ کھا کر خود کو عذاب الجوع سے نجات دیتے اُنھین افیون نوشی مین صرف کرتے، اور فاقون پر فاقے کھینچتے کھینچتے اُنکی پیٹھ دُہری ہو جاتی۔ ان کے جانی دشمنون کا دل بھی، جنھون نے اُنھین کبھی اس عیش و آرام کی حالت مین دیکھا تھا، اب ایسی درد ناک حالت مین اُنھین دیکھکر پگھل جاتا، اور بے اختیار اشک حسرت بہانے لگتے۔ سچ ہے! ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم فاعتبروا یا اولی الابصار!

اب شادی کے بعد کی حالت ملاحظہ کیجیے اگر خدا نے صاحب اولاد کیا، تو ہر ایک لڑکے کی چھٹی، مکتب، وغیرہ مین، اگر زیادہ نہین تو اُس قدر تو ضرور اُسے خرچ کرنا واجبات سے ہے، جو خود اُسکی تقریبون کے موقعون پر اُس کے والدین نے صرف کیا تھا۔ گو اُسکی حیثیت اُسکے بزرگون کی حیثیت سے کتنی ہی تنزل کر گئی ہو، مگر خدا نخواستہ عزت اور شرافت مین تو سر مُو فرق نہین آیا ہے: اور عزت و ناموس کا مقتضا یہ ہے کہ جو رسمین جس طریقے اور جس انداز سے بزرگون سے ہوتی آئی ہین، اُس سے رتی بھر کمی نہ ہونے پائے، ورنہ تمام اہلِ برادری مین تھڑی تھڑی ہو گی، اور کسی سے منہ دکھلانے کے قابل نہ رہیگا۔ غرض اِسکے والدین اگر فضول خرچیون کی بدولت چاہ عمیق مین گرے تھے، تو یہ اُنکی ریس کرنے کے ہاتھون تحت الثری کو جاتا رہا۔

ع بر این عقل و دانش بباید گریست

"شادی"

مسلمانون کے ہان اسراف کا نمونہ قایم کرنیکے لیے شادی سے بڑھکے شاید اور کوئی موقع نہین ہے۔ ہر آدمی اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اور قرض کرتا ہے، جس سے اسکی مالی حالت تباہی مین آتی ہے، اور آرام کے بدلے تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بیہودہ مراسم، فضول خرچی، ریاکاری، لوگون کے دلون مین کچھ ایسی دھنسی ہوئی ہے کہ نکالے نہین نکلتی۔ مسلمان اپنی حالت کو نہین دیکھتے، برادری کے مراسم پر مٹے جاتے ہین، جان جائے تو جائے، آن نہ جائے۔ خدا کی پناہ! کیسی جہالت ہے! کیسی نادانی ہے! جسقدر یہ لوگ بیجا رسوم کی ضرورت سمجھے ہوے ہین، اُسیقدر، بلکہ اُس سے بھی زیادہ ہمین انکے انسداد کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

اب ہم پہلے یہ کہدیتے ہین کہ ہر شخص اپنی یا اپنی اولاد یا کسی عزیز کی شادی سودی قرض لیکر روپیہ سے ہرگز ہرگز نہ کرے: جسقدر سالانہ آمدنی ہو اسکے ثلث خواہ نصف مین جیسے تیسے سادگی کے ساتھ شادی کردے۔

دوم، امرا اپنی جائداد فروخت کرکے ہرگز شادی نہ کرین، بلکہ اسکی آمدنی کو ماہ بماہ جمع کرتے جائین: جب کچھ روپے ہوجائین، شادی منائیے، یا زمیندار اپنی منفعت سے بڑھکے دریادلی کا ثبوت دیتے ہین۔ چادر کے اندر ہی قدم رہین، باہر نکلنے نہ پائین۔

سوم، کوئی کسی عزیز دولتمند کے بھروسے پر حیثیت سے زیادہ نہ صرف کرے، کیونکہ بعد کو کیا معلوم ہے، وہ اسکی مدد کرے یا نہ کرے۔ حیف ہے! یہ تو اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھے، اب کسی رشتہ دار کے دستِ سخا پر نگاہ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ انکی جانب بڑھ جائے، مگر پھر بھی اس کامیابی سے ناکامیابی بہتر ہے۔

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است
رفتن بہ پایمردیِ ہمسایہ در بہشت

خدا جانتا ہے، حیثیت کی شرط عجیب شرط ہے۔ بس کوئی اپنی حیثیت سے زیادہ شادی مین نہ لگائے۔ اور شادی کی سیکڑون وہ فضول رسمین، یعنی ساچق، مہندی وغیرہ یہ سب یکقلم اٹھادی جائین۔ نیز مسلمان اسلام کے نام کو بدنام کرنے پر کمر نہ باندھین۔ اول ان مین وقت ضایع ہوتا ہے، دوم روپیہ ضایع ہوتا ہے۔ سوم بہت سی باتین مذہب کے خلاف ہوتی ہین۔ آخر ان سے کیا فائدہ؟ کیا حضرت

مسلمانون میں پائی جاتی ہین، وہ قریب قریب
سب ہندوؤن سے اخذ کیگئی ہین۔

مسلمان فاتحین نے جو ہندوستان پر قبضہ کیا، اور مفتوح قوم سے زیادہ میل جول بڑھا، تو انکی خو بو اُن مین بھی اثر کرنے لگی؛ اور اگر مسلمانون نے ہندوؤن کے ملک پر قبضہ کیا تھا، تو ہندوؤن کے رسم و رواج نے مسلمانون کے عادات و افعال پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ لیکن ایک نہایت قابل غور سوال یہان پر یہ پیدا ہوتا ہے، کہ قانون قدرت کے مطابق قوم فاتح کا اثر قوم مفتوح پر پڑنا چاہیے، نہ کہ قوم مفتوح کا قوم فاتح پر۔ حدیث شریف مین ہے الناس علیٰ دین ملوکھم۔ چنانچہ انگریزون کو بھی اس ملک پر قبضہ کیے ہوئے دو سو برس کا زمانہ گزرا، مگر انھون نے ہندوستانیون کی ایک رسم، ایک رواج، ایک عادت بھی نہ سیکھی؛ حالانکہ ہندوستانیون پر انگریزون کے چال چلن نے بہت کچھ اثر کیا۔ پھر کیا وجہ ہے، کہ اس کے بالکل برعکس مسلمان فاتح ہند و مفتوحون کے رسم و رواج سے متاثر ہو گئے؟ تو اب اسکی وجہین بھی سُن لیجیے۔

گو ظاہر مین مسلمان فاتحون کا تعلق ہندو مفتوحون سے ویسا ہی نظر آتا ہے، جیسا یوروپین فاتحون کا تعلق ہندوستانی مفتوحون سے، لیکن فی الواقع دونون تعلقات کو ایک دوسرے سے کوئی نسبت نہین۔ اگرچہ ہندوستانیون کو یورپی قومون سے صورت آشنا ہوئے قریب قریب تین سو برس کا زمانہ گزرا، لیکن اُنکے دلون مین ان سے، اور اِن کے دلون مین اُن سے اب تک انتہا درجے کی وحشت او غیر موانست ہے۔ جہان انگریزون مین عدل گستری، رعایا پروری، انتظام مملکت، انسداد جرائم وغیرہ کے اعلیٰ درجے کے اوصاف ہین، وہان ایک خاصیت ان مین یہ بھی ہے، کہ یہ مفتوح قومون سے میل جول اور زیادہ خلا ملا پیدا کرنا پسند نہین کرتے، جو (خاصیت) ایک طور پر مفید اور کار آمد سمجھی جاتی اور دوسرے پہلو سے مذموم خیال کیجاتی ہے۔ اِسکے ہر ایک پہلو پر بحث کرنا ایک پولٹیکل کام ہے، جس سے ہمین کوئی سروکار نہین۔ ہمین یہان پر صرف اسقدر دکھانا ہے کہ انگریزون کی غیر مانوسیت اور ہندوستانیون کی سوسائٹی سے الگ تھلگ رہنے اور نیز اُن کے تعلیم سے جو فوقیت نے اُنھین ہندوستانیون کے کسی رسم و رواج سے متاثر ہونے نہ دیا

باقی آئندہ

سید احمد حسن اب کہاں ہین!

آہ! اب وہ وہان ہین، جہان نہ ہماری خبر جاسکتی ہے اور نہ وہان سے اونکی خبر آسکتی ہے۔ ۱۰ ر دسمبر کی اوس حسرت انگیز صبح کی یاد ہماری گریہ وزاری کے لیے کافی ہے، جب اوس "قومی خادم" نے حسرت ناک نگاہون سے دنیا کو دیکھکر رخصت کیا ہے۔

مولوی سید احمد حسن کا نام پبلک کے لئے کوئی نیا نام نہین ہے۔ یہ ایک عرصہ تک تحفہ محمدیہ کانپور کے ایڈیٹر رہچکے ہین، جسنے ایک عرصہ تک کرسچن دنیا کا نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ جاری رکھا تھا، اور ایک قانونی زور نے جسے تبدیل نام کے بعد مولوی صاحب مرحوم کے ہاتھون تک پہنچایا تھا۔ ندوۃ العلماء کے یہ ایک پرزور ممبر رہے اور ہمیشہ تحفہ احمدیہ کے کالم ندوہ کے تائیدی مضامین کے لئے کھلے رہے۔ ندوۃ العلما کلکتہ کی کشش نے انہین کلکتہ پہنچایا، اور انہون نے کلکتہ کا مشہور اخبار "احسن الاخبار" جاری کیا، جسنے شایع ہوتے ہی وہ قبولیت حاصل کرلی جو ہندوستان کے بہت سے قدیم پرچون کو اسوقت حاصل نہین ہے۔ انڈیا کے مشہور اخبارون نے اسپر جو ریویو کیے ہین، اونکے دیکھنے سے اسکی وقعت کا ایک معمولی اندازہ ہوسکتا ہے۔ تقریبًا دو سال تک یہ جاری رہا اور اوسکے بعد چند مجبوریان ایسی پیش آئین کہ اخبار کو بند کرکے آیندہ کیلئے مشتاق پبلک کو منتظر کرنا پڑا۔ اسکے بعد ایک علمی ملازمت حاصل کرکے یہ دارجلنگ چلے گئے۔ ہاے وہان کا آنا انکا آخری سفر تھا جو ٹھیک سفر آخرت ہوکر پیش آیا۔

کل کی بات ہے کہ مولوی صاحب مرحوم احسن الاخبار کے دوبارہ نکالنے کی فکر مین تھے۔ آج اونکے انتقال کی خبر ناشاد "آزاد" کے قلم سے لسان الصدق کے کالمون مین شایع ہو رہی ہے۔ اونکے اخلاق وعادات ہی کا بیان ایک ایسا بیان ہے جسے جبتک مین گریہ وزاری پر آمادہ نہ ہوجاؤن لکھہ نہین سکتا۔ آزاد کے حال پر اونکی شفقت، اور اونکا مخلصانہ برتاو جب یاد آتا ہے تو خون جگر رولاکر چھوڑتا ہے، ہان! یہ سچ ہے! کہ اونکے مرنے کا دنیا کو کوئی افسوس نہین ہوسکتا۔ بہت سے احمد حسن دنیا کو مل سکتے ہین لیکن ہماری سوسیٹی پکارتی ہے، کہ اگر ہزار احمد حسن ہون تو ہمین اون سے کوئی تعلق نہین۔ ہمکو ہمارا احمد حسن لادو۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مبارک شادیاں یونہی ہوئی تھین! یا آپکی آلِ اطہر اور اصحابِ کبار کے ہان اسی طرح شادیاں منائی جاتی تھین! شرم شرم! حیا حیا!! غیرت غیرت!!!

بس اب ہم پھر نہ یہ سنین اور نہ سنائین۔ تم نکاح کا جلسہ کرو، خرمے تقسیم کرو، ولیمہ کا کھانا کرو، اعزا اقارب کے ہاتھ دھلواؤ، اور بس! مگر ان سب کامون مین اپنی حیثیت کا مسئلہ [illegible] اگر [illegible] [illegible] دوستو کو ہرگز نہ دعوت دو، اور خود حاتم وقت بننے کی خواہش نہ کرو۔ برادری کے سامنے ناک رہی یا نہ رہی، گھر مین جمع تو باقی رہی! شادی کے بعد بھوکا مرنا تو نہ پڑیگا! اچھا اگر تمہارے گھر مین چراغ نہ روشن ہو تو برادری آکے روشن کردیگی؟ یہ امید ہے! جو تمہارے پاس ہے، وہ تمہارا ہے؛ جو تمہارے ہاتھ سے نکلا، پھر وہ تمہارا نہین! یہ زمانہ ایسا نہین ہے جیسی حکایتین قصے کہانیان سنا کرتے ہو مختصر یہ کہ سمجھ بوجھ کے صرف کرو۔ اولاد پیاری ہے تو اسکے آرام کا خیال بھی رکھو، شادی کے بعد ڈھنڈورہ بجاتے نہ پھراؤ؛ گھر بھر کی تباہی نہ مول لو۔ اتنا ضرور رکھو کے شادی مین قلیل رقم لگاؤ کہ وہ نوجوان یا خود بدولت کسی اچھے سے کام مین ہاتھ ڈال سکین

لاکھ کی ایک بات ہے "دنیا کی قدر انسان سے ہے، اور انسان کی قدر دولت سے" ان جملون کو تم پر کھدوا کے کمرے کی دیوارون پر نصب کرو، میز کے حصون پر یہی جملے نظر آئین، دوات پر، گھڑی پر، غرضکہ یہ تمہارے دلنشین ہوجائین، اور تم وقت پر ویسے ہی نظر آؤ جیسے نظر آنا چاہیئے اور مناسب ہے۔ کیونکہ شادی مسلمانون مین گویا امتحان کا وقت ہے۔ جو یہان پورا اترا، وہ تقریباً ہر مقام مین پورا اتریگا! اور جو یہان لڑکھڑایا، اوسکا ستیاناس ایسا پاؤن پھسلا کہ عمر بھر عسرت اور تکلیف کے عمیق گڑھے مین لیجئے شادی ہونے کو تو ہوگئی، اب جہیز کی نہ ملنے والی قیامت آموجود ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ ۲م دیکے کسکا گھر بھرینگے؟ اسکا تو مطلق خیال نہین ہے، اور نام پر مٹے جاتے ہین کیا خوب! خوبی اسمین ہے، کہ جہیز مین اول تو مختصر سی وہ چیزین جو اشد ضرورت کی ہین، دین، اور زیادہ کپڑے ضرورت سے زیادہ برتن، فرنیچر، اور فضول زیور ہرگز ہرگز نہ دین، انکے بدلے کوئی مکان لڑکی کے نام کردین، جس کا ہر ماہ کرایہ آئے اور لڑکی کے پاس جمع ہوتا رہے، اوسکے کام مین آئے، اسکی وقتاً فوقتاً ضرورت پوری کرے۔ زیور اس مرض کی دوا نہین ہے، جس مرض کی دوا مکان ہے، ہندوستان کی جسقدر آبادی ترقی کرتی ہے مکانون کے کرایے مین بھی اضافہ

لسان الصدق

قیمت سالانہ مع محصولڈاک
عصہ ـ نمونہ کے پرچے کیلئے
۲ کا ٹکٹ آنا چاہیے

ماہوار رسالہ
ایڈیٹر ابو الکلام آزاد دہلوی
کلکتہ

تمام خط و کتابت و ارسال زر
ایڈیٹر کے نام پر اس پتہ سے بھیجے ہون
۱۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱ | ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۲

جنوری سنہ ۱۹۰۴ء

خریدارونکی رفتار ابھی تک نہایت سست ہے، ہمارے احباب کی کوششین بھی ہمارے لئے کچھ کامیاب ثابت نہین ہوئی ہین - لیکن یہہ اعتراض ہر دیکھنے والے کی زبان پر ہے کہ "لسان الصدق" کی ضخامت بہت کم ہے، مضامین بہت کم آتے ہین - ہم خود اس بات کو اشاعت سے پہلے جان چکے ہین، کہ ابتدا مین اسکی ضخامت بیشک قابل اعتراض ہوگی - لیکن مجبوری سخت یہ ہے کہ ضخامت کی کمی زیادتی جس چیز پر موقوف ہے اوسپر کوئی توجہ نہین کرتا - اگر آج کم از کم دو سو خریدار پرچہ کے پیدا ہو جائین تو سمجھے

لسان الصدق تین جزو علاوہ ٹائیٹل پیج کے ضخامت سے نکلنے لگے - ضخامت کا بڑھا دینا اور ایک بڑی ذمہ داری کا اپنے سر لے لینا کوئی آسان کام نہین ہے اگر ہمارے معزز احباب کوشش کرین اور پبلک قدر دانی سے متوجہ ہو، تو اسکا کافی ضخامت سے نکلنا کوئی مشکل کام نہین ہے - ہم خوب جانتے ہین کہ اسکے وسیع مقاصد کے لحاظ سے ایک جزو ضخامت بالکل نسبت نہین رکھتی لیکن ہمنے قوم کیخدمت مین ایک نمونہ پیش کر دیا ہے: اگر وہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور اوسکی ضرورت تسلیم کی گئی، تو اسکی خود قوم کو فکر ہوگی اور پھر اسکی ضخامت کا مسئلہ اسقدر بحث کے لائق نہ ہوگا -

ہم خوب جانتے ہین! کہ وہ کیا تھا! کون تھا؟ اوراوسکی یاد ہمین کیون تڑپاتی ہے؟ آہ! وہ اونکا سچا تدین! وہ اونکی پاکبازی! وہ سچا خلوص ودرستبازی! دوستو! ممکن ہے کہ تم ان باتون کا اندازہ نہ کر سکو۔ لیکن آزاد کا دل تو اوس مجسم صفت کا قائل ہو چکا ہے۔ اور نہ صرف آزاد! بلکہ! وس مجسم اخلاق سے جو ملا اوسکے اخلاق تیغ کا گھائل ہوگیا۔ ۵

دلکو باتین جب اوسکی یاد آئین
کسکی باتون سے دلکو بہلائیں؟

تم سنکر تعجب کروگے کہ ۱۴ صدی میں خیر القرون کا مسلمان کہانسے آگیا، اگر مین اوسی فرشتہ خصلت کی مذہبی اور اخلاقی خوبیان بیان کرون، مگر دوستو! مجھے مجبور سمجھو۔ اس دل پر اوسکے کمالات کا سکہ بیٹھا ہوا ہے اور یہ زبان اونکی ثناخوان کی ہو چکی ہے۔ تم جو چاہو سمجھو! آزاد سمجھ چکا ہے جو سمجھنا تھا وہ جان چکا ہے، جو جانتا تھا۔ یہ "آزاد" ہی کو فخر حاصل ہے کہ اونہون نے اپنی مخلصانہ شفقتون کا ہمیشہ اوسے مستحق سمجھا۔

بہت کچھ لکھ چکا، لیکن واللہ! مینے اونکی خوبیون کا کچھ بیان نہین کیا! ہان! وہ مجسم نیکی تھی خطا انسان سے لگی ہوئی ہے، لیکن وہ اونکے ہر وقت متوقع تھے، اونکا ظاہر و باطن ایک تھا، غربت مین فیاضی اونکا خاصہ تھا۔ دشمن کے ساتھ دوستی اونکی طبیعت ثانیہ تھی! ہاے! وہ کیا کچھ تھے لیکن اب تو ہمسے بہت دور ہوگئے، ایسا دور کہ اوسکی انتہا ہماری فہم سے بہت دور ہے۔ یہ مضمون میں لکھ رہا ہون۔ آنکھین کا عد پر جھکی ہوئی ہین۔ لکھتے لکھتے معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد حسن میرے سامنے تشریف رکھتے ہین۔ وہ اونکا متوسط قد۔ اونکی ترکی ٹوپی۔ اونکی کالی شیروانی، ٹھیک نظر آ رہے ہین۔ اس محویت مین جب سر اوٹھاتا ہون، اور ادھر اودھر دیکھتا ہون بجاے اونکے وہی ہمنشین قدیم قلم اور دوات کے سوا کچھ نظر نہین آتا۔ اور نگاہین مایوس ہوکر پھر نیچے جھک جاتی ہین۔ الہی اگر تیری درگاہ مستجاب الدعوات ہے اگر تیرا یہ مقدس فرمان کہ ادعونی استجب لکم حق ہے اگر یہ ٹھیک ہے کہ سچے دلکی دعا عرش کی زنجیرین ہلا آتی ہے، تو مرحوم کو مغفور کر اور دریاے رحمت سے فیضیاب! جگہ دور ہے، اور راہ بڑی کٹھن! تیری نظر رحمت کا اشارہ کافی ہے۔

ہمارے مکرم دوست مولوی محمد یوسف جعفری صاحب رنجور عظیم آبادی نے مرحوم کے انتقال کی ایک تاریخ کہی ہے، جسکو ذیل مین درج کرتے ہین۔

ہمین معزز ہمعصرون سے امید ہے کہ اس ناچیز لسان الصدق
کا مبادلہ منظور کرنے مین اب زیادہ توقف
نہین فرمائین گے۔ ایسی حالت مین کہ اس سے
گو اون معزز رسالون اور اخبارون کو کوئی
فائدہ نہو، لیکن لسان الصدق تو قطعی مستفیض
ہوا کرے گا۔

لسان الصدق کے مقاصد مین، بنگالہ مین
علمی مذاق کی اشاعت سب سے اہم مقصد ہے،
اور اسکے متعلق پہلے نمبر مین ہم کافی طور سے لکھ چکے
ہین لیکن عملی طور پر یہ مقصد کیونکر پورا ہو، یہی
اک بڑی بحث ہے۔ اور جب تک کلکتہ کے معززین
اسپر توجہ نہ کرین طے نہین ہوسکتی۔ لیکن افسوس
کے ساتھ یہ بات ظاہر کیجاتی ہے کہ اس جماعت
کا متوجہ ہونا ہی اک بڑی بحث کا محتاج ہے۔
اس ضرورت کا اگر اونہین خود احساس ہوتا،
تو آجتک اوسکا عملی نتیجہ بہت کچھ ظاہر ہو جاتا،
اونکی بیجا خاموشی ہی اس امر کی دلیل ہے کہ
یا تو انہین اس ضرورت کا احساس نہین ہے،
اور یا احساس کے ساتھ ہمت اور استقلال نہین
ہے، کہ عملاً کامیاب ہون۔ آخر الذکر حالت
مین اونہین ہمت پیدا کرنی چاہیئے۔ ہر کام ابتدا
مین مشکل نظر آتا ہے، لیکن کام کرنے والے
کرکے دکھلا دیتے ہین۔

ہم جناب منشی محمد مراد خانصاحب کانپوری
کے بہت ممنون ہین۔ آپنے اس رسالہ سے بہت
ہمدردی ظاہر فرمائی ہے، اور عملاً اوسکا آغاز
بھی ہوگیا ہے۔ اثنائے قیام کلکتہ مین آپنے
تین خریدار پیدا کیئے، اور کانپور پہنچکر اپنے
تمام احباب کو خریدار کرنے کا وعدہ کیا ہے۔
جزاک اللہ!! اگر منشی صاحب کی ہمدردی سے
ہمارے اور احباب بھی سبق لین، تو لسان الصدق
کی ترمیم ضخامت مین ہمین کبھی عذر نہ رہے۔

باخبر ناظرین واقف ہونگے، کہ جب ہندوؤن نے
"نیشنل کانگریس" قائم کی تھی تو سر سید مرحوم
کی مخالفت منجملہ اور وجوہ کے، سب سے زیادہ اس
وجہ پر مبنی تھی، کہ اسکا نام گورنمنٹ کو سخت دہوکہ
دینے والا ہے۔ اسکا نام دعوا کرتا ہے کہ یہ ایک
قومی کانگریس ہے حالانکہ سوا ہندوون کے
اسمین کوئی شریک نہین ہے۔ "پھر نیشنل"
کا لفظ بالکل حالت کے خلاف ہے۔

معزز ہمعصر "تالیف واشاعت" لاہور نے بھی "لسان الصدق" کا ذکر کرتے ہوے جہان اسے بنگالہ کیلئے ضروری اور غنیمت بتلایا ہے وہان اسکے زیادتی ضخامت کی بھی ضرورت دکھلائی ہے، بیشک لسان الصدق کی موجودہ ضخامت بہت ناکافی ہے. لیکن جب کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، اسکی مالی حالت سردست اتنی وسعت نہین رکھتی، اور خریدارونکی رفتار بہت سست ہے تاہم صرف قوم کے آیندہ توجہ کی امید پر بالفعل اسقدر ترمیم کرنے کا مقصد رکھتے ہین کہ آیندہ سے لسان الصدق بجاے ایک جزوکے ڈیرہ جزو مین شایع ہوا کرے — اس سے زیادہ ابھی ہمسے انتظام نہین ہوسکتا. پہلی سہ ماہی ختم ہونے پر اگر قوم نے توجہ، اور خریدارون کی حالت قابل اطمینان ہوئی، تو انشاء اللہ تعالیٰ تین جزو تک ضخامت بڑہا دی جائے گی. ہمین امید ہے کہ اب پرچہ کی حالت پر خاص توجہ کیجائیگی. غور تو فرمایئے کہ ابتک سالہ کو پچیس خریدار بھی پورے نہین ہوے ہین اور اسپر بھی ہم کا یک ضخامت بھی بڑہا دینے کا ارادہ ہے. ایسی حالت مین قوم کی توجہ کی اشد ضرورت ہے. خریدارونکی ایک کافی تعداد بہم ہوجاے. تو اسکی حالت اور ترقی کرے. باوجود اس زیادتی ضخامت کے سالانہ قیمت مین کوئی ترمیم نہین کیجائیگی وہی عہ بدستور قایم رہیگا.

"لسان الصدق" کا پہلا نمبر مبادلہ اور ریویو کی غرض سے تمام اردو "رسالون" اور "اخبارون" کی خدمت مین بھیجا گیا تھا، لیکن سوا ایک دو ہمعصرون کے اور کسی نے مبادلہ کے پرچے نہین بھیجے. اوسکے بعد چھپے ہوے کارڈ بھی اس مضمون کے بھیجے گئے. کہ اس سے پہلے رسالہ آپ کے خدمت مین ارسال کیا گیا ہے بہراہ عنایت اظہار راے کے علاوہ مبادلہ قبول فرماکر ممنون فرمایئے." لیکن افسوس ہے کہ اب تک کسی نے اسپر توجہ نہین کی، اور اخبار تو بجاے خود رہے چار رسالے بھی مبادلہ مین نہین آئے، اور اوسپر یہ ستم کہ جن نمبرون مین لسان الصدق پر ریویو کیا گیا وہ نمبر بھی ہماری نظرون سے نہین گذرے. بعض درخواستون سے معلوم ہوا کہ فلان اخبار نے اسپر راے ظاہر کی ہے.

(جسکی ناتعلیم یافتگی نے مردون اور بچون پر قیامت برپا کر رکھی ہے) بات بات مین شگون اور اٹھتے بیٹھتے توہمات سے کام لیتے ہین بیشک عورتین اپنی جہالت اور ناخواندگی ناتعلیم یافتگی کے ہاتھون توہمات کی زندگی بسر کر رہی ہین؛ اور یہی وجہ ہے کہ توہمات انسانی نے پیٹ سے پاؤن نکالتے ہی بڑی سرعت کے ساتھ فرقہ نسوان مین کامیابی حاصل کی جسکا فوری اثر مردون پر پڑا، اور رفتہ رفتہ افراد کو نے سب نہین تو عشر عشیر ہی اپنی زندگی سے وابستہ کرلیا' جو سلسلۂ توالد وتناسل کے ہمقدم رہا اور جسنے اپنی غیر محسوس رفتار سے صدیان طے کین' اور اپنے قدردانون کے دلون مین اچھی طرح جگہ پکڑی، اور ایسی جگہ پکڑی کہ مذہبی احکام کیطرح اسکا بھی لحاظ رکھا جانے لگا یعنے بچارے اولڈ فیشن کولوگ اسکی پابندیان گویا مذہبی پابندیان تصور کرنے لگے !!-

فعجب ثم العجب !- رسوم کے مارے ہوسے اور توہمات کے ہاتھون بکے ہوسے خدا جانے کیونکر اپنی دانش اور عقل کا دعوے کرتے ہین ؟ کچھ سمجھ نہین پڑتی' مہمل اور لغو باتون پر کس طرح عقیدہ جم جاتا ہے ؟ مثلاً ،

(۱) گھر مین جھاڑو کھڑی نہین رکھنی چاہئے۔ یہ کیون ؟ اسلئے کہ رزق کی تنگی واقع ہوگی' اسکا ایستادہ رہنا روزی کا سلسلہ قطع کر دیگا ! حالانکہ "قاسم الرزق" خاص وہی ذات ہے' اللہ جلشانہٗ کے کئے سب کچھ ہوتا ہے کمبخت یہ جھاڑو کیا مال ہے کہ یہ خدا کے دیے ہوئے رزق کو بالا بالا الگ ہی الگ ٹہلا دے اور کسی پر روزی کی کشادگی کو تنگی سے بدل دے !!

توبہ توبہ! اگر یہ خیال ہو کہ صرف جھاڑو کھڑی رکھنے کی وجہ سے اللہ میان کم رزق عنایت فرماتے ہین' تو مین کہہ سکتا ہون کہ جو لوگ اسکی پابندی نہین کرتے بلکہ اُنکے کانون تک بھی ایسی لغوبات نہین پہونچی ہے، جیسا انگریز یا یہود یا اور کوئی دوسری قوم' تو اسی اصول سے انپر تو رزق کی تنگی کے ہاتھون قیامت برپا ہونی چاہئے مگر مشاہدہ یقین دلاتا ہے کہ وہ سب تو مین ہم سے زیادہ

ہندو کہتے تھے کہ "اسمین دیسی عیسائی شامل ہین" اور مسلمان بہی اسکے ہمدرد ہین۔ سرسید کو مسلمانون کا بچانا منظور تھا! اونھون نے پبلک اور گورنمنٹ پر ثابت کردیا، کہ مسلمانون کو اس سے کوئی تعلق نہین ہے۔ آج تیرہ چودہ برس کے بعد خود کانگریس کے ہمدردون کو اسکا احساس ہونے لگا ہے۔ اسکے سرگرم ممبر اب وہ ہی راگ گانے لگے ہین جو کبھی سرسید کی زبان پر جاری تہا، اور جسنے اسی کانگریس کی زبانی دشمنِ قوم وملت کا خطاب انہین دیا تہا۔ چنانچہ کانگریس کے سرگرم کارکن مسٹر "الفریڈ نندی" ایک مضمون مین لکھتے ہین کہ "کانگریس مین نیشنل کی تعریف نضول پائی جاتی ہے"

دیسی عیسائیون نے بہی اس سے کنارہ کشی کرلی ہے۔ مسلمانون کی مدد بہی برائے نام ہے۔ پھر اس کانگریس کو قومی کہنا کیا معنے رکھتا ہے؟"

"ایڈیٹر"

توہمات کی زندگی

اگر تاریخ کی کتابین ہمین یقین دلائین کہ دنیا مین بسنے والی قومون نے اپنی ابتدائی جہالت اور تاریکی کے زمانہ مین تہوڑی بہت توہمات کی زندگی بسر کی ہے، توشاید اسکے تسلیم کرنے مین ہمین کوئی معقول عذر نہ ملے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ یورپ جیسے ممالک مین جہان تعلیم یافتہ اور مہذب قوم بسی ہوئی ہے، ابتک کسیقدر وہی اگلی کسک سی باقی ہے۔ اور ہم مسلمانون کا تو کیا پوچھنا! اس قدر ترقی پر بہی اور اس تعلیم پانے پر بہی ہم مین ابتک بعض ایسی لغو باتین ہین جنہین ذکر کرتے ہوے لجانا پڑتا ہے۔ ہر قوم نے جب ترقی کی، توہمات کی زندگی کے دائرہ سے باہر قدم رکھا۔ مگر ہمارا قدم اگر اس دائرہ کے اندر نہین ہے، تو باہر بہی نہین ہے گو ہم مین سے بعض افراد نے یہ اور ایسی وہمی پابندیان دور کرلی ہین پہر بہی ہمارے زیادہ سے زیادہ حصے نے ابتک اپنے طرز عمل مین بہت سی وہمی باتین شامل کرلی ہین، اور عورتون کی طرح

کچھ ٹہکانا ہے؟ وقس علی ھٰذا البواقی" کہانتک کوئی حوالہ قلم کرے؟ ایسے ہی ایسے توہمات نے مار رکہا ہے، اور موجودہ تعلیم بہی ایسے وہم اکثر طبیعتون سے دور نہین کرسکتی۔ اسکی خاص وجہ عورتونکی جہالت اور ناتعلیم یافتگی ہے جسکا اثر انکی اولاد اور انکے شوہرون اور عزیزون پر پڑتا ہے اور عورتون کی تعلیم کا مسئلہ عجب کشمکش کے عالم مین ہے: کچہ لوگ تو تعلیم نسوان کیلئے سرے سے موجودہ پردہ کو اُٹہا دینا چاہتے ہین؛ اور کچہ لوگ صرف تعلیم کو مدنظر رکھتے ہین؛ خواہ پردہ اُٹھے یا نہ اُٹھے؛ اور کچہ لوگ پردہ کے مطابق ہین اور ساتہہ ہی تعلیم نسوان کے مؤید بہی وہ چاہتے ہین کہ ستر کے ساتہہ تعلیم ہو۔ بہرکیف سبکی رائیکا نتیجہ یہ ہے کہ "توہمات کی زندگی" سے نجات حاصل ہو جب عورتین اس اخلاقی بیماری سے صحت پائین گی، تولابدی امر ہے کہ مرد بہی اس [illegible] سے بچ جائینگے؛ ورنہ یہ سمیت بہری ہوا صحیح اشخاص کو بیمار او جو بیمار ہین انکا خاتمہ کردیگی"۔

ابوالنصر آہ دہلوی

اسلام اور رسوم

نمبر ۲

(سلسلے کے لئے دیکھو اشاعت نمبر ۲ - مورخہ ۲۰ - دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء)

آئیے، اب مسلمان فاتحون کے ہندو مفتوحون کے رسم ورواج سے متاثر ہونے کے اسباب پر غور کرین۔ ہم جہان تک خیال کرتے ہین یہی تین چار باتین ایسی ہین، جو مسلمانون کے رسم ورواج ہنود کی پیروی کرنے مین زیادہ تر مؤید ہوئی ہین:—

(۱) عام مسلمانون کی اور خصوصاً طبقۂ نسوان کی جہالت اور ان کا عموماً دینی اور دنیوی تعلیم سے بے بہرہ ہونا،

(۲) مسلمان فاتحون کا (یورپی فاتحین کے برعکس) ہندوستان کو بجائے فرودگاہ کے وطن قرار دیدینا،

(۳) انکا ہندو مفتوحون سے زیادہ میل جول اور خلا ملا پیدا کرنا،

(۴) ہمارے علما اور مشائخ کا نہ صرف

آسودہ اور فراغبالی کی زندگی بسر کر رہی ہین
اور ہم لاکہہ ایسی ایسی لغو پابندی سے کام
لیتے ہین جب بہی وہی بیک بینی و دو گوش
والا معاملہ رہتا ہے، جس کا نہ ہمین احساس
ہے اور نہ افسوس!

(۲) توہم کا یہ عالم ہے کہ بچہ پیدا ہوا،
اور کچہ دنون بعد مرنیکو تو مر گیا مگر والدین تاڑ گئے
کہ ابکی فلان شاہ صاحب کی نیاز نہین کی تہی!
انہون نے لے لیا۔ اسے ہے! یہ بری ہوئی۔
ہمین کیا معلوم تہا کہ حضرت اسقدر رنجیدہ
ہوجائینگے؟ چلو انکے قدم لو یا انکے مزار
کی زیارت کرو اور بیٹا مانگو "فہم سخن" یہ نہین
سمجہتے کہ بہلا انکے شاہ صاحب کیا چیز ہین
کہ زندہ کو مار ڈالین گے یا انکی رنجیدگی
یہ رنگ لائیگی؟ اور لطف تو یہ کہ رنجیدگی بہی
مسئلہ طلوس ہوا!! بچہ اپنی موت مرا۔ حاصل
اسکے دن پورے ہوئے چلتا ہوا،
"اذا جاء اجلهم لا یستاخرون
ساعة ولا یستقدمون" وہ شئ
ٹلنے والی شئے ہیچگئی اور اپنا کام کر گئی جس سے
کسی کو گریز نہین اور نہ دنیا بہر کی کسی قوم کو
اس فلسفۂ موت سے انکار ہے۔ یقیناً
یہ مسئلہ مسلم ہے، اور ہر فرد "ولو کنتم
فی بروج مشیدہ" کے معنے سے آگاہ
ہے مگر انسانی وہم نے کیا سے کیا بات
بنادی۔ شاہ صاحب کچہ اور مانے گئے؛
انکے نصیب کا انہین کچہ اور مل گیا۔

(۳) یہ بہی عجب وہم ہے کہ گہر سے
کسی کام کو نکلے بری شامت سے کسی نے
پیچہے سے پکار لیا گو کسی کام ہی سے بہی
مگر انکے خیال مین یہ شگون برا واقع ہوا۔
یہ جس کام کو جائین گے ناکام رہین گے۔

(۴) اور سنیئے گہر سے کسی کام کو
جارہے ہین بد قسمتی سے کوئی عورت
سامنے آگئی یا سامنے سے نکل گئی بس
قبلہ و کعبہ آگ ہوگئے۔ اب چار قدم
پیچہے ہٹ کے بیٹہتے بنی اور پہر اندہر
کیطرح سیدہے چل نکلے"

(۵) اس سے بہی بڑہکر سنیئے گہر مین
کپڑے دہوئے جاتے ہین۔ ایسے مین
کوئی شخص "دہوبی" نہ کہے ورنہ کپڑے
سفید نہین ہونگے۔ بہلا اس وہم کا بہی

پنشن پانے کے بعد، اور تجارتس اور کار رفتہ ہونے پر، ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہکر آخر اپنے وطن مالوف کو سدہارتے ہین اور اپنی زندگی کے باقی دن تیر کرکے وہین کے پیوند زمین ہوتے ہین۔ اسکے برعکس مسلمانون نے جو ہندوستان کو فتح کیا، تو وہ یہین کے ہو رہے۔ انہون نے اس ملک کو فتح کرنے کے بعد اپنے ہوم سے، خواہ وہ کابل یا ترکستان ہو، خواہ فارس یا عرب، کوئی علاقہ نہ رکہا، اور مرتے دم تک پہر اونہین اپنے ڈیرہوم کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔

مگر اس امر مین ہم اُنہین زیادہ ملزم یا جوابدہ نہین ٹھہرا سکتے۔ اس لئے، کہ اوسوقت مین سفر نمونۂ سقر تہا، نہ اُس زمانے مین ریل ہتی نہ آگبوٹ، اور نہ راستے رہزنون اور ڈاکوؤن سے پاک صاف تھے۔ ایک چہوٹے سے چہوٹے سفر مین جو جو صعوبتین اور زحمتین پیش آتی تہین، وہ ناگفتہ بہ ہین۔ آجکل جو سفر ریل اور جہاز کے ذریعہ سے دو دو تین تین ہفتے مین طے ہوتے ہین، اُس زمانے مین اُن کے طے کرنے مین عمرین تمام ہو جاتی تہین۔ یہ اُنہین کی ہمت تہی، اونہین کی اولوالعزمی تہی، اُنہین کا استقلال تہا، کہ سفر کی تمام صعوبتین برداشت کرکے مشرق سے مغرب تک اور جزائر فرادیس تا ملکِ مغرب و اندلس پہیل پڑے، اور چار دانگ عالم مین اسلام کا سکہ بٹھا دیا۔ پہر اگر اُنہون نے ہندوستان پہونچکر اور اپنا مقصد حاصل کرکے اسی ملک کو اپنا وطن قرار دیدیا، اور اپنے وطن سے تعلق قائم نہ رکہہ سکے، تو اُنپر ایسا الزام عاید نہین آتا۔

رہی تیسری وجہ، یعنی، مسلمان فاتحون کا ہندو مفتوحون سے زیادہ میل جول اور خلا ملا پیدا کرنا، تو اسکا ایک بڑا سبب مسلمانون کا ہندوستان مین وطن گزین ہونا ہوا، جس کا بیان اوپر کے پارگراف مین گزر چکا ہے، اور یہ بہی دکہا یا جاچکا ہے، کہ یہ امر ناگزیر تہا۔ لیکن صرف یہی بات نہین ہے، اسکی بہت بڑی تائید اکبر اعظم کی غیر متعصبیت نے کی۔ اسنے فاتح و مفتوح قومون کے درمیان سے کل فرقون اور امتیازون کا اوٹھا دینے کی کوشش کی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلو تہی
کرنا، بلکہ کچھ تو اُس وقت کی جابرانہ حکومت
کے دباؤ کے باعث، اور زیادہ تر اپنی
شکم پری اور تن پروری کے خیال سے
ناجائز باتون کو جائز قرار دینا، اور بسا
اوقات اُن امور ناجائز کے ارتکاب
مین مؤید ہونا۔ اسمین کوئی شبہ نہین
کہ ہندوون کی رسوم کو مسلمانون
مین رائج ہونے کی سب سے بڑی
وجہ عام مسلمانون کی جہالت اور
خصوصًا اُن کی عورتون کی بے تعلیمی ہے
ہماری عورتون کی عمومًا یہ حالت ہوتی ہے
کہ گھر مین آنے جانے والی کنجڑیون اہیرنون
سے جو باتین سن لین اُن کو کالوحی المنزل
من السماء مان لیا۔ اگر گھر مین کسی لڑکے
کو چیچک نکلی، تو ڈہیا اہیرن کی ہدایت
کے بموجب مالی کو بلاکر اُس سے پوجا پاٹ
کرانا ضرور ہے، ورنہ ماتا مئیا دیا کی نظر پھیر
لین گی۔ اب اُنھین ہزار کہیئے، کہ یہ
ایک بیماری ہے، کسی حکیم یا ڈاکٹر کو
بلاکر دکھانا چاہیئے! مگر سنتا کون ہے؟

غرض، ہماری عورتون کی جہالت اور
بے تعلیمی کی وجہ سے ہماری سوسائٹی
مین جو جو خرابیان پیدا ہوگئی ہین،
وہ اظہر من الشمس ہین، اُن کو اس
مختصر آرٹیکل مین صراحت کے ساتھ
بیان کرنے کی ضرورت نہین۔

اس امر کا، کہ مسلمان
فاتحون مین مفتوح قوم کی خو بو کیون
اثر کر گئی، اور یورپین فاتحون
مین کیون نہین اثر کرتی، ایک بڑا
سبب یہ بھی ہے، کہ یورپین
فاتحین ہمیشہ ہندوستان کو اپنی سیرگاہ،
شکارگاہ، یا فرودگاہ تصور کرتے ہین؛
اس کو نہ اپنا وطن سمجھتے ہین، اور نہ یہان
توطن اختیار کرتے ہین، عام ازاین
وہ طبقۂ حکام سے ہون، یا جماعت تجار سے
چنانچہ یہ جب تک ہندوستان مین
رہتے ہین؛ اگر ہر برس نہین، تو تیسرے
یا چوتھے سال انھین اپنے بیلوِڈ
ہوم (وطن مالوف) کی زیارت کرآنی ضرور
ہے۔ اور حکام اور دوسرے ملازمین سرکاری

کے خیال نے انکو انکے مریدین اور معتقدین کی لغو
و بیہودہ رسوم کی پابندی کی طرف سے نہ صرف چشم
پوشی کرنے پر مجبور کیا، بلکہ انہون نے بیشتر اُن رسوم
کی تائید کی یون معمولی طور پر جو نذرانے انکی مریدین
و مسترشدین لایا کرتے، وہ انکی جیبون کے
پر کرنے کے لیے کافی ہوتے؛ لیکن اب نئی نئی
رسمون اور نئی نئی تقریبون کے پیدا ہو جانے سے
ضرور ہوا، کہ مریدین اُن موقعون پر اپنے پیر میاؤن
کی زیادہ آو بھگت کرین - اور جب کہ مثلاً کسی
رسم یا تقریب کے موقع پر اُنہون نے دس ہزار
خرچ کیا، تو اس مثل کے بموجب، کہ "جہان
مُردے پر سو من مٹی وہان نو من اور سہی"، کیا
سو دو سو اُس وقت پیر میان کے آگے لا کر
رکھہ دینا اُونہین بار گزر سکتا تہا؟ پہر کیونکر ہو سکتا،
کہ پیرجی ایسی رسوم کی، جو اُن کے لیے ازدیاد
معاش کا معقول ذریعہ تہین، بیخ کنی کرین؟
مجملہ حلال و حرام کی کل تو اُن کے ہاتہ مین تہی؛
اُس کل مین ڈہالکر ہر ایک ناجائز اور مذموم امر کو
جائز اور مباح بنا ڈالا - یہی نہین؛ بلکہ طمع زر
اس بات کی محرک ہوئی کہ وہ نئی نئی رسمین اور تقریبین
مذہب کا مقدس لباس پہنا کر ایجاد کرین -

اوپر جو کچھ لکہا گیا، اُسمین ہمین اس بات کا
دکہانا مقصود تہا، کہ اسلام کا سا پاک و صاف
مذہب مذموم اور بیہودہ رسوم کی آلایش سے
کیونکر ملوّث ہوا - خیر، جاہل اور متعصب اشخاص
تو ایک طرف رہین؛ ہمین سخت حیرت اور افسوس
اُن حضرات پر ہے، جو تعلیم یافتہ اور روشن خیال
ہونے کی مدعی ہین، اور ان رسمون کی مضرتون
کو محسوس بہی کرتے ہین، لیکن پہر بہی ان کے
دفیعے کی کوشش نہین کرتے - اور تو اور؛
ہم نے بہتیرے اُن جنٹلمینون کے ہان بہی،
جو یورپ کی ہوا کہا آئے ہین، ادنے ادنے
تقریبون مین وہی بیہودگیان اور فضول خرچیان
برتی جاتی ہوئی دیکہین - اُن سے پوچہیے،
تو سارا الزام عورتون کے سر رکہکر خود الگ
ہو جاتے ہین - مگر کیا اُنکا یہ عذر مسموع ہو سکتا؟
ہرگز نہین - اوّلاً، ان تقریبون مین ناچ وغیرہ
بہتیری چیزین ایسی ہوا کرتی ہین، جن سے مستورات
کو کوئی سروکار و تعلق نہین؛ وہ صرف مردانے
جاہلانہ حوصلہ اور وحشیانہ اُمنگ سے کرتے ہین -
دوسرے، اس کے کیا معنے ہین کہ مرد عورت
کے بس مین آ جائے؟ ہم یہ نہین کہتے، کہ

وہ دونون کو ایک نظر سے دیکھتا تھا، اور اُسنے
مسلمانون کو اوج فہمندی سے اوتار کر، اور
ہندوؤن کو حضیض مغلوبی سے نکال کر، ایک
سطح پر لاکھڑا کیا - اپنے اس مقصد کو پورا کرنے
مین اُس نے یہان تک اہتمام بلکہ مبالغہ
کو راہ دی، کہ اپنے محل مین ہندو راجاؤن
کے یہان سے ڈولے منگوانے کی رسم جاری
کی: اور اسی پر بس نہین کیا، بلکہ خود
بھی پوری ہندوانہ وضع اختیار کر لی،
اور بجائے اسکے کہ وہ اپنی وضع ولباس
سے مغلی شان وشوکت ظاہر کرتا، خاصہ
مہاراجہ "ادہیراج" بن بیٹھا - اب حرم سرائے
شاہی مین جو رانیان آئین، وہ اپنے ساتھ
اپنی تمام رسم ورواج اور اطوار وعادات
لیتی آئین: اور جب شاہی محل کا رنگ
ڈھنگ بدلا، رعایا نے بھی بموجب
الناس علیٰ دین ملوکھم اُن کی ریس
اختیار کر لی - الغرض جہان اکبر اعظم
کی غیر متعصبانہ اور ناجانبدارانہ پالسی
جسکی نظیر تاریخ کے صفحون پر بہت کم ملیگی،
ایک طور پر ملک وقوم کے لئے باعث رحمت

ثابت ہوئی، وہان اُس سے اسلامی سوسائٹی
مین ایسی ایسی خرابیان بھی واقع ہوگئین
جن کے دفعیے کے لیئے قومی مصلحین نے
اپنی کوششون کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا،
مگر اب تک کوئی خاطرخواہ نتیجہ ظہور مین نہ آیا،
اور جن کا رونا رونے کو ہم بھی اسوقت بیٹھے
ہین - سچ یون ہے، کہ اگر اکبر اعظم کی سلطنت
کے بعد ہندوستان مین اورنگ زیب
عالمگیر اول - کی حکومت نہ ہوتی، جس نے محلسرا
مین ڈولے منگانے کی رسم یکقلم موقوف کی، اور
مذہبی امور مین متشددانہ پالیسی برتی، تو وہ
نیر اعظم اسلام کا، جس پر اُن خرابیون کے باعث
اسوقت نصف کسوف ہو گیا ہے، کسوف کامل
ہو جاتا، اور تمام ہندوستان تیرہ وتار نظر آتا
ہماری رسم ورواج کے بگاڑنے کے لیئے ہمارے علما و
مشایخ بھی کچھ کم جوابدہ نہین ہین - کچھ تو انہین
اُسوقت کی جابرانہ حکومت کے دباؤ مین پڑکر بہت
سی ناجائز باتون کو جائز اور حرام کو حلال قرار دینا
پڑا، جیسے بادشاہون کے سامنے سجدہ کرنا،
بادشاہونکا حریر اور طلائی زیورات پہننا، وغیرہ وغیرہ
لیکن زیادہ تر ان کی اپنی جیب پُری اور تن پروری

کا انجام دیا جانا لابدی سمجھ لیا جاتا ہے، گو وہ کیسی ہی بربادی اور تباہی مین ڈالے! اور بیہودہ رسم کسی کے اُٹھائے نہین اُٹھتی۔ مگر ہم تو مہمانون کی دلبستگی کے لیئے ناچ رنگ جیسی لغو اور مخرب اخلاق چیزون کی ضرورت کو کسی طرح تسلیم نہین کرتے۔ اگر ایسی ہی مہمانون کی خاطر آپ کو عزیز ہے، تو پھر شراب وکباب بھی کیون ضروریات مجالس مین نہ شمار کیا جائے؟ یہ سب لغو باتین ہین۔ دلبستگی کے لیے چار دوستون کا ایک جگہ مل بیٹھنا کیا کم ہے؟

بڑی خوشی کی بات ہے، کہ ادھر محمڈن کانفرنس اور ندوۃ العلماء کو خاصکر سوشل اصلاح کا خیال پیدا ہوا ہے۔ مگر صرف ریزولیوشنون سے کام نہین چل سکتا! ہم کو حقیقت مین خوشی جب ہو کہ یہ انجمنین اپنے ان مقاصد کا عملی ثبوت دین، اور جو کچھ یہ کہتے ہین وہ کر کے دکھا دین۔ ہماری رائے مین اُنہین چاہیئے، کہ اپنے ارکین سے وہ اس بات کا ذمہ لین کہ، وہ خود بیہودہ رسمون اور فضول خرچیون سے مجتنب رہین گے! اور کم سے کم ہندوستان کے ہر بڑے شہر اور قصبے مین ایسے "والنٹیر" مقرر کرین، جو وعظ و پند اور لکچرون کے ذریعہ لوگون کو رسوم قبیحہ کی پابندی سے روکین، اور خود اس کا نمونہ بنین۔ یاد رکھو، کہ جب تک تم خود وہ کام نہ کرو گے جو دوسرون سے کرانا چاہتے ہو، تمہاری بات کی ہرگز شنوائی نہ ہوگی۔ کیا اگر "سرسید مرحوم" صرف "انگریزی پڑھو! انگریزی پڑھو!!" چلایا کرتے، اور خود اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم سے بے بہرہ رکھتے، تو قوم اس جانب متوجہ ہوتی؟ ہرگز نہین۔ جب اُنہون نے پہلے خود اپنے لڑکون کو انگریزی پڑھوائی اور اُن کو ولایت بھیجکر تعلیم کرایا، تب اسکی خوبیان لوگون کے ذہن نشین ہوئین، اور اُنہون نے انگریزی پڑھنے اور ولایت جانیکو ہیبت اور حیرت کی نگاہ سے دیکھنا چھوڑا۔ جبتک دہلی مین مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ، اور پٹنے مین مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ، نے خود اپنے خاندانون کی بیوہ لڑکیون کا نکاح ثانی نہ کیا، ان جگہون کے شریفون نے اس رسم پسندیدہ کو ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھنا نہ چھوڑا۔

اے مصلحین قوم! اور اے ریفارمیشن کا دعوی کرنے والو! اس آیۂ شریفہ لم تقولون ما لا تفعلون کو ہمیشہ پیش نظر رکھو اور اسکو اپنا دستور العمل قرار دو، ورنہ یاد رکھو کہ تمہارے ہر ارادے، حرکات اور ہر مقصد مین ناکامیابی نصیب ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ

"محمد یوسف جعفری رنجور عظیم آبادی"

اُن کے ساتھ "بزن" کا معاملہ، یا درشتی کا برتاؤ کرو؛ بلکہ اُنہین تعلیم دو، اور اس قسم کی رسوم کی مضرت اور لغویت اُن کے ذہن نشین کرو۔

زن و شو کے تعلقات اس قسم کے واقع ہوے ہین، کہ بی بی پر میان کی باتون کا ضرور اثر پڑتا ہے جن لوگون نے اپنی عورتون کی اصلاح خیال کی کوشش کی ہے، وہ ہمیشہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوئے ہین۔ خاص کر کے ہندوستان کی عورتون کو، جن مین فطرۃً میان کی محبت و اطاعت کا مادہ ودیعت کیا گیا ہے، میان کی ہر ایک ادا محبوب اور پسندیدہ ہوتی ہے؛ اور وہ بطیب خاطر ہر امر مین اُس کی ہمخیال ہو جاتی ہین۔ چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے، کہ اگر کسی سنی کے گھر مین شیعے کی، یا ایک غیر مقلد کے گھر مین مقلد کی لڑکی آئی، تو وہ بھی سنی یا غیر مقلد بن گئی۔ غرض، عورتون کے نہ ملنے کا عذر لنگ تو کسی طرح معقول نہین ہو سکتا۔ اور اگر واقعی تم اپنی بی بی تک پر اپنے خیالات کا اثر نہین ڈال سکتے، تو پھر قوم پر کیا خاک اثر پہنچا سکو گے؟ پھر "اصلاح! اصلاح!" اور "ریفارم! ریفارم!" کی ہانک پکار محض لاحاصل اور بے سود ہے۔

؎ تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

بعض حضرات تقریبون اور مراسم کی تائید مین یہ امر پیش کرتے ہین، کہ مختلف قسم کی تقریبون کے ذریعہ اپنے برادری والون اور دوستون اور اُنکی مستورات کو اپنے گھر بلانے، اور اُن کے ساتھ مواکلت و مشاربت کا موقع ملتا ہے جو مواخات اور سوشل اتحاد کو قوی کرنے کا بہت عمدہ ذریعہ ہے: اور اُن مہمانون کی دلچسپی اور دلبستگی کے لیے ناچ رنگ، باجے گاجے، روشنی، آتشبازی وغیرہ کا ہونا ضرور ہے۔ ہم یہ مانتے ہین، کہ بیشک احباب و اقارب کو مدعو کرنے اور اُنکے ساتھ اکل و شرب کرنے کے بڑے بڑے فائدے ہین۔ اگر آپکو خدا نے روپیے دیے ہین، تو ضرور دعوتون کے جلسے کیا کیجیے، مگر قرض لیکر اور خود آپکو تباہ کر کے نہین: اور پھر مطلق دعوت کے لیے خواہ مخواہ کسی من گڑھت تقریب کی نام رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ عام طور پر دعوتین کرنے کی فضیلتین حدیث شریف مین بھی وارد ہوئی ہین؛ لیکن کسی من گڑھت تقریب کے بنا لینے سے پھر وہ ایسی رسم کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس

تصنیف کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے۔ علاوہ ان
بیش بہا تصانیف کے کانفرنس کے متعلق انکی بعض
نظمون نے وہ اثر پیدا کیا، کہ جنکی نسبت سے کہا جا سکتا ہے
کہ کانفرنس کو کامیابی ہی نہین ہوتی۔ مسدس
تحفۃ الاخوان نے دہلی کانفرنس دوم مین جو رنگ
دکھلایا تھا اوسے کون ہے جسنے فراموش کیا ہوگا؟
یہ اور اس قسم کے اور علمی احسانات مولنا کے
قوم پر ایسے مین جنکا قوم کو شکریہ ادا کرنا اور انکے
احسانات کا ممنون ہونا ایک لازمی امر ہے۔ لیکن جہان
موجودہ ایشیا مین اور سیکڑون صفتین مفقود نظر
آتی ہین وہان قدر دانی کی اعلے صفت بھی قوم
کھو چکی ہے۔ مولنا کے ان علمی خدمات کا آجتک
کوئی قومی اعزاز عام طور پر نہین کیا گیا۔ اور درحقیقت
قوم کے لیے یہ نہایت باعث شرم ہے کہ وہ اپنے
علمی محسنون کی قدردانی نہین کرتی۔ اگرچہ اور بزرگان
قوم گورنمنٹ کے خطابات کی جانب سے معزز ہو چکے ہین
لیکن مولنا کی طبعی منکسر المزاجی نے اونہین اُن
اسباب سے منتفع نہین ہونے دیا جو عموماً ان خطابون کے
حصول کے ذرائع سمجھے جاتے ہین۔ لیکن ہماری
عمدہ صفت یہ ہونی چاہیے کہ ہم اسکی کوئی پروا نہ کرین
کہ گورنمنٹ نے خطاب کیون نہین دیا۔ ہم قومی حیثیت
سے خود ایسی گرانمایہ وجود کے اعزاز کیلئے آمادہ ہو جائین،
اور اپنی علمی قدردانی ملک پر ظاہر کر دین معزز معاصر "تالیف
واشاعت" لاہور نے قبل انعقاد جلسہ کانفرنس بمبئی یہ نہایت مستحسن
رائے دی تھی کہ مولنا کا اسی سال کے جلسے مین قومی اعزاز کر کے
ایک سلسلہ اس اعزاز کا مستحق بزرگون کیلئے قائم کیا جائے،
جس سے قومی قدردانی کا ثبوت ملتا رہے۔ لیکن افسوس ہے کہ قومی
اخبارات نے اس مفید رائے پر توجہ نہین کی اور خود اس سے اتفاق کر کے
عام قومی رائے کا اندازہ نہین کیا۔ زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ تالیف
واشاعت کی ہمزبان ہو کر اس امر پر ہے کہ وکیل و وطن جیسے مشہور اخبارات
نے بھی بالکل خاموشی اختیار کی اور ایسے ضروری امر پر کوئی نوٹس
نہین لیا۔ سچ ہے!! ایسے اخبارات سے قومی و ملکی ضروریات کی احساس کی
کیا امید ہو جنھین بجائے اپنی ضروریات کے ترکی اور مصر و شام کی ضروریات
پر زیادہ توجہ ہو اور جنکی ملکی درگاہین ہوری پڑی ہون مگر دوسرے ملکی تکمیل
کا خیال انہین زیادہ مدنظر ہو۔ اگر قوم اس رائے پر اب بھی توجہ ہو اور مولانا اعزاز
اپنی عزت کی ترقی مقصود ہو تو صرف اس اعزاز کیلئے کسی خاص جلسہ کا منعقد ہونا
کوئی مشکل نہین ہے بشرطیکہ اخبارات کو تو در اصل اس پر زیادہ توجہ ہونا چاہیے اسلیے کہ
مولانا کا مسکن پنجاب سے متعلق ہے اور بر بنا تقسیم کے لحاظ سے تو اب بھی پنجاب ہی سکونت
پذیر ہین بیشک مولانا اس اعزاز کے بالکل مستحق ہین اور انکی بے نظیر فطرتی قابلیت انکی
بیش بہا تصانیف غیر محسوس طریقہ پر مولانا کو جس اعزاز کا ثابت کر رہی ہین وہ اس قومی
اعزاز سے بہت زیادہ معزز ہے اونہین کسی اعزاز کی ضرورت نہین ہے مگر حقیقت تو قوم کو ہے
کیونکہ قوم کا فرض اسی مین ہے کہ وہ اپنے محسنون کا اعزاز قائم رکھے۔

ایڈیٹر

قومی اعزاز

جناب مولانا الطاف حسین صاحب "حالی" نے اپنی نظم و نثر تصنیفات سے اردو لٹریچر مین جو نئی جان پیدا کردی ہے، وہ ہمیشہ اُردو زبان کی تاریخ مین نمایان طور پر یادگار رہیگا - یہ اونہین کا احسان ہے کہ اونہون نے سب سے پہلے اُردو زبان کو بائیوگرافی کے جدید اصول سے آشنا کیا، اور سب سے پہلے اوسکا عمدہ نمونہ حیات سعدی پیش کردیا - یہ اونہین کے پُرزور قلم کا اثر ہے جسنے مقدمۂ دیوان حالی مین پیدا ہوکر تمام ہندوستان مین نیچرل شاعری کی دھاک باندھ دی انہین کے درد بھرے دل نے پہلے پہل ہمکو یہ نصیحت کی اونکی مرثیہ نگاری چھوڑکر کچھ دیر اپنی حسرتناک حالت کا مرثیہ بھی کہہ لو، نہ صرف یہ نصیحت کی بلکہ قومی مرثیہ لکھنے کی خود ابتدا کی اور لکھکر ہمین دکھلا دیا کہ کہ سچے دل سے جو مرثیہ لکھا جائیگا وہ ایسا مؤثر ثابت ہوگا - اسی قومی مرثیہ نے قوم پر وہ فوری اثر کیا جو تہذیب الاخلاق کی ہفت سالہ کوشش پیدا نہین کرسکتی تھی - اسکا ایک ایک بند ہمارے لٹریچر کے لئے قابل فخر اور ایک ایک شعر مصائب کی سچی تصویر ہے - یہی وہ مسدس ہے جسکی نسبت سرسید کا قول تھا کہ "اسکی تحریک تصنیف قیامت کے دن میری مغفرت کے لئے کافی ہے" "جو بات دل سے نکلتی ہے ٹھیک دل ہی پر جاکے ٹھہرتی ہے" ایک وجدانی مقولہ ہے، اور اس مسدس کے حق مین بہت صحیح ہے - قوم کو اوسکے عیوب دکھلانے کے لئے، ر اوسے خواب جہالت سے بیدار کرنیکو یہ بیسون تحریرین لکھی گئین بہت سے رسالے، اخبار، مثل تہذیب الاخلاق کے صرف اسی غرض سے برسون شایع ہوتے رہے - لیکن قوم کو دراصل اس مسدس نے ہوشیار کیا، اونکو اونکے عیوب سوجھائے، بیمار کو بیماری کے اسباب سے خبردار کردیا تدبیرین بھی صحت کی بتلادین - اور یہ اثر صرف اسلئے پیدا ہوا کہ جو بات دلسے نکلتی ہے دل ہی پر جاکر ٹھہرتی ہے۔

.. اونکی سب سے آخری مگر سب سے بیش بہا تصنیف، حیات جاوید (سرسید کی لائف) بے شبہ ایسی کتاب ہے جسے تصنیف کرنے سے مولانا نے قوم کو اور قوم کی زبان کو ہمیشہ کے لئے اپنا مرہون منت کرلیا ہے - اردو زبان مین یہ پہلی بائیوگرافی ہے - جو اس محنت اور جانکاہی سے تصنیف ہوکر انگریزی

لسان الصدق

ماہوار رسالہ

ایڈیٹر۔ ابو الکلام آزاد دہلوی

کلکتہ

قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ۔ نمونہ کے پرچہ کیلئے ۲ کا ٹکٹ آنا چاہیئے

تمام خط وکتابت و ارسال زر ایڈیٹر کے نام براہ راست ہونا چاہیئے ۱۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

نمبر ۲	۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۴ء	جلد ۲

اُجرت طبع اشتہار

	سال بھر کیلئے	چھ ماہ کیلئے	تین ماہ کیلئے
صفحہ	۳۰ عہ	۲۰ عہ	۱۲ عہ
کالم	۱۶ عہ	۱۰ عہ	۶ ے
نصف کالم	لعہ	صہ	۳ ے

ایک مرتبہ کیلئے فی سطر کالم ہے۔ مشتہر کا نام اور پتہ بھی مضمون اشتہار مین داخل ہوگا۔ اُجرت ہر حالت مین پیشگی لی جاے گی۔ ایک صفحہ سے زائد اشتہار کیلئے بذریعہ خط وکتابت تصفیہ ہوگا۔

گذشتہ نمبر کاتب کی غلطی سے نہایت بے عنوانی سے لکھا گیا، اور اسلئے نہایت بےاحتیاطی سے شایع ہوا، جو لوگ پریس اور پبلیسون کی حالت سے واقف ہین وہ ہمین معذور تصور فرمائینگے۔ انشاء اللہ آیندہ کسی عمدہ پریس مین شایع کیا

انجمن ترقی اردو

محمدن ایجوکیشنل کانفرنس بمبئی مین

انجمن ترقی اردو کی رپورٹ سنہ ۱۹۰۳ء جو جناب مولانا شبلی نعمانی سکریٹری انجمن نے پیش کی، اوسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجمن نے اپنے سکریٹری کی بدولت ان نو مہینون مین جو کوشش کی ہے، اور جسقدر عملی نتائج اوس سے پیدا ہوے ہین، وہ کانفرنس کی زندگی مین پہلی کوشش سے "تعبیر کیے جاسکتے ہین۔ اس انجمن کے مقاصد کی تکمیل مین جسقدر رکاوٹین، اور دقتین پیش آئین، اونکا سرسری اندازہ اس رپورٹ کے دیکھنے سے ہوسکتا ہے لیکن باوجود

انتقاد

بڑی جنتری اصول کے موافق جناب منشی رحمت اللہ صاحب رعد نے اس سال بھی نہایت آب و تاب کے ساتھ بڑی جنتری شایع کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لیتھو کے فن میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی منشی صاحب نے حاصل کی ہے۔ اوسکی مثال ہندوستان کا کوئی پریس پیش نہیں کر سکتا۔ بالخصوص تین اعلیٰ سنہری چھپائی جو کمال اس پریس نے پیدا کیا ہے اوسکی بہتر مثال تو صرف یورپ کے پریس ہی پیش کر سکتے ہیں۔ جو لوگ ان معنوی صنعتوں پر نظر رکھتے ہیں یا کم از کم پچھلے سال کی جنتری بھی اونکی نظر سے گذری ہے۔ وہ ہمارے قول کی بلا تامل تصدیق کرینگے۔ جنتری قسم اول کا پہلا صفحہ اگرچہ کاغذ کے رنگین ہونے کی وجہ سے سنہری چھپائی کو نمایاں طور پر نہیں دکھا سکا لیکن پھر بھی اوس صفحہ کی سنہری چھپائی ایسی دلکش ہے کہ دیکھتے ہی نظر ٹھہر جاتی ہے۔ اسکے بعد ایک نہایت دلچسپ تاریخی [illegible] خود شاہان انگلستان کی تصاویر نظر آتی ہیں جو سنہ ولیم فاتح سے ہمنام گذر چکے ہیں اور دو چند دلکش اور بے حد معنوی تصویریں نظر آتی ہیں جن میں جنید [illegible] کہ سلطان ملک معظم کی مختلف عمر کی تصویریں لگی ہیں۔ ان تصویروں کی رنگینی اور سنہری چھپائی جو دلکشی رکھتی ہے اوسکا اندازہ بلا دیکھے نہیں ہو سکتا اسکے بعد ملک معظم کی تاجپوشی اور اونکی عمر کے بعض تاریخی حوادث پر دو صفحوں کا دلچسپ مضمون ہے جس میں ملک معظم کی چند تصویریں بھی موجود ہیں۔ تاریخ زبان جنتری کا حصہ بھی معمول کے موافق ہے بعض تصویریں لگایا ہے کاغذ اعلیٰ درجہ کا ہے اور چھپائی لکھائی کی صفائی محتاج بیان نہیں ہے۔ ان تمام خوبیوں نے ایکر دیئے قیمت میں حیرت میں ڈال ہی ہے۔ درخواست خریداری میں درجہ اول کا لفظ لکھنا ضرور چاہیے۔

مسدس قیس

جناب مولوی حکیم نصیر الحق صاحب قیس آوری کے یہ دو مسدس ہیں جو انہوں نے ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۱ء کے جلسہ ندوۃ العلماء میں پڑھکر سنائے تھے۔ ان دونوں مسدسوں کے دیکھنے سے مولوی صاحب کی قادر الکلامی کا عمدہ ثبوت ملتا ہے تنزل اسلام کے وجوہ اور علماء کی تعریف نہایت عمدگی سے کی ہے اور اسکو اچھی طرح دکھلایا ہے کہ علماء کی بگڑنے سنورنے پر قوم کا بگڑنا اور سنورنا موقوف ہے۔ یہ دونوں مسدس محمد میر زاہد صاحب انہ چوک مسجد سے ۴ر قیمت پر مل سکتے ہیں قومی نظموں کے مشتاق ہیں ضرور منگوا کر لطف حاصل کریں۔ جو حضرات شب و روز ابتذال عاشقانہ نظموں کے مطالعہ میں صرف کرتے ہیں وہ دو گھنٹے اس قومی نظم کو دیکھنے میں بھی صرف کر کے اپنی حالت پر غور کریں۔

جناب مولوی محمد یوسف صاحب جعفری

کے ہم نہایت ممنون و مشکور ہیں جو ابتدا سے اس رسالہ کے بڑے حامی رہے اور جنہوں نے نہ صرف اسے مالی مدد پہنچائی، بلکہ اسکے طبع و اشاعت کے انتظام میں کافی حصہ لیا۔ ہم اسکے کہنے میں ہمیں کوئی تامل نہیں ہے، کہ اگر مولوی صاحب اسکی انتظامی مشکلات حل نہیں کرتے، تو ہم اپنی حالات کے ہاتھوں ہرگز رسالہ شایع نہیں کر سکتے۔ لسان الصدق مولوی صاحب کا جسقدر ممنون ہو کم ہے۔

نیز ان بزرگوں کا علم دوست اصحاب نے ابتدا سے اسے مالی مدد سے قوت پہنچائی ہے اور ہم انکے نہایت ممنون و مشکور ہیں۔

جناب مولوی سید احمد حسن مرحوم دربھنگہ، جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت۔ جناب منشی حبیب النبی صاحب قریشی۔ جناب منشی محمد اکمل صاحب، انمیں پہلا نام نہایت ملال دکھاتا ہے اگر مرحوم آج بقید حیات ہوتے، تو رسالہ کو بہت ترقی ہوتی۔

ہاوڑی المطبع ... کلکتہ ... میں چھپا

مین اس قسم کی بحثون کا ہونا ہی اخباری مقاصد کے خلاف ہی۔ ایسی بحثین اگر مفید بھی تسلیم کرلی جائین تو یہ علمی رسائل کے لئے زیادہ موزون ہین، رریاض الاخبار اور اوس کے بعض مضمون نگارون کا یہ دعوا ہے، کہ مولنا حالی شاعری نہین جانتے: انہون نے بجای ترقی دینے کے شاعری کو اور بگاڑ دیا ہی، پیسہ اخبار اور اوسکے مضمون نگار، اسکے جواب مین وہ رائے ظاہر کرتے ہین، جس مین تمام ملک کے قابل اونکے ہم زبان ہین، یعنے مولنا حالی کا اردو شاعری پر بہت بڑا احسان ہی، انہون نے اوس مین نئی روح پھونکی، اوس کی اصلاح کی اوسے حسن و عشق کی قید سے آزاد کیا۔ حالی کو قدیم تغزل کا دعوا نہین ہی، جس رنگ مین انہون نے قلم کا زور دکھلایا ہی، ملک کا کوئی شاعر اوسکا جواب لکھ دے، اس مین کوئی شک نہین کہ مولنا حالی کی شاعری کا اصلی منشا قومی دکھڑے پر دو چار آنسو بہا لینا ہی، نہ اونہین اپنا زور قلم دکھانا مقصود ہی، نہ اپنی زبان کی خوبی پر اونہین ناز ہی۔ مختلف موقعون مین اونکی قومی فریادون نے جو اثر پیدا کیا ہی، وہ ہی اونکی شاعری کی غایت ہی۔ داغ اور جلیل کی ایک غزل لیکر حالی کے کلام سے مقابلہ کرنا سخت غلطی ہے، اگر داغ و جلیل اوس میدان کے مرد ہوتے، جہان حالی اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے لے گئے ہین، تو مقابلہ کوئی نسبت رکھتا، ورنہ ایک قومی شاعر کا کسی حسن و عشق کے مارے ہوسے غزل گو سے مقابلہ کرنا نری احمقی ہے۔

ایڈیٹر

اردو شارٹ ہینڈ رائٹنگ

ایک طرف تو ملک مین یہ شور ہو رہا ہی، کہ قوم مین اب ایجاد کا مادہ بالکل سلب ہوگیا ہی، ہر امر مین اغیار کے محتاج ہین، اور دوسری طرف اگر اتفاق سے کوئی ایسا گرانمایہ وجود اپنا وقت صرف کرکے کوئی ایجاد کرتا بھی ہی، تو قوم اوسکی خبر نہین لیتی، اور مالی کمزوری سے وہ خود اوسکی اشاعت نہین کرسکتا، حال مین جناب منشی غلام رسول صاحب ایڈیٹر ”انقلاب“ بمبئی نے نہایت محنت سے اردو زبان مین مختصر نویسی کا فن تکمیل کو پہنچایا ہی، اور ایک بڑی علمی ضرورت پوری کی ہی، اونہون نے اسکا کورس بھی طیار کیا ہی، اور وہ اسکی اشاعت کیلئے قوم امداد کے ملتجی ہین، ہمین امید ہی کہ ضرور منشی صاحب کے اس ایجاد کی قوم قدر کریگی اور مالی مدد پہنچا کر اونہین اس امر کا موقعہ نہ دے گی کہ وہ دوسری نیا مین قوم کے آگے امداد کے ملتجی ہون؛ اور ہماری سخت بے خبری کی ثبوت کو پہنچے۔

ان مشکلات کے، جسقدر کارروائی ہوئی ہے، اسکی ہرگز ہمین توقع نہ تھی؛ اکثر علمی کتابون کا ترجمہ ہوگیا ہے، اور وہ پریس مین چھپنے کیلئے بھیجدی گئین ہین۔ بہت سی کتابون کا ترجمہ ہو رہا ہے؛ اور بہت سی کتابین زیر تجویز ہین؛ اکثر مصنفین کو مٹیرل بہم پہنچاکر اونکی مدد کی گئی ہے؛ بعض کتابین اصلاح کرکے چھاپی جارہی ہین؛ اردو زبان کے قواعد صرف ونحو کا انتظام ہو رہا ہے؛ ایک خاص کمیٹی علمی اصطلاحات کا لغت اردو مین طیار کر رہی ہے، جسکا آجتک سرانجام نہ پانا علمی تراجم مین سخت رکاوٹ پیدا کئے ہوے تھا؛ اسی طرح اردو تصانیف کی ایک عمدہ فہرست بھی طیار ہو رہی ہے، جسکا حصہ تاریخ تکمیل کو پہنچ چکا ہے؛ مستقل خریدارون کی تعداد بھی (۲۳۰) تک پہنچ گئی ہے، جو اگرچہ ایک بڑی تعداد نہین ہے، لیکن تاہم غنیمت ضرور ہے۔ الغرض مولنا شبلی بالقابہ کی بے بہا کوشش ضرور قابل تحسین ہے، اگر کانفرنس کی اور شاخین بھی اسی طرح کوشش کرتین، تو کانفرنس کا وجود ہمارے لئے رحمت الٰہی سمجھا جاتا، لیکن افسوس اسی کا ہے، کہ اشخاص کانفرنس کی غفلتون سے کانفرنس پر لے دے ہوتی ہے، اور ہر طرف سے اسکا وجود ہی فضول قرار دیا جاتا ہے۔

یہ خبر نہایت مسرت کے قابل ہے، کہ یمین السلطنت حضور مہاراجہ کشن پرشاد مدار المہام ریاست دکن نے کانفرنس بمبئی پر خاص توجہ فرمائی، اور پانچسو روپیہ فنڈ کی مدد کے لئے عنایت کیا؛ کالج اور کانفرنس پر اعیان آصفیہ کی اگرچہ ایک عرصہ سے خاص توجہ ہے، اور کالج کے در و دیوار حضور نظام خلد اللہ ملکہ اور امراے دکن کی فیاضیون کی زبان حال سے شہادت دے رہے ہین؛ لیکن کچھ عرصہ سے بعض بد باطن اور حاسد طبیعتون کی یہ کوشش ہو رہی تھی، کہ حضور نظام اور وابستگان دولت آصفیہ کو اس قومی کالج کی طرف سے بدظن کر دیا جائے؛ اسلئے حضور مہاراجہ بہادر کا یہ عطیہ اور یہ توجہ اس امر کی دلیل ہے، کہ اسی پہلی اس اسلامی ریاست کی سرپرستی جسطرح قومی کالج کے لئے باعث افتخار تھی، اوس مین کسی قسم کی کمی نہین ہوئی ہے؛ اور بزرگان دکن کی فیاضیان اب بھی اس قومی باغ کو سرسبز کرنے کے لئے موجود ہین۔

آجکل ریاض الاخبار گورکھپور اور پیسہ اخبار لاہور مین جناب مولنا الطاف حسین "حالی" کی شاعری کی متعلق ایک فضول بحث چھڑی ہوئی ہے۔ اول تو عام ملکی اخبارون

صرف انگریزی تعلیم حاصل کرین اور اپنی قوم کی
تعلیم سے، مذہب سے، علوم سے، بالکل بے پروا ہو جائیں؟
اچھا! پھر اِن کے بقا کی کیا تدبیر ہے؟ صرف یہ کہ
ان چیزون کو ترجمہ کے ذریعہ سے اردو زبان مین
منتقل کیا جائے یا اِن مضامین پر اردو مین مستقل
تصنیفات لکھی جائین۔

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جدید تعلیم یافتہ فرقہ
کے لئے اپنے قومی علوم و فنون اور مذہب سے واقف
ہونے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ یہ علوم اصلی سے، ملکی
زبان مین لائے جائین۔

یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونون کام
یعنی ایشیائی اور مغربی علوم و فنون کا ترجمہ اور تالیف
خود ہو رہے ہین اور اس کے لئے کسی انجمن کے
قائم کرنے کی ضرورت نہین، عربی، سنسکرت،
اور فارسی کی سیکڑون کتابین ترجمہ ہو چکین اور ہوتی
جاتی ہین، انگریزی تصنیفات کا بھی ایک معتبر
حصہ ملکی زبان مین آگیا ہے اور آتا جاتا ہے
ملک مین سیکڑون ہزارون مترجم پیدا ہو گئے
ہین جنکا مشغلۂ زندگی یہی ہے۔ یہ سوال واقعی
لحاظ کے قابل ہے اور اس سوال کا جواب دینا ایک
بہت بڑے عقدہ کو حل کرنا ہے۔

بے شبہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ بہت سی ایشیائی
اور مغربی تصنیفات ملکی زبانون مین منتقل ہو گئی ہین لیکن
سوال یہ ہے کہ یہ کتابین کس درجہ کی ہین

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک مین اس مسئلہ
کی طرف لوگون کو علم نے نہین، بلکہ ضرورتِ معاش
نے متوجہ کیا ہے، اِس لئے کام کرنیوالے اِسی
اصلی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہین وہ یہ دیکھتے
ہین کہ کن چیزون کے ترجمے یا کس قسم کی تصنیفات
مذاقِ عام کے موافق ہین اور جلبِ زر کا ذریعہ
بن سکتی ہین۔ اِسکا نتیجہ یہ ہے کہ اس علمی پیداوار
کا بڑا حصہ (جو کل کے قریب قریب ہی) ناول،
ادنیٰ درجہ کی تاریخین اور سوانح عمریان ہین
کسی اشتہاری کتب فروش کی فہرست کو پڑھو
تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی آدمی، سوانح عمری
کے انعام سے محروم نہین رہا۔ لیکن یہ سوانح عمریان
کس درجہ کی ہین! اِسکا آپ خود فیصلہ کر سکتے
ہین علوم و فنون کی بعض کتابین ترجمہ ہوئی
ہین، وہ کتابین فی نفسہ اچھی بھی تھین لیکن قابل
لحاظ یہ ہے کہ ترجمہ کیسا ہوا! کیا مترجمین واقعی
کامل استعداد رکھتے تھے؟ کیا ترجمہ کی دنیا مین
اِن لوگون کی کچھ شہرت تھی؟ کیا اِن ترجمون
کو شائع ہونے سے پہلے کسی مُبصر جماعت نے تنقید
کی نظر سے دیکھ لیا تھا؟ بے شبہ اِن خزف
ریزون مین ایک آدھ جواہر بھی نکل آتے ہین؛
لیکن وہ کالعدم ہین۔

مضمون

متعلق رپورٹ سالانہ انجمن ترقی اردو شاخ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بابت سنہ ۱۹۰۳ء

جسے شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی سکرٹری انجمن نے ایجوکیشنل کانفرنس بمبئی مین پیش کیا

جناب صدر انجمن!

مین انجمن اُردو کی سالانہ رپورٹ جناب والا کی خدمت مین پیش کرتا ہون جس سے ظاہر ہوگا کہ انجمن نے اس مدت مین کہان تک کامیابی حاصل کی۔

لیکن چونکہ انجمن کی کارروائی کے سلسلہ مین ملک کے اکثر اہل الراے کے خیالات معلوم ہو چکے ہین، اور اس مدت تک ملک کے تمام اہل قلم سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین رپورٹ پیش کرنے سے پہلے یہ ظاہر کرون کہ انجمن اُردو کی کیون ضرورت ہی؟ اور اس مین کامیابی کی امید ہوسکتی ہے یا نہین اور ہوسکتی ہے تو کن وسائل اور اسباب سے؟

اوّل وہلہ مین آپ کو خیال ہوگا کہ انجمن اُردو کی ضرورت ایک مسئلہ مسلمہ ہے اور کم از کم یہ کہ اس مسئلہ پر اگر گفتگو کی ضرورت تھی تو سال بھر پہلے تھی نہ اب، جب کہ تمام ملک مین انجمن کے عملی کارروائی کا سلسلہ پھیل گیا ہی۔

لیکن مجھکو انجمن کی ضرورت کے متعلق عام خیال سے کچھ الگ کہنا ہے، اس لئے آپ معاف فرمائین اگر مین اس داستان کو ایک دفعہ آپ کے سامنے دہراؤن۔

مین اس پہلو پر بحث نہین کرتا کہ چونکہ ہر قوم کی ترقی اس پر موقوف ہی کہ علوم وفنون اسکی زبان مین آجائین، اس لئے اردو مین علوم وفنون جدیدہ کے ترجمہ کی ضرورت ہی، بلکہ مین ایک دوسرے پہلو سے انجمن اُردو کی ضرورت پر بحث کرتا ہون۔

یہ بات علانیہ نظر آتی ہی کہ قوم کا ممتاز حصہ جدید تعلیم مین مصروف ہے اور ہوتا جاتا ہے یہ بدیہی ہے کہ جدید تعلیم خود اس قدر مشکل دیر طلب، اور طویل الذیل ہی کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری تعلیم جمع نہین ہوسکتی، اس صورت مین ہماری قومی، مذہبی، اور تاریخی معلومات کے بقا کا کیا ذریعہ ہے؟ کیا یہ پسندیدہ ہی کہ ہم

یہ انجمن ۴ - جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو بمقام دہلی ایجوکیشنل کانفرنس کے غیر معمولی اجلاس مین قائم ہوئی اور بزرگان ذیل اسکے عہدہ دار اور کارکن قرار پائے -

صدر انجمن

ٹی ڈبلیو آرنلڈ اسکوییر پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

نایب صدر

شمس العلما، ڈاکٹر مولوی نذیر احمد خان صاحب ال - ال - ڈی -

مولانا الطاف حسین صاحب حالی -

شمس العلما، خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب

سکرٹری

شمس العلما، مولانا شبلی نعمانی

اسسٹنٹ سکرٹری

مولوی حامد علی صاحب صدیقی سہارنپوری

۵ - جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو کانفرنس ہی کے ایک پراویٹ اجلاس مین انجمن کے لئے ایک مختصر دستور العمل کا مسودہ طیار کیا گیا، لیکن چونکہ یہ مسودہ محض سرسری طور پر طیار ہوا تھا، اور اجلاس کانفرنس کے ختم ہونے کے ساتھ تمام ارکان دور دراز مقامات پر چلے گئے تھے، مسودہ کی درستی اور اصلاح مین خط کتابت کے ذریعہ سے ایک مدت صرف ہوگئی، یہان تک کہ ۸ - اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو دستور العمل مذکور چھپ کر شایع ہوا اور در اصل انجمن کے قیام کی تاریخ اسی دن سے شمار کرنی چاہیے - اس لحاظ سے یہ رپورٹ سالانہ نہین بلکہ ہشت ماہہ رپورٹ ہے -

ا - انجمن کا سب سے پہلا کام ملک کو اپنے مقاصد کی طرف متوجہ کرنا اور یہ دریافت کرنا تھا کہ جو مقاصد انجمن کو پیش نظر ہین ملک اسکے لئے طیار ہے یا نہین - چنانچہ نہایت کثرت سے خطوط چھپوا کر شایع کئے گئے، اخبارات وغیرہ سے مدد لی گئی، ممتاز بزرگون کی خدمت مین خاص طرح پر تحریک کی گئی - یہ خوشی کی بات ہے کہ ہر طرف سے لبیک کی صدائین آئین، ملک کے ہر فرقہ نے بلا تخصیص مقاصد انجمن کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی -

ابتدا مین ہندو صاحبون کو بطور خود یہ غلط خیال پیدا ہوا کہ انکو انجمن کی شرکت سے علیحدہ رکھا گیا ہے چنانچہ ایک ہندو اخبار نے اس کا اظہار بھی کیا لیکن جب اس کے جواب مین سکرٹری کی ایک تحریر اسی اخبار مین شائع ہوئی تو ہندو صاحبون کے دل سے یہ شبہہ جاتا رہا اور سب سے پہلے جناب آنریبل راے نہال چند صاحب رئیس مظفر نگر نے انجمن کی ممبری قبول کرنے کی اطلاع دی،

اِن حالات کے معلوم ہونے کے بعد کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ ایک ایسی مستقل انجمن کی ضرورت ہے جسکو اسکی کچھ پروا نہو کہ ملک کا اور عوام کا مذاق کیا ہے؟ بلکہ اسکو صرف یہ مطمح نظر ہو کہ ملک مین کس قسم کا مذاق پیدا کرنا چاہیئے اور ملک کی علمی زندگی کی ترقی کے لئے کس قسم کی تصنیفات اور تراجم کی ضرورت ہے - اس کے ساتھ یہ انجمن ایسے افراد سے مرکب ہو جو ایشیائی اور مغربی علوم کے ماہر ہون اور تصنیفات و تراجم پر ناقدانہ اور آزادانہ راے دے سکتے ہون -

ملک کے اور حصون مین اس قسم کی انجمنین قائم ہو گئی ہین، اور علمی زبانون سے علوم و فنون کا ذخیرہ ملکی زبان مین آگیا ہے - بنگالی زبان اب ایک کامل علمی زبان بنگئی ہے جس مین ہر قسم کی علوم و فنون جدیدہ کی کتابین مہیا ہو گئی ہین، ہندی زبان مین ابھی حال ہی سائنٹفک ڈکشنری سات جلدون مین تیار ہوئی ہے جسکی تفصیلی کیفیت پائنیر مین شائع ہو چکی ہے مرہٹی زبان کی ترقیان محتاج بیان نہین، صرف ایک اُردو زبان ہے جو باوجود عام زبان ہونے کے علمی تصنیفات اور خصوصاً علوم و فنون جدیدہ سے بالکل محروم ہے -

اکثر یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ علوم و فنون جدیدہ کی تصنیفات اس کثرت سے ہین کہ انکے ترجمے کا قصد کرنا گویا آب دریا بہ گز پیمودن ہے لیکن یہ شبہہ ایک وہم باطل ہے، ہر فن مین گو بہت سی تصنیفات ہوتی ہین لیکن اُمّہات الکتب دو چار سے زیادہ نہین ہوتین، اس لئے اِن کتابون کا ترجمہ ہونا کافی ہو سکتا ہے -

اس موقع پر اس امر کا اظہار بھی ضرور ہے کہ گو ملک مین علوم و فنون کے مترجم یا مصنف بہت کم نظر آتے ہین اور اس سے یہ بددلی پیدا ہوتی ہے کہ انجمن اگر قائم بھی ہوئی تو قابل مصنف اور مترجم کہان سے ہاتھ آئینگے لیکن اس مدت کے تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ملک ایسے قابل اشخاص سے خالی نہین لیکن چونکہ ملک کا عام مذاق انکی قابلیت کی قیمت نہین ادا کر سکتا اس لئے وہ گوشۂ گمنامی مین پڑے ہین، اِن مین سے بعض ایسے ہین جنکے پاس تصنیف تالیف کا سرمایہ نہین بعض ایسے ہین جو سرمایہ رکھتے ہین لیکن ملک کے مذاق کے لحاظ سے انکو یہ توقع نہین کہ انکی تصنیف یا تالیف رواج حاصل کر سکیگی -

انجمن کا بڑا کام انہی قابل جوہرون کا پتہ لگانا، اور انکی قابلیت سے کام لینا ہے -

اس تمہید کے بعد، اب مین، انجمن کی رپورٹ کیطرف متوجہ ہوتا ہون -

اون مین ابھی یہ علمی مذاق پیدا نہین ہوا ہے کہ ایسی ضروری کتابون کو اپنے صرف سے منگوا کر اون پر ریویو کرین، تعلیم یافتہ جماعت جنسے کچھ اسکی توقع ہو سکتی ہے، اپنے مشاغل مین ایسی منہمک ہے، کہ اوسے ایسی ضرورتون کا احساس ہی نہین ہے. تو یہ تعجب فوراً رفع ہو سکتا ہے۔ مولانا کے قلم سے نکلی ہوئی کتاب شہرت کے لئے کسی ریویو کی محتاج نہین ہے، کہ اوسکے سیکڑون نسخے صرف ریویو کے لئے بلا قیمت اخبارات مین تقسیم کئے جاتے، پبلک کی توجہ کے لئے کسی کتاب کے ٹائیٹل پیج پر صرف "مصنفہ حالی"، کا ہونا کافی ہے۔

اس تقریباً دو سال کے عرصہ مین صرف تین ریویو ہماری نظر سے گذرے ہین۔ جنمین سے پہلا ریویو "مولوی وحید الدین صاحب سلیم" پانی پتی اڈیٹر کا لکھا ہوا "معارف" مین شائع ہوا تھا جو غالباً "علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ" مین بھی نقل کیا گیا تھا۔ دوسرا ریویو "مولوی حبیب الرحمن خان"، صاحب رئیس بھیکم پور نے تحریر فرمایا تھا جو "انسٹیٹیوٹ گزٹ" مین شائع ہو کر ایک رسالہ کی صورت مین شائع کیا گیا۔ تیسرا ریویو حال مین ہمارے مکرم دوست شیخ عبد القادر صاحب بی۔ اے۔ نے مخزن نمبر ۱ جلد ۶ اور مخزن نمبر ۲ جلد ۶ مین مسلسل شائع کیا ہے، جس مین اونہون نے نہایت صفائی سے اپنی اصلی رائے ظاہر کی ہے، اور کرٹسزم کے طریقے سے اکثر موقعون پر کام لیا ہے۔ اس ریویو کے دیکھنے سے ہمین بڑی مسرت ہوئی، کہ قوم مین اب آزادی رائے پیدا ہونے لگی ہے، اور "اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے مخاطب کا، گو وہ کیسا ہی مشہور اور باعظمت کیوں نہو، کچھ خیال نہ کرنا" قوم نے سیکھنا شروع کر دیا ہے؛ جسکا عمدہ نمونہ شیخ صاحب کا یہ ریویو ہے۔ جسمین اونہون نے فی الواقع اُس عزت اور عظمت کی جو خود اونکے اور ہر ایک علم دوست کے دل مین مولانا کی موجود ہے کچھ پروا نہین کی ہے اور حیات جاوید پر دل کھول کر اعتراضات کیے ہین، بیشک! اسی کا نام شخصی تنقید ہے اور یہی وہ اصلی ریویو ہے جسکی "لسان الصدق" قوم سے تمنا رکھتا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ ساتھ ہی اسکے ہم شیخ صاحب کے اعتراضات تسلیم نہین کر سکتے، اونہون نے اکثر اعتراضون مین سخت زیادتی کی ہے، جسکا گو اونہین احساس نہ ہوگا۔ مگر ہماری نظرین محسوس کر رہی ہین، اس لئے ہم چاہتے ہین کہ جس طرح ہمارے دوست نے آزادی سے

ملک مین جسقدر ممتاز و نامآور بزرگ ہین مثلاً آنریبل نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی، نواب محسن الملک، بدر الدین طیب جی صاحب جج ہائی کورٹ بمبئی، مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین صاحب، سید کرامت حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا، خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج عدالت خفیفہ، خان بہادر مولوی عبد الغفور صاحب وزیر ریاست رامپور،

ان تمام بزرگون نے خوشی کے ساتھ ممبری قبول کی۔ انگلش جنٹلمینون نے بھی انجمن کی طرف توجہ ظاہر کی چنانچہ ڈبلیو بیل صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب نے انجمن کا رکن اعزازی ہونا منظور کیا۔

(شمس العلما) محمد شبلی نعمانی،

ہمنے نہایت مسرت سے یہ خبر سنی کہ حضور نواب صاحب بہاولپور نے ہمارے کرم دوست شیخ عبد القادر صاحب بی۔اے کو چھ سو روپیہ "ابزرور" کی ترقی کے لئے عنایت فرمائے ہین۔ ہم دلی مسرت سے شیخ صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہین۔ (ایڈیٹر)

انتقاد

حیات جاوید

[سر سید احمد خان کی لائف]

گو کہ حالی اگلے اُستادون کے آگے ہیچ ہے
کاش ہوتے ملک مین ایسے ہی اب دو چار ہیچ

مولنا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کا در اصل قوم پر اور قوم کی زبان پر یہ بہت بڑا احسان ہے، کہ اونہون نے برسون کی جانکاہ محنت سے "حیات جاوید" جیسی بیش بہا کتاب طیار کرکے اُردو زبان مین ایک علمی اضافہ کیا۔ اس کتاب کا ہیرو جیسا اک مہتم بالشان شخص ہے، ویسا ہی اس کتاب کا جامع بھی ہندوستان کا مسلم عالی دماغ مصنف ہے۔ اسلئے ایسی مہتم بالشان کتاب پر ملک کے لائق اہل قلم کو توجہ کرنی تھی، اور منصفانہ انتقاد سے کتاب کے حسن و قبح کو قوم پر ظاہر کرنا تھا لیکن برخلاف اسکے نہایت تعجب سے یہ بات دیکھی گئی ہے، کہ تمام اردو اخبارات خاموش رہے، اور ریویو لکھنے کے لئے کسی نے قلم نہین اوٹھایا۔ ہمارے نزدیک اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ اخبارات مین آجکل اونھین کتابون کا ریویو ہوتا ہے، جو اس غرض سے ایڈیٹر کے پاس بھیجی جاتی ہین اور

لیکن اول تو ایسی "بابو گریبی" چاندی سونے کے ملمع سے کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتی، اسکے سوا وہ انہین لوگون کے حال سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے، جنہون نے اس موج خیز اور پرآشوب دریا کی منجدہار مین اپنی ناؤ نہین ڈالی، اور کنارے کنارے ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ صحیح سلامت جا اُترے، انکو سب نے بھلا جانا، کیونکہ انکو کسی کی بھلائی بُرائی سے کچھ سروکار نہ تھا، وہ کہین نہین بھولے، کیونکہ انہون نے اگلی بھیڑون کی لیک سے کہین ادھر اُدھر قدم نہین رکھا۔ لیکن ہمکو اس کتاب مین اُس شخص کا حال لکھنا ہے، جس نے چالیس برس برابر تعصب اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے، تقلید کی جڑ کاٹی ہے، بڑے بڑے علماء و مفسرین کو للکارا ہے، امامون اور مجتہدون سے اختلاف کیا ہے، قوم کے پکے پھوڑون کو چھیڑا ہے، اور انکو کڑوی دوائین پلائی ہین، جسکو مذہب کے لحاظ سے ایک گروہ نے صدیق کہا ہے، تو دوسرے نے زندیق کا خطاب دیا ہے، اور جسکو پالٹیکس کے لحاظ سے کسی نے نام سرد سمجھا ہے، تو کسی نے نہایت راستباز لبرل جانا ہے۔ ایسے شخص کی لائف چپ چاپ کیونکر لکھی جا سکتی ہے؟! ضرور ہے کہ اوسکا سونا کسوٹی پر کسا جاوے، اور اسکا کھرا پن ٹھوک بجا کے دیکھا جائے، وہ ہم مین پہلا شخص ہے جسنے مذہبی لٹریچر مین نکتہ چینی کی بنیاد ڈالی ہے، اسلیئے مناسب ہے کہ سب سے پہلے اوس کی لائف مین اوسکی پیروی کی جائے"

مولانا نے اس عبارت مین ظاہر کر دیا ہے، کہ اونھون نے یہ لائف کس قدر احتیاط سے لکھی ہے، اس عبارت کو دیکھنے والا فی الحقیقت حضرت بھیکم پوری کی تنقید دیکھکر محو حیرت ہوگا، کہ جو شخص دیباچہ مین یہ دعوا کر رہا ہے، جس شخص نے یہ مضمون لکھکر ناظرین کو اس پہلو پر خود توجہ دلائی ہے، وہ آگے چلکر لائف نویسی کے اصلی اصول سے اس قدر بھٹک جائے! اور ہیرو کی محبت مین ایسا محو ہو جائے کہ اوسے دیباچہ کے اس دعوی کا، جسے خود وہ اپنے ہاتھون غلط ثابت کر رہا ہے، کچھ خیال نہ رہے، اور بقول حضرت بھیکم پوری کسی مقام پر وہ ہیرو کی غلطی کا اقرار نہ کرے۔ لیکن جب وہ "حیات جاوید" کی ورق گردانی کرے گا، اور متعدد موقعون مین ایسے مضامین دیکھے گا، جس مین سرسید کی غلطیان اور بالخصوص مذہبی غلطیان صاف لفظون مین سختی کے ساتھ ظاہر کی گئین ہین تو وہ کبھی حیات جاوید پر نظر ڈالے گا، اور کبھی حضرت بھیکم پوری کی قوت ایمانی پر، اور تعجب سے پکار

"حیات جاوید" پر تنقید لکھی ہے، ویسے ہی ہم بھی اپنی اصلی راے بلاکسی خیال کے ظاہر کرین - امید ہے کہ شیخ صاحب اِسے اوسی نظر سے ملاحظہ فرمائینگے، جس منصفانہ نگاہ سے ایک تنقید کو دیکھنا چاہیے۔

لیکن قبل اسکے کہ ہم شیخ صاحب کے انتقاد پر انتقادی نظر ڈالین، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بھیکم پوری کی تنقید پر ایک منصفانہ نظر ڈالی جائے، اس لئے کہ اونکے اعتراض "شیخ صاحب" کے اعتراضات سے بہت بڑھے ہوے ہین، شیخ صاحب کا دعوا ہے کہ "حیات جاوید ایک مکمل لائف کا دعوا نہین کرسکتی، اوسکی طرز عبارت، اور عبارت بہت کچھ قابل اصلاح ہے" اور اِس سے ظاہر ہے کہ انکے اعتراضات بیان واقعات اور ادب اردو سے تعلق رکھتے ہین؛ لیکن حضرت بھیکم پوری کی تمام تنقید کا ماحصل یہ زور و شور کا اعتراض ہے کہ "سر سید کی مذہبی حالت پر نظر ڈالتے ہوے، مولنا حالی نے اونکی سخت پاسداری کی ہے، اور ہر جگہ اونکی راے کو معقول دکھلانا چاہا ہے، اور اونکی تعریف مین سخت مبالغہ سے کام لیا ہے" چونکہ یہ اعتراض ایک مصنف لائف نویس پر واقعی سخت الزام ثابت کرتا ہے، اگر شیخ صاحب کے اعتراضات سے مولنا لائف نویسی اور لائف کے طرز بیان مین ناقص ثابت ہوتے ہین، تو حضرت کے اعتراضات سے وہ ایک سخت سرقہ کے جوابدہ ہوتے ہین - بیشک! ہیرو کے محاسن بیان کرنے مین ایسا انہماک! کہ اوسکی غلطیون کے چھپانے مین کوشش کی جائے؛ لائف نویس کی حق گوئی سے خاموشی ثابت کرتا ہے! اس لئے ضرور ہے کہ پہلے حضرت بھیکم پوری کے اس الزام پر نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ اس الزام دینے مین کہا ... فاضل شروانی نے سچائی سے کام لیا۔ ... نانے حیات جاوید کے دیباچہ مین لائف نویسی کے متعلق خود یہ راے ظاہر کی ہے کہ سر سید احمد مرحوم جیسے نقاد شخص کی لائف مین جسکی تمام علمی زندگی انتقاد علمی و مذہبی مین گذری ہے؛ یہ ضروری بات ہے کہ اونکے واقعات زندگی پر بھی ویسی ہی تنقیدی نظر ڈالی جاے! اور ہیرو کے عیوب ظاہر کرنے مین کچھ تامل نہ کیا جائے؛ چنانچہ وہ صفحہ طبع اول مین لکھتے ہین کہ "ہمنے جو دو ایک مصنفون کا حال آپسے پہلے لکھا ہے، اوسمین جہانتک ہمکو معلوم ہوسکین، اونکی اور اون کے کلام کی خوبیان ظاہر کی ہین، اور اونکے پہلوؤن کو کہین ٹھیس نہین لگنے دی؛

اسکے سوا سرسید کی مذہبی حیثیت پر اور متعدد مقامات میں بھی بحث کی ہے، اسلئے انہیں مقامات سے ہم دو تین عبارتیں یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) اس تفسیر کے مضامین پر ہم دوسرے حصہ میں بحث کرینگے، یہاں صرف اسقدر لکھا جاتا ہے کہ اگرچہ سرسید نے اس تفسیر میں جابجا ٹھوکریں کھائی ہیں، اور بعض بعض مقامات پر اُنسے رکیک لغزشیں ہوئی ہیں، باایں ہمہ اس تفسیر کو ہم انکی مذہبی خدمات میں ایک نہایت جلیل القدر خدمت سمجھتے ہیں" (حیات جاوید حصہ اول صفحہ ۲۳۲)

(۲) دوسرے حصہ میں جہاں اس تفسیر پر پر نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور اسکی بعض خصوصیتیں خاص طور پر دکھلائی ہیں، مولانا اس امر کو صاف لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ سرسید نے غلطیاں کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"یہ ممکن نہیں کہ (تفسیر القرآن میں) کچھ لغزشیں نہ ہوئی ہوں، لیکن ایسے مستثنیات سے تفسیر کی خوبی زائل نہیں ہو سکتی" (حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۳۹)

(۳) یہ تو صرف سرسید کی مذہبی تحقیق کے متعلق تفسیر پر بحث کرتے ہوے رائے ظاہر کی ہے، اسکے سوا ایک اور موقع پر اس سے زیادہ سختی کے ساتھ سرسید کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"باایں ہمہ اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آخر عمر میں سرسید کی خود رائی، یا جو وثوق کہ انکو اپنی رایوں پر تھا، وہ حد اعتدال سے بڑھ گیا تھا، بعض آیات قرآنی کے وہ ایسے معنی بیان کرتے تھے جنکو سنکر تعجب ہوتا تھا، کہ کیونکر ایسا عالی دماغ آدمی ان کمزور اور بودی تاویلوں کو صحیح سمجھتا ہے! ہرچند کہ انکے دوست اُن تاویلوں پر ہنستے تھے۔ مگر وہ کسی طرح اپنی رائے سے رجوع نہ کرتے تھے، کالج کے متعلق بھی اخیر زمانہ میں انسے بعض امور ایسے سرزد ہوے، جنکو لوگ تعجب سے دیکھتے تھے"۔ (حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۵۲۲)

ان مقاموں کے دیکھنے کے بعد غالباً اب تو ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ مولانا نے اپنے قول کے مطابق واقعی منصفانہ طریقہ سے لائف لکھی ہے، یا انہوں نے بقول حضرت بھیکم پوری بددیانتی سے کام لیا ہے! ہاں یہ ضرور ہے کہ سرسید نے اپنی تفسیر کی بنیاد جس اصول پر رکھی ہے، اوس سے مولانا متفق ہیں۔ اسلئے یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ مولانا حالی حضرت بھیکم پوری یا انکی ہمخیال اور علماء مقدسین کو خوش کرنے کے لئے اصولاً بھی سرسید سے اختلاف ظاہر کرتے! سرسید کی درحقیقت بقول مولانا ایک

اوٹھے گا۔ کہ جب سے حضرت بھیکم پوری ظلمات کا دہوا ثابت کر رہے ہین، وہ ہی نورانیت کا مقدس فرشتہ نظر آرہا ہی!!

واقعی ہمین تعجب پر تعجب ہوتا ہے، جب ہم غور کرتے ہین کہ حضرت بھیکم پوری کے کانشنس نے اونہین کیونکر اس صاف غلط گوئی کی اجازت دی، اور اونکی اعلیٰ درجہ کی ایمانی قوت کیون اس بیجا جرأت سے مانع نہین ہوئی، کہ اونہون نے بلا تامل دعوا کر دیا، "مولنا حالی نے اس لائف مین سرسید کی بیجا طرفداری کر کے انکی مذہبی غلطیون سے چشم پوشی کی ہے" کیا وہ یہ سمجھے ہوے ہین کہ میرے اس لکھنے کو لوگ صرف میرے تقدس کی وجہ سے تسلیم کر لین گے؟ کیا اونہین یہ خیال نہین ہوا کہ سیکڑون نسخے حیات جاوید کے تعلیم یافتہ جماعت مین منتشر ہوتے ہین، اور جو اونکے پیش نظر ہین، کیا وہ اپنی قوت تمیز کی مدد سے اس امر کا فوراً فیصلہ نہین کر لین گے، کہ حضرت کا دعوا کہان تک سچا ہے؟!!

غالباً حضرت بھیکم پوری نے جوش مخالفت مین اُن اوراق پر نظر بھی نہین ڈالی ہے، اور حیات جاوید کا اک سرسری مطالعہ کر کے تنقید کے لئے قلم اوٹھایا ہی، ورنہ کیا یہ دیانتداری کے خلاف نہین ہو سکتا کہ دانستہ ایسا خلاف دعوا کر کے عوام کو بدظن کیا جائے؟ اسپر زیادہ افسوس اس امر کا ہوتا ہی، کہ اگر حضرت بھیکم پوری نے تنقید کے لئے کتاب کا سرسری مطالعہ کافی سمجھا ہے، تو غالباً تنقید یا ریویو پر اونہون نے غور ہی نہین کیا، اور اسکے اصلی ضروری اصول سے مطلع ہی نہین ہوے، ورنہ وہ اپنی ریویو مین اس سرسری مطالعہ کا پتہ نہ دیتے۔

حضرت بھیکم پوری کا دعوا اور مولنا حالی کا دعویٰ دونو آپ پڑھ چکے ہین، اب ہم اپنے دعوے کے ثبوت مین حیات جاوید کے وہ مختلف مقامات دکھلاتے ہین، جہان سرسید کی مذہبی خدمات پر بحث کرتے ہوے مولنانے سرسید کی غلطیون کا اقرار کیا ہی، یا اونکی مطلق تسلیم نہین کی ہی، اس سے معلوم ہو جائیگا کہ حضرت کا دعوا صحیح ہی، یا مولنا کا! اور مولنانے سرسید کی بیجا طرفداری کی ہے، یا جن باتون کو وہ اپنی تحقیق مین غلط سمجھتے تھے انہون نے نہایت صفائی سے ظاہر کر کے لائف نویسی کا فرض ادا کیا ہے۔

حیات جاوید مین تفسیر القران پر دو مقام پر بحث کی ہے، پہلے حصہ مین اجمالی طور پر صفحہ (۲۲۴) سے صفحہ (۲۳۴) تک، اور دوسرے حصہ مین مفصل بحث صفحہ (۲۰۶) سے صفحہ (۲۳۹) تک کسی قدر بسط کے ساتھ کی گئی ہی۔

ملکی زبان سے غفلت

ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعت کو ہمیشہ یہ الزام دیا جاتا ہے، کہ وہ ولایت کی یونیورسیٹیون سے ڈگریان حاصل کرکے۔ بجائے اسکے کہ اپنی ملکی زبان مین بھی ترقی کرکے اپنے جدید معلومات سے اوسے فائدہ پہنچائین، وہ اپنی ملکی زبان سے متنفر ہوجاتے ہین؛ حالانکہ اونکا غیر اقوام کی زبانون سے اسقدر واقف ہونا، اور اپنی ملکی اور مذہبی زبانون سے غفلت کرنی کبھی اونکو کامل تعلیم یافتہ اور مہذب ہونے نہ دے گی۔ اسمین کوئی شک نہین کہ تعلیم یافتہ جماعت کی اس بے اعتنائی کا قصہ بہت کچھ صحیح ہے، نہ صرف اسکا رونا یہین ہو رہا ہے، بلکہ ممالک اسلامیہ مین بھی اسی امر پر افسوس کیا جاتا ہے۔ جدید جماعت فرنچ اور جرمنی وغیرہ زبانون مین کافی انہماک پیدا کرتی ہے، مگر اپنی ملکی اور قومی، مذہبی زبان عربی سے غافل رہتی ہے۔ چنانچہ مصر کے مشہور عربی اخبار المؤید نے حال مین اسی امر کے متعلق ایک تحریر شایع کی ہے، جسمین اوسنے ثابت کیا ہے کہ مہذب در اصل وہی ہے جو اپنے قومی اور مذہبی لٹریچر سے بھی علمی زبانون کے لٹریچر کے ساتھ واقف ہو۔ یہ تحریر ہمارے ہندوستان کی حالت سے اسقدر مطابق ہے کہ اگر عربی کی جگہ اسمین اردو کا لفظ لکھدیا جائے، تو معلوم ہو کہ کسی مصری نے ہندوستان کی حالت دیکھکر یہ تحریر لکھی ہے۔ ہم اوس تحریر کا ترجمہ یہان درج کرتے ہین جس سے ہماری تعلیم یافتہ جماعت کو اچھا سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

"مسلمان جب تک اپنی زبان مین ترقی نہ کرین ممکن نہین کہ وہ عام اور مجموعی حیثیت سے ترقی و تہذیب حاصل کرسکین ہم یہ نہیں کہتے کہ انہیں دیگر زبانین سیکھنی چاہئین۔ نہین سیکھین اور ضرور سیکھین انگلش فرنچ جرمن روسی مہذب ترقی یافتہ اقوام عالم کی ساری زبانین شوق سے حاصل کرین۔ مگر اس لئے کہ ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے قومی علم اور ادب عربی کو ترقی دیں۔ مگر افسوس کہ آجکل تو مسلمانون کی حالت اسکے برعکس ہے۔ وہ غیر قومون کی زبانون سے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ واقفیت پیدا کرتے ہین مگر عربی کی تو ذرا پروا نہین کرتے جو انکی نہ صرف قومی بلکہ مذہبی زبان ہے۔ یہی علوم متنوعہ آج یورپ کی متعدد زبانون مین پائے

ایسی ذات ہے جسے ایک جماعت نے اگر مذہب کے لحاظ سے صدیق کہا ہے، تو دوسری جماعت نے اسی لحاظ سے زندیق کا خطاب دیا ہے۔ ایسی حالت مین اگر اس جماعت کا ایک شخص جو سرسید کو صدیق سمجھتی ہے، سرسید کی لائف لکھے گا، تو یہ ضرور ہے کہ وہ اسے صدیق ہی دکھلائے گا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ صرف اس خیال سے کہ "لایف نویس کو ہیرو کے عیوب اور مسامحات بھی دکھلانے چاہیین،" خواہ مخواہ ہیرو کو زندیق ثابت کرے؟ یا یون سمجھئے کہ اگر ایک شخص جو سرسید کو زندیق خیال کرتا ہے، حیات جاوید لکھتا، تو کیا ہم پر حالی اعتراض کر سکتے تھے کہ سرسید کو اسمین زندیق ثابت کرنے کی کیون کوشش کی گئی ہے؟ اسلئے کہ لایف نویس یہی رائے رکھتا ہے، اور اوسے اپنی رائے پر کامل اعتماد ہے۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہین کہ حضرت حکیم پوری سرسید کو تفسیر لکھنے کا استحقاق نہین دینا چاہتے، اور مولنا حالی حیات جاوید مین سرسید کو سب سے بڑا مستحق اسکا ثابت کرتے ہین۔ ایسی حالت مین حضرت تو جبھی خوش ہوتے جبکہ مولنا بھی یہی خیال لایف مین ظاہر کرتے، لیکن مولنا کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ جس امر کو وہ حق سمجھتے ہین، اوسے کسی مولوی یا مولنا کے خوف سے ظاہر نہ کرتے، اور اونکے خوش کرنے کے لئے لکھ دیتے کہ "سرسید کو تفسیر لکھنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا"

(باقی آیندہ)

ابو الکلام آزاد دہلوی ایڈیٹر

معزز ہمعصرون اور خریداران "لسان الصدق" سے عرض ہے

کہ وہ مبادلے کے پرچے بھیجنے اور خط کتابت کرنے مین صرف ایڈیٹر "لسان الصدق - کلکتہ" نہ لکھا کرین، بلکہ پتے مین

"تاراچند دت اسٹریٹ ۱۶ - کلکتہ"

ضرور لکھ دیا کرین - چونکہ یہ ایک رسالہ ہے اور اخباری حیثیت نہین رکھتا، اس لئے ڈاکخانے مین اس کی رجسٹری نہین کی گئی ہے، اور نہ ابھی اس نے ایسی عام شہرت حاصل کی ہے کہ کلکتہ جیسے آباد شہر مین پتے کے لئے صرف **"کلکتہ"** کا لفظ لکھ دینا کافی ہو۔

مینیجر "لسان الصدق"

"شگون"

ہر قوم مین جب تک جہالت رہتی ہے شگون پرستی باطل پرستی اوہام پرستی کا زور رہتا ہے۔ ایشیا کے مشہور ترقی یافتہ ملک، جاپان، نے انیسوین صدی مین جہالت کی رسی گردن سے نکالتے ہوئے شگون و اوہام کو بھی خیرباد کہا۔ ایام جہالت مین عربون کا گویا مسلک ہی شگون تھا اور انکا اثر ہونا اس حد تک تھا کہ اسلام کی اشاعت کے بعد بھی اس کو بو باس باقی رہی چنانچہ شہر مین داخل ہوتے ہوئے پہلے چیل کوے کا دیکھنا اور اسکی کائین کائین شگون بد کے طور پر یک عرب اپنے مقصد مین ناکامیاب رہنے کا اصلی سبب بناتا ہے اور ذاتی نقصان کا بار اسی غریب کے سر ہوتا ہے! اسی طرح اور بہت سی باتین ہین جو شگون کے طور پر سمجھی گئین۔ مگر ہندوستانیون نے ہندوؤن کی تقلید سے یہ شگون کی غلط پرستی سیکھی جو آجتک مروج ہے عورتون مین تو معاذ اللہ بکثرت اور ان سے کم مردون مین، اور مردون مین بھی کون مرد! جو اچھے لکھے پڑھے ہین فہمیدہ، نکتہ رس، جنہین ایسی لغویت کا احساس نہین ہوتا اور جنکی کانون تک حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مشہور مبارک جملے نہین پہنچے:

"لا طیرۃ شرک ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل"

ابو النصر آہ دہلوی

لسان الصدق

کے متعلق

بعض معزز ہمعصرون کی رائے

لسان الصدق کو شائع ہوئی گو ابھی کچھ ایسی مدت نہین ہوئی ہے، اور اوسکی موجودہ حالت بھی ابتدائی ہے، لیکن ہندوستان کے مشہور رسالون اور اخبارون نے جس فیاضی سے اسپر ریویو لکھے ہین اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناچیز لسان الصدق نے اس ابتدائی حالت مین بھی اپنے ہمعصرون کی نگاہ مین قبولیت حاصل کرلی۔

ان ریویوز سے بعض ریویو یہان درج کیے جاتے ہین اور انشاء اللہ آیندہ اور اخبارون کی رائین بھی درج کی جائینگی۔

جناب شیخ عبد القادر صاحب بی۔اے ایڈیٹر "ابزرور" لاہور اپنے رسالہ مخزن نمبر ۲ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کے پرچہ مین لکھتے ہین کہ

"ابو الکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے جو عرصہ سے کلکتہ مین مقیم ہین۔ "لسان الصدق" نام ایک ماہوار رسالہ جاری کرکے ایک بڑی کمی کو پورا کیا ہے اور وہ یہ بھی کہ دار السلطنت ہند مین اسوقت ہندوستان کی مشہور علمی زبان

جاتے ہین۔ اور انہی کے ذریعہ ہم سیکھتے ہین تو کیا یہ عربی زبان مین حاصل نہین کر سکتے! اگر یہ عذر ہو کہ عربی مین بحالتِ موجودہ علوم جدیدہ نہین ہین پھر کوئی اس مین انکی تحصیل کرے تو کیونکر! تو کیا یہ ہمارا اپنا ہی قصور نہین! بلاشبہہ یہ ہم مسلمانون کا قصورِ ہمت اور بےشک ہماری ہی غفلت ہے کہ ہم عربی کو جدید علوم و فنون کے ذخایر و خزاین سے مالامال کرنے کی کوشش نہین کرتے۔ اگر بذریعہ تراجم یہ تمام علوم عربی لٹریچر مین آجائین تو پھر مسلمانون کو علوم مذکورہ عربی کے ذریعہ سیکھنے مین کیا عذر و تامل ہو سکتا ہے! مگر افسوس کہ عربی مین اس درجہ کی قابلیت اور دستگاہ پیدا کرنے کا خیال کسے ہے، حالانکہ اعلیٰ درجہ کی عربی جاننے سے مسلمانون کو کئی قسم کے فواید اور برکات متصور ہین۔ اول تو مسلمان نوجوانون پر لامذہبی کا جو الزام لگایا جاتا اور جو اثر ایک حد تک فی الواقع عاید بھی ہوتا ہے وہ دور ہوگا۔ کیونکہ عربی کی اعلیٰ تحصیل سے انہین کتب دینیہ اور بالخصوص قرآن کریم کے فہم مطالب کا اچھا موقع ملیگا۔ دوسرے اسلامی تاریخ سے کماحقہ آگاہی پیدا ہوگی۔ تیسرے ہمارے قومی لٹریچر کے وقار و وقعت مین اضافہ ہوگا

کیونکہ اس صورت مین عربی علم ادب کی توسیع و ترقی قدرۃً اور مرعیاً ہوگی مگر حیف صد حیف کہ مسلمان اس زبان کی سرپرستی چھوڑتے جاتے ہین اور دانایانِ فرنگ اسکی حفاظت اور اس سے استفادہ کرنے مین مشغول ہین۔ پھر جاے غور ہے کہ جیسی مہذب یہ اقوام مغربی ہین ویسی ہی شایستہ قوم ہم اپنے تئین بھی سمجھین تو کس منہ سے؟ جو ہمارا فرض تھا اسے تو وہ لوگ ادا کر رہے ہین۔ پھر اگر ہم غافل و نادان کہلانے کے مستوجب نہین تو کیا ہین؟ مسلمان جب تک آنکھین کھولکر اپنی زبان عربی کی دستگیری نہ کرینگے جب تک اسکی ترقی و توسیع۔ استحکام اور قیام وقار مین کوشان نہون انہین اپنی حالت پر شرمانا چاہیے "

"ایڈیٹر"

جن معاصرون نے اب تک "لسان الصدق" کی نسبت اپنے پرچون مین اپنی قابلِ قدر رائے ظاہر نہ کی ہے یا جنہون نے اب تک اپنے بیش بہا پرچے اسکے مبادلے مین نہین بھیجے ہین۔ اُن کی خدمت مین التماس ہے کہ وہ جلد اس ناچیز پرچے پر ریویو کرکے اور اپنے معزز پرچون سے اس کا مبادلہ قبول کرکے مجھے ممنون فرمائین۔

"ایڈیٹر"

ماہوار رسالہ ہے تو آپ اس سال کا دیباچہ
جسکو دیکھکر ہم یہ عقیدہ لکھتے ہیں کہ
چھپائی و لکھائی اچھی ہے مضامین کے
بارہ میں یہ عرض کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اسکے
ایڈیٹر کے خیالات ایسے ہی پاکیزہ ہیں
کہ جیسے ایک خیر خواہ مذہب کے ہونے
چاہئیں۔ اس نمبر میں توہمات اور شگون
میں بحث کرکے اسکا قلع قمع کیا ہے۔
یہ ٹھیک ہے کہ ابتک عورتوں کے زیادہ
گروہ مردوں کے کم حصہ ان توہمات کے
اعتقاد پر پائے جاتے ہیں درحقیقت ایسے
رسالہ کی ملک کو ضرورت ہے مگر افسوس کہ ملک
کے عظیم تر حصہ میں ہونے کے باوجود بھی اس کی
اشاعت ہنوز بہت ہی محدود ہے جو ایک
اڈیٹر کی ہمت کو توڑنے کی دھمکی دے
رہی ہے۔ قدرداں پبلک کو چاہیے کہ
ایسے نایاب رسالہ کی خریداری میں کوشش
کرکے اڈیٹر کی ہمت بڑھائیں۔"

عیاشی کا نتیجہ

یہ نسخہ بھی لاجواب ہے ناظرین
دلچسپ فسانہ باطن میں اوستادیگانہ ہے۔ شراب اور[illegible]
کی خواری۔ طوائفوں کی مکاری اور جھوٹی محبت
رنڈیوں کی ترکیب کشی۔ قیمت ۴ر (مطبع ہذا سے طلب فرمائیں)

انجمن ترقی اردو

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ مقام بمبئی
(صیغہ شعبہ علمیہ) میں کثرت آرا سے یہ
فیصلہ ہوا کہ انجمن ترقی اردو کے کاموں کو
اسقدر وسعت ہوگئی ہے کہ اب اسکے لئے
جداگانہ ایک سرمایہ کے جمع کرنے کی ضرورت
ہے اس لئے عام چندہ کھولا جائے اور جو
چندہ آتا جائے اخباروں کے ذریعہ سے
وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے۔ اس بنا پر عام
چندہ کھول دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جو رقم
وصول ہوئی ہے وہ مولوی نظام الدین
حسین صاحب بی اے ڈپٹی کمشنر برار
کی عطیہ ہے۔ چنانچہ رقم ہے اون چندوں
کے جو علم دوست حضرات نے خود عطا کئے
تھے حسب ذیل ہیں:-

جناب مولوی نظام الدین حسن صاحب عام
جناب شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب
ال ال ڈی عام
جناب نواب مزمل اللہ خان صاحب صہ
جناب خان بہادر منشی الٰہی بخش صاحب
رئیس دہلی۔ صہ

...رسالہ نہیں نکلتا تھا۔ اس رسالے کے مقاصد بہت عمدہ ہیں۔ گو یہ مسلمانوں سے مخصوص ہے۔ اوّل اصلاح معاشرت۔ اس کام میں یہ پرچہ سوشل کانفرنس کا اصلاح تمدن کا حامی ہوگا۔ دوم ترقی اردو۔ اس مطلب کے لئے یہ انجمن ترقی اردو سے تعلق رکھیگا۔ اور اسکے کاموں میں مدد دیگا۔ تیسرے علمی مذاق کی اشاعت بالخصوص بنگالہ میں یہ مقصد نہایت ہی اہم ہے کیونکہ مسلمانان بنگالہ اردو علم ادب کے ذوق سے بہت ناآشنا ہیں۔ اور بنگالی لٹریچر میں بھی انکا کوئی معتدبہ حصہ نہیں چوتھے تنقید۔ یہ منشا اگر حسن آزادی کے ساتھ ادا کیا گیا۔ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ تو ملک کے علم ادب پر اس کا مفید اثر پڑے گا۔ مولوی صاحب کے نام سے ہمارے ناظرین خوب واقف ہیں۔ مخزن کے اوراق میں انکے مستند مضامین نکل چکے ہیں۔ اسکے سوا انہیں ایڈیٹری سے بھی تعلق رہا ہے۔ کلکتہ کے ایک ہفتہ وار اخبار اور لکھنؤ کے ایک مشہور رسالہ کی ترتیب کی مدت دراز تک انکے سپرد رہی ہے۔ انکی ذاتی لیاقت اور وسعت فن سے اُمید ہوسکتی ہے کہ یہ رسالہ اپنے مقاصد کو پورا کرسکے گا۔ ہماری دعا ہے کہ ایسا ہو +"

جناب مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے مترجم خیابان فارس اپنے رسالہ "افسانہ" (نمبر ۲) بابت فروری سنہ ۱۹۰۴ء میں ارقام فرماتے ہیں "لسان الصدق" ماہانہ رسالہ ابوالکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی کی ایڈیٹری میں کلکتہ سے نکلنا شروع ہوا ہے جسکے مقاصد حسب ذیل ہیں (۱) سوشیل ریفارم (۲) ترقی اردو (۳) علمی مذاق کی اشاعت (۴) اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا اس رسالے کے دو نمبر دیکھے جن سے وسعت علم کی تصدیق ہوگئی جو ہمکو مولانا ابوالکلام کی نسبت پہلے سے تھا۔ یہ پرچہ کا نام ایسے زمانہ میں جبکہ کثیر التعداد رسالہ جات و اخبارات کی اشاعت سے عمدہ ناموں کا کال پڑگیا ہے ایڈیٹر کے حسن انتخاب کا شاہد ہے۔

عین الاخبار مرادآباد کے قابل ایڈیٹر ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں تحریر کرتے ہیں:-

لسان الصدق۔ یہ اردو رسالہ ابوالکلام آزاد دہلوی کی ایڈیٹری میں ہندوستان کے دارالسلطنت شہر کلکتہ سے

ہمین اون کارروائیون سے اطلاع دیتے جو اسوقت تک گئین ہین، اور قواعد انجمن اور فہرست ممبران انتظامی بھی ہمارے پاس بھیجنی چاہیے تاکہ باقاعدہ لسان الصدق مین شائع کیا جائے۔ اور اگر ابھی تک کوئی کارروائی نہین ہوئی ہے، اور صرف ممبرون کی ایک فہرست نہایت خوشخط لکھکر رکھ لی گئی ہے، تو جب تو ہم مثل اون سیکڑون غزلون کے جو اوس مشاعرہ مین پڑھی گئی تھین اس تحریک کو بھی شاعرانہ تخیلات کا ایک کرشمہ خیال کرتے ہین۔

اردو زبان بنگالہ مین

ہم ایک عرصہ سے نہایت افسوس کے ساتھ دیکھ رہے ہین، کہ بنگالہ مین بعض کوتہ اندیش مسلمانون نے یہ شور مچا رکھا ہے، کہ بنگالہ کے مسلمانون کے لئے اسکی کوئی ضرورت نہین، کہ وہ اردو زبان کو اپنی زبان سمجھکر اس کی ترقی اور اشاعت مین کوشش کرین، بلکہ ہمہ تن اپنی مادری لسان بنگلہ کی ترقی مین ساعی ہونا چاہیے، اور بول چال، تحریر، تقریر مین اسی زبان کو استعمال کرنا چاہئے، لطف یہ ہے کہ اس کارروائی کو یہ حضرات "علیگڈھ پارٹی" کی جانب منسوب کرتے ہین، جنکا اس قسم کی کارروائی کا کرنا مسلم غیر ممکن ہے۔ اس زہریلی ہوا کا اثر یہانتک بڑھا ہے کہ بہت سے لوگون نے اسپر عملی کارروائی کرنی شروع کر دی ہے، اور انکا یہ خیال ہے کہ ہم اپنی زبان کی حفاظت کر کے اپنی قومیت کو تقویت دیتے ہین لیکن انکو یہ نہین معلوم ہے کہ وہ اس کارروائی سے مسلمانان بنگالہ کی علمی زندگی بالکل تباہ کر رہے ہین؛ اونہین یہ خبر نہین کہ بنگلہ زبان مسلمانون کے لئے علمی زبان کا کام نہین دے سکتی، پھر تصنیف و تالیف مین کیونکر کام آسکتی ہے!

جناب مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے
آنریبل ممبر - ۵

واضح ہو کہ جو صاحب سو یا سو سے زاید چندہ
عطا فرماینگے وہ انجمن کے ممبر اعزازی متصور
ہونگے -

مشتہر سکریٹری انجمن اردو ترقی حیدرآباد دکن

انجمن ترقی اردو کے لیے کلکتہ مین ایک کوشش

جناب مرزا شجاعت علی
خان بہادر نے
(جو کلکتہ کے مشہور رئیس ہین) کچھ عرصہ سے
ایک ماہوار مشاعرے کی بنا ڈالی ہے - جسکا
ہر مہینہ مین ایک جلسہ ہوتا ہے اور کلکتہ کے
موجودہ شعرا طرحی کلام سناتے ہین - جنوری
مین حسن اتفاق سے جناب نواب سعیدالدین
محمد خان صاحب طالب رئیس دہلی اور
جناب مرزا آغا شاہ صاحب ایڈیٹر حسن الاخبار
بھی کلکتہ تشریف لائے ہوے تھے - اسلیے جنوری
کا مشاعرہ خاص اہتمام سے ہوا - اسی مشاعرہ مین ایک
کام کی بات یہ ہوئی کہ جناب مرزا شجاعت علی خان
بہادر کی تحریک اور جناب مولوی شرف الدین
صاحب متولی امام باڑہ ہوگلی اور جناب مرزا
آسمان جاہ بہادر کی تائید سے ایک کمیٹی انجمن ترقی
اردو کی تائید کے لئے کلکتہ مین قائم ہوگئی جسکے
غالباً بارہ اشخاص خاص رکن انتظامی قرار
پاے - یہان تک تو بالکل معمولی کارروائی ہے
جو پر کسی قسم کی راے قائم نہین کی جا سکتی جبتک
باضابطہ عملی کارروائی نہ شروع ہو جاے
اوس وقت تک یہ سرگرمی قابل اعتماد نہین ہے
ہمارے سامنے کلکتہ ہی کی بہت سی نظیرین موجود
ہین جن مین باوجود اکثر سرگرم حضرات کے
شریک ہونے کے آج تک کوئی مفید نتیجہ نہین نکلا
ہمین امید ہے کہ جناب مرزا صاحب خان بہادر
نے جس طرح اس ضروری کام کی تحریک کی ہے
ویسے ہی اسے انجام تک بھی پہنچائینگے - کسی
کام کا شروع نہ کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی کام
کو شروع کرکے اوسے انجام تک نہ پہنچایا جاے -
اس کارروائی کو آج ایک عرصہ ہو گیا - ابھی تک
معلوم نہین کہ اوس کمیٹی کا کوئی اجلاس ہوا
بھی یا نہین؟ اور اگر اجلاس ہوا تو کیا کارروائی
کی گئی؟ ہم اس ضرورت کو کہ کلکتہ مین ایک شاخ
انجمن ترقی اردو کا قائم ہونا کس قدر ضروری ہے
آئندہ نمبر مین دکھلائینگے - لیکن خوشی کی بات
ہے کہ جن لوگون نے اسی شاخ کے قائم ہونے کا
خیال کیا ہے وہ ہماری بیان کرنے کے محتاج
نہین ہین - اسکی ضرورت ہم سے اچھی جانتے
ہین - اس لئے ہم کو امید ہے کہ جناب مرزا صاحب

وفنون کے ترجمہ کے لئے موزون ہے، اور
کوئی زبان نہین ہوسکتی۔ یہ ایک بہت بڑی بحث
ہے، جسے ہم اسوقت بیان نہین کرسکتے۔ بہرکیف
اون حضرات کی خدمت مین جو اردو کی مخالفت
مین اپنی خوبی سمجھے ہوے ہین ہم بہ منت عرض
کرتے ہین کہ آپ اون مطالب پر جو ہمنے اس
مختصر تحریر مین ظاہر کیے ہین، غور فرمائین
اور اس بے نتیجہ کوشش مین اپنا وقت ضائع
نہ کرین، اردو زبان کی ترقی کسی کے روکے
نہین رک سکتی۔ کیا مسلمانون کو اسوقت
آپکے نزدیک اس سے بڑھکر اور کوئی ضرورت
درپیش نہین ہے کہ آپنے اسی کام کا بیڑا اوٹھایا
ہے؟ اور اگر آپ اپنی طبیعت کے ہاتھون
مجبور ہین، اور بنگلہ جیسی فصیح اور رسیلی زبان
کی محبت نے آپ کو بالکل بیخود کردیا ہے، تو تیز
آپ سے جسقدر ہوسکے زور لگائیے، لیکن علیگڈہ
پارٹی کو کیون بدنام کرتے ہین، جسے اس امر سے
ذرہ بھر تعلق نہیں ہے اور نہ تعلق ہوسکتا ہے

(ایڈیٹر)

ریویو

افسانہ و دکن ریویو

جناب مسٹر ظفر علی خان صاحب بی۔اے۔ کیلئے غالباً اب اسکی کوئی ضرورت نہوگی کہ ہم تعلیم یافتہ پبلک کو انسے تعارف کرائین، انکی دلچسپ کتاب "خیابان فارس" (جو لارڈ کرزن کے سفرنامہ ایران و "پرشیا اینڈ دی پرشین کوسچین" کا اردو ترجمہ ہے) پچھلے دنون ملک مین کافی قبولیت حاصل کرچکی ہے۔ گذشتہ سال انہون نے ایک رسالہ "افسانہ" نام سے نکالا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اردو زبان مین عمدہ انگریزی ناولون کا ترجمہ شائع کیا جائے، چنانچہ مسٹر رینلڈ کے مشہور ناول "میسٹریز آف دی کورٹ آف لندن" کا اردو ترجمہ "فسانہ لندن" کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے افسانہ کے ساتھ "دکن ریویو" بھی شائع کیا گیا ہے جو فی الحقیقت ایک کارآمد چیز ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے، کہ دکن مین علمی مذاق پھیلایا جائے اور جو کام "مخزن الفوائد" اور رسالہ "حسن" سے ادھورا رہ گیا تھا اوسے پھر سے تازہ کیا جائے [illegible]
[illegible]

پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زبان دو حیثیت سے عام تسلیم کی جاتی ہے، ایک بازار کی زبان کہ جس زبان کے ذریعہ اپنا مافی الضمیر انگریزی عربی، فارسی، بولنے والا ادا کرے وہی بازاری زبان تسلیم کی جاتی ہے، دوسری عام بول چال اب دیکھو کہ بنگالہ مین بازار کی زبان کون ہے؟ ہم پوچھتے ہین کہ کلکتہ اور ڈھاکہ کے بازارون مین عام طور پر کونسی زبان بولی جاتی ہے؟ ہم زور کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ اردو کے سوا کسی زبان کو یہ درجہ عمومیت حاصل نہین ہے۔ اگر دو بنگالی بھی راستہ مین آپس مین ملینگے تو اکثر حالتون مین اردو ہی مین گفتگو کرینگے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بنگالہ کی عام زبان اردو ہے، یہی ایسی زبان ہے جس کے ذریعہ انگریز نیپالی بھوٹانی بھی بنگالیون سے گفتگو کر سکتے ہین اور بنگالی اپنا مطلب اونھین سمجھا سکتے ہین یہ تو اسکی حیثیت عمومیت کے لحاظ سے تھی، اب علمی حیثیت سے دیکھو۔ بنگالہ مین آج تک اردو فارسی کے بعد تصنیف و تالیف کی زبان مانی گئی ہے، بنگالہ کے اکثر علما نے مختلف مباحث اور فنون پر کتابین لکھین ہین لیکن کوئی ثابت کر دے کہ اون مین کوئی کتاب بنگلہ مین بھی لکھی گئی تھی، سب سے بڑا حصہ اونکا اردو مین ہے؛

اور جو قدیم زمانہ مین لکھی گئین ہین، وہ فارسی مین ہین؛ پھر ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کیونکر بنگلہ زبان کو آج اردو پر ترجیح دی جاتی ہے؟ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اردو زبان کی ترقی کو کوئی روک نہین سکتا، زمانہ خود اوسکے موافق ہے، اور جو اسکی مخالفت کرے گا وہ بیشک زمانہ کا مخالف ہوگا۔ ڈاکٹر واٹ کی یہ پیشین گوئی بہت ٹھیک ہے کہ اوس زمانہ کو قریب سمجھنا چاہیے جبکہ اردو زبان تمام انڈیا کی واحد زبان ہوگی۔ چند ناعاقبت اندیشون کی کوشش سے یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ بنگالہ کے مسلمانون کی علمی زبان اردو کی جگہ بنگلہ ہو جائے، ہان اونکی ناعاقبت اندیشی قوم پر ظاہر ہو جائیگی کچھ عرصہ ہوا ہے کہ ہمارے ہندو بھائیون نے اردو کی مخالفت کی تھی، اور اردو کی جگہ ناگری کو پیش کیا تھا، آج ہمارے مسلمان بھائی خود ہی اپنے پانو مین کلہاڑی مار رہے ہین۔ اور اردو کی مخالفت کرکے اوسکی جگہ بنگلہ کو پیش کرتے ہین، مگر یاد رکھنا چاہیے کہ علمی زبان ہونے کا جو استحقاق اردو کو حاصل ہے وہ بنگلہ کو نہین حاصل ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اب تک جسقدر تراجم علوم و فنون کے اردو مین ہوے ہین، اون سے ثابت ہوتا ہے کہ جسقدر اردو زبان علوم

لسان الصدق

(دار السلطنت کلکتہ کا ایک علمی ماہوار رسالہ)

جلد ۲	۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء	نمبر ۳

فہرست مضامین

اجرت طبع اشتہار

	سال بھر کے لئے	چھ ماہ کے لئے	تین ماہ کے لئے
صفحہ	۲۰	۱۲	۷
نصف صفحہ	۱۰	۶	للعہ

ایک مرتبہ کے لئے فی سطر ۲ / مشتہر کا نام اور پتہ بھی مضمون اشتہار میں داخل ہوگا؛

ایک ضروری گذارش

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے فروری کے نمبر میں اس امر کی شکایت کی تھی کہ خریداروں کی رفتار نہایت سست ہے، اور ہمارے لسان الصدق پر ابھی تک کافی توجہ نہیں کی ہے؛ لیکن آج ہم نہایت مسرت کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری اُس تحریر نے نہایت اچھا اثر پیدا کیا۔ اور اکثر حضرات نے صورت لسان الصدق پر توجہ ظاہر فرمائی۔ مارچ کے مہینہ میں ایک اچھی تعداد خریداروں کی پیدا ہوگئی ہے، اور ہمارے معزز احباب نے اپنی کوششوں سے ہمیں ممنون فرمانا شروع کر دیا ہے ہمیں امید ہے کہ اور احباب بھی اسی طرح کوشش فرما کر ہمیں مرہون منت فرمائیں گے — ایڈیٹر

مولانا شبلی نعمانی اور مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔اے جیسے افاضل کی تحریرین اسمین شائع ہوتی ہین،

"دکن ریویو" کا دوسرا حصہ "افسانہ"

بھی نہایت قابل تعریف ہے فسانہ لندن کا پہلا حصہ تو دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء مین ختم ہوگیا تھا، جنوری سے دوسرا حصہ اوسی التزام سے شایع ہوتا ہی رینلڈ کا یہ ناول جن حضرات نے دیکھا ہے، وہ جانتے ہین، کہ رینلڈ کے تمام ناولون مین یہ نہایت درجہ کا دلچسپ ناول ہی، اگرچہ افسوس ہے کہ ایک پولٹیکل وجہ سے رینلڈ کی تصنیفات انگلستان مین قبولیت عامہ کا رتبہ نہین حاصل کرسکین، لیکن غنیمت ہی کہ ہندوستان نے اونکا نہایت جوش سے خیر مقدم کیا، اور اپنی زبان مین لاکر تمام ملک کو اونکا شیفتہ بنادیا۔ ہمارے فاضل دوست مسٹر ظفر علی خان نے ترجمہ بھی نہایت سلیقہ سے کیا ہی، عبارت بالکل شگفتہ، اور دلچسپ ہے۔ افسوس کہ ہمارے سامنے اسکی پہلی جلد نہین ہے، ورنہ ہم مفصل ریویو لکھتے۔

جنوری سے اس پرچہ مین ایک اور دلچسپ التزام شروع کیا ہی کہ دکن کے مشہور، نوسہار اور افاضل کی تصویرین ماہ بماہ دکن ریویو مین شائع کئے جائین، چنانچہ جنوری کے نمبر مین اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کا شاندار فوٹو اعلیٰ درجہ کے اہتمام سے چھپواکر لگایا گیا ہی، اور فروری کا نمبر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مدار المہام سلطنت کی تصویر سے مزین ہی۔

باوجود ان خوبیون کے سالانہ قیمت مع محصول ڈاک صہ سکہ انگریزی یا للعہ سکہ حالی قسم اول کے لئے اور ہے سکہ انگریزی یا ؎ سکہ حالی قسم دوم کے لئے ہی۔ اور حیدر آباد دکن دفتر افسانہ کے پتہ سے خط وکتابت ہوسکتی ہی۔

خدنگ نظر

خدنگ نظر لکھنؤ کا مشہور اور قدیم رسالہ ہی جسمین شعر وسخن کے علاوہ عام علمی اخلاقی، تاریخی، سائینٹفک مضامین شائع ہوا کرتے تھے، ہمین نہایت افسوس تھا کہ زمانہ کی ناقدری سے یہ علمی گلدستہ مرجھانے لگا تھا مگر کتنی مسرت کی بات ہے کہ عالیجناب راجہ سعادت علی خان بالقابہ کی فیاضی نے سوکھے دھانون مین پانی کا کام دیا، اور پانچ سو روپیہ سالانہ مقرر فرماکر ہمیشہ کے لئے خدنگ نظر کو مستحکم کردیا،

جنوری کا نمبر نہایت اہتمام سے شائع ہوا ہی جسکے رنگین ٹائیٹل کے اوڑھتے ہی راجہ صاحب کا دلفریب فوٹو سلطانی ونہب چھپا ہوا نظر آتا ہی ہمین امید ہے کہ آئندہ نہایت عمدگی سے یہ اسی طرح شائع ہوتا رہیگا اور ملک کے علم دوست حضرات اسپر کافی توجہ کرینگے قیمت مین بھی تخفیف کردی گئی ہی بجای ۱۹ اب صرف ۲ مین تینوں حصے نثر، نظم، ناول ملسکتے ہین - نوازگنج لکھنؤ سے خط وکتابت کیجیے۔

اوسکا نہ شائع ہونا، اسر چندا وزہ اشاعت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ایک کام کا نہ کرنا اسقدر قابل اعتراض نہین ہوسکتا، جسقدر کسی کام کا شروع کرکے اوسے انجام تک نہ پہنچانا۔ یہی خیال تھا جس نے ہمین "لسان الصدق" کو ایک معمولی اور بالکل سادہ حالت مین نکالنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ الحمدللہ اسوقت تک اوس کے اوسی حالت مین چار نمبر شائع ہوگئے ہین، جنہین ملک کے اکثر علم دوست بزرگون نے اچھی نگاہ سے دیکھا اور اون مقاصد کی ضرورت تسلیم کرلی۔ اسمین کوئی شک نہین کہ ابتدا مین سخت مایوسی ہوچلی تھی، اور ہمنے سمجھ لیا تھا کہ "لسان الصدق" کا اپنی اصلی حالت تک ترقی کرنا ایک مشکل کام ہے لیکن آج ہم خوشی سے قوم کی علمی قدردانی کا اعتراف کرکے اس امر کو ظاہر کرتے ہین کہ جس قدر قوم نے اسپر توجہ ظاہر کی ہے، وہ اسکی موجودہ حالت کی نسبت سے بہت کچھ زیادہ ہے؛ اسلیئے ہماری قدیم کشتِ امید اب سرسبز ہوتی نظر آتی ہے، اور وہ زمانہ قریب آرہا ہے، جبکہ ہم "لسان الصدق" کو اوسکی اصلی حالت مین دیکھین گے۔ اسی تجربہ نے ہمین اسکی تصدیق کرادی کہ

فرسٹ ڈیزرو اینڈ دین ڈیز ایر

"مال اچھا ہو تو ہوتے ہین خریدار بہت"۔ قوم کی ناقدردانی کا رونا بالکل فضول ہے۔ جدید علمی اثرات نے بیشک قوم کے ایک بڑے حصے کو عمدہ چیزون کا قدردان بنادیا ہے؛ اور وہ اب بھی ہر ایک قابل قدر چیز کی قدر کرنے کے لئے موجود ہے؛ جسکا ادنی ثبوت یہ ہے، کہ ملک مین معقول تعداد کے اخبار، رسالے، روزانہ، ہفتہ وار، ماہوار، ہر قسم کے شائع ہوتے ہین۔ [illegible] ان کی مختلف پریسون سے نکلکر اسی ہندوستان مین کھپ جاتی ہین۔ اگر ابھی تک قوم مین اسکا احساس نہین ہوا ہے اور اوسمین وہ مذہبی تمدنی

فرسٹ ڈیزروانیڈ دین ڈیزایر

یہ انگریزی زبان کی ایک مشہور مثل ہے، جس کا ترجمہ اردو زبان مین کسی شاعر نے خوب کیا ہے

حسن پیدا تو کرو یوسف بازاری کا
حوصلہ جب تو کرے کوئی خریداری کا

ہمارا ابتدا سے یہی دستور العمل رہا ہے۔ لسان الصدق جس وضع مین ابتک شائع ہوتا رہا، اوسے ہمارے اوس منصوبہ سے کوئی تعلق نہین ہے، جو ہمارے دماغ مین اس رسالہ کے متعلق پیدا ہوا تھا۔ ہم اسے ایک اعلیٰ پیمانہ پر شائع کرنا چاہتے تھے، جسکی ماہوار ضخامت پچاس صفحون سے کبھی کم نہ ہونی چاہی، لیکن چونکہ ہمین ''ادیب''، **معارف، تحفہ احمدیہ** کا حشر معلوم تھا، اور ہم جانتے تھے کہ قوم کا مذاق کس قسم کے رسالون، اور تحریرون کو پسند کرتا ہے، اسلئے ہم نے غور کیا، کہ یہ تجویز کسی ناول یا شعر و سخن کے گلدستے کی نکالنے کی نہین ہے، بلکہ ہم ایسا علمی رسالہ نکالنا چاہتے ہین جو ادیب و معارف کا سچا جانشین ثابت ہو، اور ملک کی ضرورتون پر نظر رکھکر خاص مقاصد پر اپنی توجہ زیادہ مبذول رکھے۔ یہ یقینی ہے کہ اوس مین ایسے مضامین، اور خیالات نظر آئین گے، جو ناول اور شعر و سخن کے چٹخارے لینے والون کو نہایت خشک اور بے مزہ معلوم ہونگے، اس لئے مصلحت کا یہی اقتضا ہے کہ ابتدا مین ایک مختصر رسالہ اس اہم میگزین کے نمونہ پر نکال کر قوم کی توجہ کا اندازہ کر لیا جائے، تاکہ جس طرح ایک سال اور چار سال تک باوجود جاری رہنے کے ادیب و معارف جیسے قابل قدر رسالے قوم کی بے توجہی سے تنگ آکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے، کہین لسان الصدق بھی ایسے ہی کچھ عرصہ کی زندگی لیکر دنیا مین قدم نہ رکھے:

یہ کتابین عنقریب ملک مین شائع ہونے والی ہین

زیر تصنیف

جناب مولانا مولوی الطاف حسین صاحب "حالی" تذکیر و تانیث اردو کی بحث پر ایک مبسوط کتاب لکھ رہے ہین، جو امید ہے کہ دو تین مہینہ مین مکمل ہو جائے گی۔

جناب شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی ناظم "علوم و فنون" حیدر آباد دکن نے میر انیس مرحوم کے کلام پر ایک مفصل ریویو تحریر کیا ہے، اور اونکے کلام کا دیگر شعرا سے مقابلہ کر کے اونکی خوبیون کو دکھلایا ہے، عنقریب یہ کتاب چھپنے کے لئے مطبع مین جائے گی۔

جناب مولوی حسن نظامی دہلوی یادگار حضرت نظام الدین دہلوی میر خسرو کی سوانح عمری مرتب کر رہے ہین، اسمین کوئی شک نہین کہ خسرو کی سوانح عمری کا دیگر شعرا کی سوانح عمریون کے ہوتے اردو مین نہوتا قابل افسوس امر تھا۔ ایک عرصہ ہوا ہے کہ مولوی عبد الغفور صاحب "شہباز" نے لکھنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن ابتک وہ اس ارادے کو پورا نہ کر سکے، امید ہے کہ مولوی حسن نظامی اس کمی کو نہایت عمدگی سے پورا کرینگے۔

زیر ترجمہ

"انجمن ترقی اردو" کی تحریک سے جناب مولوی عبد الغفور "شہباز" کارلائل کی مشہور کتاب "ہیرو ورشپ" کا ترجمہ کر رہے ہین

کے جوہر کا ابتک کچھ اثر نہیں ہے، توان اخبارون کو دیکھنے والا کون ہے؟ اور اون رسالون اور مختلف علمی تصانیف کے لینے کے لئے کون روپیہ صرف کرتا ہے؟

کسے کہ محرم باد صباست میداند
کہ باوجود خزان بوے یاسمن باقیست

ہان یہ ضرور ہے کہ تم اپنے کو قدردانی کے قابل ثابت کرو، جو مال پیش کرو وہ ایسا عمدہ اور کھرا ہو کہ بلا ردوبدل اوسکی عمدگی کا خریدار قائل ہو جائے؛ پھر دیکھو کہ تمہاری دنیا قدردانی کرے گی، اور تمہارا مال سارا زمانہ خریدے گا؛ سچ ہے۔

حسن پیدا تو کرو یوسف بازاری کا!
حوصلہ جب تو کرے کوئی خریداری کا!

ہم یہ نہیں کہتے کہ لسان الصدق نے ابتک اپنے کو قدردانی اور خریداری کے قابل ثابت کیا ہے؛ نہیں، ابتک تو وہ (ہمارے خیال مین) اسکے قابل بھی نہ تھا؛ صرف قوم کے آگے ہمکو ایک نمونہ پیش کرنا تھا؛ اور ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ دارالسلطنت **کلکتہ** جیسے شہر سے کسی اردو زبان مین میگزین کا نہ نکلنا سخت قابل افسوس ہے؛ اسلیے جون تون، ایک رسالہ ضرور شائع کر دینا چاہیئے؛ چنانچہ اوسے معمولی حالت مین شائع کر دیا گیا۔ لیکن ہان! آج سے لسان الصدق اسکی کوشش کرنی شروع کرتا ہے کہ وہ آپکی علمی قدردانیون کا خود کو قابل ثابت کرے؛ اور اپنی ظاہری اور معنوی خوبصورتی کو حسن یوسف سے بھی کہین بہتر دکھلا کے آپکی خدمت مین عرض کرے کہ ہان!

حوصلہ کیجے! اب اسکی خریداری کا

ایڈیٹر

"انجمن ترقی اردو" کی تحریک سے "اسٹوری آف پلانٹ" (علم النبات) کا بھی ترجمہ مولوی محمد اکبر صاحب بی۔ اے۔ کر رہے ہین۔

نامہ دانشوران زمانہ حال کی ایک مستند کتاب ہے جسے شاہ ناصر الدین مرحوم کے امر سے علمای ایران نے تصنیف کرنا شروع کیا تھا۔ ابھی تک صرف اسکی دو جلدین شائع ہو چکین ہین۔ "**انجمن ترقی اردو**" نے اسکے ترجمہ کے لئے اعلان کیا تھا، چنانچہ مولوی ریاض الحسن صاحب اسکا ترجمہ کر رہے ہین جسے ارکین انجمن نے نہایت پسند کیا ہے۔

علامہ ابن قتیبہ کی "معارف" عربی کی نہایت عمدہ کتاب ہے، جسکا اردو مین ترجمہ ہونا نہایت ضروری تھا۔ رسالہ **البیان** لکھنؤ کے فاضل اور ادیب ایڈیٹر جناب مولوی عبد اللہ "عمادی" اسکے ترجمہ مین مشغول ہین۔

پروفیسر میکس مولر مشرقی کا ایک مشہور فرانسیسی فاضل گذرا ہے، ہندؤن کی مقدس کتاب "وید" سے سب سے پہلے اسی نے یورپ کو شناسا کرایا۔ اسی کے متعلق ایک کتاب "ہبرٹ لکچرز ایمیکس مولر" ہے۔ انجمن ترقی اردو نے اسکا ترجمہ بھی اردو مین ہونا ضروری قرار دیا تھا چنانچہ **مولوی عبد القادر** صاحب ایم۔ اے پروفیسر علیگڈھ کالج و ایڈیٹر حصہ اردو "**علیگڈھ منتھلی**" اسکا ترجمہ کر رہے ہین

زیر طبع

اگلون کے علوم متداولہ اور تھے! وہ زمانہ گیا، وہ لوگ گئے گذرے۔ اب تو جو ہم پر آپڑی ہے ہم اس کی جانب متوجہ ہون۔ شخصِ واحد کی ذاتی کوشش سے اس قدر انتفاع کی صورت نہین ظاہر ہو سکتی، جسقدر اجتماعی جہد فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ لغات ہو یا گرامر دس دماغی تدبیرین دس قلمی امدادین، دس ہاتھ کے نتیجے، ایک مجموعی صورت اختیار کرین، تو بیشک اُردو کے بہار کی صورت پر رونق چھا جائے۔ مگر ہمارے مخدوم بزرگانِ قوم اور واجب التعظیم علما کو یہ بات کب گوارا ہے کہ انکے ہاتھ کسی کے ہاتھ سے ملین اور وہ اپنے خیال مین ترمیم کی گنجایش رکھین، انکی تصنیف و تالیف پر واجبی تنقید ہو، اور ستم تو یہ ہے، کہ انکی کتاب پر قلم چلے ہائے انکی دیدہ ریزی کا نتیجہ (جو کیسا ہی کیون نہو) نکتہ چینیون کے تیر ہائے نظر کا آماجگاہ بنے!! جب یہ رنگ ہین تو ہماری قومی زبان اُردو کیونکر ترقی کر سکتی ہے؟ اور ایسے دلشکن زمانہ مین اُردو کے آنسو کیونکر پونچھ سکتے ہین جبکہ اسکے ساتھی نہین بلکہ مان باپ، اسے چھوڑ کے الگ الگ سرک گئے ہین؟ آسمان علم کے دو روشن ستارے عربی فارسی زمانہ کی صبح کے ہاتھون روپوش ہونے کو تو ہو رہے ہین، مگر ستم ہے کہ اردو کی چمک دمک کو بھی سمیٹے لئے جا رہے ہین۔ گو ابھی تک خدانخواستہ اُردو چراغِ سحری نہین ہوئی ہے، مگر اس مین تو شک نہین کہ روشنی ضرور دھندلی ہوئی جاتی ہے (جس کا اندازہ ہر آنکھ نہین کر سکتی)، اور خدا نکرے شاید اور بھی ہو۔ قرینے یہی کہتے ہین، کیونکہ زمانہ اپنے رنگ پر لانے والا ہے، اور انگریزی حکومت کے اثر سے بچہ بچہ متاثر ہو رہا ہے۔ فاتح قوم کی زبان دلپسند سی دلپسند مانی جاتی ہے! اُردو کے بدلے بلاضرورت انگریزی بولی جاتی ہے، اور یہ انہماک بڑھتا جاتا ہے، یا مختصر جملون مین یہ کہدون کہ انگریزی کے آفتاب کا طلوع ہو گیا ہے! اسکی تعلیمی کرنین اور تعلّمی شعاعین پھیل گئی ہین اور اُردو سے بے توجہی کی حرارت اور نفرت کی گرمی بڑھتی جاتی ہے۔ دوستو! ایک حسن

اُردو کا دُکھڑا، اور بنگالہ

کہیے تو مین بھی قصہ سوز جگر کہون ! سنتے ہین آپ سارے زمانے کا "دردِ دل"
واقعی مولٰنا "اشہری" نے ہمارے دل کے جلے کہے ہین، کہ اُردو کی ترقی قوم کی ترقی سے زیادہ
مشکل نظر آتی ہے، کیونکہ اُردو کی ترقی کے لیئے عربی اور فارسی کا علامہ اور انگریزی کا آل آل
ڈی ہونا ضرور ہے، جو اسکے مقاصدِ ترقی کی تدوین کرے، اور اسکی بات قبولیت عام کا اثر
رکھنے والی ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہین کہ زمانہ ایسے لوگون کو قیامت کی نیند سلا رہا ہے، اور
قوم مین جو تعلیم یافتہ پیدا ہو رہے ہین وہ زیادہ تر انگریزی اور معمولی طور کی اُردو جانتے
ہین، اور زبانِ اردو کی تکمیل نہین کرسکتے، کیونکہ اول تو انھین انگریزی سے فرصت نہین
ثانی اُردو زبان کے گرامر کی کوئی مستند اور مفید کتاب موجود نہین ہے، اور نہ کوئی ایسا جامع
لغات تالیف ہوا ہے، جو عربی و فارسی یا انگریزی کیطرح الفاظ کے مرحلے طے کرا دے ۔
فرہنگ آصفی یا امیر اللغات، اور وہ بھی ناتمام، ہمارے امراض کی دوا
کیونکر تسلیم کیجاے، جبکہ اردو زبان بے تکلف وسیع ہوتی جاتی ہے، اور ہر زبان کے
مثلاً عربی فارسی ترکی انگریزی سنسکرت بھاشا وغیرہ کے الفاظ بکثرت مستعمل ہین
جنکا استعمال مختلف صحت کا طالب ہے، اور ایسی صحت کے لیئے ان تمام زبانون کا علامہ
ہونا ضرور ہے۔ یہ سچ ہے کہ صرف ایک ہی شخص ان تمام صفتون کا موصوف نہین ملسکتا،
جو اُٹھے اور ایک لغات یا قواعد کی ایک کتاب لکھکے اردو کی آنکھ کا کانٹا نکالدے ۔
فی زمانا علوم و فنون نے وہ پاؤن پھیلاے ہین اور انکی گھنی گھنی ڈالین اتنی پھولی پھلی
ہین، کہ انسانی زندگی کا ہاتھ ان تمام شاخون سے پھول نہین توڑ سکتا۔ اگلی بات اور تھی

یہ نہایت صحیح کہا گیا ہے کہ چین مین پشتو زبان چلیگی، تو بنگالہ اُردو کے قدم لیگا۔ ہائے! جب ہم اودھ مصر والون کا رونا رو رہے ہین، تو غریب بنگالہ کا کیا گلہ کرین! اس مرفوع القلم حصہ مین اگر کوئی زبان بولی جاتی ہے تو وہ بنگلہ ہے، اور اگر کسی زبان کی ترقی ہے تو وہ انگریزی ہے! بلکہ نصف سے زیادہ حصہ انگریزی ہی بولتا ہے، اور نصف کا نصف بنگلہ، اور اس کا نصف نام کی اردو، الباقی مخلوط ہے۔ ہماری اُردو کی جانب سے نہایت ہی لاپروائی برتی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان بندہ یہ نہین سمجھتا کہ یہ ہماری زبان ہے۔ افسوس! نہ انجمن اردو کے ترقی کے مقاصد پورے ہونے کی کوشش کرتی ہین، نہ کوئی دار التقریر ہے، جہان کوئی انسانی ذہن اردو کی راہ سے نکل کے قدرت کے کارخانون کا معاینہ کرے؛ نہ کوئی اُردو کا بارسوخ اخبار ہے، جو انکے خیالات کے اظہار کا آلہ بنے۔ اور بنے کیونکر! کوئی انجمن یا دار التقریر کا قیام کیونکر ہو! جب یہ اردو سے روٹھے ہوے ہین، اور اسکی دلفریب ادائین انہین بھاتی نہین ہین، کوئی اُردو کا اخبار مستقل طور پر کیونکر اشاعت پائے؟ یہ تو اردو ہی کا نون پر ہاتھ رکھتے ہین اور دامن جھاڑ کے الگ ہو جاتے ہین۔ اسکی سب سے بڑی شہادت یہی ہے کہ یہان سے کوئی اردو اخبار جاری نہین رہنے پاتا۔ ہان، جب تک انسانی ہمت و کوشش کا ساتھ رہتا ہے، اخبار والا ذاتی نقصان گوارا کرتا رہتا ہے۔ جہان ان کا ساتھ چھوٹا، اور استقلال کی رسی کٹی، اخبار بند ہوا۔

دار السلطنت۔ جنرل گوہر آصفی۔ المصباح۔ نوشہ پنج۔ ایڈورڈ گزٹ۔ مسلم ٹائمز۔ اور سب سے آخری احسن الاخبار یہ سب پرچے گویا کلکتہ کے حال کے پرچے ہین؛ اول الذکر اور ثانی الذکر تو برسون نکلتے رہے، مگر اُسی اصول پر جو ہم بیان کر چکے ہین، کوئی ہمارے مہربان جناب مولوی عبد الباری صاحب تاجر چرمہ ہی کے دل سے پوچھے

اس سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی ٹھہر گئی اور ہمارا خیال یقین سے ٹکر کھائیگا!!

عام طور پر یہ صحیح کہا جاتا ہے کہ جدید اثر نے اُردو کے چہرے پر خوشنمائی سلاست فصاحت کا پوڈر مل دیا ہے، اور اسے اور سے کچھ اور کر دیا ہے: مگر نتیجہ کے ساتھ ساتھ رہنے سے مترشح ہوتا ہے کہ اس بچاری کی حالت کیا درست ہوئی! تعجب ہے، وہ تو ہندوستان کے تعلیم مجسم افتخار ہی کی نظروں سے گر گئی اور دل سے اُتر گئی، اس کے پاؤن ٹوٹ گئے اور اس کی جگہ قریب قریب مطالب کے ہر کوچہ مین انگریزی چلتی پھرتی نظر آنے لگی - ہائے عربی چھوٹی، فارسی چھوٹی، خیر بلا سے چھوٹی؛ اُردو تو نہ ہاتھ سے جاتی - کیا کہین! لینے کے دینے پڑ گیے - گئے تھے نمازین چھڑانے، روزے گلے پڑ گئے - علی گڈہ کالج سے کیا کچھ امیدین تھین، کہ اس کے تعلیم یافتہ اُردو کی خدمت ضرور کرینگے - لیجئے وہ اردو ہی سے اُکتائے! اردو کو علمی زبان بنانے اور تراجم کا سلسلہ جاری کرنے کے عوض عملی طور پر نفرت کا اظہار کرنے لگے - خدا سلامت رکھے پنجاب والون کو اور اللہ انکی محنتین ٹھکانے لگائے! کہ سو مین دس اور ہزار مین سو آدمی اُردو پر مٹے ہوے ہین -

شاید کہ درین سیکدہا دریا بیم
آن یار، کہ در صومعہ ہا گم کردیم

سچ ہے کہ دہلی لکھنو کا خزانہ لاہور امرتسر مین اُمڈا چلا آرہا ہے -

انوکھی آن ہے پنجاب والون کی
نہایت شان کی زندہ دلی دیکھی
کہین اردو کے ہاتھون ناک مین دم ہے
انہین اردو کی چاہت! اور پھر ایسی!!
ُنہی روشن کرینگے نام اُردو کا"!!
مسلمان ہین! کہین ہم کیون لگی لپٹی؛
ہمین اُردو سے آپ گہرا تعلق ہے
مگر پھر بھی جو سچی بات تھی کہدی

ایک نہایت ضروری اپیل

گذشتہ نمبر مین ہمنے جناب مولوی غلام رسول صاحب ایڈیٹر "انقلاب" کے متعلق لکھا تھا کہ انہون نے نہایت محنت سے اردو مین مختصر نویسی کا قاعدہ ایجاد کیا ہے۔ اس نمبر مین انکی یہ اپیل بھی شایع کی جاتی ہے جسمین کلکتہ کے علم دوست رئیسا کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے۔ ہمین امید ہے کہ ایسی مفید ایجاد پر ضرور توجہ کی جاے گی، اور مولوی صاحب کو اسکا موقع نہین دیا جاے گا، کہ وہ مجبور ہوکر غیر اقوام سے امداد کے خواستگار ہون۔ ایڈیٹر

مجھے ایک مدت سے اس بات کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ "اردو تقریرون کے لفظ بلفظ قلمبند کرنے کا بھی کوئی ایسا ذریعہ پیدا کیا جاوے جیسا کہ انگریزی تقریرون کے واسطے شارٹ ہنڈ رائٹنگ موجود ہے" اور اسی کوشش اور فکر مین میرے کئی سال صرف ہونے کے بعد اب آخرکار یہ فن تکمیل کو پہنچ گیا ہے یعنی مینے "اردو شارٹ ہنڈ رائٹنگ" (اردو مختصر نویسی) کا قاعدہ ایجاد کر لیا ہے جسکا کورس عنقریب چھپوا کر پبلک کے سامنے لایا جاویگا۔

کسی وقت مین عام طور پر یہ شکایت تھی کہ مسلمانون سے ایجاد کا مادہ سلب ہو گیا ہے۔ اور اب اگر کئی صدیون کے بعد ان مین بھی موجد پیدا ہونے لگے تو قوم کی قدردانی معلوم۔ مینے ہندوستان کے متعدد اسلامی اخبارون مین اپیل شایع کرائی ہے لیکن ابتک ملک کے کسی حصہ سے میری تائید کے خیال کی مجھکو اطلاع نہین ملی اور اب میری تمام امیدین بزرگان کلکتہ کی علم دوست اور فیاض طبیعتون پر ہین۔ مجھے امید ہے کہ وہ یہ فخر ملک

کہ آپ نے دار السلطنت کے پیچھے کتنے روپے لگائے ہین اور آپ کو کس قدر کس قدر للّٰی
نقصان سہنا پڑا ہے! خدا نا دہند خریداروں کا دم سلامت رکھے۔ کتنے اخبار والے پریشان
ہوگئے ہین۔ اور خدا بنگالہ کے مسلمانون کے اُردو مذاق کا نگہبان رہے! کتنے اُردو اخبارات
کے رنگ پھیکے پڑ گئے ہین اور سر سے خاتمہ ہی ہوگیا ہے۔ مکرمی مولوی انشاء اللہ صاحب
ایڈیٹر "وطن" نے لکھا تھا کہ کلکتہ کی آب و ہوا اخبار کے لئے نامناسب ہے۔ اسی لئے کلکتہ
مین کسی اخبار کا قدم نہین جمتا۔ مین کہتا ہون کہ کلکتہ کا اردو مذاق اخبار کے لئے نامناسب
ہے! جو آتا ہے منہ کی کھاتا ہے۔ صحیح مذاق پیدا ہوجائے تو کلکتہ دوسرا "لاہور" ہے۔
یہان کس بات کی کمی ہے؟ اللہ کا دیا سب کچھ ہے، مگر یہی بات پیدا کرنی مشکل امر ہے ع

کچھ ایسے سوئے ہین سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے!

شعرا کی جماعت کے سوا کوئی ایسا گروہ نظر نہین آتا جو اُردو کا بازو پکڑے اور اس کا ترقی خواہ
ہو، اسکی ابتری کا منظر دیکھنے کی تاب نہ رکھے اور ان بچارے شعرا کے بنائے کچھ بنتا نہین ہے،
اور انکے متروکات و ترو کات حشو و ایطا کو کوئی پوچھتا نہین ہے، جو تتبع کی رسیون
سے جکڑے گئے ہین، اور خال و خط کے قید سے نکل نہین سکتے ع

"چون خویشتن گم است کرا رہبری کنند"!

یہ خود بھولے ہوے ہین۔ کس کی رہبری کرین! اپنی جان سلامتی سے ساحل تک پہنچا دین تو بڑی
بات ہے۔ ڈوبتون کو بچانے کا تو کیا ذکر! بہر کیف شاعرون سے اُردو کی اشاعت ہو چکی! یہین کی
ایک معزز جماعت اس کام کو ہاتھ مین لے، تو بیشک یہان اُردو کے جھنڈے گڑ سکتے ہین،
اور ہمارا "لسان الصدق" ہاتھ بٹانیکو تیار ہوسکتا ہے جسکی من مانی مراد ہے کہ بنگالہ اُردو
کی روشنی سے جگمگا اُٹھے۔

ابو النصر غلام یسین آہ دہلوی

سیّد اور شیخ

الناس من جهة التمثال أكفاء
ابوهم آدم والأمّ حوّاء

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

مسلمانان ہند عموماً ان الفاظ کو اپنے ناموں کے ساتھ ضم کرتے ہیں، لیکن بہت کم ایسے اشخاص ہین، جو اِن کے لفظی معنے اور حقیقت سے پوری واقفیت رکھتے ہوں، اور اِن کے جا و بیجا استعمال کو اچھی طرح سمجھتے ہون۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ پہلے ہم ان الفاظ کا اشتقاق اور حقیقت ظاہر کر دین، پھر یہ دکھلائین کہ یہ الفاظ پہلے کس موقع اور محل پر استعمال کئے جاتے تھے، پھر اِن کے معنی مین کیا تغیر پیدا ہوا، اور ان کے اطلاق مین کہان تک وسعت دی گئی، اور آجکل یہ الفاظ کہان تک قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین، اور آخر مین اِن کے استعمال کے متعلق اپنی راے کا اظہار کرین۔

پہلے لفظ سَیِّد کو لیجئے۔ یہ عربی لفظ ہے، اصل مین سَیْوِد تھا وزن پر فَیْعِل کے جو ایک صفت مشبہ ہے۔ مادہ اسکا س و د۔ اور سُوْد کے معنی سیاہی کے ہین، اس لئے سَیِّد کے لُغوی معنی "سیاہ" ہوئے۔ چونکہ ایک سفید کاغذ پر ایک سیاہ نقطہ نہایت نمایان ہوتا ہے، اس لئے سَیِّد کے مجازی معنی ہوئے نمایان، ممتاز، سر برآوردہ۔ پھر یہ لفظ اِن معنون مین مستعمل ہونے لگا:۔ آقا، مالک شریف، بزرگ، حلیم، شوہر، رئیس، وغیرہ۔ اب یہ دیکھنا ہے، کہ یہ لفظ اہل عرب کے ایک خاص قبیلے اور خاندان کے لئے کیونکر استعمال کیا جانے لگا، اور اس کے اطلاق

کے کسی دوسرے حصہ کو نہین لینے دین گے اور قوم کے نام کو بدنام نہین کرین سگے۔ اور اب بھی اگر کسی نے میری تائید نہ کی تو لاچار مجھے غیر اقوام سے درخواست کرنی پڑیگی جو یقیناً بڑی فراخ حوصلگی سے منظور فرماوین گے؛ اور اوس وقت جو اخلاقی صدمہ پہنچے کا مجھے احتمال ہے اوسکا اندازہ کون ایسا صاحب دل ہوگا جو پوری طرح سے کرسکے؟ اور یہ صدمہ نہ فقط میری ہی ذات پر ختم ہوسکے گا بلکہ یہ ایک ایسا دھبہ ہوگا جو مسلمانون کی قوم کے دامن غیرت سے قیامت تک چھٹنے کا نہین۔

بر رسولان بلاغ باشد وبس

منشی غلام رسول ایڈیٹر انقلاب بھائیکلہ بمبئی

قوم:۔ دو سال ہوے اس نام کا ایک رسالہ جے پور سے شائع ہونا شروع ہوا تھا جسکے ایڈیٹر مولوی اساس الدین صاحب تسنیم تھے۔ اُس زمانہ مین یہ رسالہ نہایت چھوٹی جیبی تقطیع مین چھپا کرتا تھا، جو ایک علمی رسالہ کے لئے واقعی ناموزون تھی۔ لیکن اب اسکی حالت مین عمدہ اصلاح ہوگئی ہے، اور موزون تقطیع پر نکلنے لگا ہے۔ اس رسالہ کا پہلا مقصد تہذیب اخلاق ہے، اور دوسرا مقصد وہی ہے جو لسان الصدق کا اہم مقصد قرار دیا گیا ہے؛ یعنے اصلاح تمدن؛ تیسرا مقصد ترقی قومی ہے؛ اور یہ تینون مقصد نہایت عمدہ اور ضروری ہین۔

جے پور

مولوی اساس الدین صاحب سکرٹری

انجمن اصلاح معاشرت کے پتہ سے

خط وکتابت کرنی چاہیے

کہ اوسوقت حضرت امام حسین ع موجود نہ تھے، ورنہ یہی لفظ اون کی شان مین بھی فرماتے۔

(۲) حضرت رسول مقبول ص نے حسنین علیہما السّلام کی شان مین سید الشباب اهل الجنۃ، یعنی جوان جنتیون کے سردار فرمایا ہے، اس لئے "سید" کا اطلاق دونون پر مساوی ہے۔

تیسرا گروہ بنی فاطمہ کو سید کہتا ہے، عام ازاین کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولادِ ذکور سے ہون یا اولادِ اناث سے، چنانچہ وہ جعفری الزینبی کو بھی سید کہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رض بمنزلہ آنحضرت صلعم کی اولادِ نرینہ کے سمجھی گئین، اس لئے حضرت فاطمہ رض کی اولاد بالتعمیم حضرت رسول مقبول ص کی اولاد خیال کی جاسکتی ہے؛ اس کے علاوہ حضرت سید المرسلین ص نے آپکی شان مین سیدۃ نساء اهل الجنۃ فرمایا ہے چنانچہ یہی خیال سر سید احمد خان مرحوم کا بھی تھا۔

چوتھا فرقہ سیادت کے دائرے کو حد سے زیادہ وسیع کرتا اور کل بنی ہاشم کو اس کے اندر داخل کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاشم تمام قبائلِ قریش کے سردار تھے، اور اسی لئے قبل از نبوت بھی حضرت رسول کریم ص نہایت وقعت وعظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے: پس دینی حیثیت کو چھوڑکر دنیاوی حیثیت سے بھی حضرت سید کائنات ص تمام قبائل عرب کے سردار تھے۔ چنانچہ یہ گروہ بنی ہاشم کو (عام ازاین کہ وہ عباسی ہون یا علوی یا زبیری الہاشمی) سادات مین شمار کرتا ہے۔ المختصر لفظ "سید" کے اطلاق کی نسبت چار رائین ہوئین جو ہم نے اوپر بیان کین۔

اب ہمین لفظ "شیخ" کی حقیقت دکھلانی ہے۔ شیخ کے معنی لغات عرب مین بوڑھے کے ہین، یعنی ایسا شخص جسکی عمر پچاس کو پہونچی ہو، یا اوس سے تجاوز کر گئی ہو۔

کی وسعت مین کیا کیا اختلافات ہین۔ ایک حدیث مین ہے، کہ ایک روز حضرت امام حسن رض
حضرت رسول مقبول صلعم کی گود مین بیٹھے ہوئے تھے: آپ نے صحابہ سے مخاطب ہوکر حضرت
امام کی طرف اشارہ کرکے پیار سے فرمایا اِنَّ ابْنِی هٰذَا سَیِّدٌ یعنی یہ میرا بیٹا سید ہے؛
اور کچھ اور کلمات حضرت امام کی شان مین فرمائے، جنکا اخیر جملہ یہ تھا، وان اللہ یصلح
بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین، یعنی خدا اس کے ذریعے سے مسلمانون
کی دو بڑی جماعتون کے آپس مین صلح کرادے گا۔ چنانچہ آنحضرت ؐ کی یہ پیشین گوئی حضرت
امام حسن رض کے حق مین صادق آئی۔ پس ایک فرقہ اس بات کا طرف دار ہی کہ سید کا لفظ
صرف امام حسن ؑ کی اولاد کے لئے موضوع ہے۔ وہ کہتا ہی کہ اول سید کا لفظ حضرت رسول اللہ
کی زبان مبارک سے صرف حضرت امام حسن ؑ کے لئے نکلا؛ دوسرے اس لفظ کے معنون مین
سے ایک معنی "حلیم" ہے، اور یہان پر اس لفظ سے مراد آنحضرت ؐ کی اسی معنی سے تھی:
چنانچہ آپنے آگے حضرت امام کی شانِ حلم دکھانے کے لئے ان اللہ یصلح الخ فرمایا۔ اس لئے
یہ فرقہ حسنی سیدون کو حسینی سیدون سے سیادت مین اولےٰ اور مرجح سمجھتا ہی۔

دوسرا فرقہ وہ ہے جو دائرہ سیادت کو کسی قدر وسعت دیتا ہے، وہ کہتا ہے
کہ سیادت مین حسنی اور حسینی دونون یکسان اور برابر ہین، کسی کو کسی پر فوقیت نہین، اور
اپنے دعوے کے ثبوت مین ذیل کے دلائل پیش کرتا ہے:۔

(۱) حضرت رسول کریم ؐ کی کوئی اولادِ نرینہ بقید حیات نہ رہی؛ پس آپ
حسنین رضی اللہ عنہما کو اپنی اولاد تصور فرماتے تھے، اور اُن کو ابنؑ کے لفظ سے مخاطب
کرتے تھے، اور دونون کو یکسان پیار کرتے تھے؛ خود سید البشر وسید الکائنات تھے،
اس لئے حضرت امام حسن ؑ کو اپنی اولاد تصور کرکے سید فرمایا۔ اور یہ اتفاقی امر تھا،

بتلاتا ہے۔ چنانچہ اسی مطلب کو ادا کرنے کے لئے کسی نے کہا ہے۔ ؎

سال اوّل شیخ بودم سال دوم میرزا + غلّہ گرار زان شود امسال سید میشوم

اب یہ دیکھنا ہے، کہ اون اشخاص کو، جو اولادِ عرب سے ہین، ان الفاظ کو اپنے نامون کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے یا نہین۔ وجہ استعمال دو ہوسکتی ہے، ایک تو فقط اپنی نسل اور قومیت کا اظہار، دوسری تفاخر۔ اگر شق اول مقصود ہے، تو مطلو مفقود اسلئے کہ اب ہر ایک مجہول النسب شخص اپنے نام کے ساتھ اِن مین سے کوئی ایک لقب بلا تکلف ضم کر لیتا ہے۔ اور اگر ہم مان بھی لین کہ اُسکا استعمال کرنے والا واقعی اہل عرب کی اولاد سے ہے، تو اِن الفاظ کے استعمال مین اختلاف اس قدر ہے، کہ ہمین اسکا پتا نہین لگ سکتا کہ یہ اہل عرب کے کس قبیلے یا قوم مین داخل ہے۔ اور اگر ان الفاظ سے تفاخر منظور ہے، تو اس سے بڑھکر اور کیا حماقت ہوسکتی ہے؟ اپنے منہ میان مٹھو بننا خوب نہین۔ نسب اور شرافت خاندانی نہ دین مین کار آمد ہے نہ دُنیا مین۔ اگر انسان کے لئے کوئی چیز مایۂ فخر ہوسکتی ہے، تو خود اوس کا ذاتی جوہر اور قابلیت۔ چنانچہ خداوند جل جلالہ شانہٗ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے، وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، یعنی، ہم نے تمہین گروہ گروہ اور قبیلہ قبیلہ اس لئے کیا ہے، کہ تم آپس مین ایک دوسرے کی شناخت کرو۔ سچ پوچھو تو تم مین سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین۔

بِجِدٍّ لَا بِجَدٍّ كُلُّ مَجْدٍ
وَمَا مَجْدٌ بِلَا جِدٍّ بِمَجْدٍ

یعنی، بزرگی اور فضیلت اپنی کوشش سے ہوتی ہے، نہ کہ کسی دادا کی اولاد ہونے سے۔ اور کوئی

پھر یہ لفظ مجازاً ہر ایک بزرگ اور مہتم بالشان شخص کے لئے استعمال کیا جانے لگا، جیسے حدیثون مین شیخین کا لفظ خلفاے اول و دوم رضی اللہ عنہما کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور فقہ حنفیہ مین امام محمد و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے لئے؛ اور اس وقت تک ممالک اسلامیہ مین وہ شخص جس پر کل دینی فتوون اور فیصلون کا دار و مدار ہو، شیخ الاسلام کہلاتا ہے۔ پھر یہ لفظ ہر ایک ذی عزت اور بھلے آدمی کے لئے استعمال کیا جانے لگا، چنانچہ اسوقت بھی عرب مین ہر ایک سفید پوش کو یا شیخ کہکر پکارتے ہین۔ انگریزی مین اس لفظ کا مرادف جنٹلمین (Gentleman) ہے۔ اب اسکے اصطلاحی معنی کو لیجیے۔ لفظ سید پر بحث کرتے ہوئے ہم نے دکھلایا ہے کہ اسکے استعمال کی نسبت چار فرقون کی چار رائین ہین؛ چنانچہ پہلا فرقہ سواے امام حسن رض کی اولاد کے تمام اہل عرب کو شیخ شمار کرتا ہے۔ دوسرا گروہ حسنین رض کی اولاد کے سوا سب کو، تیسرا، بنی فاطمہ کو چھوڑ کر سب کو، چوتھا، بنی ہاشم کو مستثنیٰ کرکے باقی مہاجرین و انصار کی اولاد کو۔

یہ تو ان دونون لفظون سید اور شیخ کی حقیقت ہوئی۔ اب ہمین یہ دکھلانا ہے کہ یہ الفاظ تنزل کرتے کرتے کس درجے کو پہونچ گئے ہین، اور آجکل یہ کہان تک قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین۔ لفظ سید کا مرادف امیر ہے، جس کے (الف) کو تخفیف کے لحاظ سے حذف کرکے عموماً میر کہتے ہین؛ چنانچہ میر صاحب بجاے سید صاحب کے استعمال کرتے ہین۔ اب میر صاحب کی یہان تک مٹی پلید کی گئی ہے، کہ لُچون اور شہدون کی اصطلاح مین بھڑوون اور رنڈیون کے دلالون کو میر صاحب کہتے ہین۔ اور یہ تو مشہور ہے کہ مومن بھائیون (جولاہون کی قوم) کو عموماً شیخ نمازی بلکہ صرف شیخ کہتے ہین اور اب تو یہان تک نوبت پہونچ گئی ہے، کہ ہر ایک مجہول النسب شخص سید یا شیخ آپ کو

ہونے مین کیا کلام ہو سکتا ہے! کہ ہم خرما و ہم ثواب است۔ دوسرے اس روش کے اختیار کرنے مین ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ جو لوگ دوسرون کو دھوکے مین ڈالنے کی غرض سے اپنے کو سید یا شیخ ظاہر کرتے ہین، انکو اس بات کی جرأت مشکل ہوگی کہ وہ اپنے نامون کے ساتھ حسینی یا عباسی یا فاروقی کا لفظ ضم کرین۔ مثلاً، ہم اپنے نام کے ساتھ جعفری لکھا کرتے ہین اور اسی لقب سے مشہور ہین، ہمارے بعد ہماری اولاد کیونکر یہ ہمت کر سکیگی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ حسینی کا لفظ ضم کرے؟ برخلاف اس کے، اگر ہم اپنے نام کے ساتھ سید لکھا کرین، تو ہمارے بعد ہماری اولاد کو اپنے تئین حسنی یا حسینی ظاہر کرنا بہت آسان ہوگا۔

ہم امید کرتے ہین کہ ہمارے ملکی مسلمان بھائی ہماری اس تحریر کو نظر غامض سے دیکھینگے اور ہماری اس تجویز پر ضرور عمل کرنے کی کوشش کرینگے، وما علینا الا البلاغ

محمد یوسف جعفری۔ رنجور۔ عظیم آبادی

زمانہ:۔ منشی دیا نرائن صاحب نگم بی۔ اے کانپوری کی اڈیٹری مین یہ ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے۔ نگم صاحب کا نام پبلک کے لئے کوئی نیا نام نہین ہے؛ مخزن مین آپکے اکثر مضامین نکل چکے ہین. اور مختلف علمی رسائل مین اسکا نام خاص طور پر دیکھا گیا۔ اسمین کوئی شک نہین کہ زمانہ ہر طرح سے قابل تعریف ہے، اور ہم اسے اردو کے موجودہ رسائل مین بہت غنیمت سمجھتے ہین۔ سب سے زیادہ قابل قدر بات یہ ہے، کہ اسمین صرف دلچسپی کے لئے نظم و نثر کا ایسا حصہ ہی شامل نہین ہے جسمین صرف انشا پردازی کا کوئی اعلیٰ نمونہ دکھایا گیا ہو، یا دو تین صفحون کے سیاہ کرنے کے بعد کسی تفریحی سبجکٹ کو ثابت کیا ہو، بلکہ اسکے ایک بڑے حصہ مین عموماً ضروری اور مفید مضامین شائع ہوتے ہین، اور کوشش کیجاتی ہے کہ کام کی باتین زیادہ تر لکھی جائین۔ جنوری کے نمبر مین کانفرنس بمبئی، پرس کانفرنس بمبئی، نیشنل کانگریس، راستی تبن نہایت عمدہ آرٹکل ان حضرات کے لکھے ہوے ہین جو خود ان مجالس مین شریک ہوئے تھے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ اگر کوئی بات قابل اصلاح ہے تو وہ لکھائی چھپائی کا اہتمام ہے، جو ایسے عمدہ میگزین کی وقعت کو ظاہر مین نگاہون مین پیدا نہین کر سکتا۔ ہمارے خیال مین اگر یہ رسالہ بجائے بریلی مین چھپنے اور کانپور سے نکلنے کے کانپور ہی مین چھپکر نکلا کرے تو یہ نقص اچھی طرح دور ہو جائیگا. اور ایک ہی مقام مین انتظام ہونے کی وجہ سے وقت پر بھی نکلا کرے گا۔ چار جز کی ضخامت پر ۲ روپیہ سالانہ بہت مناسب ہے۔ شائقین نیا چوک کانپور کے پتہ سے درخواست بھیجین۔

دادا، جب تک وہ کوشش نہ کرے، دادا کہلانے کا سزاوار نہیں۔ مولانا جامی رحمہ نے اسی تفاخر سے منع
۵ کرنے کے لئے کیا خوب کہا ہے

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی ۔ کاندرین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

غرض یہ بات اچھی طرح سے ثابت ہو گئی۔ کہ کسی شخص کو اپنے نام کے ساتھ سید یا شیخ کے لقب کو ضم کرنا کسی حیثیت سے مناسب نہیں: ہان، اگر کسی دوسرے شخص کا ذکر کرنے یا اُس کو مخاطب کرنے مین یہ القاب استعمال کیے جائین تو کچھ مضایقہ نہین۔

اب رہا یہ امر کہ وہ مسلمان، جو از نسلِ عرب ہین، اگر اپنے نامون کے ساتھ سید یا شیخ کا لفظ نہ لگائین، تو یا وہ اپنے نامون کو یون ہین معرّا رہنے دین، یا اِن دونون القاب کے عوض کوئی اور الفاظ استعمال کرین! ہمارے نزدیک تعارف اور شناخت کے لئے، جو قانونِ قدرت کا منشا ہے اور نیز دنیاوی ضروریات سے ہی، اُن کو چاہیئے کہ بجائے سید و شیخ کے وہ اپنے نامون کے ساتھ ایسے الفاظ ضم کرین جن سے اُن کے خاندان اور نسب کی اصل حقیقت دریافت ہو سکے، مثلاً حضرت امام حسنؑ کی اولاد اپنے نام کے ساتھ حسنی، حضرت جعفر طیارؓ کی اولاد جعفری یا طیاری، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد صدیقی لگائے، وقس علیٰ ہذا البواقی۔ ادر کچھ شیخ و سید ہی پر منحصر نہین۔ بلکہ ہندوستان کی دوسری شریف قومین (جیسے مغل اور پٹھان) بھی اسی اصول پر عمل کرین، اور بجائے مرزا، یا خان کے، اپنے نامون کے ساتھ چغتائی، یوسف زئی، لودھی، وغیرہ الفاظ استعمال کرین چنانچہ عرب مین سلف سے آج تک لوگ اسی قسم کے القاب سے آپس مین ایک دوسرے کی شناخت کرتے ہین۔ اور اگر زمانۂ موجودہ کے روشن خیال طبقے کو لیجیے، تو اس وقت سارا یورپ اِسی اُصول پر عمل کر رہا ہے، اور نہ صرف یورپ، والے، بلکہ اُن کے تتبع کرنے والون اور مقلدین، (جیسے یہودی، پارسی، بنگالی، وغیرہ) نے یہی روش اختیار کی ہے پس اِس کے عمدہ اور پسندیدہ

ہونے کا بعض اخبارات افسوس کرتے تھے، غلط کہتے ہوئے شرم نہ آئے! اب ہم ریاض الاخبار کو مخاطب کرکے دعوے سے

کہتے ہین کہ اگر وہ ہمارے جملے نقل کرکے یہ ثابت کرینگے کہ واقعی ہمنے گالی گلوچ کی لپنے مضمون مین بوچھاڑ کی ہے[۱] تو ہم ایک اشرفی اُنکی نذر کرینگے، ورنہ اُنہین اس کذب بیانی اور بہتان لگانے کی اخبار مین ہمسے معافی مانگنی چاہیئے۔

اگر ریاض الاخبار اپنے قول مین سچا ہے، تو اُسے فوراً دلائل کے ساتھ اپنا دعوا ثابت کردینا چاہیئے، جسمین علاوہ ایک اخلاقی فائدہ کے مالی منفعت بھی ہوجائے گی، ورنہ اگر اُسنے خموشی سے کام لیا تو قوم پر ظاہر ہوجائے گا کہ اُسنے جو کچھ لکھا تھا اُسمین سچائی کو بالکل دخل نہین ہے۔ اس مضمون مین ریاض الاخبار نے اسکی بھی کوشش کی ہے کہ ہمارے مکرم دوست شیخ عبدالقادر صاحب ایڈیٹر مخزن کو ہماری جانب سے بدظن کردے، لیکن یہ اُسکی کوشش بالکل فضول ہے۔ ہمین شیخ صاحب کی خدمت مین ذاتی نیاز حاصل ہے، اور اُنکی عنایتین جو ہم پر اکثر ہوتی رہتی ہین کبھی ہمین یہ امید نہین دلاسکتین کہ وہ ہماری ایک آزادانہ تنقید لکھنے کی وجہ سے کچھ رنجیدہ ہوجائینگے۔ انھون نے خود قوم کو اسپر توجہ دلائی ہے، اور آزادی راے کی حمایت کی ہے۔ ہمنے تنقید لکھنے سے پیشتر اسی خیال سے شیخ صاحب کو لکھا تھا کہ "آپکی تنقید حیات جاوید کے اکثر اعتراضات سے مین اختلاف رکھتا ہون، اور اسلیے میرا ارادہ ہے کہ آپکی تنقید پر ایک تنقید لکھی جائے۔ کیا عجب کہ لسان الصدق ہی مین سلسلہ ایسا شروع کردون" چنانچہ انھون نے اجازت عطا فرمائی، اور ہم نے تنقید لکھنی شروع کردی۔

اسکے سوا ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ گذشتہ نمبر مین ایک نوٹ تو بیشک، ریاض الاخبار اور مولنا حالی کی شاعری کے متعلق شایع ہوا تھا، جسکے متعلق ریاض الاخبار کو بحث کرنے کا حق تھا، لیکن اُسی تنقید کے متعلق جسمین حضرت شروانی کی تنقید سے بحث تھی، ریاض الاخبار کا زبان کھولنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ریاض الاخبار کو اس قسم کے علمی اور مذہبی مباحث سے کیا تعلق؟ یہ کوئی منشی امیر احمد کی سوانح عمری کی بحث نہین ہے؟ یا متروکات اور عیوبات شاعری کا ذکر نہین ہے کہ ریاض الاخبار اسمین دخل دے، یہ اس قسم کی بحث تھی جس سے ریاض الاخبار کا ایڈیٹر بحیثیت ایک شاعر کے

---

[۱] اور بھٹیاروں کی زبان استعمال کی ہے، اور نیز یہ کہ ہمارے کسی مضمون یا جملے سے انھوں نے یہ خیال پیدا کیا ہے کہ ہم اپنے تئیں ایک فاضل سمجھتے ہیں۔

ریاض الاخبار

اور

لسان الصدق

ناظرین کو یاد ہوگا، کہ لسان الصدق کے پہلے نمبر مین ہمنے جہان مقاصد کی تشریح کی ہے وہان تنقید پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہماری بیجا خاموشی نے قوم کو صرف تعریف و ستایش کا اسقدر عادی بنا دیا ہے کہ اگر کسی قسم کی تنقیدی نظر سے کام لیا جاتا ہے تو وہ اسکی متحمل نہین ہو سکتی" اسکا ثبوت لسان الصدق مین پہلی تنقید کے لکھتے ہی ہمین ملگیا ہے! اور ریاض الاخبار کے فاضل اڈیٹر ہماری طرف متوجہ ہو گئے ہین۔ ہم اس توجہ کو نہایت غنیمت سمجھتے ہین! ابتدا سے ہمین تعجب تھا کہ لسان الصدق کا قوم کو ناگوار اور تلخ معلوم ہونا تو ایک مسلم امر ہے، پھر لسان الصدق کی کیون نہین مخالفت کیجاتی؟ اور الحق مرہم کیون نہین اپنا اثر دکھلاتا؟ الحمد للہ کہ اسکی مخالفت شروع ہو گئی ہے، جس سے اسکا سچائی کی زبان ہونا مسلم ہو گیا۔ چنانچہ ۲۸ مارچ کے ریاض الاخبار مین آپ نے زبان پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہین کہ "ہماری ساتھ اب فاضل اڈیٹر مخزن اور فاضل علامہ شروانی پر بھی گالی گلوچ کی بوچھار ہو رہی ہے، شاید یہ طریقہ استدلال جدید تہذیب و شایستگی کے اصول منطق کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جواب دینے کے وقت بھٹیارون کی زبان استعمال کیجائے ایسے لوگون کو مخاطب بنانا بھی ہم مناسب نہین خیال کرتے، اسلئے ہم اپنے محترم دوست اڈیٹر مخزن کو صلاح دیتے ہین، کہ وہ لسان الصدق کلکتہ کا جواب دینے سے خاموشی اختیار کرینگے۔ بعض احباب کی وسعت معلومات کا یہ حال ہے کہ انکو یہ بھی ابتک معلوم نہین ہوا، کہ خواجہ صاحب کی جدید طرز پہ کہو اعتراض ہے، یا ہم انکی زبان و محاورات پر شکوک ظاہر کرتے ہیں، لسان الصدق کے اڈیٹر جو خود کو بڑا فاضل تصور کرتے ہین اور جنکی تعریف بھی ہمنے ریویو کے وقت کی ہے، وہ بھی اسی غلط فہمی مین مبتلا ہین، جن حضرات نے فروری کے نمبر مین ہمارا وہ نوٹ جو ریاض الاخبار کے متعلق چھپا ہے، اور وہ انتقاد جو مولنا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کی تنقید حیات جاوید پر لکھی گئی ہے دیکھا ہے، وہ ریاض الاخبار کے اس مضمون کو دیکھکر سخت تعجب مین ہونگے، کہ لسان الصدق کے مقابلہ مین کیون اسقدر کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے"؟ ابتدا سے آخر تک اُن دونون مضمونون مین ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جسپر ریاض الاخبار گالی گلوچ کا اطلاق ثابت کر دے! کیا افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کے اُس اردو اخبار کو جسکے دربار دہلی مین مدعو

لسان الصدق

(دار السلطنت کلکتہ کا ایک علمی ماہوار رسالہ)

نمبر ۴ | ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۲

فہرست مضامین

اجرت طبع اشتہار

شکریہ

ہم اپنے محترم احباب جناب قاضی حمید الدین صاحب حمید اور جناب منشی فضل دین احمد صاحب کے نہایت ممنون ہین جنھون نے - نہ صرف اس قومی رسالہ کے خریدارون کے بہم پہنچانے مین کوشش بلیغ فرمائی ہے، بلکہ ایک معقول مالی امداد سے بھی اس رسالہ کے اجرا مین ہمارا ہاتھ بٹایا ہے - اگر اسی طرح ہمارے مہربان حال اور علم دوست احباب ہمارے اس قومی کام مین ہماری تائید پر اپنی توجہ مبذول فرماتے رہے، تو ہم اس کی کوئی وجہ نہین دیکھتے، کہ کیون یہ رسالہ ترقی کے اُس اوج پر جلد نہ پہنچ جائیگا جس کی نہ فقط ہم دل سے آرزومند ہین، بلکہ ہمارے قدردان ناظرین بھی اشتیاق کے ساتھ انتظار کر رہے ہین!

ایڈیٹر

کوئی تعلق نہین رکھتا، باوجود اسکے دونون مضمونون پر قلم اٹھانا دخل در معقولات نہین ہے تو کیا ہے! ہم اس قسم کے
تردیدی مضامین سے لسان الصدق کے سفید صفحات سیاہ کرنا نہین چاہتے لیکن سخت مجبوری یہ پیش آئی کہ ریاض الاخبار
نے ہمارے متعلق ایک غلط مضمون اڑانا چاہا تھا، اسلیئے پبلک کو اس دھوکے سے مطلع کرنا ضروری سمجھکر یہ مضمون لکھنا
پڑا۔ آیندہ سے ہم اس قسم کے مضامین سے بالکل احتراز کرینگے "لسان الصدق" کی جلدون مین صرف یہی ایک تحریر
ایسی ملے گی جو کسی کی تردید مین لکھی گئی ہے ہان اگر ریاض الاخبار نے اپنے دعوی کو ثابت کردیا تو ہم کسی دوسرے
رسالہ کے ذریعہ سے اسپر نظر ڈالینگے مگر لسان الصدق کے صفحات خراب نہین کیئے جائینگے۔ اس طویل مضمون
کی اشاعت مین جتنے صفحے صرف ہوئے ہین ہم ناظرین سے اسکی معافی چاہتے ہین۔　　　(ایڈیٹر)

انجمن ترقی اردو

۱۴- فروری سنہ ۱۹۰۴ء کو انجمن کا ایک غیر معمولی جلاس ہوا۔ سکرٹری نے بیان کیا کہ چونکہ مسٹر
آرنلڈ صاحب بوجہ ترک تعلق ہندوستان انجمن ہذا کی پریسیڈنسی سے علیحدہ ہونے والے ہین۔ اس لیے
انجمن کی طرف سے ان کی توجہ اور سرگرمی کے شکریہ مین جو انھون نے انجمن کی ترقی کے متعلق برابر
مبذول رکھی کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

باتفاق یہ طے ہوا کہ جناب ممدوح کی خدمت مین ایک اڈریس انجمن کی طرف سے پیش کیا جائے جسکو سکرٹری
اور بعض ممبر بمبئی مین جناب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوکر پیش کرین۔

اسکے بعد جدید پریسیڈنٹ کے انتخاب کے متعلق بحث ہوئی اور قرار پایا کہ باہر کے ارکان سے
بھی رائے طلب کی جائے۔

(جدید پریسیڈنٹ انجمن ترقی اردو)

خیر خواہان انجمن اس خبر کو خوشی سے سنینگے کہ جناب مسٹر آرنلڈ صاحب کے بجائے جو کہ بوجہ ترک تعلق
ہندوستان انجمن کی پریسیڈنٹی سے مستعفی ہوگئے ہین مسٹر ڈبلیو بیل صاحب سی- آئی- ڈائرکٹر پبلک
انسٹرکشن پنجاب نے انجمن کی پریسیڈنٹی منظور فرمائی ہے۔ جناب مسٹر آرنلڈ صاحب کی علیحدگی کا اگرچہ انجمن کو نہایت صدمہ ہے لیکن امید ہے کہ جناب مسٹر بیل صاحب کا اس عہدہ کا قبول کرنا اس صدمہ کو کم کردیگا

"شبلی نعمانی"

تھا۔ سب سے زیادہ قدیم کتاب جو کلکتہ کی چھپی ہوئی ہماری نظر سے گذری ہے، وہ تحفہ اثنا عشری ہے، جسکی لوح پر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا نام مدظلہ العالی یا کسی اور ایسے دعائیہ جملہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہ صاحب کی زندگی مین چھپی تھی۔ اگرچہ اس نسخہ کے آخری صفحہ کے نہونے سے تاریخ طبع کا پتہ نہین لگ سکا، لیکن یہ ظاہر ہے، کہ شاہ صاحب نے ۱۲۳۹ھ مین انتقال کیا تھا۔ اور اسلیئے اس کتاب کو چھپے ہوے آج کوئی سو برس ہو گئے ہین۔ اسکے علاوہ ایک مستند لغت شمس اللغات ہے جو پہلے پہل کلکتہ مین چھپا تھا، اور جسکا سن طبع ۱۸۰۶ء ہے۔ ہفت قلزم کا فرسٹ ایڈیشن جو نہایت خوبصورت ٹایپ مین غالبًا نصیر الدین حیدر بادشاہ اودہ کے ایما سے چھپا تھا ہمارے پاس موجود ہے، اور یہ بھی نہایت قدیم زمانہ کا چھپا ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سترھوین صدی کے اختتام ہی سے ہندوستان مین پریس کی بنا پڑ گئی تھی، اور کلکتہ سے بڑھکر اور کوئی جگہ انڈیا بھر مین پریس کا عمدہ مخزن نہین تسلیم کی جاتی تھی۔ بپٹسٹ مشن پریس کی بنا اگرچہ بعد کو پڑی، لیکن یہ فخر اسی کو حاصل ہوا کہ نستعلیق ٹایپ کا عمدہ پریس انڈیا مین سمجھا گیا۔ جان مارشمن کلارک صاحب کی ہسٹری آف انڈیا کا فارسی ترجمہ جو مولوی **عبدالرحیم مرحوم** گورکھپوری نے کیا تھا، اسی پریس نے نستعلیق ٹایپ مین ایسا خوشخط اور خوشنما چھاپا ہے، جسکی نظیر ملنی دشوار ہے

اس بیان مین **فورٹ ولیم کالج کلکتہ** کا، جسنے آگے چلکر **بورڈ آف اکزامنرس** کا نام اختیار کیا، ذکر کرنا بھی ضروری ہے، جسکی بدولت اردو زبان کے ابتدائی دور مین عمدہ عمدہ کتابین تصنیف ہوئین، اور کلکتہ مین چھپ کر شائع ہوئین۔ **مولوی کبیرالدین احمد** مرحوم کے **مظہر العجائب** پریس نے بھی اپنے زمانے مین اچھی اچھی کتابین چھاپکر

دار السلطنت ہند میں ایک عمدہ اردو پریس کی کمی

یہ انقلاب بھی کس قدر قابل تعجب ہے، کہ انڈیا مین جو شہر سب سے پہلے مشرقی زبانون کے عمدہ پریسون کا مخزن تھا، اور جو تمام ہندوستان مین عربی، فارسی، اردو، کتابون کی اشاعت کا سب سے اعلیٰ مرکز سمجھا جاتا تھا؛ آج وہان ایک پریس بھی ایسا نہو، جہان سے اردو زبان کی کوئی کتاب یا رسالہ کسی قدر عمدہ حالت مین چھپکر نکلے! کلکتہ مین (آج) جہان ایک عمدہ اخبار، ایک عمدہ رسالہ، ایک عمدہ انجمن کی کمی ہے، وہان سب سے زیادہ قابل افسوس کسی عمدہ اردو پریس کا نہونا ہے۔ لسان الصدق کو جو مشکل اپنی ظاہری حالت کے سنبھالنے مین پیش آرہی ہے، وہ اسی کمی کی بدولت ہے۔

ہندوستان مین سب سے پہلے زیادہ تر ٹایپ کے پریس جاری ہوے؛ قدیم سے قدیم کتاب جو لیتھو کی چھپی ہوئی ہماری نظر سے گذری ہے، وہ ایک جر ثقیل کے بیان مین فارسی کا مختصر رسالہ ہے، جسے انگریزون نے اپنے ابتدائی زمانے مین مدراس مین چھاپا تھا؛ اسکے علاوہ فن ہیئت قدیم جدید مین منشی جواہر سنگھ زخمی کی ایک کتاب جو نصیر الدین حیدر کے زمانے مین چھپی تھی۔ انکے علاوہ اور تمام کتابین جو قدیم زمانہ مین چھپی ہین زیادہ تر ٹایپ ہی مین چھپی ہین؛ اور انہین سے اکثر کلکتہ کے چھپی ہوئی ہین، تمام انڈیا مین کلکتہ سے بڑھکر اور کوئی شہر دار الطبع ہونے کا دعوا نہین کرسکتا تھا۔ عام پریسون کے علاوہ ایشیاٹک سوسیٹی بنگال کا پریس نہایت خوشخط اور وسیع پیمانہ کا پریس تھا، جسنے بہت سی قدیم نایاب کتابین عربی، فارسی، اردو کی اپنے اہتمام اور انتظام سے چھاپکر شائع کین۔ پبس صاحب کا پریس بھی اُس زمانے مین ایک عمدہ پریس تسلیم کیا جاتا

معاہدہ پر قائم نہ رہ سکے، اور ادھر کے تین نمبر چھپائی کے لحاظ سے ادنی درجہ پر شائع ہوئے۔ گذشتہ نمبر مین صاحب مطبع نے غالباً غلطی سے (کیونکہ ہم دانستہ کہنے کی تو ایک مسلمان پر جسنے معاہدہ کیا ہو جرأت نہین کر سکتے) کاغذ بھی خلاف معاہدہ خراب لگایا، اور جب پرچہ ہمارے سامنے آیا، تو سوا اسکے کہ ہم اپنی جگہ پیچ و تاب کھاکے رہجاتے، اور کچھ نہین کر سکے۔ اس مضمون کے لکھنے کی (جسمین ہمنے ضمناً دلچسپی کے لئے ہندوستان مین پریس کے ابتدا کی ایک مختصر تاریخ بھی بیان کردی ہے) یہ ضرورت تھی کہ ہم اپنی مجبوری بیان کرکے ان احباب کے آگے جو لسان الصدق کی چھپائی دیکھکر کسی قدر بے دل ہو گئے اصل حالت ظاہر کردین! ہمنے اپنی کوشش بھر عمدہ انتظام کرنا چاہا لیکن افسوس ہے کہ ہماری کوشش کا کوئی عمدہ نتیجہ نہین نکلا۔ انشاء اللہ عنقریب کانپور یا آگرہ مین طبع کا انتظام کیا جائے گا، اور امید ہے کہ اس حالت مین نہایت عمدگی سے شائع ہوگا۔ آخر مین ہم اپنے ناظرین کی خدمت مین اسقدر گذارش کرنے کی اور جرأت کرتے ہین کہ ہمنے آپکی دلچسپی کے لئے تو یہ کچھ انتظام کیا ہے، آپکو بھی ہمارا کچھ خیال ہے؟ اسکی ترقی اشاعت مین کوشش کیجئے، پھر دیکھیے کہ اسکی حالت مین کیسی روزافزون ترقی ہوتی ہے۔

ایڈیٹر

التماس

جن حضرات کی خدمت مین "لسان الصدق" ہر مہینے پہنچتا ہے، اور انھون نے اب تک زرچندہ نہین بھیجا ہے، اُن کی خدمت مین التماس ہے کہ اس پرچے کے پہنچتے ہی زرچندۂ سالانہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائین، ورنہ اس خادمِ قوم کو تحریری اجازت دیکر کہ اُن کی خدمت مین مئی کا پرچہ وی۔ پی۔ بھیجا جائے، مرہونِ منت فرمائین! اور اگر انھین کسی طرح اس پرچے کی خریداری منظور نہ ہو، تو ایک کارڈ پر اپنی نامنظوری ہی لکھ بھیجین، کہ آیندہ یہ پرچہ اُن کی خدمت مین نہ روانہ کیا جائے، اور دارالاشاعت نقصان کی زیرباری سے بچے۔

مینیجر "لسان الصدق"

شائع ہین۔ لیکن افسوس ہے کہ جسقدر زمانہ ترقی کرتا گیا، کلکتہ مین عمدہ پریسون کا تنزل ہوتا گیا۔ بیتھو پریس نے تو ادھر ہندوستان مین ایسی قبولیت پیدا کرلی تھی، کہ ٹائپ کا تنزل ضروری تھا، لیکن بیتھو پریس نے بھی کلکتہ مین تنزل شروع کردیا۔ اور آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ آج ایک عمدہ چھپائی کے خواستگار کو کلکتہ مین کوئی پریس نظر نہین آتا۔ اصلی وجہ اسکی یہ ہے کہ اس زمانے مین پریس کے قائم کرنے سے اصلی غرض مالک کی اشاعت علوم اور ترقی مطابع مقصود تھی، اور مالی منفعت کا خیال تو ایک لازمی امر تھا۔ لیکن اب پہلی غرض جو سابق مین اصلی غرض تھی مفقود ہوگئی ہے۔ اور صرف مالی منفعت کے لئے، جسکے لئے صرف پریس کا اچھے یا برے طریقہ سے جاری رہنا کافی ہے، لوگ پریس قائم کرنے لگے، اسلئے انھین اس سے کیا غرض کہ کام عمدہ ہو، صرف کام کا ہونا ضروری ہے تاکہ خرچ کے نکلنے کے سوا کچھ منفعت بھی ہوجائے۔

لسان الصدق کو جب ہمنے نکالنا چاہا، تو سب سے پہلی مشکل جو پیش آئی وہ یہ تھی کہ اسکی چھپائی کا کیا انتظام کرنا چاہیئے۔ کلکتہ مین کوئی عمدہ پریس نظر نہین آتا تھا، ساتھ ہی یہ امر بھی پیش نظر تھا، کہ جو رسالے کسی دوسرے شہر مین چھپتے ہین، اور انکا قیام اشاعت دوسرا شہر ہے، وہ پابندی وقت کے ساتھ نہین نکل سکتے۔ اور یہی ایک ایسی چیز ہے، جو رسالہ کی وقعت بڑھا سکتی ہے۔ اسلئے ہمنے مجبوراً کلکتہ ہی مین ایسا پریس تلاش کیا، جو بہ نسبت اور پریسون کے کسی قدر غنیمت ہو، کیونکہ سردست ابتدائی حالت کے لحاظ سے یہ امر بھی مشکل تھا کہ رسالے کے لئے خاص پریس جاری کیا جاتا۔ جس پریس مین آجکل رسالہ چھپتا ہے، یہ کسی قدر کلکتہ کے پریسون مین ممتاز نظر آیا، اور یہین ہمنے چھپائی کا انتظام کیا، لیکن افسوس ہے کہ صاحب مطبع نے ابتدا مین تو کسی قدر عمدہ کام کیا، لیکن آگے چلکر وہ اپنے

اے اپنے مرنے والے فرزند کے غم مین آنکھون سے لہو بہانے والو! - تم اسقدر گریہ و زاری کس لئے کر رہے ہو - خدا کے لئے چپ ہو رہو - فلک تمپر رحم نہین کرنے کا - اے یتیم لڑکو! کیا تم کبھی اپنے پیارے باپ کی صورت دیکھو گے! نہین ہرگز نہین - پھر روتے کیون ہو؟ زمانہ کو تمہاری آہ و بکا کی اصلا پرواہ نہین -

دنیا مین بڑے لوگ بھی مرے ہین اور اچھے لوگ بھی مرے ہین - پھر ہم دنیا سے یہ سوال کیون کرتے ہین کہ -

توُنے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے!

اصل یون ہے کہ وہی جانے والے اہل زمانہ کے دلپر داغ چھوڑ جاتے ہین جو منتخب روزگار ہوئے ہین - ہم جیسون کے مرنے پر تو دنیا یہی کہیگی کہ خس کم جہان پاک -

جب مرنا ضرور ہے تو ہم اُن لوگون میں کیون نہون جنکی یاد خلق اللہ کو نہین بھولتی اور جنکو اُنکے عزیز رکھنے والے ہمیشہ دعاے خیر کے ساتھ یاد کرتے ہین اور جب کبھی گورستان کی طرف آنکلتے ہین تو اُنکا جی بھر آتا ہے اور وہ بیتاب ہوکر زمین کو یون خطاب کرتے ہین -

توُنے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے!

اگر موت لوگون کو اس مقام تک پہونچائے تو مرنے کی تمنا کرنی چاہیئے مگر افسوس یہ مرنا مرنے والون کو کم نصیب ہوتا ہے - سب سے آسان طریقہ اس مرتبۂ بلند تک رسائی پیدا کرنے کا یہ ہے کہ ہم اسلام کے مبارک احکام بجالائین - ہم مسلمانون نے اپنے اطوار کو اس طرح بدل ڈالا ہے کہ اب معلوم نہین ہوتا کہ ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم اُس قوم کی یادگار ہین جس مین زیادہ تر وہ لوگ گزرے ہین جنکے کارہاے نمایان کو زمانہ اب تک نہین بھولا ہے اور جنکو اب تک ہماری متجسس نگاہین ڈھونڈھتی ہین اور نہ پاکر بے اختیار زمین سے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

دست قدرت نے کیسی کیسی دلفریب صورتین صفحۂ ہستی پر نقش کین۔ کیسے کیسے خوشرنگ پھول چمن دہر مین کھلائے مگر زمانہ کی حریص نظر سب کو کھا گئی۔ کچھ نہ بچا۔ زمانہ کی روش ہمیشہ یون ہی رہی ہے اور ایسی ہی رہیگی۔ وہ بشیر و خلق جس نے زندگی انسان کے طریقہ کو مہذب بنایا اور خدا کی وحدانیت کی تعلیم عام کر دی وہ حکیم جس نے ایک عالم کو عقل کی باتین بتائین۔ وہ منجم جس نے عجائبات فلکی کی سیر ایک جہان کو دکھائی۔ وہ مورخ جس نے زمانہ گذشتہ واقعات کو جمع کر کے تہذیب کا شوق دلایا۔ وہ شاعر جس نے چمن طراز قدرت کی رعنائیون کی داد اپنے پیاری زبان مین ادا کر کے انسان کی روح کو ایک ایسی نعمت کا مزا چکھایا جسکی لذت بیان کے احاطہ مین نہین آسکتی اور حسن و عشق کے دلخوش کن افسانون کو ایسے انداز سے بیان کیا جسکی داد یہی کہ دنیا کی کوئی خوبی نہین پہونچتی۔ سب کے سب آخر نذر اجل ہو گئے۔ ان کے رخصت ہونے پر بہت واویلا اور وامصیبتا کی فریاد بلند ہوئی بہت سے دل خون ہو گئے۔ مگر زمانہ کو اسکی پروا کب تھی۔ اُس نے کسیکی آہ و فریاد پر کان نہ دھرے اور اپنے بیرحمانہ انداز کو ہمیشہ برتتا گیا۔ آشنا کے آغوش مین آشنا سدھار گیا! نہ پوچھیے کہ کیا ستم ہوا۔ مان کا اکلوتا بیٹا جسکے دم سے اُسکی ساری اُمیدین وابستہ تھین آغاز شباب مین راہی عدم ہو گیا۔ غور کیجیے کہ کیا قیامت ہو گئی!

وہ صورتیں الٰہی کس مُلک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جنکے آنکھیں ترستیاں ہیں

تھیئٹر

نمبر ۱

تھیئٹر کا لفظ اپنے مدلول کے لحاظ سے اب کسی تشریح کا محتاج نہین ہے؛ ہمارے ملک مین اسکا رواج روز بروز ترقی پر ہے۔ کوئی بڑا شہر ایسا نہین ہے، جہان کوئی مستقل تھیئٹر قائم نہو: ورنہ یون تو بعض کمپنیون کا دورہ ہر شہر مین ہر سال ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہان ہمین تھیئٹر کا لفظی ترجمہ کرکے اُسکی مختصر تاریخ بیان کرنی ہے، اور اُسکے بعد اُن نیک و بد اثرات پر بحث کرنا ہے، جو تھیئٹر نے ہندوستان مین اپنے وجود سے پیدا کیے ہین۔

ایڈیٹر

"تھیئٹر،، ایک یونانی لفظ ہے۔ اِس کے لفظی معنی منظر یا "تماشا گاہ،، کے ہین۔ پہلے یونانی اپنے تیوہارون مین ایک چند روزہ چوبین چبوترا بناکر اُس پر تماشے کرتے تھے (جس طرح آجکل ہندوستان مین رام لیلا ہوتا ہے۔ سنہ ۵۰۰ قبل از مسیح مین ایک مستقل تھیئٹر کی عمارت کی بنیاد پڑی۔ اور سب سے پہلی تھیئٹریہ کی عمارت سنہ ۳۴۰ قبل از پیدائش مسیح مین اختتام کو پہونچی۔ یونانی اِس قسم کے تھیئٹر دامنِ کوہ پر بنایا کرتے تھے۔ پہلے پہل پہلی صدی قبل از پیدائشِ مسیح مین اہل رومانے سطح زمین پر تھیئٹر بنایا۔ عورتین بھی تھیئٹرون مین شریک ہوا کرتی تھین۔ چوتھی صدی قبل از پیدائش مسیح مین یونان کے ہر ایک بڑے شہر مین ایک تھیئٹر بن گیا۔ سب سے مکمل تھیئٹر ایسپنڈس واقع پمفیلیا مین دوسری صدی عیسوی مین بنایا گیا جو آج تک موجود ہے۔

لڑنے لگتی ہین اور کہتی ہین - ع

تونے وہ گنجہاے گران مایہ کیا کیئے!

افسوس! ہم ایسے ہوگئے ہین کہ ہمارا رہنا اسلام کے لیئے سخت شرم کی بات ہے - ہندوستان کے پردے سے ہمارے نام کا مٹ جانا بہتر تھا - ہم مین اب ایسے لوگ کہان ہین کہ جنکو مرے پیچھے زمانہ یاد کریگا؟ مسلمانان ہند مین اب ویسے گنجہاے گرانمایہ کم ہین جیسے آگے ہوا کرتے تھے جنکے ذکر سے تاریخ کے صفحات پُر ہین -

اصدری ہماری ذلت و خواری! جب تک جیئے ایک کس مپرسی کی حالت مین رہے مرگئے تو فوراً بھلا دیئے گئے - روز حشر کو اُٹھے تو نجات سے مایوس ہوکر اُٹھے - تُف ہے اس زندگانی پر -

نہ شگوفہ نہ برگے نہ ثمر نہ سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا

اے ہمارے ہموطن مسلمان بھائیو! تم اپنی حالت پر رحم کرو - تمھارا چال چلن بالکل بگڑ گیا - سنبھلو اور اسلام کو بدنام نہ کرو - راستبازی کو اپنا شیوہ بنالو - بڑون کی تعظیم کو اپنا شعار کرو - علم سیکھو - اعمال ٹھیک رکھو - دوستون کے دل کو طریق وفاداری سے خوش رکھو - قوم کو فائدہ پہونچانے سے ایک دم غافل نہ رہو - غربا کی دستگیری کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تمھارے بعد اہل زمانہ تمکو یاد کرین - تمھارے نیک کام جب انھین یاد آئین تو وہ ایسے بیتاب ہون کہ بیساختہ اُنکی زبان سے یہ شعر نکل پڑے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم
تونے وہ گنجہاے گران مایہ کیا کیئے

[illegible]

ڈی بینک سائیڈ" وغیرہ نامی تھیئیٹر بنے۔

اٹلی مین سولہوین صدی مین ڈرامہ پر زیادہ زور دیا گیا اور کئی تھیئیٹر وٹرووئیس کے کلاسک تھیئیٹر کے نمونے پر بنے۔ منجملہ اُن کے ٹیئیٹرو اولمپکو نامی تھیئیٹر جو ویسنزا مین سنہ ۱۵۸۴ء مین بنا تھا اب تک موجود ہے۔

فرانس مین انگلنڈ کی نسبت عجائبات کے تماشون پر غیر مذہبی ڈرامون کو پہلے غلبہ ہوا۔ لوئی یازدہم کے عہد حکومت مین سنہ ۱۴۰۲ء مین ایک جماعت نے جو "برادرس آف دی پیشن" کے نام سے مشہور تھی ایک تھیئیٹر قائم کیا جس مین کچھ تو مذہبی ڈرامے اور کچھ نقلین ایکٹ کی جاتی تھین۔ اور سترہوین صدی مین پیرس مین اوپرا نے رواج پایا۔

اٹھارہوین صدی کے اخیر مین یورپ کے عمدہ ترین تھیئیٹرسین کارلو واقع نیپلز لااسکیلا واقع میلین اور لافینس واقع وینس تھے (یہ سب اٹلی مین واقع ہین) لیکن موجودہ صدی مین پیرس اور سینٹ پیٹرز برگ اور دوسرے دار السلطنتون کے تھیئیٹرون نے جسامت اور تزک واحتشام دونون مین اُن تھیئیٹرون کو دبا ڈالا۔

(ملخص از انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا)

مسیحا:۔ اس نام کا ایک گلدستہ امرتسر سے شائع ہوتا ہے جسمین دلچسپ نظم و نثر کے علاوہ مفید معلومات اور انتخاب اخبارات کا حصہ بھی ہوا کرتا ہے پہلے حصہ مین قدیم طرز پر طرحی غزلین ہوا کرتی ہین جسمین زیادہ تر پنجاب کے شعرا کا کلام ہوتا ہے اسمین کوئی شک نہین کہ ایشیائی شاعری کی ترقی کیلئے ایسے گلدستون کی پنجاب مین ضرورت ہے، جو شعرا کی طبیعتون مین ایک عمدہ تحریک پیدا کردیتے ہین۔ اسکی سالانہ قیمت عہ ہے، جناب شیخ محمد حسین صاحب پروپرائٹر کے نام چوک پاسیان امرتسر کے پتہ سے خط وکتابت کرنی چاہیئے۔ — ایڈیٹر

اس پر پردے کی چھت تھی - جو چوبوں پر استادہ تھی - اس کے قبل کے یونانی تھیٹروں میں دھوپ سے بچاؤ کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی - یونانیوں کے تھیٹروں میں صرف ڈرامے (ناٹک) ہوتے تھے - لیکن رومن خونخوار نظاروں کے نہایت شائق تھے - وہ اپنے تھیٹروں کو امفیتھیٹر کے کام میں بھی لانے لگے - سنہ ۵۲ قبل از پیدائش مسیح میں پامپی نے روما میں ایک تھیٹر بنایا جس کے کھنڈر اب تک باقی ہیں - "یہ سنگی تھیٹر" کے نام سے مشہور ہے - اس میں ۴۰ ہزار تماشائی شریک ہوتے تھے - اس کے افتتاح کے وقت گلیڈئیٹر ۵۰۰ شیر ببر اور ۲۰ ہاتھی کا خون کرتے تھے - پھر اس کے بعد سنہ ۱۲ قبل از پیدائش مسیح میں جولیس سیزر اور اگسٹس نے اسی تھیٹر کے پاس ایک تھیٹر "مارسیلس" کے نام سے بنایا اور انھیں دنوں ایک اور تھیٹر کارنیلیس بلبس نے بنایا - ان دونوں کے کھنڈر بھی اب تک باقی ہیں اور روما کے مہتم بالشان صنادید میں شمار کیئے جاتے ہیں - پھر تو تھیٹر اس کثرت سے بنے کہ ہر ایک بڑے رومن شہر میں کوئی نہ کوئی تھیٹر ضرور تھا - بعض اوقات رومن دو تھیٹر ایک دوسرے سے متصل بناتے تھے - ایک تو یونانی ڈراما کے لئے اور دوسرا لاطینی ڈراما کے واسطے -

قرن اوسط میں عجائبات اور کرامات کے تماشے اور مقدس نظارے بکثرت تھیٹر میں داخل کیئے گئے - سولھویں صدی عیسوی میں دنیاوی (یعنی غیر مذہبی) ڈرامے از سر نو زندہ کیئے گئے - اور ملکہ الیزابتھ کے عہد حکومت میں اس قسم کا ڈراما انگلش لٹریچر کا ایک جزو اعظم ہو گیا - اس صدی کے اخیر میں ایک مستقل عمارت تھیٹر کے لئے بنائی گئی جس کے مہتم شیکسپیر اور بربیج تھے - پہلی تعمیر بربیج نے لندن میں سنہ ۱۵۷۶ء میں بنائی جو "دی تھیئیٹر" کے نام سے مشہور تھی - پھر "گلوب"

جس سے بہتر لکھا نہین جا سکتا،" انکی اس مدح سے ظاہر ہوتا ہے کہ یا انھون نے حضرت بیکم پوری کی تنقید ملاحظہ نہین کی،" اور صرف انکی ذاتی قابلیت کی بنا پر تعریف کر دی ہے،" یا اگر دیکھی ہے، تو اُس تنقیدی نظر سے نہین دیکھی جس پہ وہ ملک کو توجہ دلا رہے ہین۔ بہرکیف اب ہمین اپنا اصل مضمون شروع کرنا چاہیئے۔

جناب شیخ عبدالقادر صاحب بی اے کی تنقید

سنہ ۱۹۰۱ء مین اُردو علم ادب کے سرمایہ مین ایک قابل قدر اضافہ ہوا - یعنی مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی جیسے مشہور مصنف کے قلم سے سر سید احمد خان مرحوم جیسے نامور محسن ملک و قوم کے حالات زندگی ایک ضخیم کتاب کی صورت مین شائع ہوے۔ جسکا نام "حیات جاوید" تھا۔ یہ بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ اس سے موزون تر نام ایسی کتاب کے لئے ملنا مشکل ہے۔ اِس مُلک مین اور زمانہ حال مین اگر کسی مسلمان سے ایسے کام بن پڑے ہین جن کے سبب وہ جاودانی زندگی کا مستحق ہوا اور اُس کا نام قائم رہے۔ جب تک کہ مسلمانانِ ہند قومی حیثیت سے زندہ ہین۔ تو وہ سر سید احمد خان تھا اور اس کی حیات کے سوانح کو "حیات جاوید" کہنا بالکل حق بجانب ہے۔ یہ کتاب شائع ہوتے ہی مقبول ہوئی۔ بلکہ شاید یہ کہدینا داخل مبالغہ نہین کہ چھپنے سے پہلے مقبول ہو چکی تھی۔ لوگ اس کے منتظر تھے۔ اسکا مطبع سے نکلنا تھا۔ کہ قبول عام استقبال کو دوڑا۔ اور ہر دلعزیزی نے قدم لئے۔ دام بھی حجم اور حُسنِ طبع کے اعتبار سے زیادہ نہ تھے۔ ہاتھون ہاتھ بک گئی۔ بعض بڑھیا قسم کی جلدین تو بہت جلدی ہو چکین اور جو باقی تھین وہ رفتہ رفتہ بکتی جاتی

حصّہ

انتقاد

حیات جاوید

سر سید کی لائف

گو کہ "حالی" اگلے استادوں کے آگے ہیچ ہیں
کاش! ہوتے ملک میں ایسے ہی اب دو چار ہیچ!!

نمبر ۲

اس مضمون کے پہلے نمبر کو پڑھکر تمنے جو رائے قائم کی ہوگی، اگر واقعی تمہاری طبیعت انصاف پسند ہے، اگر واقعی تم سچائی کے عاشق ہو، تو بیشک! وہ حضرت بھیکم پوری کے موافق نہوگی! تمنے اندازہ کرلیا ہوگا کہ انکی تنقید کس پایہ کی ہے! اور کس انداز سے لکھے گئے! لیکن باوجود اسکے تم تعجب سے سنوگے کہ ہمارے مکرم دوست جناب شیخ عبد القادر صاحب اس تنقید کے مداح ہیں! اور انکے خیال میں "حیات جاوید" کے مذہبی مباحث پر جس قسم کے تنقید کی ضرورت تھی، اُسے حضرت کی یہ تنقید پورا کررہی ہے! چنانچہ وہ اپنی تنقید نمبر ۱ میں لکھتے ہیں کہ "ایک قابل قدر تنقید الخ"..
اگرچہ شیخ صاحب اسکا اقرار کرتے ہیں، کہ "اس سے گو ہمیں پورا اتفاق نہو" لیکن ساتھ ہی انکا یہ فرمانا کہ "وہ یہ فرض حضرت شروانی بخوبی ادا کرچکے ہیں" یہ تعریف کا ایسا جملہ ہے،

اردو زبان کو بھی جدید بائیوگرافی سے آشنا کیا - اسکے بعد اردو زبان مین گویا اسکی داغ بیل پڑ گئی، اور اس طریقہ پر اکثر کتابین لکھی گئین، خود مولانا نے یادگار غالب مین مرزا اسد اللہ خان غالب کے حالات کو جدید طریقہ پر لکھنے کی کوشش کی - مگر سب سے زیادہ قابل قدر کتاب سر سید احمد خان مرحوم کی لائف حیات جاوید انکے قلم سے نکلی ہے، جو واقعی اردو زبان مین لائف کا صحیح مفہوم ادا کر سکتی ہے، اور جو اسوقت ہمارے زیر بحث ہے -

اس کتاب پر اعتراضات کیے جاتے ہین کہ "کتاب مکمل لائف کا دعوا نہین کر سکتی، واقعات ضروری چھوڑ دیے گئے ہین، بچپن کے زمانے کے حالات زیادہ بہم نہین کر سکے، بعض مضامین فضول بھر دیے جنکی کوئی ضرورت نہین تھی "

لیکن افسوس ہے کہ جن مشکلات کا سامنا مصنف کو تصنیف کرتے ہوئے ہوا ہوگا، اور واقعات کو جمع کرتے ہوئے، جن باتون کی کمی مجبور کر رہی ہوگی، اُسکا کوئی اندازہ نہین کرتا، اور اعتراضات نہایت وسعت کے ساتھ کیے جا رہے ہین -

جناب شیخ عبد القادر صاحب کے اعتراضات مین بھی سب سے اہم اعتراضات اسی قبیل کے ہین، چنانچہ انھون نے اپنے دو نمبرون مین اہم اعتراضات صرف یہ کیے ہین :-

(۱) حیات جاوید ایک مکمل لائف کا دعوا نہین کر سکتی، اسلیے کہ اسکا بیشتر حصہ سر سید مرحوم کی بیرونی زندگی اور امور رفاہ کے ساتھ اُنکے تعلقات کے بیان کے ساتھ گھرا ہوا ہے، اور انکے بچپن کے حالات کا کافی سراغ نہین لگایا ہے -

(۲) بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک کے زمانے مین ضروری تفریق کرنے اور اُس کے مدارج ترتیب وار دکھانے کی اہمیت کا پورا اندازہ نہ کرنے کے باعث مولانا حالی ایک اور باریک سی غلطی مین پڑے ہین، اور وہ یہ کہ انھون نے

ہین۔گو اُس کامیابی کی جو کسی ایسے مصنف کی کتاب کو جس مین کسی ایسے
لگانۂ روزگار کے حالات درج ہون۔انگلستان جیسے ملک مین ہوتی۔تو توقع
ہی نہ تھی۔مگر اس ملک کے اعتبار سے جس قدر کی نگاہ سے اس کتاب کو دیکھا
گیا اور جو کامیابی اِسے ہوئی۔ وہ بہت غنیمت ہے۔

"کسی شخص کے حالات کا لکھنا"، نہایت قدیم فن ہے۔مسلمانون نے اپنے زمانہ عروج مین اس فن کو بہت ترقی دی اور بالخصوص "علم الروایۃ" کی ضروریات نے "علم الرجال" کی بناڈالکر اسے نہایت وسیع کردیا۔لیکن آجکل جو اصول سوانح نگاری کے یورپ نے مقرر کیے ہین، درحقیقت انسے ہماری قدیم تذکرہ نویسی کو کوئی نسبت نہین ہے۔ایک قدیم تذکرہ نویس کا اہم فرض یہ ہے کہ ہیرو کے سال ولادت اور سال وفات اور بعض کمالات کا تذکرہ کردے، لیکن برخلاف اسکے جدید بائیوگرافی کا اصلی عنصر یہ ہے کہ ہیرو کی ابتدا سے آخر تک حالت بیان کرکے پھر اوسکے اخلاق وعادات طرز معاشرت مخصوص کمالات ترقی و تنزل اسکے اسباب پرکافی بحث کی جائے، تاکہ ہیرو کی بولتی چالتی تصویر پڑھنے والے کے سامنے موجود ہوجاے۔اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قدیم وجدید طریقہ مین زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اب سے پہلے اردو زبان کا دامن اسقدر خالی تھا کہ اسمین قدیم روش کی سوانح عمری بھی کوئی مبسوط نہین لکھی گئی تھی۔اردو زبان کے لٹریچر مین جب انقلاب شروع ہوا اور یہ جدید علمی اثرات سے مستفیض ہوئی، تو بعض طبیعتون مین مغربی طریقون پر کتابین تصنیف کرنے کا خیال پیدا ہوا۔اُن سب مین مولانا حالی کا نام خاص طور پر لیے جانے کا مستحق ہے، جنھون نے سب سے پہلے شیخ سعدی شیرازی کی لائف لکھکر

للعہ کرزن گزٹ کی سالانہ قیمت ہے، اور تقریباً سات روپیہ کی کتابین سال بھر مین خریدار کو مفت ملا کرتی ہین گویا چار روپیہ دے کر تین روپیہ کے نفع مین، سال بھر اخبار کی مفت سیر ہو سکتی ہے۔ ایسی حالت مین عام پبلک کی توجہ اخبار پر جسقدر ہو کم ہے۔ اسی انعامی کتب کے سلسلہ مین "چراغ دہلی" کے نام سے ایک تاریخی کتاب میرزا حیرت صاحب نے ترتیب دے کر چھاپی ہے، جو صرف کرزن گزٹ کے خریدارون مین انعاماً تقسیم کیجاتی ہے۔ مرزا صاحب نے یہ کتاب تنقید کے لئے ہمارے پاس ارسال فرمائی ہے! اور اسلیئے ہم اپنی راے مجملاً ظاہر کر دیتے ہین۔ چراغ دہلی کی اشاعت سے بیشتر جو اشتہار مرزا صاحب نے کارونیشن کے زمانے مین شایع کیا تھا اسمین دعوی کے ساتھ یہ بات ظاہر کی گئی تھی کہ "دربار دہلی کی ایک مفصل تاریخ مع تصاویر شائع کی جائے گی اور ہندوستان کی کوئی تاریخ دربار اُسکا مقابلہ نہین کر سکے گی"، لیکن افسوس ہے کہ چراغ دہلی کو اُس دعوے سے کوئی نسبت نہین ہے۔ اس مین صرف ایک باب دربار شہنشاہی کے عنوان سے لکھا گیا ہے، جسمین مختصر دربار کی کیفیت اور فہرست رؤسا کے سوا اور کوئی مفصل رپورٹ نہین ہے۔ اسکے سوا یہ بات ظاہر کی گئی تھی، کہ دہلی کی تاریخ بھی علحدہ لکھی جائے گی! مگر ہم دیکھتے ہین کہ چراغ دہلی کے پہلے باب مین صرف مختصر طور سے دہلی کی تاریخ سات آٹھ ورقون مین لکھی گئی ہے، جسمین غیر منتظم طریقہ سے بابر اور محمد شاہ وغیرہ کی مجمل کیفیت مندرج ہے۔ غرضکہ اس کتاب کی اشاعت سے پہلے جس قسم کی تصنیف کی امید دلائی گئی تھی وہ چراغ دہلی کو دیکھکر پوری نہین ہو سکتی۔

چراغ دہلی موجودہ حالت مین ایک ایسی کتاب ہے، جسکا موضوع "دہلی" ہے اور جو دہلی کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا ایک خاکہ پیش کر دیتی ہے۔ اسلیے اسمین کوئی

ابتدائی زندگی کے حالات لکھتے ہوئے بھی سید احمد خان مرحوم کو سر سید کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۳۲ مین لکھا ہے "۱۸۴۵ء مین سر سید فتحپور سیکری سے جہان وہ خود منصف تھے، دلی آئے"۔ مگر ۱۸۴۵ء مین "سر سید" کا وجود کہان تھا۔ سید احمد خان توالبتہ موجود تھے۔

(۳) ہمین افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کتاب نے ہمین (ادیبانہ پہلو سے) نہایت مایوس کیا ہے، اور طرز عبارت (جسے انگریزی مین سٹائل کہتے ہین) اور صفائی زبان مین یہ ہرگز ایسی تصنیف نہین ہے جسکی مولنا حالی کے سے مشاق اُستاد سے توقع تھی۔

(۴) مولنا نے بلا ضرورت کتاب مین جابجا کثرت سے انگریزی الفاظ استعمال کیے ہین جس سے کتاب اردوخوان جماعت کے لیے مغلق ہوگئی ہے اور عبارت کا روکھا پن غیر مانوس وغیر مستعمل انگریزی الفاظ کی بھرمار سے اور بھی بڑھ گیا ہے۔

ان اعتراضات کے سوا اور بھی متفرق اعتراض کیے ہین، جنپر ہم بھی متفرق طور پر بحث کرین گے۔

چراغ دہلی

اخبار کرزن گزٹ نے اپنی تھوڑی سی عمر مین جو ترقی حاصل کی ہے، وہ فی الحقیقت عام اردو اخبارون کی ترقی سے کوئی نسبت نہین رکھتی۔ مرزا حیرت صاحب کے خیالات اور اصول سے اگرچہ ہم پورے طور پر متفق نہین ہین، مگر اسقدر کہنا ضروری سمجھتے ہین کہ وہ اخبار کی ترقی اور شہرت کے اصلی رازسے بخوبی واقف ہین۔ انعامی کتابون کا سلسلہ اگرچہ کرزن گزٹ کی پیدائش سے بہت پہلے اردو اخبارون مین شروع ہوگیا تھا لیکن مرزا صاحب نے اس سلسلہ کو فروغ دے کر جو کامیابی حاصل کی ہے، وہ یقیناً کسی اخبار کو نصیب نہین ہوئی ہوگی!۔

نہین رکھی گئی ہے اسکے علاوہ بعض واقعات بھی غلط لکھے گئے ہین۔ مثلاً میرزا غالب مرحوم کے حالات مین انکے سفر کلکتہ کی اصلی وجہ شاگردان قتیل سے مباحثہ بیان کی ہے، حالانکہ میرزا غالب محض اپنی خاص ضرورتون سے کلکتہ جانے پر مجبور ہوئے تھے؛ انکو اپنی پنشن اور خطاب کے متعلق گورنمنٹ انگریزی سے کچھ خط وکتابت کرنی تھی، اور اسلیے دار السلطنت مین آنا ضرور تھا اور غالباً میرزا حیرت صاحب نے مولٰنا حالی کی "یادگار غالب" ملاحظہ نہین فرمائی ہے؛ ورنہ ایسی غلطی نہین ہوتی۔ اسی قسم کی اور بھی قابل اعتراض فروگذاشتین ہین، جنپر بحث کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہان ہمین ایک ایسی کتاب پر جسکی غایت صرف انتقام ہو مفصل انتقاد کرنا مقصود نہین ہے؛ صرف مرزا صاحب کو توجہ دلانی تھی، کہ وہ طبع ثانی کے موقع پر اسکا خیال رکھین۔

ہم ناظرین کو توجہ دلاتے ہین، کہ وہ کرزن گزٹ کو خرید کر اس دلچسپ کتاب کو (جس کے مطالعہ سے دہلی اور اسکی زبان اور تاریخ کے متعلق عمدہ اطلاعین حاصل ہونگی) ضرور ملاحظہ فرمائین۔

ایڈیٹر

الدّر المنثور

فی تراجم

اہل صادقپور

عظیم آباد پٹنہ مین صادقپور ایک قدیم محلہ ہے؛ جسکی ایک زمانہ مین عظیم آباد سے بھی زیادہ شہرت تھی، اور عظیم آباد کو لوگ صادقپور کے پتہ سے جانتے تھے بڑے بڑے علمار، صلحا، اطبا،

شک نہین کہ اول سے آخر تک دلچسپ ضرورہے۔ پہلے باب مین اردو زبان کی ایک مجمل تاریخ اور شعراے اردو کا مختصر تذکرہ ہے، جسکے بعد دہلی کی ابتدائی تاریخ بیان کرکے پہلا باب ختم کردیا گیا ہے؛ دوسرے باب مین زمانہ غدر کی کیفیت، غدر کے اسباب، دیسی فوج کی ظالمانہ کارروائی، اور بہادر شاہ کی شرکت، اگرچہ تفصیلا نہین مگر کافی اطلاعات کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اسکے بعد بہادر شاہ مرحوم کے مقدمہ کا بیان شروع ہوتا ہے، جو اسمین شک نہین کہ نہایت ہی دلچسپ ہے؛ اسکے دیکھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہوگا کہ اُس زمانہ مین مظالم غدر نے انگریزون کو ہندوستانیون سے اور بالخصوص مسلمانون سے بدظن کردیا تھا۔ اس باب کے اختتام پر آثار الصنادید کا باب شروع ہوتا ہے جو غالبًا سر سید احمد خان مرحوم کی آثار الصنادید سے ماخوذ ہے۔ اس باب مین مختصر طور پر دہلی کے بعض قدیم آثار اور موجودہ حالت کی کیفیت لکھی ہے اور جابجا معمولی نقشے بھی دیے گئے ہین۔

چوتھے باب مین دربار شہنشاہی کی دلچسپ کیفیت اور وایسراے کی اسپیچ وغیرہ درج کی گئی ہے۔ اسکے بعد موجودہ والیان ریاست مین سے اکثر رئیسون کے فوٹو دیے گئے ہین، جو افسوس ہے کہ اپنی اصلی تصویرون سے بہت کم مشابہت رکھتے ہین۔ بہرکیف اس اجمالی خاکہ سے ناظرین نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ جو شخص دارالسلطنت ہند کی زبان، حوادث واقعات، موجودہ حالت، دربار شہنشاہی کی کیفیت معلوم کرنا چاہے، اسکے لیے یہ کتاب عمدہ اطلاعین بہم پہنچا سکتی ہے؛ بالخصوص اسکا وہ حصہ زیادہ قابل قدر ہے، جو انگریزی سے ترجمہ کرکے مقدمہ بہادر شاہ مرحوم کے متعلق اسکے شامل کیا گیا ہے۔

ابتدا مین اردو زبان کی تاریخ اور شعراے اردو کا تذکرہ جو لکھا گیا ہے، اسمین ہمنے نہایت تعجب سے یہ بات دیکھی کہ شعر کے مختلف زمانون کے لحاظ سے کسی قسم کی ترتیب

ترتیب بالکل قدیم طریقہ پر رکھی گئی ہے، اور اسلئے جدید اردو کے مزے لینے والے اُسے دلچسپی کے ساتھ نہین پڑہ سکتے - غالبًا اسکے مصنف کی ایک عرصہ سے عزلت نشینی اور اُس لٹریری انقلاب سے ناواقفیت اسکا باعث ہوئی ہے جو گزشتہ صدی کی اخیر چوتھائی مین واقع ہوا ہے - باوجود اسکے چونکہ اس موضوع پر اور کوئی کتاب نہین ہے، اسکی قدردانی کرنی ضروری ہے - جو حضرات اس کتاب کو خریدنا چاہین ۱۲ قیمت پر مصنف ممدوح سے پٹنہ - ڈاکخانہ گلزار باغ محلہ میر شکار ٹولہ کے پتے سے منگوالین -

ایڈیٹر

لِسانُ الصِّدق

کے متعلق

بعض معزز ہمعصرونکی رائے

ہم نے کسی پچھلی اشاعت مین وہ ریویو شایع کیے ہین، جو ہمارے بعض مُعزز ہمعصرون نے فیاضانہ طور سے "لسان الصدق" پر کیے ہین - آج ہم چند دوسرے قدردان ہمعصرون کی رائین اس ناچیز پرچے کے متعلق درج ذیل کرکے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین :-

دلچسپ
بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۳ء

کلکتہ سے ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے جسکے مہتمم اور ایڈیٹر مولوی ابوالکلام محی الدین صاحب دہلوی ہین جو ہندوستان کے مشہور انشاپرداز ہین اور عرصہ دراز سے ملک و قوم کو اپنے مفید اور برجستہ خیالات سے مستفید کر رہے ہین یہ رسالہ صرف قومی خدمت کے جوش مین جاری کیا گیا ہے مگر بقول مولوی صاحب موصوف اور انکے بعض اہل الرائے معاونین کے رسالہ کی ضخامت اور گنجایش نہایت مختصر ہے - قابل ایڈیٹر صاحب کا خیال ہے کہ رسالہ کی خدمات کی پسندیدگی اہل ملک سے خود اُس کی ترقی کا سامان

اسی صادقپور کی خاک پاک سے پیدا ہوے؛ اور پھر پیوند خاک ہوگئے۔ جب سید احمد مرحوم رائے بریلوی سکھون سے جہاد کرنے کی غرض سے ہندوستان کا دورہ کر رہے تھے اور انکا کچھ عرصہ تک قیام پٹنہ مین بھی ہوا، تو خاندان صادقپور کے تمام افراد نے سید صاحب کے ہاتھ پر بعیت جہاد کی، اور جان و مال سے فدا ہونے کو طیار ہو گئے۔ تاریخ ہند کا وہ عجیب زمانہ، جبکہ وہابیت کے مضمون نے جہاد اور بغاوت کی صورت سے گورنمنٹ کے دلمین جگہہ پائی تھی، ایسا پر آفت زمانہ تھا، کہ کسی شخص کو وہابی کہنا یہ مفہوم رکھتا تھا کہ اب بیچارہ کا ارادہ بحر اسود کی سیر کرنے کا ہو چلا ہے۔ اسی زمانے مین گورنمنٹ ہند کو اس خاندان پر شبہہ ہوا کیونکہ سید صاحب کے ہمراہیون مین سب سے زیادہ پُرجوش اور جان و مال فدا کرنے والے اکثر صادقپوری تھے۔ چند واقعات نے اس شبہہ کو یقین تک پہنچا دیا، اور شبہہ کا اثر عمل تک پہنچا۔ پھر نہ پوچھو کہ اس خاندان کا حال کیا ہوا؟ جتنے بزرگ خاندان مین موجود تھے وہ تو قید ہو گئے عورتین بچے ادنیٰ حالت پر چھوڑ دیے گئے، بیس بیس برس تک قید رہے، کیسی کیسی مصیبتین اٹھائین۔ لیکن باوجود اسکے سچائی اور صبر کا رشتہ ہاتھ سے نہین چھوٹا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہی گورنمنٹ جو اب سے پیشتر انپر نامہربان تھی، مہربان ہو گئی۔

الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور کے اسی خاندان کے ایک یادگار جناب مولنا **عبدالرحیم** صاحب عظیم آبادی مصنف ہین جسمین انھون نے اول مقدمہ وہابیان بنگالہ کی کیفیت بیان کی ہے اور ان مصائب کا ذکر کیا ہے جو انپر اور اونکے خاندان پر اس زمانہ مین گذرے اسکے بعد تمام خاندانی بزرگون کا جنمین سے بہت سے پیوند خاک ہو چکے ہین، اور کچھ موجود ہین حالات لکھے ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ کتاب بہت دلچسپ ہے، اور ترقی و تنزل کا ایک اچھا نمونہ پیش کرتی ہے۔ افسوس ہے تو اسکا ہے کہ کتاب کی طرز عبارت اور طریق

خریداری سے باز رہیں علاوہ اسکے ہمارے مصنفین کو ذرا سوچ سمجھ کر قلم اٹھانے کا خیال پیدا ہو۔ ہم صرف دو صاحبوں کا نام لے سکتے ہیں جنہوں نے لفظ تنقید کو اپنے اصلی معنون میں سمجھا ہے اور نہ صرف سمجھا بلکہ عملاً ظاہر بھی کر دیا ہے انمیں سے پہلے مولوی ممتاز علی صاحب اڈیٹر تالیف و اشاعت لاہور۔ اور دوسرے شیخ عبد القادر صاحب بی اے مالک و اڈیٹر مخزن لاہور ہیں یا اب ہمارے دوست مولوی ابو الکلام آزاد نے اس طرف توجہ فرمائی ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ لسان الصدق جلد جلد ترقی کے زینے طے کرے اور ملک کے واسطے ایک مفید پرچہ ثابت ہو لسان الصدق علاوہ مضامین کے لکھائی چھپائی اور کاغذ کے اعتبار سے بھی بہت اچھی حالت میں ہے۔ ضخامت ۱۶ صفحہ۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱ روپیہ ۲ آنہ۔ نمونہ کے پرچہ کے واسطے دو پیسہ کا ٹکٹ۔ خط و کتابت اس پتہ سے ہونی چاہیئے "نمبر ۱۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔ ابو الکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد"

نظام الملک
(مراد آباد)
۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء

لسان الصدق ایک رسالہ ہے جو کلکتہ سے ابو الکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے ماہوار شایع کیا ہے اس رسالہ کا دوسرا نمبر اسوقت ہم دیکھ رہے ہیں اس نمبر کو دیکھتے ہوئے ہم ضرور یہ کہینگے کہ ہمارے آزاد دہلوی نے ایک بہت بڑے کام کا بیڑا اوٹھایا ہے اگرچہ یہ رسالہ مسلمانوں سے مخصوص ہے لیکن جسوقت آپکے مفید مضامین کے مقاصد پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بیساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ذرا پبلک اسکی قدر دانی کرکے دیکھ تو لے کہ ہمارے آزاد صاحب کس آزادی سے اسکے مقاصدوں کو پورا کرتے ہیں اگرچہ اسکی لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے لیکن اس لکھائی چھپائی کی تعریف کرنا اس رسالہ کی صورت کی تعریف کرنا ہے اور ہم اس کی صورت سے بہت زیادہ اسکی سیرت کی تعریف کرتے ہیں ہندوستان کے دار السلطنت یعنی کلکتہ میں ایسے رسالہ کے شایع ہونے کی بہت ضرورت تھی لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ پبلک کی علمی ناقدردانی نے باعلموں کی ہمت کو توڑ رکھا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پبلک لسان الصدق کی خریداری میں کوشش کرکے آزاد صاحب کی ہمت کو پست نہونے دینگے۔

مہیا کرینگے گی خدا کرے ایسا ہی ہو اور یہ امر مولانا ابو الکلام جیسے قادر الکلام انشا پرداز کی قلمزوریون کے سامنے کچھ مشکل نہین - سالانہ قیمت صرف عہ ہے - جو اصحاب اس قابل قدر رسالہ کے مشتاق ہون وہ تارا چند دت اسٹریٹ نمبر ۲۰ کلکتہ کے پتہ پر درخواست کرین -

ایڈورڈ گزٹ
شاہجہانپور
۲۹ جنوری ۱۹۰۴ء

ہمارے لایق مہربان ابو الکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے "لسان الصدق" نام ایک ماہوار رسالہ کلکتہ سے جاری فرمایا ہے - اسکے مقاصد نہایت عمدہ اور مفید ہین اول اصلاح معاشرت - ظاہر ہے کہ ہمکو اصلاح معاشرت کی کسقدر ضرورت ہے - دوسرا مقصد ترقی اردو یہ بھی بڑی ضروری بات ہی - تیسرا مقصد علمی مذاق کی اشاعت بالخصوص بنگالہ مین - بنگالہ مین یہ ایک بڑی کمی تھی کہ ہمارے بنگال بھائی علم ادب اردو سے قریب قریب بالکل ہی نا واقف ہین ہم نہایت مسرور ہین کہ ہمارے دوست مولانا آزاد نے اس کمی کے پورا کرنے کی طرف توجہ کی ہی - چوتھا مقصد تنقید - اور ہمارے خیال مین یہ ایسا مقصد ہی کہ اگر حسب دلخواہ انجام پاتا رہا تو ہمارے لیے بہت کچھ مفید ہوگا - پبلک کی عام حالت ہو رہی ہے کہ جب کوئی کتاب کسی کے پاس پہونچتی ہے تو وہ صرف اسکی خوبیون کے اظہار پر اکتفا کرتا ہی لیکن کسی عیب کے ظاہر کرنے کی طرف کبھی بھول کر بھی توجہ نہین کرتا اسکا اصلی سبب یہ ہی کہ ہمارے مصنفین مین ابھی اتنی بردباری او سنجیدگی اتنا حلم اور متانت نہین پیدا ہوئی ہی کہ وہ اپنی تصنیف کے خلاف مین کسی کی زبان سے کچھ سُنین اور اُسکو صحیح پائین تو شکر گزاری کے ساتھ تسلیم کرلین انکا تو بس یہ مقصد ہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا ہی صحیح ہے اور ہر طرح پر قابل تعریف جو اسکو دیکھے ہماری تعریف کرے لیکن اب ضرورت مقتضی ہے کہ تازہ تصانیف پر جنکی تعداد روزمرہ بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہی منصفانہ اور آزادانہ خیالات ظاہر کیے جائین اگر کوئی تصنیف مفید ہے تو اُسکے مفید ہونے پر اور کوئی مضرت رسان ہی تو اُسکے مضرت رسان ہونے پر نیک نیتی سے بحث کی جائے تاکہ مفید تصنیف سے لوگ فائدہ حاصل کرین اور مضرت رسان کی

لسان الصدق

(دار السلطنت کلکتہ کا ایک علمی ماہوار رسالہ)

جلد ۲	بابت مئی سنہ ۱۹۰۴ء	نمبر ۵

فہرست مضامین

ضمیمہ

شکریہ

لسان الصدق کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ابتدائے اشاعت سے اُسے ایسے مہربان شفیق مل گئے ہین، جنکی نظر توجہ سے ایک دن یہ پرچہ ضرور اپنے مقاصد مین کامیاب ہوگا - چنانچہ انھین مہربانون مین ہمارے مکرم دوست مستی نواب دین صاحب ہین جنھون نے اِس وقت اِس ناچیز پرچے کے دس خریدار بہم پہنچائے ہین، اور آیندہ بھی اس کی اشاعت مین ہر قسم کی تائید کرنے کا وعدہ کیا ہے - ہم اُن کی اِس حال کی عنایت کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہین اور اُن کی مستقبل نوازشون کے لیے چشم براہ ہین -

"ایڈیٹر"

دلچسپ معلومات

(اخبارات کے متعلق)

جاپان نے اونیسویں صدی مین وہ حیرت انگیز ترقی کی ہے، کہ کوئی مشرقی ملک اُس سے ٹکر نہین کھاتا، اسی لئے یورپ نے اِسے "برطانیہ ایشیا" کا خطاب دے رکھا ہے۔ ہمین یہان اوسکی پولٹیکل ترقی سے بحث نہین ہے، اسلیئے کہ اب اوسکی پولٹیکل قوت اوس کے مقابلہ مین خود دنیا دیکھ رہی ہے! یہان یہ بات دکھلانی ہے کہ عام علمی مذاق، علمی احساس، اور علمی شوق، جاپان مین کس درجہ ہے؟ اور دیگر مشرقی ممالک سے اُسے کیا نسبت ہے؟ صرف اخبار کو لیجیے! ابتک اسکی قلت وکثرت، خرابی وعمدگی سے کسی قوم کے علمی مذاق کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اخبار کی ترقی جاپان مین اس قدر جلد ہوئی ہے کہ باوجود برٹش سایہ کے ہندوستان کو وہ فوری ترقی نصیب نہین ہوئی! سنہ ۱۸۶۸ء مین جاپان سے صرف ایک اخبار نکلتا تھا! اور اب تقریبًا چھ سو اخبار اور رسالے روزانہ ہفتہ وار مختلف مضامین پر شائع ہوتے ہین جنمین پچیس چھبیس رسالے طبی ہین، اور تیس سے زائد قانونی ہین۔ اسیطرح عام علمی، اخلاقی، مذہبی رسالون کی بھی کمی نہین ہے۔ یہ تمام اخبار اور رسالے یورپ کے اخبارون اور میگزینون کی روش پر نہایت اعلےٰ اہتمام سے شائع ہوتے ہین، اس سے ایک سطحی اندازہ ہوسکتا ہے، کہ جاپان اور ہندوستان مین کیا نسبت ہے؟ یا دیگر مشرقی ممالک کی ترقی اسکے مقابلہ مین کیا حالت رکھتی ہے؟

یورپ وامریکہ مین جس کثرت سے اخبار نکلتے ہین، اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ تمام اخبارون مین (۶۰) لاکھ کاغذ کے دستے صرف ہوتے ہین!

کے کسی معزز خطاب سے مخاطب تھے، نہ اُن لوگون کے نامون نے حروف تہجی کے کسی حصہ سے کام لیا تھا، اور نہ وہ ایسے دولتمند یا صاحب اثر تسلیم کیے جاتے تھے، کہ انکی ہر راے اور ہر تحریک قدرو قعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی، لیکن باوجود اسکے، انکی کوششون نے جو باوقعت اور باعظمت نتائج آج پیدا کیے ہین، وہ اس امر کا عمدہ ثبوت ہی، کہ «اگرچہ انکے ہاتھ دولت و مال سے خالی تھے، مگر انکے دل قومی ہمدردی اور حب الوطنی کے گران بہا خزانہ سے مالا مال تھے، انکی ہر ایک بات سچی ہوتی تھی، دل سے نکلتی تھی، اور اسلئے دلون کو مسخر کرتی تھی»، بیشک!! قوم کو ایسے ہی گمنام، غریب، معمولی، مگر قومی محبت کے نشہ سے چور، حب الوطنی کے جذبات مین سرشار، لوگون کی ضرورت ہے! نہ ایسے معزز، باعظمت، خطاب یافتہ دولتمند، مشاہیر کی ضرورت ہے، جو سوا اسکے کہ اپنے خطاب اور ثروت سے قوم مین خطاب یافتہ اور دولتمند افراد کے شمار مین ایک فرد بڑھا سکین، اپنے معزز وجود سے قوم کو کسی قسم کے منفعت کی توقع نہین رکھنے دیتے۔

اس سال انجمن کے سالانہ جلسے مین ہمین بھی شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ جب کہ عام خیال ہی، یہ جلسہ پچھلے سال کے جلسون سے اکثر باتون مین فوقیت رکھتا تھا۔ مجمع کے لحاظ سے تو ہم کہہ سکتے ہین کہ کانفرنس اور ندوۃ العلماء کے ہال بھی اتنے لوگون کو نہین سمیٹ سکتے۔ گو یہ سچ ہے، کہ حمایت اسلام ایک عام جلسہ ہے۔ اور کانفرنس وغیرہ مین صرف ممبر شریک ہو سکتے ہین۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کا پرلطف لکچر، ہمارے مکرم دوست مولوی وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی کا عالمانہ مضمون، حضرت «حالی» کی پردرد نظم۔ یہ ایسی چیزین ہین، جو کانفرنس کا اصلی عنصر اور روح رواں سمجھی جاتی ہین لیکن اب انجمن حمایت اسلام نے اپنے غلغلہ ترقی سے تمام عناصر جمع کر لیے ہین، اور انکی مجموعی حالت نے جو صورت قائم کر دی ہے، وہ دلکشی، دلچسپی مین کسی سے کم نہین ہے۔ غرض ہم انجمن کے پرلطف جلسہ مین شریک ہوے، اور اچھے اثرات لیکر وہان سے واپس ہوے۔ ہمارا یہ مختصر سا سفر ۳۰ اپریل سے شروع ہو کر ۲ مئی کو ختم ہوا۔ اس عرصہ مین ہمنے پنجاب کے بعض مشہور مقامات کی سیر کی، اور ہر جگہہ زندہ دلی کا عمدہ ثبوت پایا۔ انجمن کی طرف تمام پنجاب کی محبت آمیز نگاہین اُٹھی ہوئی ہین، اور اسکی ترقی کے سب دلی خواستگار ہین۔

انجمن حمایت اسلام لاہور

(اور زندہ دلون کا وطن)

مبارک تھے وہ لوگ، جنھون نے ابسے تقریبًا بیس سال بیشتر پنجاب کے قدیمی دارالحکومت لاہور مین ایک مفید انجمن قائم کی، اور نہایت مقدس ہے وہ ہاتھ، جنھون نے اُس بابرکت انجمن کا بنیادی پتھر رکھا۔ اسمین کوئی شک نہین، کہ اس انجمن کی تحریک صیحتون مین اُس قومی احساس، اور علمی ذوق نے پیدا کی تھی، جو اس سرزمین کو زندہ دلی کا خطاب دینے والے نے اپنی سچائی بھری کوششون سے پنجاب کے گوشہ گوشہ مین پیدا کر دیا تھا۔ لیکن تاہم پنجاب کیلئے یہ امر کچھ کم قابل افتخار نہین ہی، کہ اُس زمانے مین جبکہ سرسید کی تعلیمات کا نہ صرف اُسکا عزیز وطن مخالف ہو رہا تھا، بلکہ قوم کی قوم مخالفت کی آگ بھڑکانے مین ساعی ہو رہی تھی، اسکی مایوس نگاہون نے دیکھا، کہ پنجاب کی زمین ہیری جیر مقدم کو بالکل طیار ہے، نگاہون کا اسطرف اُٹھنا تھا، کہ ہزارون دل بکف حاضر ہوگئے، اور اُسکی ہر نصیحت پہ سر تسلیم خم کر دیا۔ وہ مخالفت کی آگ جو پہلے یہان تیزی کے ساتھ سُلگ رہی تھی، اس کامیابی کو دیکھکر بھڑکی، اور بھڑکتے ہی گلزار ابراہیمی کی بہار دکھلانے لگی، اُسکے نوشگفتہ پھولون کی مہک نے پنجاب مین اس سرے سے اُس سرے تک وہ روح پھونکدی، جسنے اُسے زندہ دلی کے معزز خطاب کا سچا مستحق ثابت کر دیا۔ بیشک ایسی وہ روح تھی، جسنے اس انجمن کی بنیاد رکھی، پھر اُسے مستحکم کیا، پھر اُسکی ترقی سے لوگون کو حیرت مین ڈالدیا، اور آج اسی روح کا ہم اپنی آنکھون سے یہ نتیجہ دیکھ رہے ہین کہ "انجمن حمایت اسلام آج پنجاب کے مشہور تعلیم یافتہ، نامی افاضل، ہندوستان کے بحرالبیان مقرر، خوشگو شعرا، کا عظیم الشان مجمع، اور مسلمانانِ پنجاب کے علمی ذوق وشوق کا عمدہ ثبوت ہے۔"

انجمن حمایت اسلام نے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے، اسکی وقعت کا درحقیقت اُس وقت اندازہ ہو سکتا ہی، جبکہ اُسکی موجودہ عظمت وشان دیکھتے ہوے، اس امر پر نظر رکھی جائے، کہ انجمن کی ابتدا مین بنیاد جن لوگون کے ہاتھون پڑی ہے، وہ نہ قوم مین کوئی قابل عظمت لیڈر سمجھے جاتے تھے، نہ گورنمنٹ

مولنا غلام رسول صاحب سیاح ایران اور مولوی شیر محمد صاحب اور سید حاکم شاہ صاحب کی عنایتون کے شکرگذار ہین۔

آخر مین ہم اپنے مکرم مہربان شیخ غلام محمد صاحب (منشی فاضل) ایڈیٹر و پروپرائٹر اخبار "وکیل" کا شکریہ ادا کرتے ہین، جنکی نوازشون سے امرتسر مین ہمارے دن نہایت دلچسپی سے بسر ہوے۔

ایڈیٹر

انڈین نیشنل کانگریس

کا اجلاس امسال بمبئی مین قرار پایا ہے۔ جسکی طیاریان نہایت وسیع پیمانہ پر ابھی سے شروع ہوگئی ہین، کانگریس کا بیسوان اجلاس ہے۔ اور امید کیجاتی ہے کہ بلحاظ نتائج کے یہ اجلاس پچھلے ویسے جلسون پر فوقیت لیجائے گا۔ اس اجلاس کے چیرمین مسٹر فیروز شاہ مہتہ انتخاب کیے گئے ہین جو مشہور عالی دماغ اور کانگریس کے قدیم نامی ہین۔ اگر ہماری یاد غلطی نہین کرتی، تو غالباً کانگریس کے دوسرے جلسہ کی کرسی صدارت کو بھی انھیں سے رونق دی گئی تھی بمبئی کے مشہور قومی فیاض مسٹر ٹاٹا سے بھی ہمدردی کی توقع کیجاتی ہے۔ جنکی اصلاحی خیالات اور قومی محبت کانگریس کے مقاصد سے کبھی مخالفت نہین کرسکتی۔

ندوۃ العلماء

کے متعلق بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اسکا جلسہ بمبئی مین ہوگا۔ شاہ سلیمان صاحب جب پچھلے اجلاس کانفرنس کی تقریب پر بمبئی تشریف لیگئے تھے تو انھون نے بمبئی مین اسکی تحریک شروع کردی تھی۔

ہماری تعلیمی کانفرنس

کا آیندہ جلسہ تو پٹنہ مین قرار پاچکا ہے رامپور کانفرنس سے پیشتر پٹنہ ہی مین جلسہ کا اہتمام ہورہا تھا، لیکن طاعون کے وجہ سے رامپور مین منتقل ہوگیا۔ مسٹر شرف الدین بیرسٹر اور شمس العلماء مولنا امداد امام جیسے پرجوش حضرات سے امید ہے کہ وہ اُس اجلاس کو پرشوکت بنانے مین کمی نہین کرینگے۔

ہم نواب محسن الملک بہادر کے ہمزبان ہو کر کہتے ہین، کہ یہی ایک ایسی انجمن ہے، جو ابھی تک ایک عمدہ قاعدہ پر کام چلا رہی ہے، اور یوروپین اثر سے محفوظ ہے۔ آج اسلامیہ کالج کو کوئی یہ کہکر ڈرانے والا نہین ہے کہ "اگر ہماری اسکیم پر عمل نہ کیا جائے گا تو ہم فوراً استیفا دے دین گے"

ہم پنجاب کے جس شہر مین گئے، زندہ دلی تلاش کرتے رہے، کیونکہ ہمین اس امر کا عینی اندازہ کرنا تھا کہ زندہ دلی کے خطاب کا پنجاب کہان تک مستحق ہے، مگر ہمنے بہ نگہ زندہ دلی دیکھی۔ اور سب تو سمجھتے ہونگے کہ پنجاب مین صرف تعلیم یافتہ جماعت ہی زندہ دل ہے، مگر ہمارا تجربہ اور ہے، ہم سارے پنجاب کو اس سرے سے اس سرے تک زندہ دل سمجھتے ہین۔ ہان زندہ دلی کی بہت سی قسمین ہین، تعلیم یافتہ ذرا اعتدال کے ساتھ زندہ دل ہین اور عام حد سے بڑھے ہوے زندہ دل، لیکن پنجاب کی زندہ دلی مین کوئی شک نہین۔

آثار قدیمہ کے لحاظ سے بھی پنجاب کے علاوہ خال خال اور مقامات ایسے نظر آتے ہین، جہان کی شاہی عمارتین کسی عہد کہن کی یاد دلاتی ہین۔ لاہور کا شالا مار باغ فی الحقیقت اپنے زمانہ عروج مین ایک عجیب سیرگاہ ہوگا، لیکن اب تو سوا حوضون کے اسمین کچھ دھرا نہین ہے نور جہان کی قبر دیکھنی تھی، کہ ہمین مولنا حالی کی نظم یاد آگئی۔ اگر قبر کے سامنے ہی نور جہان کی وہ دلاویز تصویر لٹکا دی جائے، جسنے جہانگیر جیسے شہنشاہ کا دل ہاتھ مین لے لیا تھا، تو کیا ہمین یقین آئیگا، کہ اس تصویر کا اصلی کالبد اس خاک کے نیچے نہایت بیکسی کے ساتھ پڑا ہوا ہے! ایک نور جہان کی کیا حقیقت ہے! ہزارون ایسی بے مثال صورتین، جو صرف اپنے حسن کے برتنے پر شہنشاہون کو نگاہ مین نہین لاتی تھین، اسی خاک کے ڈھیر مین آخر جا کر روپوش ہوگئین۔

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

اس مختصر سے سفر مین ہمین پنجاب کی مہمان نوازی نے کچھ دنون کے لئے تاریخ عرب کے صفحات فراموش کرا دیے۔ ہم ان معزز دوستون کے نہایت ممنون ہین جنھون نے پنجاب کی خوبی اخلاق کا ہمین کافی ثبوت دیا، بالخصوص جناب حافظ عبدالرحمن صاحب سیاح ممالک اسلامیہ، اور شیخ عبدالقادر صاحب بی اے

ابدالی پر فخر کرتا تھا۔ وہ ہندوستان جو کبھی جنت نشان تھا اور جسکے ہیرون اور جواہرات کی چمک نے دنیا کی آنکھوں کو چکا چوند کر رکھا تھا۔ وہ چین جسکی دستکاری اور دولت کا چار دانگ عالم مین شہرہ تھا آج اُن ہی مہذب شائستہ بہادر صنلع اقوام کے بیچے جاہل اور وحشی کہلاتے ہین اور طوق غلامی پہنے ہوے ہین۔

آج تمام ایشیا یورپ کی خودغرضی کا شکار بن رہا ہے۔ کہین روس ایران چین اور ہندوستان پر اژدہا کی طرح دہان کھولے ہوے نگلنے کو گھات مین لگا بیٹھا ہے کہین یورپین طاقتین چین کے حصے بخرے کر کے خود مسلط ہونے کا منصوبہ باندھ رہی ہین۔ وہ دیکھو مسیح کا پیرو اور تہذیب کا مدعی یورپ ٹرکی کو کیسی خونخوار نظرون سے گھور رہا ہے کہین کھلے طور پر کہین کسی کی آڑ مین مفسدون اور فتنہ پردازون کو رشوت دیکر کبھی مدد کا وعدہ کر کے کبھی مذہب کا نام لیکر بھڑکا رہا ہے جس سے ٹرکی کا ناک مین دم ہے۔ جو حال ٹرچ لوگوں نے جاوا کے مسلمانون کے ساتھ کیا اور جس مکر و فریب ظلم و تعدی سے جاوا کے مسلمانون کو مطیع کیا وہ اسلامی دنیا کبھی بھول نہین سکتی۔ ہندوستان کی حالت پر اگر توجہ کرو گے تو معلوم ہوگا کہ یہ غریب ملک بھی روز بروز غریب اور مفلس ہوتا جاتا ہے۔ ذرائع معاش محدود اور مسدود ہو گئے ہین جو سلوک اسوقت جنوبی افریقہ مین چینیون اور ہندوستانیون کے ساتھ ہو رہا ہے اُسکو سواے اُن لوگون کے جنکی قدر و منزلت کتون سے بھی بدتر ہے اور کوئی نہین جان سکتا جسطرح آسٹریلیا نے یکایک ہندوستانیون پر دروازہ رزق بند کیا ہے وہ کون نہین جانتا۔ او بدقسمت

ایشیا! او غریب اور غلام ایشیا!

کہان سے یہ جگر خراش رونے کی آواز آرہی ہے جو محب وطن کے نازک دل کو چیر رہی ہے۔ یہ ہندوستان ہے جو رو رہا ہے۔ نہین تمام آجکل ایشیا آہ و فغان مین مشغول ہے۔ کون ایشیا کی مصیبتون کا اندازہ کر سکتا ہے! اسکو کہین امن نہیں کوئی تسلی دینے والا نہین۔

جسوقت ہم ایشیا کی پولیٹیکل اخلاقی تمدنی تجارتی صنعتی مالی حالت پر نظر ڈالتے ہین تو تمام سرزمین ایکسا گورستان معلوم ہوتی ہے ہمارا دل بیٹھ جاتا ہے اور ٹھنڈی آہین نکل جاتی ہین۔ افسوس ہین کے تنزلی عقیدہ

ایشیا

(بیسوین صدی مین)

اور ہندوستان وجاپان کے تعلقات

[ہمارے باخبر ناظرین غالباً مسٹر ایس ایم شفیع صاحب سے واقف ہونگے، جو صنعتی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاپان تشریف لیگئے تھے، اور پچھلے دنون وہان سے فائز المرام ہوکر مع الخیر تشریف لائے ہین۔ انکے عزم واستقلال اور عالی ہمتی کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے، کہ مسٹر موصوف وہ پہلے مسلمان ہین، جنھون نے صنعتی تعلیم کی ضرورت محسوس کرکے جاپان جانے کا ارادہ کیا، اسسے پیشتر مسلمانون مین کوئی مثال جاپانی تعلیم پر متوجہ ہونے کی نہین ملسکتی۔ پیسہ اخبار مین انکے اکثر مضامین شائع ہوتے رہے ہین جن مین انھون نے جاپان کی تعلیمی حالت بیان کی ہے۔ سفر جاپان مین منجملہ اُن صاحبون کے جنکا ہمپر شکریہ ادا کرنا فرض ہے ایک مسٹر موصوف بھی ہین جنھون نے یہ مفید مضمون جسمین ایک نئے ڈھنگ سے ہندوستان کی ترقی کے اسباب بتلائے گئے ہین، لسان الصدق کے لئے عنایت فرمایا ہے جسکا پہلا نمبر شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے]

ایڈیٹر

اگر آج ہم کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر چڑھکر ایشیا پر سرسری نظر دوڑاوین تو سویز سے لیکر ناگاساکی تک سوائے نکبت افلاس گداگری اور غلامی کے کچھ اور دکھائی نہین دیگا۔ تمام ایشیا پر جہالت اور ادبار کی کالی کالی گھٹائین چھائی ہوئی ہین۔ تمام ایشیا کے باشندے اپنی جہالت غربت اور غلاظت مین خوش نظر آتے ہیں۔ وہ مصر جو کبھی تہذیب اور شائستگی کا منبع تھا۔ وہ عرب جو کبھی علوم وفنون کا معدن تھا وہ عرب جسکے فرزندون نے شمشیر وقلم سے دنیا پر اپنا سکہ جما یا تھا۔ وہ ایران جو کبھی نادر شاہ اور احمد شاہ

اور واقعات کا نام تواریخ ہے- اس سائکل یعنی پہیے کا چکر ابھی تک پورا نہیں ہوا- مصر سے چلا تھا اور مصر پر ہی جاکر اس پہیے کا چکر ختم ہوگا-

میرا خیال ہے کہ کوئی قوم خود بخود ترقی نہیں کر سکتی اسکو باہر سے کوئی نہ کوئی تحریک کسی نہ کسی صورت مین ملتی ہے جسطرح کہ ایک آدمی کی زندہ مثال دوسرے پر ہادی اور غیبی اثر ڈالنے والی ہوتی ہے اسیطرح ایک قوم کی ترقی کی زندہ مثال دوسری ہمسایہ قوم کے لئے ترقی کا زینہ بن جاتی ہے جسطرح کہ صحبت کا اثر مسلم ہے اسیطرح ایک ملک کا دوسرے ملک کو دیکھکر اسی رنگ مین رنگے جانے کی کوشش کرنا بھی قابل تسلیم ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی ترقی کے درجے پر جلد صعود کرتا ہے-

یورپ اور امریکہ کی سیکڑون برس کی ترقی اور خوشحالی ایشیائی قلوب سے پہلی نہ کر سکی مگر جاپان کی پینتیس سالہ ترقی نے ایشیائی قلوب کو پگھلا دیا ہے جسکا بدیہی ثبوت ہندوستان چین اور سیام کی موجودہ حالت ہے- ہر ایک دل جاپان کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہے- اگر یورپ کی ترقی اور تہذیب ہمارے دلون کو ترقی کی طرف مائل نہ کر سکی تو اسکے اسباب یہ ہین- ایشیائی معاد کا فکر کرتا ہے اور یورپین معاش کا- یورپین اپنے آپ پر بھروسا کرتا ہے اور ایشیائی ہر ایک بات کو " خدا کی مرضی " سے تعبیر کرتا ہے- ایشیائی دنیا کو مثل حباب یا خواب سمجھتا ہے اور جہانتک ہو سکتا ہے دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرتا ہے یا تو گوشہ نشین بن جاتا ہے یا پہاڑون مین اپنے آپکو چھپاتا ہے یہ گوشہ نشینی اور دنیا سے علیحدگی محض خود غرضی ہے- یہ گویا صرف اپنی نجات کے لئے راستے ڈھونڈھتا ہے- مگر اسکے دوسرے بھائیون کے لئے سوا اسکے کہ انکو بھی گوشہ نشینی یا بالفاظ دیگر خود غرضی کا سبق پڑھاوے اور کچھ نہین کرتا اور یورپین ظاہرداری شان و شوکت روپے کمانے کی سر توڑ کوششون اور عیش و آرام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے- یورپین دنیا کو جنت سمجھتا ہے اور جہان جاتا ہے اپنے لئے جنت بناتا ہے- ہمارے اور انکے عادات رسوم خیالات اور طرز معاشرت مین زمین و آسمان کا فرق

اور فیاض دل کے لوگ بہت کم نکلینگے جو یہ کہینگے "دنیا میرا وطن ہے اور نیکی کرنا میرا مذہب" وہ لوگ جو ایشیا بھر کو اپنا وطن خیال کرتے ہین وہ بیشک مردہ ایشیا کی قبر پر اپنی محبت کا چڑھاوا چڑھائینگے اور ہمدردی کے آنسو ٹپکائینگے یا کم از کم ہر ایک ملک کا باشندہ جسکے سینہ مین حب قومی اور حب وطنی کی آگ بھڑک رہی ہے وہ اپنے ملک کی دردناک حالت پر آٹھ آٹھ آنسو بہائیگا - اور جسکے دل کو لگی ہے وہ اپنے ملک کی خدمت کرنے کو کمربستہ ہوجاویگا -

یورپ! تونے کتنی بیگناہ قومون کا خون کیا کتنے بیکسون کو تہ تیغ بیدریغ کیا کتنی قومون نے سسک سسک کر تیری نظرون کے سامنے جان دی اور کتنی قومین اسوقت جان کنی کی حالت مین بستر مرگ پر آنکھین کھولے پڑی ہیں -

یورپ! کیا تجھے ان کی حالت زار پر ذرا بھی ترس نہین آتا؟

مشرق کی طرف افق پر ہمین روشنی دکھائی دینے لگی ہے اور وہ روشنی ہر لحظے بڑھ رہی ہے مشرق اقصے مین تہذیب کا سمندر امڈا ہے اور وہان سے شائستگی کی نورانی لہرین اٹھ اٹھ کر چین، سیام کے کنارون سے ٹکر کھا کر ہندوستان تک پہونچ گئی ہین - اگر یہ سمندر اسیطرح تیزی پر رہا تو وہ دن دور نہین ہے جبکہ چین، سیام، اور ہندوستان کی سرزمینون کو سرسبز اور سیراب کر دیگا - وہ دیکھو! امیدون کا آفتاب مشرق سے طلوع ہو چکا ہے اور اسکی روشنی ایشیائی دنیا کی سطح پر پھیل رہی ہے -

فلاسفرون کی یہ رائے ہے کہ تہذیب مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے اور جیسا کہ ہمنے صدیون کے تجربہ سے دیکھا ہے بالکل درست ہے - تہذیب مصر سے یونان مین یونان سے روم - روم سے فرانس - فرانس سے کل یورپ مین پھیلی - پھر یورپ سے مغرب کو یعنے امریکہ پونہچی - امریکہ سے جاپان جاپان کا مغرب چین چین کا مغرب ہندوستان اور ہندوستان کا مغرب مصر ہے جب تک کہ چین ترقی نہ کریگا - ہندوستان کبھی مادی ترقی نہیں کر سکتا - تواریخ مین جا بجا "قومون کی ترقی اور تنزل" یا "جزر و مد" کا ذکر آتا ہے یا صاف الفاظ مین یون کہین کہ "قومون کی ترقی اور تنزل کے اسباب

اصلاح معاشرت

حقوق نسوان

اور

اسکے متعلق ایک بڑی غلط فہمی کی اصلاح

تعلیم نسوان کا مسئلہ اب ایسا مسئلہ نہین رہا۔ جسمین کچھ اور بحث و تحریر کی گنجائش باقی ہو۔ کانفرنس مین اس مسئلہ کی تائید میں متعدد رزولیوشن پیش ہوے۔ اور اکثر لوگون نے اسکی تائید مین معقول تقریرین کی۔ ہندوستان کے اکثر اخبارون رسالون مین مبسوط تحریرین اسکی ضرورت ثابت کر چکی ہین۔ اور یہ اب ایک متفقہ مسئلہ ہے۔ لیکن منجملہ اور خرابیون کے جو تعلیم نسوان کے نہونے سے پیدا ہو رہی ہیں ایک بہت بڑی خرابی اصلاح معاشرت کے متعلق ہے۔ مولٰنا شبلی عصر حاضر کے قابل ایڈیٹر کو لکھتے ہین کہ: "سب سے عمدہ ذریعہ بیجا اسراف کے روکنے کا عورتون کو تعلیم دینی ہے" فی الحقیقت مولٰنا کی راے بالکل صحیح ہے۔ اور واقعات اسکی شہادت دے رہے ہین۔ اگر ہم معاشرت کے بیجا پہلوؤن کی اصلاح کرنی چاہتے ہین تو ہمین سب سے پہلے تعلیم نسوان پر توجہ کرنی چاہیئے۔ اسی ضروری امر کے متعلق جناب سید محمد سعید صاحب بلگرامی مندرجہ بالا عنوان سے یہ مضمون ارسال فرماتے ہین، جسمیں انھون نے حقوق نسوان پر بحث کر کے دکھلایا ہے، کہ تعلیم نسوان کا نہونا کتنی خرابیون کی بنیاد ہے۔

ایڈیٹر

ہے۔ جس بات کو ہم پسند کرتے ہین وہ ناپسند کرتے ہین۔ جس بات کو وہ اچھا سمجھتے ہین ہم بُرا سمجھتے ہین یورپ کا انجام مادی ترقی ہے اور ایشیائی کا انجام روحانی ترقی اصولاً ان دونون کو ملجانا چاہیئے مگر یہان یہ اصول غلط ثابت ہوتا ہے لہذا ایشیائی اور یورپین متوازی خطوط ہین۔ جو کبھی آپسمین نہین مل سکتے

(باقی دارد)

تاریخی معلومات

(قومون کی قدامت)

اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس امر کا فیصلہ ہوگیا ہے، کہ سب سے قدیم قومین دنیا مین کون کون آباد ہوئین مگر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہین ہے کہ قدیم اقوام مین۔ قوم اس امر کی مدعی نظر آتی ہے کہ دنیا مین ہماری قوم بہت ہی قدیم ہے۔ اسی سے فلسفہ تاریخ کے ماہر یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ اپنی قدامت کے مبالغہ سے انھین طبعی دلچسپی ہوتی تھی، اور اور جہان تک ممکن ہوتا تھا وہ شمار و اعداد کے سلسلہ کو وسیع کرکے اپنی قدامت کا حساب لگاتے تھے سب سے زیادہ مافوق العادت مبالغہ قدامت میں برہمنون نے کیا ہے، جو قدیم ہندوستان کے واقعہ نویس ہین۔ وہ زمانہ ہندؤن کی سلطنت کا تھا، قصہ گو اور برہمن اس زمانہ کی واقعہ نویس تھے، جو اپنے رنگ آمیزیون سے تاریخ کو قصہ بنادیتے تھے یہی وجہ ہے کہ آج باوجود بے شمار آثار قدیمہ تلاش و تفحص اور تاریخی ترقی کے قدیم ہندوستان کی تاریخ بہت کچھ تاریکی مین ہے۔ انھین ہندوستان کے قدیم مورخون کا قول ہے کہ ہمارے اسلاف کی قدامت اتنے سال کی ہوتی [illegible] کہ اگر تین برس تک تمام روے زمین پر برسات ہو تو اسکے تمام قطرے اسکے برابر ہون۔ !!!

اسی طرح چینی اور بابلی، یونانی، عراقی بھی اپنی قدامت کے مدعی ہین۔ مگر تاریخ نے تسلیم کرلیا ہے کہ ہندؤن سے بڑھکر کسی نے اپنی قدامت کے مبالغہ مین کوشش نہین کی۔

تاریخ کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ کسی قوم کی تاریخ صحیح دو ہزار آٹھ سو برس سے آگے نہین معلوم ہوسکتی۔

دیتا ہے۔

ہم سچ کہتے ہین کہ اس مین جتنا قصور ہے وہ سب مردون کا ہے۔ اگر مردون کے اصول خصائل اچھے ہوتے تو وہ خوش حالی کی زندگی بسر کرنیکے عمدہ عمدہ طریقے اوس کے نفع و ضرر کے ساتھ واقعات و مشاہدات کے ذریعہ اپنی عورتون کے ذہن نشین کرتے اور اپنے اچھے عادات و اطوار مین اپنا ہم خیال بناتے۔ کیونکہ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ہندی مثل ہے کہ ”صحبت ہی گن اوبے صحبت ہی گن جاے“ اور جسکا نتیجہ ضرور یہ ہوتا کہ عورتین اپنے مردون کی ہم خیال ہوکر کبھی اصول سے باہر قدم نہ رکھتین اور یہ روز سیاہ آج دیکھنا نصیب نہوتا جسکا خصوصًا مسلمانون مین رونا پڑا ہے۔ مگر مردون کے دماغ جب ایسی باتون ہی سے خالی ہون اور اونکی آنکھون پر جہالت کی وجہہ سے غفلت کے پردے پڑے ہون تو بیچاری عورتون کا کیا قصور ہے۔ جو اپنی بیجا آراشون کے خیالات رجسمین کہ اونھون نے پرورش پائی ہے) ارمان اور حوصلہ نکالنے کے لفظون مین اپنے غیر تعلیم یافتہ والدین ہی کے گھر سے لیکر آتی ہین اور یہان اپنے شوہرون کو ہم خیال پاکر گھر پھونک تماشہ دیکھ خوب حوصلے اور ارمان نکالتی ہین۔ جسکا انجام کار نتیجہ وہی ہوتا ہے جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہین۔ اور غضب تو یہ ہے کہ ایسے اسراف کی تحریک کے باعث زیادہ تر وہی مرد دیکھے جاتے ہین جو پڑھے لکھے ہوتے اور اپنے کو تعلیم یافتہ سمجھتے ہین۔

پس اب اگر ہم اون سے یکایک کہدین کہ **یہ سب عورتون کو تعلیم نہ دینے کے نتیجے ہین** تو غالبًا مخالفین تو سنتے ہی کانون پر ہاتھ دھر لینگے۔ مگر چونکہ یہ کچھ ضرور نہین کہ مخالف کا موافق ہونا ممکن ہی نہو۔ اسلئے واقعاتی حیثیت سے تمثیلی صورت مین ہم اونکو دکھلاتے ہین کہ

اگر ایسے دو گھرون کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جاوے جسمین ایک گھر کا مالک خواندہ اور مالکہ اَن پڑھ ہوا۔ اور دوسرے مین برعکس یا دونون تعلیم یافتہ۔ تو ہر عقلمند جیسا کہ مشہور ہے

زمانہ کو آنکھ کھولکر نہ دیکھنے والے لکیر کے فقیر تو یہ سمجھتے ہین کہ عورتون کے حقوق اونکو عمدہ عمدہ سونے چاندی کے جڑاؤ زیور پہنانے۔ اعلے سے اعلے کمخواب۔ کامدانی۔ اطلس۔ گلبدن۔ ساٹن۔ مشروع وغیرہ ریشمی اور زری کے کام والے کپڑے پہنانے۔ پاندان کا خرچ پورا کرنے عید۔ بقرعید۔ شبرات کے موقعون پر اونکے بیجا مصارف کو روا رکھنے۔ چھوٹے بچون کی معمولی تقریبات پر کشادہ پیشانی کے ساتھ لاحاصل خرچ کرنے سے بڑھکر جنکو کہ شب و روز ایک فرض واجبی سمجھکر ادا ہی کرتے ہین دوسرے اب کون سے حقوق ہین! مگر افسوس کہ عورتون کا ایک سب سے بڑا حق جو پامال کیا جا رہا ہے اور جسکی جوابدہی کا بھاری بار مردون کی گردن پر ہے۔ وہ اوس سے ناواقف ہین۔ مذہبی پہلو سے بھی دیکھو تو ہرگز عورتون کے حقوق ایسے بیجا مصارف کو ترقی دینا نہین ہین جنکو کہ ہم لوگ اپنے خیال ناقص مین اونکے حقوق سے سبکدوش ہونا سمجھے ہوئے ہین۔ بلکہ یہی اسباب ہین جو ہمکو ترقی کے زینے سے گرائے دیتے ہین اور ہماری حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ ایسے فضول مصارف سے قرض کا ہونا ضرور ہے۔ اور جب قرض ہوا تو اوسکے لئے یہ لازمی نتیجے بھی ضروری ہین۔

قرضداروں کے ڈر سے باہر کا نکلنا موقوف

خانگی کاروبار بند۔

صاحبون کی نالشین ہوئین۔

جائدادین نیلام پر چڑھین۔

یہانتک کہ لوگون کے دست نگر ہوگئے اور سب کی نظرون مین ذلیل و خوار۔

غرض دنیا مین یون رسوائی ہوئی اور دین مین خداے پاک کے حکم (ان اللہ لا یحب المسرفین) کی خلاف ورزی کا اوسکے دائرہ رحمت و مہربانی کے آگے عملی رہ زرد رو۔ مگر اسپر بھی کان پر جون تک نہ رینگی اور ایسے واقعات دیکھکر کاسۂ دماغ نے یہ تب محسوس نہ کیا کہ آخر اس تنزل کے کیا اسباب ہین جس سے پوچھئے وہ فوراً اسکا الزام بیچاری عورتون کے سر تھوپ

(۹) ایک دوسرے کے عزیز واقارب او ہمسایوں کے ساتھ سچی محبت و خوش خلقی کا برتاؤ برتنے کے علاوہ بوقت ضرورت اپنی حیثیت کے موافق حسن سلوک سے پیش آنا۔

(۱۰) اپنی اپنی خلقی غیرت و شرم کو محفوظ رکھکر ایک دوسرے کی محبت کا دلدادہ ہونا۔

(۱۱) رنج و راحت کی ضروریات زندگی کو حد اعتدال پر رکھکر انتظام خانہ داری و دیگر مواقع شادی و غمی وغیرہ مین بیجا مصارف کو روک کر آئندہ زندگی کی لبر اوقات مین کسی کا دست نگر ہونا۔ جو سب سے زیادہ بے غیرتی اور بے عزتی سے بچنے کی تدبیر اور چوٹی کی صفت ہے۔

اب اس کو پڑھکر کون شخص اپنے گھر کی طرز معاشرت کو ایسا بنانا نہ چاہتا ہوگا جیسے گھر بہشت کا نمونہ دکھلاتے ہین۔ دیکھو! یہ سب علم ہی کی روشنی کا ظہور اور رجا مین کے تعلیم یافتہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ غرض ہمارے سارے بیان کا ماحصل یہی ہے کہ جیسے مردون کا تعلیم یافتہ ہونا اولے سمجھا جاتا ہے ویسے ہی عورتون کی تعلیم کو اولی تر بلکہ اوس سے بڑھکر واجب اور فرض کی حد تک سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ عورتون ہی کی تعلیم ایک ایسا سہل راستہ ہے جس سے قوم مین آسانی کے ساتھ تعلیم یافتہ افراد کے ترقی کی امید ہوسکتی ہے۔ اسی لئے عورتون کا سب سے بڑا حق جس کا بھاری بار مردون کی گردن پر ہے اونکو تعلیم دینے اور تربیت یافتہ بنانے کی کوشش کرنا ہے۔

کہان ہین مخالفین تعلیم نسوان وہ ہماری اس تحریر کو نظر انصاف سے دیکھین اور اپنے قیدیون پر رحم کرین کہ جن کی مثال بالکل اوس آٹے کے چراغ کی سی ہے کہ "باہر رکھین تو کوے کھائین اور اندر رکھنے پر چوہے نہ چھوڑین"۔ ہماری مانو۔ تو اپنی پیاری خاتونون کو تعلیم دو!! اونکو زیور علم سے آراستہ کرو۔ اور تربیت کی اعلے پوشاک پہناؤ۔ کیونکہ چاندی۔ سونے۔ جواہرات۔ کپڑے وغیرہ کی دولت علم کی دولت کے سامنے کچھ قیمت نہین۔ وہ خرچ کرنے سے کم ہو جاتی ہے اور یہ جتنی خرچ کی جاوے اور کام مین

کہ "اچھی عورت کا گھر بہشت کا نمونہ ہوتا ہے" ہم کہہ سکتا ہے کہ اس مقولہ کا کونسا گھر مصداق ہے۔ اسوقت واقعات ہی اس امر کی شہادت دینگے کہ اول الذکر ہرگز اپنی زندگی اوس خوشی کے ساتھ نہین بسر کر سکتا جیسا کہ آخر الذکر اپنی آسایش کی زندگی بسر کرنیکے علاوہ آیندہ نسل اور قوم کے لئے بھی ہمت۔ ارادہ۔ اور استقلال مین کامیابی کا نمونہ بن سکتا ہے۔

تعلیم یافتہ زن و شو کے سچے حقوق اونکے تعلقات اور آپس کے برتاؤ بھی تھوڑے سے ہم یہان بیان کئے دیتے ہین جن مین قرابت کی مواصلت سے قطع نظر کر کے اپنے خیال کو عام وسعت دوگے تو معلوم ہوگا کہ گو ان مین عموماً کوئی رشتۂ خون نہین ہوتا مگر رفتہ رفتہ تھوڑے ہی زمانہ مین اپنے حفظ ناموس کے خیال کے ساتھ ہی ساتھ بہت سے ایسے اوصاف اون مین مستحکم ہو جاتے ہین جنکی محکم جڑین کئی پشت تک ہلائے نہین ہلتین۔ اور جن کی خوش سلیقگی کی مثال ڈھونڈھے سے بھی نہین ملتی جیسا کہ

(۱) آپس مین ایک دوسرے کو اپنا ہمدرد اور ذریعہ آسائش سمجھنا۔

(۲) خلق و اطاعت کے دائرے مین قدم رکھکر کمال عنایت و محبت کے ساتھ سچے دل سے ایک دوسرے کو اپنا خادم و مخدوم ثابت کرنا

(۳) دکھ۔ درد۔ مصیبت۔ و خوشی مین ایک دوسرے کا شریک حال رہنا۔

(۴) حاضر و غائب ایک دوسرے کی بہی خواہی۔ دلجوئی۔ و خیرخواہی مین رہنا۔

(۵) آپس مین ایک دوسرے کو ہمراز سمجھنا۔

(۶) ایک کو دوسرے پر اپنی جان و مال کی آرام و آسائش مین پورا بھروسا رکھنا۔

(۷) اپنے نفع و ضرر پر صفائی قلب کے ساتھ ایک دوسرے کو ہدایت کر کے اوسپر عامل ہونا

(۸) بعض خاص حالتون کے موقعون پر ایک دوسرے کی سخت کلامیون کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی کر آپس ہی مین تصفیہ کر لینا۔

زمان بے مہر و گیتی دشمن و بو لدار مستغنی!
مرا بر آرزو ہائے تمنائی خندہ می آید!!

فی الحقیقت ہمارا یہی حال ہی، زمانہ مخالف ہو رہا ہی، دنیا دشمنی پر تلی ہوئی ہے، قوم بالکل مستغنی، جو کچھ ہو رہا ہی، اسکی خبر نہین، اور جو کچھ کیا جا رہا ہی اسکی اسے پروا نہین۔ ولدار کے استغنا سے تو صرف تنہائی فریاد کر رہا ہی، مگر قوم کے استغنا سے اک دنیا آہ و فغان مین معروف ہے۔ اغیار دیکھ رہے ہین، اور ہماری آرزوؤن پر ہنس رہے ہین۔

مرا بر آرزوے سید احمد خندہ می آید!!

ایک عرصہ سے ہر محمڈن یونیورسٹی کا مسئلہ در پیش ہے، تمام ملک کی اہل الرائے جماعت نے متفقہ لفظون مین تسلیم کر لیا ہی، کہ "محمڈن یونیورسٹی مسلمانون کی قسمت کا فیصلہ ہے، انکی ترقی و تنزل صرف اسکے وجود پر منحصر ہے"۔ یورپین نگاہون نے بھی اسی تحریک کو مسلمانون کی آیندہ علمی ترقی کا پیش خیمہ خیال کیا ہی، اور جن دلائل پر اسکی ضرورت تسلیم کی گئی ہے، وہ ایسے بین ہین کہ اُنسے کوئی اہل بصیرت انکار نہین کر سکتا۔ مگر افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہی کہ مسلمانون کی بد قسمتی سے خود مسلمانون مین ہی ایسے خیر اندیش حضرات پیدا ہو گئے ہین جو یونیورسٹی کی تحریک کو ایک خبط، اور اسکے وجود کو مضر قرار دے کر قوم کی ترقی مین رکاوٹ پیدا کر رہے ہین۔ سخت مصیبت ہے! دنیا اغیار کے جور و جفا سے نالان ہے، ہم ہین، کہ خود یارون کے ظلم و ستم کی فریاد کر رہے ہین۔

ہر کس از دستِ غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

اس سال بنگال کی پراونشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہوا جسکی کرسی صدارت

لائی جاے اوتنی ہی زیادہ ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے۔

عورتون کے تعلیم یافتہ نہونے سے اور جو نقصانات عظیم ناقابل برداشت اوٹھانے پڑتے ہین اونکی کوئی حد ہی نہین اور جس کا ہم انشاء اللہ آئندہ ذکر کرینگے۔

(سیّد محمدؐ سعید بلگرامی)

سادہ لوحی

خلیل بن احمد فراہدی جو علم عروض کے واضع، اور علم نحو کے مسلم امام تھے، انکی خدمت مین ایک شخص حاضر ہوا، جو حد کا بعید الفہم اور غبی تھا، لیکن ساتھ ہی شوق بھی کچھ کم نہ تھا۔ مدتون پڑھتا رہا، لیکن کچھ نہ سیکھا۔ یہ حال دیکھکر خلیل بھی عاجز آگئے، اور چاہا کہ کسی غیر محسوس طریقہ سے اِسے یہ جتا دیا جاے کہ جب خدا نے تجھے ایسا کم ذہن پیدا کیا ہی، اور تیری طبیعت اِن علوم کے مناسب نہین ہے۔ تو اسپر وقت ضائع کرنا فضول ہی کسی اور فن پر متوجہ ہو۔ خلیل کہتے ہین، کہ ایک دن اسی خیال سے مین نے اُسے یہ شعر دیا کہ اسکی تقطیع کرو!

اِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ شَيْئًا فَدَعْهُ وَجَاوِزْهُ اِلٰى مَا تَسْتَطِيْعُ

ترجمہ جس چیز کے حاصل کرنے کی قدرت نہو اسے ترک کر دے اور جس پر قدرت ہو اُسی تک رسائی حاصل کر۔

اسکی سادہ لوحی یہان بھی رنگ لائی، اپنی سادگی سے نہایت کوشش کرنے لگا کہ اسکی تقطیع کرکے اپنی قابلیت کے جوہر دکھلائے۔ اسکی اس حالت پر سخت افسوس ہوا کہ اسکی سادہ لوحی کہان تک ترقی کر گئی بجاے اسکے کہ میرا مطلب سمجھکر اُس پر عمل کرتا میرے مطلب کے مین خلاف اور کوشش کر رہا ہے۔ (ابو الظفر آہ دہلوی)

اپنے ملک کو تم اپنا مندر سمجھو! جسکی چوٹی پر خدا، اور بنیاد مین اُن لوگون کی قوم ہے جو آپس مین برابر ہین۔

(جوزف منیزینی)

"حسن" اس نام سے ایک نیا رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہی جسکے ایڈیٹر منشی احمد علی صاحب "جودت" کاکوروی ہین اور مقام اشاعت "کاکوری ضلع لکھنؤ ہے۔ ابھی اس کا صرف پہلا نمبر بابت ماہ اپریل ہمارے پیش نظر موجود ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر رسالہ کی ترقی پر ایڈیٹر کی توجہ رہی تو آگے چل کر ملک کے اچھے رسالون مین اس کا بھی شمار ہوگا۔ فی الحال اسکی ضخامت ایک جز ہے۔ اور قیمت سالانہ عہ۔ ایک دو نمبر شائع ہولین تو اس پر مفصل ریویو کیا جاے گا۔

اس یونیورسٹی کی اصلی حالت آئینہ ہو سکتی ہے - اس سے انھین معلوم ہوگا کہ یہی اہم تجویز ہے، اور قوم کی ترقی کا کہان تک اسپر انحصار ہے؟

عالیجناب نواب محسن الملک بہادر بالقابہ نے اسکے متعلق ایک نہایت پر زور اور مدلل تحریر لکھی ہے جسے ہم یہان درج کرتے ہین - چونکہ ایسی تحریر کا تعلق بنگال سے ہے، اور لسان الصدق کا ایک اہم مقصد مسلمانان بنگالہ کی علمی ترقی ہے، اسلیئے مناسب ہے کہ اس پرچہ کے ذریعہ یہ ضروری تحریر مسلمانان بنگال کی نظرون تک پہنچائی جائے، اور وہ محمڈن یونیورسٹی کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ کر سکین -

پراونشل محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بنگال

اور

مسئلہ محمڈن یونیورسٹی

مسلمانون کی تعلیم کا مسئلہ مسلمانون کی تقدیر کا مسئلہ ہے، اس کا حل ہونا، عقدۂ تقدیر کا کھل جانا ہے، اس کی تکمیل مسلمانون کی دینی و دنیوی فلاح کی تدبیر ہے، اس لئے جس قدر کوشش اس کے لیئے کی جاے تھوڑی ہے - کسی خاص ضلع یا صوبہ پر موقوف نہین، مسلمانون کی تعلیمی حالت سب جگہ خراب ہے، یہ قومی مصیبت ہندوستان مین عالمگیر ہے، ہان فرق کمیت کا ہے، کہین حالت زیادہ خراب ہے، کہین کم - ہماری ہمیشہ کوشش ترقی و اصلاح تعلیم کے موافق و مؤید بلکہ محرک بھی رہی ہے - ہم نے خواہ کسی مقام کی ذاتی اور اصلی کوشش کی بدولت اور خواہ آل انڈیا کانفرنس کی کوششون کی بدولت، اور غالباً یہ زیادہ صحیح ہے گو ناحق پسند اس کے معترف و قائل نہون، جہان کہین ترقی تعلیم کے لئے مستعدی سنی ہے، بہت خوشی کے ساتھ داد دی ہے، اور بہت خوشی کے ساتھ اس مستعدی کو تقویت دینے کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے - ہم بنگال کے مسلمانون کی تعلیمی حالت سے بے خبر نہ تھے اور نہ ہین، حال ہی مین ہم ایک لیڈنگ آرٹیکل مین اس کا

کو ہمارے محترم دوست جناب مولوی شمس الہدیٰ صاحب سے رونق دی گئی تھی ابتدا مین اس کانفرنس کو ہم اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے، ہمین امید تھی کہ اس کانفرنس کی بدولت مسلمانان بنگال کی تعلیمی حالت سنبھل جائے گی مگر جب سے گذشتہ اجلاس کی کارروائی دیکھی، اور قابل پریسیڈنٹ کا ایڈریس پڑھا تو ہماری امیدون پر پانی پھر گیا، اور ہم سمجھ گئے کہ اِن خیالات کے ساتھ تو مسلمانون کی ڈوبتی کشتی صحیح وسلامت پار ہوتی نظر نہین آتی۔ مسلمانون کے تعلیمی تنزل کا جو اصلی معما ہے، جسے حل کرتے ہی تمام مشکلین رفع ہوسکتی ہین، اس سے ہمارے قابل دوست ابھی بہت دور پڑے ہین۔ یہ سچ ہے کہ جو کچھ انھون نے لکھا ہے، وہ بالکل نیک نیتی پر مبنی ہے، اور اُنکی رائے مین، مسلمانون کی ترقی کا وہی اصول ہے، جسے وہ پیش کر رہے ہین، مگر بقول سرسید مرحوم "اگرچہ ایسی کارروائیون کا منشا برا نہین ہوتا مگر انسے نتیجہ وہی نکلتا ہے، جو اُس مذموم منشا سے نکل سکتا ہے۔"

وہ اپنے ایڈریس مین مجوزہ محمڈن یونیورسٹی کو ایک غیر ممکن اور فضول خیال بتلاتے ہین، اور مسلمانون اور ہندؤن مین اختلاف ونفاق بڑھنے کا اُسے بہت بڑا سبب قرار دیتے ہین۔ ہمین نہایت تعجب ہے کہ قابل پریسیڈنٹ جیسے روشن دماغ اور اہل الرائے شخص نے کیونکر ایسی مسلم ضرورت کو نہ صرف فضول بلکہ مضر قرار دیا! غالبًا انھون نے اُن طول طویل تحریرون پر توجہ نہین کی ہے، جو یونیورسٹی کے متعلق آج سات برس سے مختلف اخبارون اور رسالون مین لکھی گئین، اور لکھی جارہی ہین۔ ہم انھین توجہ دلاتے ہین کہ لاہور کانفرنس سنہ ۱۹۰۰ء کی روئداد ملاحظہ فرمائین، جسمین محمڈن یونیورسٹی کا رزولیوشن پیش کیا گیا تھا، اور کئی جلسون کی گفتگو کے بعد منظور ہوا تھا۔ اسمین اُن تقریرون کے سوا ہندوستان کے اور اہل الرائے بزرگون کی تحریرین اسکی ضرورت اور اسکی تائید مین درج کی گئی ہین۔ جس سے

اور کیون اُسے جدا سمجھے بہت سی باتین کامیابی کے لئے ضروری ہین، اور محض مشارکت اور یگانگت کی وجہ سے حاصل ہوسکتی ہین، اس لئے مشارکت اور یگانگت کا تعلق پیدا کرے۔

تیسرے یہ کہ باہمی پسندیدہ تعلقات نہونے کی وجہ سے مسلمانون کی توجہ اور کوشش مین ایک مضر تفرقہ، تقسیم، اور اسلیئے انحطاط پیدا ہوجائیگا۔ کوشش کی سب جگہ ایک شکل قایم نہین رہیگی، مقاصد و ذرایع تعلیم مین اختلاف پیدا ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تعلیمی نتایج ایک قومی جوش اور ایک قومی زندگی کی صورت مین نظر نہین آئینگے، اور جس طرح مختلف مذاہب اور فرقے اسلام کے پیدا ہوگئے ہین، اور مختلف اعتقادات اصولی باتون مین بھی نظر آتے ہین اسی طرح غیر مانوس اور مختلف علمی اعتقادات کے فرقے پیدا ہوجائینگے۔ ایک قومی زندگی، جو بفضل باری انتہائے آرزو ہے، ایک جوش، ایک خیال ناممکن ہوجائیگا، مختلف صوبون کے مسلمان قومی زندگی کے مختلف معیار مقرر کرینگے یہ نتایج گو اس وقت برے اور مکروہ نہ معلوم ہوتے ہون مگر جب مسلمانون کی اُس آیندہ حالت کے نقشہ سے اُن کو ملایا جاتا ہے، جو ہندوستان کے روشن خیال مسلمانون نے اپنے لئے بالاتفاق پسند کیا ہے، تو بہت تفاوت اور مضر حالت نظر آتی ہے۔ ہم بہت خوش ہوتے اگر مسلمانان بنگال آل انڈیا کانفرنس کو بھی اپنا سمجھکر اپنی پراونشل کانفرنس کو اس کے ساتھ متعلق قرار دیتے۔ مگر ممکن ہے کہ ہم غلطی پر ہون اور مسلمانان بنگال آل انڈیا کانفرنس کو بجائے غیر کے اپنی پراونشل کانفرنس کا مدد و معاون اور سرپرست سمجھتے ہون۔ بہرحال اس معاملہ کا راز رہنا اس علاقہ کے بہت سے بہی خواہان مسلمانان بنگال کو تکلیف مین ڈالیگا، بہت اچھا ہو اگر عنقریب انکشاف حقیقت ہوجائے۔

اب ہم پراونشل کانفرنس کے قابل پریسیڈنٹ کی ایڈریس پر بحث کرتے ہین۔ پریسیڈنٹ مسلمانان بنگال کی افسوسناک حالت کا ذکر کرنے کے بعد اس حالت کی یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ سرکاری ملازمت کے لئے یکایک انگریزی زبان سے واقفیت کی ضرورت نے بجائے عربی اور فارسی کے انگریزی تعلیم کی ضرورت پیدا کردی۔ مسلمان اس کے لئے تیار نہ تھے،

کچا چٹھا کھولکر دکھا چکے ہین۔ بنگال کے مسلمانون کی تعلیمی حالت کا لحاظ کرکے ناممکن تھا کہ ہم کسی ایسی کوشش کو سنکر خوش نہوتے جس کا مقصد ان کی تعلیم کی ترقی ہو، چنانچہ ہم کسی گذشتہ پرچہ مین پراونشل کانفرنس بنگال کے اجلاسون کا مختصر سا نوٹس لے چکے ہین اور اپنی خوشی کا اظہار کرچکے ہین آج ہم پراونشل کانفرنس کے متعلق خصوصًا پریسیڈنشل ایڈریس کے متعلق، مفصل بحث کرتے ہین، اور بہت صاف صاف اپنی راے ظاہر کرتے ہین۔ ہمین یقین ہے کہ مسلمانان بنگال اسپر مناسب توجہ کرینگے، خصوصًا وہ حضرات جن کے ہاتھ مین عام خیال کی باگ ہے، اور جن کا اثر مقتدر ہے۔

ہم ابتدا مین یہ کہدینا چاہتے ہین کہ ترقی تعلیم اصلی غرض ومنشا ان تمام کانفرنسون کا ہے، اور گو ذرائع ترقی کی شکل ہماری پسند اور مرضی کے خلاف ہو، اور خواہ ہم یہ بھی سمجھتے ہون کہ جو وسائل اختیار کئے گئے ہین وہ مناسب اور ضروری ترقی پیدا نہین کرسکتے، تاہم ترقی کے ساتھ ہماری دلچسپی اور ہمدردی ہے۔

پہلی بات جو پراونشل کانفرنس کی کارروائی کے متعلق ہمین قابل اعتراض معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہی کہ کوئی ذکر اور کوئی تحریک آل انڈیا کانفرنس کے ساتھ تعلق کی نہین دیکھائی دیتی۔ آل انڈیا کانفرنس کے ساتھ تعلق ہم ایک ضروری چیز سمجھتے ہین اور کئی وجوہات سے۔ اول تو یہ کہ آل انڈیا اور پراونشل کانفرنس دونون کی کوشش اور غرض ترقی و اصلاح تعلیم ہے، اور آل انڈیا کانفرنس، چونکہ اس کی وسعت کوشش ہر صوبہ پر محیط ہے، اس لئے اس کا پراونشل کانفرنس پر حاوی یا متعلق ہونا ضروری ہے۔ کیا مسلمانان بنگال کلکتہ کی کانفرنس کو کسی اور معنی اور کسی اور نظر سے دیکھ سکتے ہین! دوسرے یہ کہ آل انڈیا کانفرنس ایک مدت سے ہندوستان کے مختلف مقامات مین کوشش کررہی ہے، ایک مدت کا تجربہ ضرور اس قابل ہے کہ پراونشل کانفرنس اپنے فائدہ کی ضرورت سے سبق اور ہدایت کے لئے پیش نظر رکھے، بلکہ آل انڈیا کانفرنس سے صلاح اور مشورہ لے، اور کیون اُسے بھی اپنی ہی کانفرنس نہ سمجھے،

اشاعت کے لیے کیا تدابیر اور وسائل عمل مین لانے چاہئین؟ ان سوالون کے جواب مین انھون نے محمدن یونیورسٹی کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ اور اس خیال کو خبط، محمدن یونیورسٹی کی ضرورت کو لغو، اور اس کے نتیجہ کو مضر بتایا ہے۔ محمدن یونیورسٹی کے متعلق اُن کے تمام خیالات کو ہم بیان کرینگے۔ وہ فرماتے ہین کہ " مین کئی سال سے علی گڈھ مین مجوزہ محمدن یونیورسٹی قایم کرنے کے متعلق سن رہا ہون، مگر مین وہان کے مسلمان لیڈرون کی راے سے متفق نہین۔ اول تو یہ کہ اگر مجوزہ یونیورسٹی موجودہ سرکاری یونیورسٹیون کا سا اعلی تعلیم کا درجہ اور معیار قایم نہین رکھ سکتی تو اُس کا قایم کرنا مضر ہے۔ کوئی بات جو موجودہ درجہ تعلیم کو گھٹاوے سخت لعنت کے قابل ہے، اور مجھے یقین ہے کہ مسلمان ہرگز ہرگز موجودہ یونیورسٹیون کے ہم پایہ یونیورسٹی نہین بنا سکتے۔ میرا سوال ہے کہ اسقدر روپیہ کہان سے آئے گا کہ ایک اعلی درجہ کی یونیورسٹی مسلمان بنا سکینگے؟ محمدن یونیورسٹی بنانے کا شوق اچھا شوق ہے مگر یہ شوق پورا ہونے کے قابل نہین ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اگر اعلی درجہ کی یونیورسٹی نہین بن سکیگی تو یونیورسٹی بنانا فضول ہے۔ بالفرض علیگڈھ مین ایک محمدن یونیورسٹی قایم ہوگئی تو یہ خیال فضول ہے کہ ملک کے ہر حصہ سے وہان طلبا آجائینگے۔ اگر وہان طلبا گئے بھی تو اُن کی تعداد اسقدر نہین ہو سکتی جس سے ایک زاید اور علیحدہ یونیورسٹی قایم کرنے کا مجاز اور حق حاصل ہوسکے، خصوصاً یونیورسٹیز ایکٹ منظور ہونے کے بعد، جس کی رو سے گورنمنٹ یونیورسٹیون پر زیادہ اختیار اور اقتدار قایم کرنا چاہتی ہے۔ ان سب باتون سے بڑھکر مجھے ڈی نامینیشنل یونیورسٹی پر سخت اعتراض ہے۔ مین نہین سمجھتا کہ اُس مین مسلمانون کو اُس قومی اور مفید مقابلہ سے واسطہ پڑے گا جو بالفعل ممکن ہے۔ مجھے یہ دیکھکر افسوس کرنا پڑیگا کہ ہندوستان کے مسلمان اُن مواقع سے فائدہ نہین اٹھائینگے، جو اُن کو دیگر اقوام سے دماغی ہمسری کا دعویدار بنا سکتے ہین، اور جو مواقع ان کو اب حاصل ہین۔ مین اس لحاظ سے بھی ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کا مخالف ہون کہ وہ ہندوؤن اور مسلمانون مین اُن محبت اور اخلاص کے تعلقات

فارسی اور عربی کا علم علاوہ مذہبی ضرورت کے، مسلمانون کی تمدنی ضرورت بھی تھا، اس لیے فورًا انقلاب ہوجانا سہل نہ تھا۔ برخلاف مسلمانون کے ہندو پیشتر سے غیر زبان سیکھنے کے عادی تھے۔ چنانچہ ان کو فارسی زبان چھوڑ کر انگریزی زبان مین توغل حاصل کرنا سہل ہوا۔ انگریزی تعلیم سے مسلمانون کو نفرت اور غفلت نے سخت نقصان پہنچایا، اور وہ ہندوؤن سے بہت پیچھے رہ گئے۔ اب زمانہ کی ضرورتون نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا تو مسلمانون مین افلاس اس قدر بڑھ گیا کہ انگریزی تعلیم کا حاصل کرنا مشکل ہوگیا۔ مسلمانون مین ایک اور نقص بھی پیدا ہوگیا، یعنی کثرت ازدواج اور لونڈیون باندیون کو گھرون مین ڈال لینا۔ اس عام طریقہ نے مسلمانان بنگال کو رہا سہا بھی کھودیا۔ سوکناپا، سوتیلے بھائی بہنون مین جھگڑے، خانہ جنگیان، مقدمہ بازیان، آپس مین نفرت اور دشمنی، ان ذلیل باتون کی وجہ سے تمدن مین الگ خرابیان واقع ہوئین، اخلاق الگ خراب ہوئے، اور جائداد اور دولت الگ برباد ہوئی۔ غرض یہ کہ ایسے بگڑے کہ سنبھلنا مشکل ہوگیا۔ پریسیڈنٹ نے تعلیم نسوان پر بھی بہت زور دیا، خصوصًا عورتون کو مذہبی تعلیم کی ضرورت زیادہ بتائی۔ عورتین قدرتًا زیادہ نرم دل اور خدا ترس ہوتی ہیں؛ اور اُن کے لیے مذہبی تعلیم سے بہتر کوئی تعلیم نہین ہوسکتی۔ پردہ کے متعلق اپنی راے بہت صاف ظاہر کی اور کہا کہ پردہ بالکل اٹھادینے کے مین خلاف ہون۔ لفٹننٹ گورنر صاحب بنگال کے قول کی تائید کی کہ سب سے بڑا پردہ اٹھانا جہالت کا پردہ اٹھانا ہے۔

ان آمدسخن باتون کے علاوہ اصل مطلب اور بحث پر یعنی مسلمانون کی تعلیم کے متعلق مدلل اور مفصل بحث کی ہے۔ یہ بحث بہت زیادہ توجہ اور غور کے لائق ہے، اور ہمین افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پریسیڈنٹ صاحب کے خیالات کے ساتھ ہمکو صرف ہمدردی ہی نہین ہے بلکہ ہم بالکل اُن کی راے کے خلاف ہین۔ اُنھون نے مسلمانون کی تعلیم کے مسئلہ کو دو سوالون کی شکل مین دکھایا ہے (۱) ہماری تعلیم کس قسم کی ہونی چاہیئے! (۲) اس کی

دو سال کے تعلیمی مباحثون سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ موجودہ یونیورسٹیان کلرکون کی کان اور ڈگری کے ڈپلوما کی دوکان ہین، حقیقی علم کا عالم عنقا ہے۔ معلمون کا کام مجبوراً طلبار کے حافظہ کو تقویت دینا اور طلبار کا کام قوت حافظہ مین تقویت حاصل کر کے عقل کو اور ذہانت کو متاع دست گردان بنانا ہے۔ ۵

گر ہمین مکتب و ہمین ملاست
درس طفلان تمام خواہد شد

کیا انہین مدارس اور یونیورسٹیون کو نظیر بنایا جاتا ہے! اگر انھی یونیورسٹیون کے درجہ معیار تعلیم کو مجوزہ یونیورسٹی کا درجہ معیار تعلیم بنانا ہے تو ہم بخلاف پریسیڈنٹ صاحب اپنی یونیورسٹی کی تجویز کو ہمیشہ کے لئے جزدان کر دینگے۔ ہم پریسیڈنٹ صاحب کو یقین دلانا چاہتے ہین کہ ہماری یونیورسٹی عام معیار تعلیم مین موجودہ یونیورسٹیون ہی سے نہ صرف بہتر ہوگی، بلکہ مسلمانون کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہوگی، اور عام تعلیم کا ایسا درجہ قایم کریگی جو علیگڈھ کالج بورڈنگ ہوس کی طرح مثال بن جائے گا۔ رہا پریسیڈنٹ صاحب کا یہ سوال کہ مسلمان کہان سے اتنا روپیہ لائینگے کہ ایسی یونیورسٹی قایم کرسکین، اور اس انکار بشکل شک کی بناء پر یونیورسٹی قایم ہونا ناممکن بتانا، اس کا جواب صاف اسقدر ہے کہ ہمت اور حوصلہ کی بات ہے مسلمان ہی ملکر اس کام کو انجام دینگے۔ فلسفہ تاریخ کا ہاتف کہتا ہے کہ بہت سے بزرگان حقیقت جن کا اور جن پر عمل دنیا کی قومون کے لیئے آج سرمایہ ناز ہی، ابتدار مین الطفال خیال تھے، نشو ونما پاتے پاتے، اور ہاتھ پاؤن مارتے مارتے، اس سن و ریش کو پہونچے ہین۔ رفتہ رفتہ مسلمان اسقدر روپیہ بھر دینگے اور جمع کر دینگے کہ اسلام کی نجات ہندوستان مین ممکن ہوجائیگی، کوشش کفیل کامیابی ہوتی ہی، اگر شک و شبہہ استقلال اور ہمت کا دامن چھوڑا دے، تو مایوسی ظاہر ہے۔ پریسیڈنٹ صاحب کو یقین کر لینا چاہیئے کہ مسلمان ہمت نہ ہارین اور اپنی دھن کے پکے بنے رہین تو کیا مشکل ہے۔ سرسید نے جب علیگڈھ کالج قایم کرنا چاہا اور ایک بڑے پیمانہ پر اُس کا نقشہ تجویز

کی ترقی کی مانع و مزاحم ہوگی جو اب تعلیم یافتہ لوگون مین بڑھتے جاتے ہین، اور جن کا بیج سکول اور کالجون مین بویا جاتا ہے - ہندو اور مسلمان طلبار کا علٰحدہ ہوجانا، اس سے وہ ناہموار متعصبانہ خیالات پیدا ہونگے جو سخت نفرت کے قابل ہین، اور جن کے لیے ہم سب کا فرض ہے کہ پیدا نہ ہونے دین - ہم سب کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ ہندو اور مسلمان سب ایک ہی سرزمین کے باشندے ہین، اور بجز نادر الوقوع صورتون کے دونون کے اغراض ایک ہی ہین۔

ہمارے دل مین ان خیالات کی مطلق وقعت نہین، ہم ان اعتراضون کو مہمل اور غلط سمجھتے ہین - محمڈن یونیورسٹی پر اتنا کچھ کہا جاچکا ہے اور اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ اب شاید استدلال کی گنجایش نہین رہی ہے - خاص اس مسئلہ پر خاصہ معقول لٹریچر جمع ہوگیا ہے - یہ بھی ہم جتا دینا چاہتے ہین، کہ اب یہ مسئلہ شک اور تذبذب کے میدان سے نکل گیا ہے، اور تجربہ اور عمل کی سرحد مین ہے - اس لئے اس پر شک اور قیل و قال کا موقع نہین رہا، اب تو ہاتھ مین ہاتھ ڈالکر اور دل سے دل ملاکر بسم اللہ مجریہا، کہنے کا وقت ہے - اگر عشر عشیر فہم و ادراک مسلمانون کے اس عالمگیر جوش و حقیقت کا مقابلہ اور ساتھ نہین دے سکتی ہے، اگر کہین شبہہ باقی ہے، تو بیسیون رسالے اور مضامین، تقریرین اور تحریرین رہبری کرسکتی ہین - مدد چاہیئے اور مدد دیجیئے - بہرحال ہمارا فرض ہے کہ ہم پریسیڈنٹ صاحب کی غلطیون کو بتائین اور دکھائین - پریسیڈنٹ صاحب کا یہ قول کہ اگر مجوزہ یونیورسٹی موجودہ یونیورسٹیون کا درجہ و معیار تعلیم قایم نہ رکھ سکے تو وہ مضر ہوگی، گو کسی قدر اختلاف اور نئے جواب کے قابل ہے، تاہم ہم اُن کے قول پر آمنا اور صدقنا کہتے ہین - مگر ہمارے دو سوال ہین کہ ,, اگر ،، کا شبہہ کیونکر پیدا ہوا، اُن کو کیونکر معلوم ہوا کہ مجوزہ یونیورسٹی موجودہ معیار تعلیم قائم نہین رکھ سکیگی ؟ اگر مجوزہ یونیورسٹی تعلیم کا بہتر اور اعلیٰ تر معیار قایم کردے تو کیا عذر پیش کیا جائیگا ؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ موجودہ یونیورسٹیان کیا درجہ و معیار تعلیم قایم کرتی ہین ؟ کیا وہ یونیورسٹیان دارالعلوم کے بڑے نامون کی مستحق ہین ؟ اُن کی تعلیم کس مصرف کی ہے ؟ پریسیڈنٹ صاحب کو آخر

ابتک توجو اعتراض کئے گئے تھے وہ زیادہ وقعت کے قابل نہ تھے ہمین تعجب ہے کہ لایق پریسیڈنٹ نے ایسے اعتراض اور شکوک کیون پیش کئیے، جن کے جواب وہ خود ذرا سے غور اور تحقیق کے بعد دے سکتے تھے- آخری اعتراض البتہ قابل غور ہے- اور وہ اس لئے کہ تھوڑے عرصہ سے ہمارے بعض نادان ہندو دوست قیاسی دھوکہ مین گرفتار ہوکر اس قسم کے شکوک بیان کرتے ہین، کہ جو اگر حقیقتاً صحیح ثابت ہوئے تو یقینا سخت افسوسناک بات ہوگی- بعض مسلمان حضرات نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یا اپنی جودت طبع کو کام مین لاکر وہی شکوک بیان کئے ہین، مگر ہم اپنی نیت اور اصل حقیقت کو بتاکر یقین دلانا چاہتے ہین کہ وہ شکوک بے بنیاد ہین اب ہم اس اعتراض پر ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کی نسبت بحث کرتے ہین- کہا جاتا ہے کہ اس سے ہندو اور مسلمانون مین بجاے محبت و یگانگت کے اور اتحاد پیدا ہونے کے، باہمی منافقتان اور قومی تعصبات کو ترقی ہوگی- خاص قومی اغراض کے حصول کی کوشش مین صرف مسلمانون کا خیال کیا جائے گا، یعنی صرف مسلمانون کے لئے یونیورسٹی قایم کی جائیگی- جب تعلیم مین خصوصیت آگئی تو کوئی موقعہ مسلمان اور ہندوؤن مین ربط ضبط کا نہین رہا- جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بے تعلقی کے ساتھ باہمی تعصبات بڑھ جائینگے نہ یہ ہماری خواہش ہے نہ ہم اس نتیجہ کو چاہتے ہین- ہماری ہمیشہ سے آرزو اور کوشش ہے کہ ہندو اور مسلمان، صرف اس لئے کہ دو پولٹیکل اور مذہبی فرقے ہین، آپس مین تعصب اور بیگانگی نہ رکھین- سرود اخلاص ناقوس و صداے "اللہ اکبر" دونون کے ملکر گونجنے سے پیدا ہوسکتا ہے- دو مختلف اعتقادات کی کیا، متضاد اعتقادات کی پولٹیکل پارٹیان بھی پولٹیکل اکھاڑے کے باہر بھائی چارا برتتی ہین، پھر کوئی وجہ نہین کہ ہندو اور مسلمان کا چولی دامن کا ساتھ نہو اور یہ دلیل کہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹی مسلمانون کے لئے ہوگی اس لئے ہندوؤن اور مسلمانون مین کوئی ربط ضبط اور اتحاد کی صورت نہین رہیگی، ہمین سراسر غلط معلوم ہوتی ہے- اول تو یہ کہ ہماری ڈی نامینیشنل یونیورسٹی ہمارے ڈی نامینیشنل کالج یعنی علیگڈھ

کیا، اُسوقت بھی لوگ یہی کہتے تھے کہ اس کے لئے روپیہ کہان سے آویگا - بلکہ سرسید کے دوست اور ہم خیال بھی ایسے مایوس تھے کہ اُن کی تجویزون کو جنون اور دیوانگی سمجھتے تھے -

یہ اعتراض کہ اگر محمدن یونیورسٹی قائم ہوگئی تو ہندوستان کے مختلف حصون سے مسلمان طلبار کا آکر شامل ہونا خیال باطل ہی، خود خیال باطل ہے - جب ہندوستان کے مختلف حصون نے مسلمان اپنی قومی فلاح اور عزت کے لئے روپیہ دینگے، تو یہ بھی کرینگے کہ اُس روپیہ سے فایدہ اٹھاین یعنی اپنے بچون کو تعلیم کے لئے بھیجین - یہہ ناممکن ہے کہ یونیورسٹی کی امداد منظور ہو اور یونیورسٹی مین تعلیم حاصل کرنی نامنظور - علیگڈہ کالج جس کی ترقی ہندوستان کے مختلف حصون کی امداد کی وجہ سے ہوئی ہے، شاہد ہے کہ مختلف حصون کے مسلمان طلبار کثرت سے یہان موجود ہین اسی طرح علیگڈہ کالج یونیورسٹی کے اعلےٰ درجہ کو پہونچ جائیگا اور اسی طرح مختلف حصون کے طلبار بڑھتے جائینگے - اس وقت ہندوستان کا کوئی صوبہ نہین جہان کے طلبار موجود نہون - ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک کے بھی طلبا موجود ہین - صرف ایران کے ۱۶ طلبا ہین - ہمارا کالج اور ہماری یونیورسٹی صرف مسلمانان ہند کا دارالعلوم نہین ہوگا بلکہ وہ ایک ایسا دارالعلوم ہوگا جہان کا علم وفضل دیگر اسلامی ممالک کے لوگون کو بھی کشان کشان کھینچ لائیگا - یہ دارالعلوم تمام اسلامی دنیا کا دارالعلوم ہوگا - اسی شاخ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے مختلف حصون سے طلبار بھی آئے، تو اُن کی تعداد اس قدر نہین ہوگی کہ یونیورسٹی کی ضرورت پیدا کردے اور یونیورسٹی بنانے کا حق حاصل ہوجاے - جواب مین ہمارا کہنا یہ ہے کہ یونیورسٹی ساحر کی چھو سے تو بن نہین سکتی، رفتہ رفتہ بنیگی، اور رفتہ رفتہ علیگڈہ کالج کے طلبار کی تعداد بڑھتی جائیگی - تا وقتیکہ تعداد کافی نہو ہم گورنمنٹ سے یونیورسٹی کے لئے چارٹر نہین مانگ سکتے - مگر ہمین کامل یقین ہے کہ طلبار کی تعداد کافی سے زیادہ ہوجائیگی، اور یقین کی وجہ ہماری یونیورسٹی کا مسلمانون کے لئے مخصوص اور بہترین تعلیم گاہ ہونا ہے -

سے دشمنی پیدا کی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی تاریخ و فلسفہ و دینیات تعصب پیدا کرتا ہے اور ہندوؤن کے ساتھ خاص دشمنی رکھتا ہے۔ کیا کوئی محقق مگر انصاف پسند محقق اسلامی تعلیم پر ایسا الزام عاید کر سکتا ہے۔ ہمارا سوال ہے کہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کی تعلیم اگر تعصب اور دشمنی پیدا کرنے والی تعلیم ہے، تو صرف ہندوؤن سے کیا خصوصیت ہے؟ سب سے تعصب اور دشمنی پیدا کریگی، اور سب سے زیادہ تو انگریزون کو خائف ہونا چاہیئے اس لئے کہ اُن کے ساتھ غیر ملکی ہونے کی خصوصیت زیادہ ہے۔ مگر جن انگریزون نے ہمارا پروگرام اور ہمارا مسودہ دیکھا ہے اُنہون نے کبھی تعصب اور دشمنی پیدا کرنے کا الزام عائد نہین کیا، بخلاف اس کے کامل ہمدردی ظاہر کی ہے۔ پھر کیا ہمارے مذہب کو ہندوؤن ہی سے کچھ خصومت ہے۔ اور ہماری مجوزہ یونیورسٹی ہندوؤن ہی سے دشمنی پیدا کریگی؟ اس لغو خیال کا زمانہ گذر گیا، اور ہمنے اور ہمارے اکثر اہل الراے نے اس لغو خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ تیسری بات یہ کہ ہم ایسی یونیورسٹی نہین بنانی چاہتے جس مین غیر مذاہب کے طلبا تعلیم نہ پا سکین، ہمارے دار العلوم کا دروازہ ہر قوم و ملت کے لئے کھلا رہیگا، ہمارا سلوک ہمارے معزز بزرگون کا سا ہوگا جنہون نے قرطبہ کے دار العلوم کے دروازے یوروپ کے لئے کھولدیئے تھے، اور چشمۂ فیض عام جاری کر دیا تھا۔ ہندو طلبا کو ہم اپنے سر اور آنکھون پر بٹھائینگے ہندو طلبا کو اپنی تعلیم مین شریک کرنے مین ہمین کوئی عذر نہوگا بلکہ ہمین خوشی ہوگی۔ ہمارا علیگڈہ کالج اس وقت ہماری پالیسی اور عمل کی مثال موجود ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ یہ اور بات ہے کہ ہندو صاحبان ہمارے دار العلوم سے نفرت کرین، ورنہ ہندو طلبا کا شریک رہنا کافی ثبوت ہے کہ جس تعصب کا اندیشہ ہے وہ شکی طبیعت کا خواب پریشان ہے۔ پریسیڈنٹ صاحب کو اس خاص معاملہ سے پورے طور پر مطمئن ہونا چاہیئے، اور ہندو مسلمانون کی علٰحدہ علٰحدہ تعلیم کے خیال کی بنا پر جو اندیشہ تعصب و بیگانگی ظاہر کیا گیا ہے اسکو دور کر دینا چاہیئے۔ کیا اُن کا مطلب اس طرح پورا نہین ہو جائیگا!

کالج کی ترقی یافتہ شکل ہوگی، اور اگر علیگڈھ کالج پر یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ ڈنامینیشنل ہونے کی وجہ سے ہندو اور مسلمانون مین بیگانگی اور دشمنی پیدا کردی تھی تو ہماری مجوزہ یونیورسٹی پر بھی یہ الزام لگایا جاسکتا ہے۔ مگر تجربہ نے ثابت کیا ہے کہ علیگڈھ کالج پر کبھی تعصب اور دشمنی پیدا کرنے کا الزام عائد نہین ہوا۔ خود مسز اینی بیسنٹ اس کی گواہ ہین۔ اور ہم کیون کسی کو گواہ قرار دین ہمارے سکول اور کالج مین جس قدر ہندوؤن نے تعلیم پائی اور جتنے ہندو پاس ہوے وہ خود ہی شاہد ہین۔ دوسری بات یہ کہ ڈنامینیشنل یونیورسٹی سے مراد محض مذہبی یونیورسٹی نہین ہے جیساکہ بعض ہمارے نادان دوست سمجھتے ہین۔ ہماری مجوزہ یونیورسٹی مین اُس قسم کی اعلی درجہ کی تعلیم دی جائیگی جس کو ہم خصوصیت کے ساتھ مسلمانون کی دینی و دنیوی فلاح کا مفید ترین ذریعہ سمجھتے ہین۔ مسلمانون کی خاص تعلیمی ضروریات کا، جن کو تجربہ نے ثابت کیا ہے اور جس سے ایک حد تک خود پریسیڈنٹ صاحب معترف ہین کہ موجودہ یونیورسٹیان سرانجام نہین دے سکتین، لحاظ بیشک کیا جائیگا، مگر اس سے مراد یہ نہین ہے کہ دنیاوی تعلیم کسی طرح موجودہ یونیورسٹیون کی تعلیم کے درجہ سے گری ہوئی ہوگی۔ دنیاوی تعلیم کا حتی الامکان بہت عمدہ انتظام کیا جائیگا۔ ایسی تعلیم کیونکر ہندو اور مسلمانون مین دشمنی پیدا کرسکتی ہے۔ جو علم آج عمدہ سے عمدہ کالجون مین پڑھایا جارہا ہے اور جس عمدہ طرح سے پڑھایا جارہا ہے، وہی علم اور وہی عمدہ طریقہ حتی الامکان ہمارے ہان بھی ہوگا، اس لئے اگر وہ عمدہ کالج ہندو اور مسلمانون مین دشمنی بڑھاتے ہین تو ہمارے کالج یا یونیورسٹی بھی بڑھائینگی۔ مگر معترضین کا تو قول ہے کہ وہ کالج نہین بڑھاتے، اس لئے معترضین کا اعتراض ساقط ہے۔ علم جہان کہین ہوگا وہ دل و دماغ کو روشن و منور کریگا، نہ کہ تیرہ و تاریک بنائیگا اور اُن مین اُن بیہودہ تعصبات کو بسائیگا جن سے نفرت کرنی ہر ذی شعور کا فرض ہے۔ وہی اعلی تعلیم ہوگی صرف فرق اسقدر ہوگا کہ اسلامی تاریخ و فلسفہ و دینیات کی تعلیم بطریق جدید کا اضافہ ہوگا، اور انصاف پسند ہرگز نہین کہہ سکتے کہ اس قسم کی تعلیم ہندوؤن سے دشمنی پیدا کردیگی۔ اگر ہندو لوگ

ریگی، اور ہماری کوشش ہوگی بلکہ یون کہا جاے کہ ہماری ایک بڑی غرض علحدہ یونیورسٹی قایم کرنے سے یہ ہے کہ موجودہ تعلیم کے نقایص اور عیوب سے ہماری یونیورسٹی بری ہو اور علیگڈہ اصلی اور حقیقی تعلیم کی جگہہ ہو۔ اگر ہماری امیدین اور کوششین پوری ہوئین، تو معترضین کو ثابت ہوجاے گا کہ ہماری مجوزہ یونیورسٹی بجاے تعصبات اور مناقشات کو بڑھانے کے، محو کرنے کا ذریعہ ہوگی، ہماری یونیورسٹی معترضین کی آرزو ہوگی، اور گویا ہم معترضین ہی کی آرزو پوری کرنے کے لئے کوشش کررہے ہین اس لئے مناسب ہے اور وقت آگیا ہے کہ اعتراض گلدستہ طاق نسیان بنایا جاے اور دم درم قدم اور قلم سے مدد کی جاے۔

دوسری بات جو خاص توجہ اور لحاظ کے قابل ہے وہ یہ کہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹی دنیا کی اصلی اور بڑی ضرورت ہی، اور ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کا نہونا ہمارے نزدیک عجائبات روزگار مین سے ہوگا۔ تعلیم کا منشا، انسان کے قوا دینی و عقلی کو نشو و نما دینا اور وہ صورت اور سیرت پیدا کرنی ہے جو انسان اور آدمی، اور آدمی اور حیوان، مین مابین الامتیاز ہے۔ قوا عقلی کی ترقی مین انسان کی اخلاقی اور تمدنی ضروریات کا لحاظ ضروری ہے، ورنہ ترقی کی ترتیب ایک منتشر اور مہمل نتیجہ پیدا کریگی، جس کی ظاہری شکل وہ تیسری خلقت ہے جس کو ہم نے آدمی کہا ہے۔ اخلاقی اور تمدنی ضروریات مذہبی خیال اور مذہبی تعلیم کی ضرورت پیدا کرتے ہین انسان اگر خدا کا قایل اور کسی مذہب کا پابند نہین ہے، تو خدا کا کوئی نقصان نہین، مگر انسان کا سخت نقصان ہی۔ کوئی چیز دنیا مین اس کو خوشی اور رنج، راحت اور مصیبت مین تقویت نہین دے سکتی مگر خدا کا اعتقاد۔ سوسائٹی کی ترکیب مہمل ہوجاے، انسان کے تمدن مین لاکھون دشواریان پیدا ہوجائین بلکہ تمدن ناممکن ہوجاے، اخلاقی زندگی شرمندہ معنی نہ رہے۔ اگر سوسائٹی خدا کی قائل اور کسی مذہب کی پابند نہو۔ اور مذہبی پابندی مذہبی تعلیم کی ضرورت پیدا کرتی ہے تاکہ قوا عقلی کی ترقی مین ترکیب مناسب ہو، عقل کی آزادی کسی چیز کی پابند ہو۔ اسی لیئے ہم عام تعلیم مین مذہبی تعلیم کو ایک مفید اور ضروری جزو سمجھتے ہین۔ ہم کیا سمجھتے ہین دنیا اسی پرکاربند ہی۔ یورپ کی

کیا اُن کی بڑی خواہش ہندو اور مسلمان طلبا ر ساتھ اور ایک جگہ تعلیم پائین پوری نہین ہوگی؟

اس کے ساتھ ہم دو باتین اور اضافہ کر دیتے ہین اور اُس کے بعد ہم کو اس یقین کی وجہ میسر ہو جائیگی کہ پریسیڈنٹ صاحب یا اُن کے ہم خیال حضرات کے تمام شکوک کا ہم نے مفصل اور پورا جواب دیدیا - پہلی بات جس کو ہم گوش گذار کرنا چاہتے ہین یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کو قومی تعصبات کا گہوارہ سمجھنا غلطی ہے تعصبات ہمیشہ ادھوری اور بیہودہ تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہین - اعلیٰ اور حقیقی تعلیم ہرگز ان تعصبات کو پیدا نہین کرسکتی، اعلیٰ اور حقیقی تعلیم بخلاف وہ بلند نظری، وسعت خیال، عالی حوصلہ، مردانگی و اور اتحاد بین الاقوام پیدا کرتی ہے جس سے متفرق و منقسم ذرات ملکر قرص نور بن جاتے ہین، اور اپنی روشنی سے رات کو دن بنا دیتے ہین - موجودہ تعصبات، جنکی کثرت اور شدت روز افزون معلوم ہوتی ہے آخر کس وجہ سے ہین؟ کونسی ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کی تعلیم کا یہ اثر اور نتیجہ ہے؟ کیا وجہ ہے کہ باوجود تمام ہندوستان مین ایک ہی مدارس ہندو اور مسلمانون کے لئے موجود ہونے کے، اور اُن مین دونون قومون کے طلبا کے ساتھ ساتھ اور ملکر تعلیم پانے کے، تعصبات مین کوئی کمی نہین بلکہ اور زیادتی اور روز افزون زیادتی ہے؟ اگر یہ دلیل صحیح ہے کہ ہندو اور مسلمانون کے ساتھ ساتھ اور ملکر تعلیم پانے سے تعصبات کم بلکہ بالکل محو ہو جاوینگے، اور محبت اور یگانگت زیادہ پیدا ہو جاویگی، تو کیون نتایج برخلاف اور دلیل کو جھوٹا ثابت کرتے ہین! کیا جو مخصوص قومی مدارس ہین اُن ہی مین تعصب ہے عام مدارس مین نہین ہے؟ معترضین ہمکو اس کا جواب دین ورنہ اپنے اعتراض کو مہمل سمجھین - حقیقت یہ ہے کہ ڈی نامینیشنل یا بے ڈی نامینیشنل، جس انسٹی ٹیوشن مین ناقص اور ادھوری تعلیم ہوگی وہان یہی حال ہوگا - صاف ظاہر ہے کہ تعصبات کی وجہ ناقص تعلیم ہے - اب ذرا ہمارے پروگرام اور ہماری تجاویز پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ ہماری یونیورسٹی ناقص تعلیم نہین

ضمیمہ (مئی ۱۹۰۴ء) لسان الصدق

معاشرانہ زندگی

(سرجان لبک کی کتاب "دی یوس آف لائف" کے ایک باب کا ترجمہ)

"سرجان لبک" موجودہ زمانہ کا ایک علمی محسن ہے، جس نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ حسن اخلاق کے متعلق دنیا کے مشہور مصنفوں کی سو تصنیفیں (جن میں الہامی تصانیف بھی شامل ہیں) انتخاب کر کے شائع کیں۔ انھیں منتخب کتابوں میں ایک قابل قدر کتاب "لارڈ ایوزبری" کی "یوس آف لائف" ہے، جس میں انسانی زندگی کے اخلاقی پہلو پر نہایت جامعیت اور بسط سے بحث کر کے مفید نتائج پیدا کیے ہیں۔ یہ کتاب اس قابل تھی کہ اردو کے معلی کے علمی خزانہ میں اس سے بیش بہا اضافہ کیا جاتا، ملک کو جناب مولانا محمد یوسف صاحب جعفری کا (جو علی گڑھ کالج کے نامور تعلیم یافتہ اور بورڈ آف اگزامرس کلکتہ کے "چیف مولوی" ہیں) نہایت ممنون ہونا چاہیے، جنھوں نے اس بیش بہا کتاب کو اردو کا ایسا خوشنما جامہ پہنایا کہ اس نے ترجمہ کے دائرے سے قدم بڑھا کر اوریجنل تحریر کی صورت اختیار کر لی ہے، باوجود اس کے طرزِ عبارت، اور اصلی زور کے قائم رکھنے کی بھی کوشش کی گئی ہے، جسمیں مولانا بہت کچھ کامیاب معلوم ہوتے ہیں۔ اس ترجمہ میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اصل کتاب میں جا بجا مصنف نے بعض نظمیں بھی درج کی تھیں، ممکن تھا کہ ان کا عام تراجم کی طرح نثر میں ترجمہ کر دیا جاتا یا بالکل نظر انداز کر دی جاتیں۔ لیکن مولانا کی شاعرانہ قابلیت نے اس کے ترجمہ میں اچھا کام دیا، اور کتاب کی اصلی خوبی

یونیورسٹیون مین مذہبی تعلیم کا التزام و انتظام ہے۔ ہر قوم اپنے دار العلومون مین مذہبی تعلیم کو ضروری سمجھکر شامل کرتی ہے۔ چنانچہ اس نفیس معجون مرکب کا نتیجہ قوائے عقلی کی صحت اور قومی علمی فضل سے ظاہر ہے۔ مذہبی تعلیم کے ساتھ ہر قوم اپنے دار العلومون مین اپنی خاص خاص اور قومی ضروریات کا بھی انتظام کرتی ہے۔ پس انتظام اور التزام کا موجود ہونا، اسکے معنی ہی یہ ہین کہ ہر جگہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹیان ہین۔ کوئی ملک ایسا نہین ہے جس مین ڈی نامینیشنل اور صرف ڈی نیشنل یونیورسٹیان نہون۔ واضح رہے کہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹی سے مراد وہ دار العلوم ہے جہان قومی ضروریات کا لحاظ مخصوص ہو۔ کیا آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیان ڈی نامینیشنل یونیورسٹیان نہین ہین؟ کیا ان مین انگریزون کی خاص ضروریات کا لحاظ نہین ہے؟ کیا ان مین مذہبی تعلیم کی شرط انگریز طلبا کے لئے نہین ہے؟ اور کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسلمان یا ہندو یا یہودی اسی قدر وہان کی اعلیٰ اور بے نظیر تعلیم سے مستفید ہو سکتا ہے جس قدر ایک انگریز طالب علم ہو سکتا ہے؟ پھر کیون کہا جاسکے کہ ہم دنیا سے انوکھی بات کرتے ہین؟ ہم کیا ظلم کرتے ہین اگر اپنی قومی ضروریات کے لحاظ سے قومی دار العلوم بناتے ہین؟ با این ہمہ آکسفورڈ اور کیمبرج مین ہندو اور مسلمان سبھی جاکر پڑھتے ہین اور سبھی کے لئے وہان کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اسی طرح ہماری یونیورسٹی کا دروازہ بھی ہر قوم کے لئے کھلا ہوا ہوگا۔ ہم سمجھتے ہین کہ ہم نے کافی طور سے ثابت کر دیا کہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹی دنیا کی ہر قوم کی بڑی اور اصلی ضرورت ہے اصلی تعلیم بغیر ڈی نامینیشنل یونیورسٹی کے ممکن نہین، اور سب جگہ ڈی نامینیشنل یونیورسٹیان ہین۔ شاید ہندوستان ہی وہ بدنصیب ملک ہے جہان باوجودیکہ سب سے زیادہ ضرورت ہے، مگر کوئی ڈی نامینیشنل یونیورسٹی نہین۔ اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہے۔ ہمارے ہان جو تعلیم کی ذلیل حالت ہے، وہ بیان سے باہر ہے۔ ابھی ہم ثابت کر چکے ہین کہ مذہبی تعلیم تعلیم کا ایک ضروری جزو لاینفک ہے، اور بغیر مذہبی تعلیم کے عام تعلیم کا نتیجہ ہماری سوسائٹی کے تمدن و اخلاق کی ترقی کے لئے مضر ہے۔ اب دیکھا جائے کہ ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیان کہان تک اور کس درجہ تک مذہبی تعلیم دیتی ہین؟ افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ بالکل نہین دیتین اور مجبوراً نہین دیتین۔ موجودہ یونیورسٹیان بیسیون مذاہب اور فرقون کی مذہبی تعلیم کا کیونکر انتظام کر سکتی ہین؟ اب اگر ہمین اپنی تعلیم اعلیٰ تعلیم کے درجہ پر پہونچانی ہے تو ہم مذہبی اور قومی تعلیم کا انتظام اپنے آپ کرین مگر کیونکر کرین

ہو سکتا ہے تو گھر۔ جس گھر میں محبت نہیں، اُس پر گھر کا اطلاق اسی طرح نہیں ہو سکتا جس طرح ایک جسدِ بے روح پر انسان کا۔

ہو جس کے دل کو رنج و غم و فکر سے نجات — ہر روز اُس کو عید ہے، ہر شب شبِ برات
ہوں پاس چار پیسے، مگر خوفِ رب کے ساتھ — کیا فائدہ خزانہ ہو رنج و تعب کے ساتھ؟
نعمت ہے نانِ جو بھی جو باہم ہو اتفاق — ہے شیر مال ہیچ جب آپس میں ہو نفاق
بہتر ہے خشک لقمہ بھی چین اور خوشی کے ساتھ — اُس قورمہ پلاؤ سے رنج آئے جس سے ہاتھ

پس گھر کی قدر ہم اس لیے نہیں کرتے ہیں، کہ وہ بادشاہ یا سلطنت کے پنجۂ ظلم سے پناہ ڈھونڈھنے کے لیے ایک قلعہ ہے، بلکہ اس لیے کہ یہ وہ قلعہ ہے، جہاں ہم زندگی کے ترددات و تفکرات سے پناہ پاتے ہیں، اور یہ وہ جنت النعیم ہے، جہاں ہم اُن آندھیوں اور طوفانوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ جن کا ہمیں اپنی دنیاوی سیر و سیاحت میں سامنا کرنا یقینی ہے۔

نہایت کامران اور بامُراد دورانِ زندگی میں بھی ایسے واقعات پیش آ ہی جاتے ہیں اور صرف مرفہ الحالی کسی طرح چین اور خوشی کا بیڑا نہیں اُٹھا سکتی۔

جنتِ عدن میں بھی آدم تنہا زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے تھے۔ بنارڈن ڈی سینٹ پیر کہتا ہے "خود جنت میں ایک اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے؟" اُس کے دل کو گھر میں رہنا چاہیے۔ مگر مناسب یہ ہے کہ وہ کام باہر کیا کرے۔ ہماری پیدائش سے نہ تو یہی مقصود ہے کہ ہمیشہ سوسائٹی ہی میں رہا کریں اور نہ یہی کہ ہر وقت عزلت گزیں رہیں۔ دونوں ہی مفید ہیں، بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ضروری ہیں۔

بہلتا ہے مرا دل جس چمن میں — نہ آبادی میں ہے وہ اور نہ بن میں
نہیں ہے شہر سے گو قرب بالکل — سُنے جاتے ہیں واں کے شور اور غُل
کبھی آتی ہے آوازِ دف و نے — صدا ماتم کی آ جاتی کبھی ہے
ہوا جب چلنے لگتی ہے زنازن — سُنی جاتی ہے گھنٹوں کی ٹناٹن

قائم رہی جہاں جہاں اصل کتاب میں نظم درج کی گئی ہے، اس کا ترجمہ بھی مولنا نے نظم میں کر کے حقِ ترجمہ اس طرح ادا کیا ہے۔ سب سے زیادہ قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ نظم کے ترجمہ میں صرف موزوں کر دینا ہی اصلی کام نہیں سمجھا گیا، بلکہ نہایت خوبی سے بعض اشعار کے ترجمے ہوئے ہیں۔ انگریزی جیسی زبان کی آزاد شاعری کا مقفّی نظم میں ترجمہ کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔

مولانا موصوف نے اُس عنایت کے سلسلے میں جو ابتدا سے وہ "لسان الصدق" پر فرماتے رہے ہیں ہماری فرمایش سے اس کتاب کا ترجمہ شروع کیا تھا اور اب انھوں نے اس کا ایک حصہ اس لیے عنایت فرمایا ہے کہ وہ "لسان الصدق" میں ماہوار شائع کیا جائے۔ چنانچہ نہایت شکریہ کے ساتھ اس کا سلسلہ بطورِ ضمیمہ کے اس نمبر سے شروع کیا جاتا ہے (۸) صفحے ہر نمبر کے ساتھ شائع ہوں گے، جس سے آخر میں مکمل کتابی صورت میں خریداران لسان الصدق جمع کر سکتے ہیں؛ ہمیں امید ہے کہ ناظرین اس مفید رسالے کو دلچسپی سے ملاحظہ فرما کر لائق مترجم کی ترجمانہ کوششوں کو داد دیں گے۔

ایڈیٹر "لسان الصدق"

ہم فخریہ طور پر کہا کرتے ہیں کہ "ہر ایک انگریز کا مکان اُس کا قلعہ ہے"، لیکن ہونا چاہیے اس سے بھی زیادہ: اُس کے مکان کو اُس کا گھر ہونا چاہیے۔ ملکی قانون نے اُس کے مکان کو اُس کا قلعہ بنا دیا ہے۔ لیکن اُس کو سچا گھر بنانا خود اس کے اختیار میں ہے۔ گھر کو گھر کیا چیز بناتی ہے؛ محبت، ہمدردی، اور اعتماد۔ لڑکپن کی باتوں کی یاد، والدین کی شفقت، جوانی کی خوشنما امیدیں، بہنوں کا ناز، بھائیوں کی ہمدردی اور مدد، ایک کا دوسرے پر اعتماد، متحدہ اُمیدیں اور اعراض اور رنج، یہ چیزیں ہیں جو گھر بناتی اور اُس کو باعظمت کرتی ہیں۔

ایک مکان، جس میں محبت نہیں، ممکن ہے کہ قلعہ ہو، ہو سکتا ہے کہ ایک محل ہو، لیکن نہیں

کس قدر قوت اور توانائی حاصل ہو جاتی ہے۔

لارڈ چسٹر فیلڈ کہتے ہیں، "میں نے اکثر خیال کیا ہے، اور اب بھی خیال کرتا ہوں، کہ اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے لوگ بہت ہی کم واقفیت رکھتے ہیں، یعنی یہ کہ محبت کیونکر کریں اور نفرت کیوں کر کریں۔ وہ اُن لوگوں کو، جن سے وہ اُلفت رکھتے ہیں، بیجا چشم پوشی اور اندھا دھند محبت سے نہیں نہیں، بلکہ لبسا اوقات اُن کے قصوروں کی پچ کرکے، نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور نفرت کرنے کی صورت میں بے موقع جوش اور غصے سے اپنے دل کو صدمہ پہنچاتے ہیں۔"

دوستوں کے درمیان رہنے کی حالت میں بھی ہماری زندگی عزلت گزینی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ "ہم ایک دوسرے کے اعتبار سے گویا مختلف جزیروں میں مقیم ہیں، ہڈیوں کے کٹہروں میں مقید ہیں، اور چمڑے کے پردے درمیان میں پڑے ہوئے ہیں۔"

ہم اپنے دوستوں بلکہ قرابتمندوں تک سے بہت ہی کم واقفیت رکھتے ہیں۔ ایک ہی خاندان کے مختلف افراد اکثر عملی طور پر منفردانہ زندگی بسر کرتے ہیں؛ اُن کے دلوں کی حرکت گویا متوازی خطوط میں ہوتی ہے، جو کبھی آپس میں نہیں ملتے؛ حقیقت میں ایک کو دوسرے سے مس تک نہیں ہوتا۔

کیوں میں ہنستا ہوں دل میں خوش ہو کر — آہیں بھرتا ہوں ہو کے کیوں مغموم!

کوئی کیسا ہی دوست ہو میرا — حالِ دل میرا اُس کو کیا معلوم

ہم آپس میں موسم اور فصل کی حالت کا تذکرہ کرتے ہیں، سب سے بعد کو جو ناول شائع ہوا ہے اُس پر رائے زنی کرتے ہیں، پولٹیکل امور پر بحث کرتے ہیں۔ اپنے ہمسایوں کی صحت اور خرابیوں پر گفتگو کرتے ہیں؛ غرض ہر ایک ایسی چیز کو معرضِ بحث میں لاتے ہیں، جس کو سچی اور اندرونی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ حقیقتِ امر یہ ہے، کہ جو امر جس قدر زیادہ لایعنی اور غیر ضروری ہوتا ہے، اُسی قدر زیادہ اُس پر بحث و گفتگو کی جاتی ہے؛ اور وہی لوگ زیادہ بکتے

قدرت کی بہاریں ہمیشہ کے لیے فرحت بخش ہوتی ہیں، لیکن جب تک دل میں روشنی نہ ہو، آسمان کی روشنی بیکار ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ گھر والوں کے ساتھ اُلفت و محبت رکھیں اور اُن کا ادب و لحاظ کریں یہی تہذیب کی اصل اور بنیاد ہے، تمام خوبیاں اسی درس گاہ سے حاصل ہوتی ہیں، اس سے ہمارے دلوں میں شریفانہ جذبات اور عالی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ فرشتے بھی اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں کہ دوسروں کو خوش کریں؟

ممکن ہے کہ تمھارا گھر غریبانہ، بداسلوب، ناموزوں ہو، حتیٰ کہ گھر والے تمھارے ساتھ ناسازگاری اور سرد مہری سے پیش آتے ہوں، لیکن تمھیں تو رہنا اُسی گھر میں ہے، اور اپنے فرائض کو اُسی میں انجام دینا ہے۔ اور تمھیں یہ معلوم ہے کہ جتنی زیادہ دِقتیں پیش آتی ہیں، اُتنا ہی زیادہ اُس کا صلہ ملتا ہے۔

لوگوں کے ظلم و ستم کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لینا سب مشکل کاموں سے زیادہ مشکل ہے یہ ایک زندہ قربانی ہے، جو زر، وقت، اور محنت کی تضیع سے بھی بڑھ کر ہے۔

چند ہی آدمی ایسے ہوں گے جو حقیقت میں دوسروں کو ناخوش کرنے کی خواہش رکھتے ہوں اور وہ چند بھی غالباً میری کتاب کے پڑھنے والے نہ ہوں گے۔ لیکن یہ امر قرینِ قیاس ہے، کہ بحالت مجموعی، بے محبتی سے زیادہ بے پروائی اور بے سلیقگی کی وجہ سے ناراضیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ہر ایک شخص سے خندہ پیشانی، مہربانی کے الفاظ، اور خوش دلی کے ساتھ ملو۔ جو ہمارے عزیز یا پیارے ہیں، اُن سے صرف محبت رکھنا کافی نہیں ہے۔ ہمیں اُن پر اس بات کا اظہار کرنا چاہیے کہ ہم اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ ہم میں سے بہتیرے اشخاص ایسے ہیں، کہ نادانی، بے توجہی یا نافہمی سے اُنھیں کے دل کو دُکھا دیتے ہیں۔ جنھیں سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں، اور جن کی مدد کے لیے سب سے زیادہ آمادہ رہتے ہیں۔

ہم سب لوگوں کو یہ خوب معلوم ہے، کہ ہمت افزائی کے چند ہی الفاظ سے ہمارے دل کو

دوسروں کو رنج دے کر خود بھی رہتا ہے ملول نا خوشی ہی کو سمجھتا ہے خوشی مردِ جہول

اور چوں کہ وہ ہمیشہ ناراض رہتا ہے، اس لیے کبھی خوش نہیں رہتا۔ لیکن بلاشبہ وہ دوسروں کو بھی بہت کچھ رنج و مصیبت میں ڈالتا ہے۔ اپنے ہمنشینوں کو خوش کرنے کے لیے کچھ بہت ذاتی نقصان کی ضرورت نہیں ہے، لیکن صرف نیک ارادوں سے بھی کام نہیں نکلتا۔ اس کے لیے تدبیر و ہوشیاری، غور و خوض، اور عادت درکار ہے۔ اگر تم کسی کام کو، خواہ اچھا ہو خواہ بُرا، حُسن و خوبی کے ساتھ کرنا چاہتے ہو، تو اُس کی عادت ڈالو۔

تلطف آمیز اور ہمدردانہ سلوک جادو اور سحر کا کام کرتا ہے۔ انگریزی میں ایک قدیم مثل ہے، کہ اخلاق انسان کو انسان بناتے ہیں، اور اس امر کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کہ بہت سے آدمی اخلاق حسنہ کی بدولت آدمی بن گئے، اور بہتر سے اپنی بدخلقی کے باعث تباہ و برباد ہو گئے ایک وزیرِ اعظم بھی جب اپنی مجلسِ شوریٰ کے لیے اراکین منتخب کرتا ہے، تو وہ عقلمندی، فصاحت و بلاغت، قابلیت و فضیلت ہی کا خیال نہیں کرتا، بلکہ اخلاق کا بھی۔ یعنی وہ ایسے اشخاص منتخب کرتا ہے جو دوسروں کے ساتھ اچھا برتاو کر سکیں۔

رُکھائی دل کی قوت کو نہیں کہتے، سچ پوچھو تو یہ کمزوری کا برقعہ ہے۔ شیکسپیر بروٹس کی نسبت مارک انٹونی کی زبان سے یوں کہلاتا ہے۔

وہ تھا ایسا مجموعہ اوصاف کا
"ملک بھی پکار اُٹھے "وہ مرد تھا!"

سُریلے پن اور بے سُرے پن کو علم موسیقی کے ساتھ تعلق ہے، لیکن حقیقت میں یہ دونوں لفظ اس سے بھی بلیغ تر معنیٰ رکھتے ہیں، یعنی، دو دلوں کا ملا ہوا یا جدا ہونا۔

اور اگر کسی شخص کا قصور ثابت کرنے کی ضرورت بھی ہو، تو اتنا تو ضرور کرو کہ اُس سے شیریں کلامی سے بولو، بالخصوص چھوٹے لڑکوں سے، اس لیے کہ "ایک بچے کا گہوارہ ایک مرد کے ستاروں سے بھرے ہوئے آسمان کی نسبت زیادہ آسانی سے تاریک ہو جا سکتا ہے"، دین کی نسبت

ہیں، جن کے پاس فی الحقیقت بہت ہی کم باتیں کہنے کے لیے ہوتی ہیں۔
بہت ہی کم اشخاص اس بات کی حقیقت سے واقف ہیں کہ گفتگو بھی ایک بڑا ہنر ہے۔ ایک گھر والوں کے آپس میں سچا اتحاد اور سچی ہمدردی پیدا کرنے کے لیے صرف محبت اور خیر خواہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خیالات کے اظہار اور حصول کے ہنر اور قوت کی۔ اگر دوسرے تمھیں خوش نہ کریں، تو تم انھیں خوش کرنے کی کوشش کرو۔

"زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز"

اکثر اشخاص فخریہ بیان کرتے ہیں کہ جو بات ہمارے دل میں آتی ہے اُس کو ہم کہہ ڈالتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ہر شخص کو سچا اور صاف دل ہونا چاہیے؛ لیکن گفتگو کی مثال بھی دوسری چیزوں کی سی ہے؛ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی گفتگو کو دلچسپ بنائیں، تو ہمیں اس کے لیے کسی قدر کوشش درکار ہے۔
اگر ہم سب کے سب کوشش کریں، تو گھر میں بہت کچھ خوشی اور شادمانی قائم کر سکتے ہیں۔

بلا سے ہیں قسمت سے مجبور ہم — لٹانے سے زر کے ہیں معذور ہم
نہیں ہے، نہ ہو اپنے پلّے ٹکا — کریں جس سے ہم دوسروں کا بھلا
جو دولت نہیں ہے، تو غم اس کا کیا! — خدا نے تو کی ہے محبت عطا
نہیں جس میں مطلق ریا کی ہے بو — خوشامد کی جس میں نہیں آرزو
محبت ہے اک دولت لازوال — نہیں اس کے پاسنگ قاروں کا مال
محبت سے لازم ہے ہم کام لیں — دلِ خلق کو اس سے آرام دیں

جب تمھارا قصور ثابت کیا جائے تو تم خفا نہ ہو جاؤ، اور جب تم خفا ہو تو قصور ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک بد مزاج شخص دوسروں سے زیادہ خود اپنی سزا کرتا ہے۔

لِسانُ الصِّدق

دار السلطنت کلکتہ کا ایک ماہوار علمی رسالہ

نمبر ۶ و ۷ | بابت ماہ جون وجولائی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۲

فہرست مضامین

شکریہ

ہم اپنے مکرم دوست جناب مولوی محمد سعید صاحب بلگرامی (جن کے سوشل مضامین لسان الصدق مین شایع ہورہے ہین) شکریہ ادا کئے بغیر نہین رہ سکتے جو قلمی امداد کے سوا رسالہ کی اشاعت مین بھی برابر کوشش کررہے ہین - ہمین امید ہے کہ ہمارے اور احباب بھی اسی طرح اپنے ذکر خیر سے اس کالم کو مزین کرنے کا ہمین موقع دینگے - ایسی حالت مین کہ ہم آیندہ سال سے رسالے کی ترتیب وحسن مضامین مین معقول اضافہ کرنے پر آمادہ ہین -

ایڈیٹر

لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک ذرا سی مار سے ایک ہنستے لڑکے کو روتا لڑکا بنا دیتا تھا۔ ایسا تو ہم سب لوگ کر سکتے ہیں۔ نہیں، اس کی بھی ضرورت نہیں؛ صرف ایک لفظ ہی کافی ہے ۔۔بہرحال

بولنے میں تجھ کو لازم ہے کہ ہو شیریں کلام
سخت گوئی، بدزبانی سے زبان کو اپنی تھام
گرچہ ہے شیریں زبانی اک محض ادنیٰ سی چیز
لیکن اس کے فائدے بے انتہا ہیں، اے عزیز!
جب کہ یہ منہ سے نکل کر دل میں داخل ہو گئی
کچھ نہ پوچھو سامعین کو ہوتی ہے کیسی خوشی!

مستحسن امر یہ ہے، کہ تخلیے میں الزام لگایا جائے اور برملا تعریف کی جائے۔ جو بات تخلیے میں کہی جاتی ہے، دل اُس کو قبول کر لیتا ہے؛ سننے والا خیال کرتا ہے کہ یہ بات نیک نیتی سے کہی گئی ہے، اور حقیقت میں اُسی کا زیادہ اثر بھی ہوتا ہے؛ اور برملا تعریف کرنے سے انسان کا دل بڑھتا ہے، اور وہ اس کو اپنے کام کا ایک عمدہ صلہ خیال کرتا ہے۔

سب سے مقدّم یہ امر ہے، کہ اگر تمھیں کسی کے قصور ثابت کرنے کی ضرورت ہے، تو متانت سنجیدگی، اور تاسّف کے ساتھ اس بات کا اظہار کرو، حتی الامکان غصّہ یا خفگی نہ ظاہر کرو۔ آرکیٹس نے ایک مرتبہ اپنے غلام سے کہا تھا، "اگر میں خفا نہ ہوتا، تو تجھے ضرور سزا دیتا"۔ اگر تم خفا ہو، تو کم از کم اتنا تو ضرور کرو کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور بولنے سے قبل سوچ لو۔ میتھیو آرنلڈ اعلیٰ تعلیم یافتگی کی اس طرح تعریف کرتا ہے، "اُس کی انتھک چشم پوشی، اُس کا مواقع اور صورتہائے حال کا لحاظ اس کی سختی کے ساتھ کاموں کی تجویز، اور ساتھ ہی لوگوں کے ساتھ رحیمانہ فیصلہ"۔ ہر ایک شخص کے ساتھ عذر پذیری کرو۔ اگر تم ملزم کی تمام صورتہائے حال کو معلوم کر لو، تو تمھارا الزام اکثر ترحّم سے بدل جایا کرے۔

ضرورتین بھی بہت کچھ بنگال ہی کی تعلیم سے وابستہ ہین - دارالسلطنت بنگال کے ایک علمی رسالہ میں ہمارا آرٹیکل شایع ہو رہا ہے - ایسی حالت مین ہمارا فرض سب سے اول یہ ہے کہ مسلمانان بنگال ہی کی تعلیمی حالت کو سبجکٹ قرار دین - اور کسی عمدہ ذریعہ سے معلوم کرنے کی کوشش کرین کہ ہماری تعلیم کا کیا حال ہے ؟ ہم نے بہ نسبت پچھلے زمانے کے ترقی کی ہے یا روز بروز و تنزل ہین ؟ اور قومون سے جو ہماری طرح ہماری ہی سرزمین کے رہنے والے ہین ہمین تعلیم مین کیا نسبت ہے ؟ ان کی ترقی سے ہماری ترقی تشبیہ کا کون سا درجہ اختیار کر سکتی ہے ؟ یہی ہمارا سبجکٹ ہے - اور اسی پر ہم بحث کرنی چاہتے ہین -

سب سے پیشتر ہمین یہ دیکھنا ہے - کہ وہ کونسا عمدہ اور صحیح ذریعہ ہے - جس سے ہم اپنی تعلیمی حالت کا ٹھیک اندازہ کر سکین ؟ جہانتک غور کرتے ہین اس پنجسالہ تعلیمی رپورٹ سے بڑھکر ہمین اور کوئی ایسا صحیح ذریعہ نظر نہین آتا - جو حال مین سررشتہ بنگال کے ڈائرکٹر نے مرتب کرکے شایع کی ہے - یہ ایک تعلیمی سرگذشت ہے جسمین سنہ ۱۸۹۷ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک کی تعلیمی حالت ہم دیکھ سکتے ہین - یہی ایک ایسا صاف آئینہ اسوقت ہمارے سامنے موجود ہے جس مین ہم کو اپنی صورت کے تمام تعلیمی خال و خط صاف صاف نظر آسکتے ہین -

بحث کرنے سے پیشتر اس امر پر بھی توجہ کرنی ضروری ہے ، کہ بنگال ایک ایسا ملک ہے جو بہ نسبت اور حصص ملک کے انگریزی اثر مین مدت سے آیا ہوا ہے - اور انگریزی تعلیم پر یہان کے لوگ ابتدا سے متوجہ ہین - کلکتہ یونیورسٹی کی بنا سے پیشتر متعدد مدارس اور پرائیوٹ اسکول کلکتہ و بنگال کے بعض اور مقامات مین ایسے موجود تھے جہان خاص خاص طریقون - اور مختلف کورسون کی تعلیم دی جاتی تھی بہت سے ریفارمر اور بہت سے روشن خیال شخص بنگالیون مین ایسے پیدا ہوگئے تھے - جو انگریزی تعلیم اور انگریزی علوم و فنون کے حامی تھے - اور مختلف ذرائع سے اس کی اشاعت میں کوشش کرتے تھے - چنانچہ ان مین سے راجہ رام موہن رائے کا نام خصوصیت کے ساتھ لینے کے قابل ہے - جس نے زمانہ غدر سے تقریبًا نصف صدی سے پیشتر جبکہ

مسلمانان بنگال کی پنجسالہ تعلیمی رپورٹ

نمبر ۱

ہمارے ایک مکرم دوست جو خاص بنگال یونیورسٹی کے سند یافتہ ایم - اے ہین اور تعلیمی معاملات سے نہایت دلچسپی رکھتے ہین - مسلمانان بنگال کی پچھلی تعلیمی رپورٹ کے متعلق یہ مضمون عنایت فرماتے ہین جو امسال مین ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بنگال نے شایع کی ہے - انکا منشا یہ ہے کہ پراونشل کانفرس کو اگر واقعی مسلمانان بنگال کی تعلیمی ترقی مقصود ہے - تو اس رپورٹ پر توجہ کر کے ان اسباب کو دریافت کرے - جن سے مسلمان بجائے ترقی کرنے کے روز بروز تنزل کی جانب جھکے جاتے ہین - ہمیں امید ہے - کہ ہمارے وہ کرم فرما - جو بنگال کانفرس کے حامیون مین سے ہین اس تحریر کو توجہ سے ملاحظہ فرمائین گے -

ایڈیٹر

پچھلے نمبر مین جو پرزور تحریر جناب نواب محسن الملک بہادر بالقابہ کی شایع ہوئی ہے اسکا یہ پہلا جملہ بلا کسی ردوکد کے تسلیم کرنے کے قابل ہے - کہ "مسلمانون کی تعلیم کا مسئلہ تقدیر کا لاینحل راز ہے - جس کے حل ہوتے ہی ہماری تمام مشکلین رفع ہو سکتی ہین" مگر مشکل تو یہ ہے کہ اسکا حل ہونا کچھ آسان نہین ہے - آج چالیس سال سے ہماری تمام کوششون کا منشا صرف تعلیمی اشکال کا رفع کرنا ہے - مگر جب ہم غائر نگاہ سے اپنی کوششون کی جانچ کرتے ہین - تو اس وقت ہمین معلوم ہوتا ہے - کہ ہم اپنی کوششون مین کہان تک کامیاب ہوئے ہین ؟ اور آیندہ کے لئے ہم کیسی امیدین کر سکتے ہین ؟ ہم دیکھتے ہین کہ ہم اپنی کوششون مین دسوان حصہ بھی کامیاب نہیں ہوئے - اور ہماری تمام امیدون مین سے ایک امید بھی بارآور ثابت نہین ہوئی دور کیون جائین ؟ بنگال ہمارا وطن ہے - بنگال ہی مین ہم نے تعلیم پائی ہے - اور ہماری

اس تعداد مین آخری سال تک (۲۸۱۷۲) مسلمان طلبہ کا اضافہ ہوا - گویا سنہ ۱۸۹۶ء مین تمام سرکاری غیر سرکاری اور پرائیوٹ مدارس و مکاتب مین مسلمان طلبہ کی تعداد (۴۷۷۰۱۹) تک پہونچ گئی - اس سے ظاہر ہے کہ ان چھ سالون مین مسلمان طلبہ کی تعداد ترقی پر رہی - گو یہ ترقی نسبتاً کیسی ہی کیون نہو مگر یہ ثابت ہے - کہ تعداد مین اضافہ ضرور رہوا - لیکن اسکے بعد گذشتہ پنجسالہ زمانہ مین جب ہم دیکھتے ہین (جس کی رپورٹ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے) تو ہمین تعجب تک افسوس ہوتا ہے - کہ یہی مسلمان اور اسی سرزمین کے مسلمان بجائے اپنی سابقہ ترقی کے اس زمانے مین تعدادی تنزل کرتے رہے - اور ان پانچ سالون مین - طلبہ کی تعداد مین سخت کمی ہوئی - چنانچہ رپورٹ سے ظاہر ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء مین مسلمان طلبہ کی کل تعداد گذشتہ تعداد کی جگہ (۴۶۲۶۷۴) رہگئی - یعنی (۱۴۳۳۵) گھٹ گئی - اب گذشتہ پنجسالہ ترقی اور اس تنزل کا مقابلہ کیجیے ! ان پانچ سالون مین سنہ ۱۸۹۱ء سے سنہ ۹۶ تک (۲۸۱۷۲) کی زیادتی ہوئی تھی - یا دوسرے لفظون مین - ترقی - اور ان پانچ سالون مین (۱۴۳۳۵) کی کمی ہوئی - یا یون سمجھئے کہ تنزل - گویا یہ ترقی اور تنزل ملاکر پورے دس سالون مین صرف [illegible] کی زیادتی یا ترقی مسلمانون نے کی !! کیا دس سال کے اندر صرف تیرہ ہزار آٹھ [illegible] کا اضافہ مسلمانون کی ایک قابل شرم حالت نہین ہے ؟ بالخصوص ایسی حالت مین جب کہ ان کا ہندوستان مین اور قومون کی ترقی کے ساتھ موازنہ کیا جائے - اور نیز اس لحاظ سے دیکھا جائے - کہ صوبہ کی مسلمان آبادی زمانہ کی روزافزون اصلاح اور ترقی کے ساتھ کس قدر اضافہ کی مقتضی ہے ؟ ترقی کے معنی یہ نہین ہین کہ دس بارہ سالون کی تعداد کی میزان لگا کر حساب کیا کچھ تعداد بڑھ جائے - بلکہ زمانہ کی ترقی کے لحاظ سے جس قدر راستہ ہمین طے کرنا چاہئے اور روز بروز جو چستی و چالاکی مین افزونی ہوتی ہے - اس کی نسبت جس قدر راستہ طے کرنے مین بڑھتے رہنا چاہیئے - ہم دیکھیں کہ واقعی ہم نے ان امور کے لحاظ سے اس قدر راستہ طے کیا ہے یا نہین ؟ کل - کہ نہ ہم مین اس قدر طاقت تھی - اس قدر چستی تھی - اور نہ ہم اس راہ

ہندوستان مین یورپین علوم والسنہ سے کامل تعصب برتا جاتا تھا۔ اور اس کی ضرورت کا کسی کو خیال تک نہین گذرا تھا۔ خود ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی انگریزی زبان کی تعلیم کی مخالف تھی) انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ اور ہندوستان کی ترقی کا اصلی راز انگریزی تعلیم کو قرار دیا۔ اسی طرح کے اور بہت سے مصلح بنگال مین جدید تعلیم کے حامی پیدا ہو گئے تھے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس زمانے مین پنجاب اور ممالک متحدہ وغیرہ مین تمام تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت بنگال مین روشنی کی شعاعین ہر سرزمین کو منور کرنے کی کوشش کر رہی تھین۔ اور اُن ممالک پر جب کچھ روشنی نمودار ہونی شروع ہوئی تھی۔ تو یہ وہ زمانہ تھا جب کہ بنگال مین اچھی طرح تعلیمی روشنی پھیل چکی تھی۔ اور بہت سے بنگالی اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ۔ اور عالی دماغ۔ تعلیم کے عمدہ نتائج موجود تھے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ہندوستان مین انگریزی تعلیم پر توجہ سر سید احمد کی تحریک نے زیادہ تر پیدا کی ہے۔ جسکا زمانہ سنہ ۱۸۶۰ء کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ برخلاف بنگال کے جہان سنہ ۱۸۳۰ء سے پیشتر نہ صرف تحریک ہی شروع ہو گئی تھی۔ بلکہ تعلیم نے لوگون کے دلون مین اچھی طرح گھر پیدا کر لیا تھا۔ اور لوگ عموماً تعلیم پر متوجہ ہو گئے تھے۔ ایسے ایسے فاضل۔ اور مصنف انگریزی مین موجود تھے جن کی قابلیت کو یورپ نے تسلیم کر لیا تھا۔ ایسی حالت مین اگر مسلمانان بنگال کی حالت ہمین بہ نسبت اور مقامات کے پست نظر آئے۔ یا برابر ہی نظر آئے۔ تو ہم سمجھ لین گے کہ مسلمانون نے کیسی معکوس ترقی کی ہے۔ اور جہالت و غفلت مین وہ کیسے بڑھے ہوئے ہین؟ جب کہ باوجود اس خاص امتیاز کے جو بنگال کو جدید تعلیم مین حاصل ہے۔ ان کی تعلیم کی یہ حالت ہے۔

ہماری تعلیم کا کیا حال ہے؟ سب سے پہلے مضمون ہمارا یہ ہے کہ ہماری تعلیم کا کیا حال ہے؟ یعنی اس صحیح ذریعہ سے ہمین اپنی تعلیم کی کیفیت معلوم ہوتی ہے؟ سنو اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۸۹۶ء تک کی تعلیمی رپورٹ تمام پبلک اور پرائیوٹ مدارس مین مسلمان طالبعلمون کی مجموعی تعداد (۷۴۸۸۳۴۲) پیش کرتی ہے

ابتدائی دو سال مین

پہلو سے نظر ڈالتے ہین۔ جس سے یہ بات صاف معلوم ہوجائے گی کہ اگر اوسط کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو بہ نسبت سابق کے تعلیم کی طرف سے ہماری بے توجہی ثابت ہوتی ہے۔ جو نہایت افسوس ناک امر ہے سنہ ۱۸۹۷ء مین فیصدی چودہ بچون کی تعلیم پانے کا اوسط تھا۔ مگر سنہ ۱۹۰۲ء مین بارہ فی صدی کا اوسط رہگیا۔ یعنے سو بچون مین سابق کی نسبت دو بچے انگریزی تعلیم سے رک گئے یا سو آدمیون مین سے دو آدمیون نے انگریزی تعلیم اپنی اولاد کو دلانی پسند نہین کی۔

اس اجمالی بحث کے بعد اب ہم اس رپورٹ سے ایک تفصیلی حالت سرکاری اور پرائیوٹ اور ہر جماعت کے مسلمان طلبہ کی دکھلاتے ہین۔ ان سے آپ یہ معلوم کر سکین گے۔ کہ یہ تنزل بالخصوص مقامات تعلیم سے تعلق نہین رکھتا بلکہ تقریباً کل مقامون مین مسلمانون کا تنزل تقسیم ہوکر عام تنزل کی صورت پیش کرتا ہے۔!

سنہ ۱۸۹۷ء مین تمام پرائیوٹ مدرسون مین مسلمانون کی تعداد (۷۹۴۶۵) تھی سنہ ۱۹۰۲ء مین یہ تعداد کم ہوکر صرف (۷۴۸۳۵) رہگئی۔ یعنے (۴۶۳۰) طالبعلم گھٹ گئے۔ اسی طرح تمام پبلک مدرسون مین سنہ ۹۷ء مین طلبہ کی تعداد (۳۹۷۵۵۴) تھی سنہ ۱۹۰۲ء مین صرف (۳۸۷۸۲۹) رہگئی۔ یعنے (۹۷۲۵) کی کمی ہوئی۔ گویا ان پانچ سالون مین پبلک اور پرائیوٹ مدارس کی کمی ملاکر کل تنزل مسلمانون کا (۱۴۳۵۵) ثابت ہوا۔!!

اس بحث کو چھوڑ کر جب ہم اور پہلوؤن سے نگاہ ڈالتے ہین۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی تنزل سے ہم یہ نتیجہ نہین نکال سکتے کہ خاص خاص جماعتون اور درجون مین یہ تنزل کسی خاص باعث سے ہوا ہوگا۔ بلکہ ہر درجہ، ہر جماعت مین مسلمانون کا تنزل ترقی پر نظر آتا ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ سوائے تعلیمی ضرورتون سے بیخبری کے نہین نظر آتی۔ بیشک! ہمارے تنزل اور نکبت کی اصلی غایت یہ ہے۔ کہ تعلیمی ضرورتون سے

کے فوائد سے اس قدر واقف تھے ہم نے پانچ کوس راستہ طے کیا تھا - آج کے دن کہ ہماری قوت اور چستی مین ترقی ہونی چاہیئے - اور راستہ کے فائدون کو ہماری طبیعت مین آمادگی بڑھانی چاہیئے - کیا واقعی ہم نے زیادہ راستہ طے کیا ہے ؟ اور اگر ہم دیکھین کہ ابھی تو ہم اپنی کل کی منزل سے صرف پانچ قدم آگے نظر آتے ہین - اور وہ بھی اس طرح کہ کسی وقت دو قدم چلتے تھے - اور کبھی ایک قدم پیچھے ہٹتے تھے - تو کیا ہم اس کی جرأت کر سکتے ہین - کہ ترقی کا دعوی کرین اور اُن جماعتون کو جو ہم سے اسقدر آگے بڑھگئی ہین کہ کوئی ان کی دھندلی سی صورتین بھی نظر نہین آتین دیکھکر متاسف نہون ؟ یہ سچ ہے کہ ہم دن بھر کے سفر کا اندازہ کرتے ہین تو کل کی منزل سے پانچ قدم آگے نظر آتے ہین - مگر کیا فائدہ اس سے جبکہ ہماری دن بھر یہ حالت رہی ہو کہ دو قدم بڑھکر پھر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے - اور ہمارے ساتھی ہم سے کوسون آگے نکل گئے !!

ہمین روز بروز ترقی کرنی ہے - اس لئے اگر ہماری تعداد کسی زمانے مین بڑھگئی - تو قابل فخر نہین ہوسکتی کیونکہ ہمارا کام ہی آگے بڑھنا ہے - ہان اگر جس قدر ہمارا بڑھنا لازمی اور ضروری ہے اور جہانتک پہونچے ہوئے ہمارے ساتھی نظر آتے ہین - اگر ان سے ہم آگے نکل جاتے تو بیشک ہماری ترقی قابل فخر - اور ہماری تیز رفتار قابل شرف ہوتی - لیکن اگر ہماری تعداد مین برخلاف ترقی کے کبھی سکون نظر آئے تو وہ ہمارے لئے قابل شرم اور لایق ہزار افسوس ہے - چہ جائے کہ ہم اپنی گذشتہ تعداد سے اور گھٹے ہوئے نظر آئین - اور لازمی ترقی کی جگہ معکوس ترقی کی طرف بڑھتے جائین -

فی الحقیقت ہماری پنجسالہ رپورٹ ہماری افسوس ناک حالت کا ایک آئینہ ہے - جس مین ہم اپنی بدقطع صورت دیکھکر سخت شرمار ہے ہین - اور پھر سر اٹھاکر نظر جانے کی جرأت نہین کر سکتے !!!

اب ہم اپنی تعلیمی حالت پر دوسرے	ہماری تعلیمی حالت مردم شماری کے لحاظ سے

کہ گورنمنٹ سروس مین اور قومون کو ہم پر کیون ترجیح دی جاتی ہے؟ فی الحقیقت مسلمانان بنگال کی یہ تعلیمی رفتار سخت حیرت ناک ہے۔ اُن اسباب کے لحاظ سے جن کا ذکر ہم نے تمہید مین کیا ہے ہم متوقع تھے۔ کہ اور مقامات کی تعلیمی ترقی کے مقابلہ مین بنگال کے مسلمان امتیازی درجہ رکھتے ہونگے مگر مسلمانون کی یہ حالت ہماری امیدون کو کس قدر مایوس کرنے والی۔ اور ہمارے ارادون کو پست کرنے والی ہے؟

چنانچہ جب کالج تک ترقی پانے والے طلبہ کے شمار پر توجہ کرتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرائمری سے سکینڈری تعلیم تک ہم جس قدر سست رفتار ثابت ہوئے ہین ویسے ہی کالجون کی اعلیٰ تعلیم کے میدان مین بھی ہماری سُستی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء مین مسلمان طلبہ کی تعداد تمام کالجون مین صرف (۱۹۴) تھی۔ یعنی پرائمری تعلیم کے (۲۴۲۶۶۴) طلبہ مین سے کالج تک صرف (۱۹۴) ترقی کرسکے!!! گویا سو طالبعلمون مین صرف دو طالبعلم کالج کی تعلیم مین شامل ہوئے!٭ ہم اپنے دوسرے سوال کے جواب مین بتائینگے۔ کہ اس تعداد کے مقابلہ مین ہندؤون کی تعداد کس قدر رپورٹ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ ہمارے لئے کس قدر خجالت اور ندامت کا باعث ہے!!

لیکن یہان تک جو کچھ ہم نے دکھلایا ہے۔ اس کا نتیجہ صرف اتنا ہے۔ کہ پرائمری۔ سکینڈری اسکولون اور کالجون مین مسلمان طلبہ کی تعداد اس پچھلے پنجسالہ زمانے مین اس قدر رہی۔ مگر سب سے زیادہ حسرت ناک قصہ یہ ہے۔ کہ جب ہم یونیورسٹی کے پاس شدہ طلبہ کی تعداد کو (جس سے ہم اپنی تعلیم یافتہ جماعت کا اندازہ کرسکتے ہین) دیکھتے ہین۔ اور جسے دیکھکر ہین اپنے ہندو

٭ لیکن کالج تک کی تعلیم بھی اعلیٰ درجہ کی تعلیم نہین سمجھی جاسکتی۔ اصلی "ترقی تعلیم" پروفیشنل کالجون کی تعلیم حاصل کرنی ہے۔ جہان مسلمان طلبہ کی تعداد اور اس سے زیادہ حسرت ناک ہے ۱۹۰۲ء مین ان کالجون مین صرف (۹۳!) طالبعلم شامل ہوئے۔ لیکن یہ سب کچھ دیکھکر ہم کو سوا ہائے وائے کرنے کے اور کچھ نہین آتا! ہمارے تنزل کا مسئلہ کچھ آسان نہین ہے ۱۲ ایڈیٹر

روز بروز چشم پوشی کرتے جاتے ہین۔ اور بجائے اس کے کہ ہم تعلیم کے فوائد اور ضرورتون سے واقف ہوکر قانون قدرت کے مطابق روز بروز ترقی پر نظر آئین۔ اور غفلت وجہالت مین گرفتار دکھائی دیتے ہین!

سنہ ۱۸۹۷ء مین تمام سکنڈری اسکولون مین طلبہ کی تعداد (۲۱۲۲۶) تھی۔ یہی تعداد گھٹ کر سنہ ۱۹۰۲ء مین (۲۰۸۳۱) رہگئی۔ پرائمری اسکولون مین (۲۶۲۳۲۹) مسلمان طلبہ تھے۔ مگر سنہ ۱۹۰۲ء مین صرف (۲۳۴۶۷۶) نظر آتے ہین۔ صرف پانچ سال مین یہ تنزل کس قدر ہمارے دلون کو صدمہ پہونچانے والا ہے؟

پراونشل کانفرس اگر واقعی بنگال کے مسلمانون کی ترقی چاہتی ہے۔ تو کیا اسکا پہلا فرض یہ نہین ہے کہ وہ اس منحوس کمی اور تنزل پر توجہ کرے؟ اور اس کے دفع کرنے کی کوشش کرے؟ کیا پراونشل کانفرس کا فرض صرف یہی ہے کہ محمڈن یونیورسٹی کے مبارک وجود پر جس کی ضرورت کو تمام انڈیا کے دوراندیش اور افاضل نے متفقہ لفظون مین تسلیم کرلیا ہے) لبنی لبنی اسپیچین دے کر اس کی متفقہ ضرورت سے انکار کرے۔ اور اس کے وجود کو فضول اور مضر قرار دے؟

مدارج کی ترقی کے لحاظ سے بھی اس پنجسالہ رپورٹ سے مسلمان طلبہ کی حالت بہت افسوس ناک معلوم ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء مین پرائمری اسکولون کے طلبہ کی تعداد (۲۳۴۶۷۶) شمار کی گئی ہے۔ یہ تعداد سکنڈری تعلیم مین پہونچکر (۲۰۸۳۱) ہوگئی جس سے ظاہر ہے۔ کہ پرائمری کے درجہ سے سکنڈری تک صرف دس فیصدی طالبعلمون نے ترقی کی ہے۔ جب پرائمری سے سکنڈری تک ہماری ترقی کی یہ کیفیت ہے۔ تو اعلی تعلیم تک پہونچنے مین تو ہماری سست رفتاری اور اس سے زائد ہوگی۔ کیا ہماری یہ رفتار اور ترقی قابل ہزار شرم نہین ہے؟ کیا اسی حالت پر ہم توقع کرسکتے ہین کہ کسی زمانے مین ہماری قوم اعلی درجہ کی تعلیم مین فایق نظر آئے گی؟ اور اسی برتے پر ہم شور وغل کرتے ہین۔

ہندوستان کی اقوام جرائم پیشہ

ہندوستان کی جرائم پیشہ اقوام" کی اصلاح کا ضروری سبجکٹ ایک عرصہ سے نیر خواہان ملک کا بحث ہو رہا ہے کی اسی سبجکٹ کے متعلق ہمارے دلی دوست مولوی سید شاہ حسین صاحب امروہوی یہ دلچسپ مضمون ارسال فرماتے ہین جس میں انھوں نے اس دشمن تمدن فرقہ کے مختلف حالات پیش کرکے اس امر پر بحث کی ہے کہ وہ کون کون سے وسائل ہین جن کے اختیار کرلے سے ہم ان کی اصلاح مین کامیاب ہو سکتے ہین۔

ایڈیٹر

ہندوستان کی مختلف نسلون کے باشندون مین سے محققان علم الرجال کے لئے شاید ہی کسی قوم کے حالات اس قدر دلچسپی کا باعث ہونگے جس قدر کہ ان اقوام کے جو خانہ بدوش اور جرائم پیشہ ہین۔ اس ملک مین ایسے بھی بہت سے فرقے ہین جو خانہ بدوش تو ہین۔ لیکن جرائم کا ارتکاب نہین کرتے مثلاً نٹ۔ بنجارے۔ اور کرناٹکی۔ نیز ایک وہ قوم ہین جو خانہ بدوش تو نہین لیکن اوقات مقررہ مین چوری اور لوٹ مار کی غرض سے سفر کیا کرتے ہین۔ پر وہ لوگ جن مین مذکورہ بالا باتون مین سے دونون خواص یعنی خانہ بدوشی وارتکاب جرائم موجود ہین مثلاً اضلاع متحدہ کے سانسئے اور ہابوڑے وعلی ہذا القیاس گونڈہ کے برّوے۔ منظفرنگر کے بیرئے اور دکن کے گونڈ بھیل اس وقت ہمارے زیر نظر ہین۔ امید ہے کہ ان کے حالات ناظرین کیلئے خالی از دلچسپی نہونگے۔

تواریخ ہند کے ماہرون سے یہ بات مخفی نہین ہے کہ اس ملک کے اصلی باشندے وہی ہیں جو آجکل پہاڑون کے دامنون اور جنگلون مین خانہ بدوش رہتے ہین۔ اور جنھین قوم آریہ کے فاتحون نے (جو پنجاب کی طرف سے ہندوستان مین آئے تھے) ملک دکن کی طرف چلے جانے یا جنگلون مین گمنامی کی حالت مین خانہ بدوش رہنے پر مجبور کر دیا۔ یہ بیچارے اسوقت

بھائیون کے آگے سر اٹھانے کی جرأت نہین ہو سکتی - کیونکہ کالج کی تعلیم مین - اگر (۴۰۹۱) طلبہ شامل ہو گئے - تو اس سے صرف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اتنی تعداد اس تعلیم کے لئے آمادہ ہو گئی - مگر درحقیقت وہ تعلیم کے حاصل کرنے مین کامیاب ہوئی یا نہین ؟ اور تعلیم کے قابل سمجھی گئی یا نہین ؟ سو اس کا فیصلہ یونیورسٹی کے امتحان سے ہو سکتا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہین - ایک بڑی فاضل جماعت نے انہین معیار علم مین جانچ کر ڈگری کے قابل خیال کیا - اور انہین قابل تسلیم نہین کیا - اب دیکھئے ! کہ سنہ ۱۹۰۲ء مین مڈل کے امتحان مین کل (۵۰۵) مسلمان کامیاب ہوئے - اور انٹرنس مین (۲۰۷) اور ایف - اے کے امتحان مین (۴۷) یہ تو ایک ٹکسال حال ہے - جس امتحان تک اعلیٰ تعلیم نہین سمجھی جا سکتی - اب آگے دیکھئے ! اس سنہ مین - بی - اے کے امتحان مین (۲۳) اور ایم - اے مین (۳) پاس ہوئے ! یعنی تمام بنگال مین ۲۳ گریجوئٹ ہوئے لیکن اس امتحان مین کامیاب طلبہ کی کمی اس قدر ہم کو افسوسناک حیرت مین مبتلا نہین کرتی - جس قدر یہ بات کہ ایف - اے - اور بی - اے - کے سوا مڈل اور انٹرنس کے امتحان مین مسلمان بجائے ترقی کے تعدادی تنزل کرتے رہے - سنہ ۱۸۹۶ء مین مڈل اور انٹرنس مین (۵۹۸) اور (۲۴۱) پاس ہوئے تھے - ترقی کی کیا امید کیجائے جب کہ سنہ ۱۹۰۲ء مین گھٹ کر - صرف (۵۰۵) اور (۲۰۷) کامیاب ہوئے !! ایف - اے اور بی - اے کے امتحان مین (۲۲) اور (۹) مسلمان طلبہ بہ نسبت سنہ ۱۸۹۶ء کے زیادہ نظر آتے ہین - مگر کیا تمام صوبہ بنگال مین یہ ترقی قابل افسوس نہین ہے - ؟ (باقی آیندہ)

بنگال یونیورسٹی کا ایک ایم - اے -

مین فرق آج تک نہین معلوم ہوا جو اس کوشش کا نتیجہ سمجھا جائے - بجائے اس کے کہ وہ اپنے قبیح طریقہ کسب معاش کو ترک کر دیتے اس مین ترقی کر رہے ہین - پہلے تو تھوڑے بیریے یا بھنتو صرف معمولی چور یا اچکے ہی تھے - لیکن اب یہ لوگ جماعتون کی صورت مین دیہاتی آبادی کو سخت دھمکیان دینے لگے ہین -

یہ لوگ کھلے میدانون مین رہتے ہین - لیکن ایسے مقام کو ترجیح دیتے ہین جہان جنگل اور جھاڑی بھی قریب ہی ہو - یہ سخت سے سخت تکلیف کی یا آسایش کی پروا نہین کرتے اور گذشتہ چند سال سے تو قانون ملکی کے خلاف ورزی کرنے کی ان کو بہت جرأت ہو گئی ہے - قبل اس سے کہ پولس کو نالایقی کا الزام دیا جائے - بہتر ہو گا کہ یہ کہا جائے کہ ایک تھانہ دار اور اُس کے معدودہ آدمیون سے ان آوارہ گردون کے بہت سے مسئلہ کے حل کرنے کی کہان تک امید ہو سکتی ہے - ان بیچارون کو جن دقتون کا سامنا ہوتا ہے وہ کچھ کم نہین اور آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہین - بیشتر اشخاص کو ہرگز تعجب نہ ہو گا اگر اہل پولس ایسے موقع پر ڈاگبیری کے اس عاقلانہ نصیحت پر عمل کرین جو اس نے اپنے رفیقون سے چورون کے بارہ مین کی تھی کہ اُسے چلا جانے دو اُس کی طرف دھیان نکرو اور پھر پہرہ والون کو جمع کر لو اور خدا کا شکر کرو کہ تم ایک بدمعاش سے بچ گئے ''

ان لوگون کی گرفتاری یا انہین جرائم سے باز رکھنے مین جو جو صعوبتین پیش آتی ہین اُن کی یون اچھی طرح تشریح ہو جائیگی کہ ہم ایک بیریون کے جتھے کا بطور امتحان کے تعاقب کرین اور اس وقت دیکھین کہ یہ لوگ اپنی نامعقول طرز معاش کو مداخلت سے اور خود کو گرفتاری سے کس طرح بچا لیتے ہین -

الفاظ بھوڑہ اور بیریا اور نیز سانسئے اور بھنتو مترادف الفاظ ہین - لیکن ان قومون کے اطوار اور عادات مین کسی قدر فرق ضرور ہے - بیریا عموماً ایک تیرون سے بھرا ہوا ترکش ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھتا ہے - اس قوم کا ہر فرد قادر انداز ی مین کمال رکھتا ہے - اور

سے کچھ ایسے ننانوے کے پھیر مین آئے ہوئے ہین کہ باوجودیکہ آجکل ہماری مہربان گورنمنٹ نے ہر طرف تعلیم کی روشنی پھیلادی ہے ہر قوم مذہب ملت کے لوگ اس سے مستفید ہوئے اور ہو رہے ہین - لیکن یہ اپنی قدیمی جہالت کے تاریک گڑھے مین پڑے ہین - اور جہالت سے جو نتائج مترتب ہوتے ہین ان کی یہ اقوام زندہ مثالین ہین - چونکہ یہ آوارہ گرد لوگ شہرون مین نہین بستے اس لئے اکثر شہری لوگ ان سے ناواقف ہوتے ہین لہذا ان کی واقفیت کے لئے ان کی کچھ عادات وخصائل بیان کئے جائین -

یہ لوگ ہر ضلع کے افسران پولس وغیرہ کے لئے عقدہ لاینحل ثابت ہوئے ہین - زیادہ حیران کرنے والی یہ بات ہے کہ گورنمنٹ نے جس قدر کوششین وقتاً فوقتاً ان کے انسان بنانے اور ان سے بری عادت چھڑانے کے لئے کین وہ اکثر و بیشتر بے سود ثابت ہوئین بلکہ نتیجہ برعکس ثابت ہوا - یعنی ان کے خصائل ذمیمہ مین بجائے انسداد کے اضافہ ہوگیا -

مریض عشق پر رحمت خدا کی	مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

لیکن گورنمنٹ نظام نے باتباع گورنمنٹ جو طریقہ اس بارہ مین اختیار کیا وہ موثر ثابت ہوا ہے - بھیل لوگ (جو دکن کی جرائم پیشہ قوم ہین) کسی قدر انسانیت اختیار کر چلے ہین - گورنمنٹ مذکورہ کے حکام واحکام کی بھی وقعت ان کے دلون مین جاگزین ہوتی جاتی ہے - وہ اپنے بچون کو بتاکید حکام پولس گانون کے مدرسون مین بغرض حصول تعلیم بھیجدیتے ہین - ان لوگون کو دیہات مین دوامی گھر بناکر رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے - اور دیہاتی چوکیدارون مین بھی بھرتی کئے جاتے ہین - جو فی نفسہ ایک عمدہ ترکیب ہے - پولس انھین سے ان کے جرائم پیشہ بھائیون اور ہم قومون کی گرفتاری مین مدد لیتی ہے - مگر قباحت ہے تو اتنی کہ ان کی تنخواہین ماہوار تقسیم نہین کی جاتین بلکہ تین تین چار چار ماہ کے بعد دیجاتی ہین -

اب رہین وہ اقوام جو برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ آباد ہین - گورنمنٹ نے اپنے مقدور بھر ان کی تکالیف سے اپنی رعایا کو بچانے کی کوشش کی اور کر رہی ہے - مگر ان کی روش مین ایسا

اپنے فریقی تنازعات و دیگر امور کی یکسوئی کے لئے جمع ہوتے ہین - ایسے موقع پر انھین گرفتار کرنے کے لئے ایک پورے رسالے اور نہایت مخفی و صائب تدبیر کی ضرورت ہے - اس وقت یہ ناخدا ترس جماعت (کیونکہ ان مین سے دونون کے لئے یہ لقب موزون ہے) کئی سو آدمی کی ہو جاتی ہے - یہ لوگ وہان الگ الگ فرودگاہون مین ایک پختہ کنوئین کے اطراف مین اترتے ہین - اس کنوئے کی نسبت وہ فخریہ بیان کرتے ہین کہ چالیس سال گذرے جب توع کھیڑا ضلع متھرا مین شامل تھا اس وقت مین ایک مسلمان پولس انسپکٹر نے اسے تعمیر کرایا تھا - فی الحقیقت افسر مذکور نے یہ مہربانی ایک دلکش بیرنی کے دام محبت مین پھنسکر کی تھی - اس جگہ ان ہوشیار مجرمون کی فرودگاہ پر حملہ کرنے کی دقت کی ایک تمثیل دی جاتی ہے - جو اخبار پاینیر مین ایک ایسے افسر نے جو اس موقع پر موجود تھے شایع کرائی ہے - چند سال گذرے کہ توع کھیڑہ کے مجمع کے متفرق ہو جانے کے بعد چند بیریون نے اس اطراف کے لوگون کو بہت دق کرنا شروع کیا - افسران پولس نے ان کے پکڑنے کی تدبیر کی اخفا مین بہت احتیاط سے کام لیا اور آدھی رات گذر جانے تک اُن کی فرودگاہ کی طرف نہ روانہ ہوئے - اس کے بعد بھی روانہ ہو کر اس مقام مین جہان ان کے موجود ہونے کی خبر ملی تھی - ایک میل کے فاصلہ پر پہونچکر ٹھہر گئے - اور صبح کاذب سے ذرا پہلے ان کے موقع کی طرف روانہ ہوئے - سرکاری سوارون پیادون اور راجہ صاحب آوا کے ملازمون کے ہونے کے باوجود اور باوصف اس کے کہ بیرئے اپنے ان دشمنون کی آمد سے اس وقت تک بالکل آگاہ نہوئے تھے - جب تک کہ اس جماعت مین اور ان کی قیامگاہ مین سو گز کا تفاوت رہا - تاہم بیس مردون مین سے صرف سات ہی پکڑے گئے اور باقی سب قریب کے جنگل مین حیرت انگیز چستی سے بھاگ گئے - جن لوگون نے اطراف مین بھاگنے کی کوشش کی لیکن سوارون نے انھین روک دیا - وہ اس تیزی سے درختون پر چڑھ گئے کہ کوئی شخص اُن کی برابری کی امید نہین کر سکتا جب گرفتار شدہ جمع کئے گئے - اور اُن کے جھونپڑون کی تلاشی کی اس وقت ایک ہوشیار

اور اگر بھاگنے پر مجبور ہو جائے تو ایسا تیز بھاگتا ہے کہ کوئی پیدل شخص اس تک نہین پہونچ سکتا۔ اگر کسی مقام پر یہ مقیم ہون اور پولس والے بذات خود ان کو بے خبر سمجھکر پکڑنا چاہین تو ممکن نہین۔ کیونکہ انکا محکمۂ جاسوسی وخبر رسانی ایسا مکمل ہوتا ہے۔ کہ جب اہل پولس ان کے مقام پر پہونچتے ہین تو عورتون کے سوا مردون سے کسی کو نہین پاتے ہین۔ کیونکہ پولس کے ارادے سے وہ پہلے سے مطلع ہو جاتے ہین۔

کاشتکارون کی جو تباہی ہبوڑون اور بیریون کے جتھون کے ہاتھون ہوتی ہے۔ اس کا زمیندار موثر طور پر انسداد کر سکتے ہین بدینطور کہ انہین اتنا دق کرین کہ وہ کسی دوسرے حصہ ملک مین چلے جاوین۔ لیکن دوآب وسطی مین اکثر راجپوت زمیندار بیریون کے فرقۂ اناث سے (جو ملیح لیکن بداطوار ہوتی ہین) تعلقات ناجائز رکھتے ہین۔ اس کے معاوضے مین وہ عورتین زمیندارون سے اپنے رشتہ دارون کی حفاظت کراتی ہین۔ اور بیرئیے اس حفاظت کے صلہ مین اس زمیندار کی اناج کی کوٹھیان اُس کی رعیت کے یا بدقسمت پڑوسیون کے کھلیانون کے غلہ سے پُر رکھتے ہین۔

چاہے تھانہ دارون کے پاس ان بدمعاشون کے جتھون کے گرفتار کرنے کے لئے کافی طاقت بھی ہو۔ تاہم یہ ایک بڑا دشوار امر ہے کہ وہ ان کی فرودگاہ پر جاکر انہین بے خبری مین پکڑلین۔ عموماً گرفتار ہونے والے کی سمجھ گرفتار کرنے والے سے تیز اور باصواب ہوا کرتی ہے۔ اور خصوصاً یہ کمبخت تو اس غضب کے لوگ ہوتے ہین۔ کہ ادھر ذرا خطرہ کا کھٹکا ہوا اور غائب۔ ان کی جھونپڑیان جو سرپاٹے گھاس کی بنی ہوئی ہوتی ہین کھلے میدانون مین گنجان جنگلون کے قریب نصب کی جاتی ہین۔ میدان مین اجنبی آدمی کو دیکھتے ہی یہ ہوشیار ہو جاتے ہین۔ اور کتون کی آواز تو ان کے لئے بیکن لائٹ (یعنی دشمن کی آمد سے مطلع کرنے والی روشنی) کا کام دیتی ہے۔ ضلع ایٹہ کے قصبہ نوح کھیڑہ کے قریب دو میل تک پھیلا ہوا ایک بڑا چٹیل میدان ہے۔ جہان موسم بارش مین ہبوڑے اور بیرئیے

مجرمون کا پتہ نہین لگتا ان کو مجرم بنا لیتے ہین۔ لیکن واقعات ثابت کرتے ہین کہ ایسے گانون مین آکر بسنے والے زیادہ تر اپنے ان خصائل ذمیمہ کو چھوڑ دیتے ہین۔ گذشتہ سال ہی سہارنپور کے ایک مشنری صاحب نے اپنے مریدون کے زمرہ مین ضلع مذکور کے جنوبی حصہ کے چند سانسیون کو داخل کرکے خوب لطف اٹھائے۔ امید ہے کہ ہمدردان ملک ان جرائم پیشہ اقوام کی اصلاح کی کوئی معقول تدبیر بتلا کر گورنمنٹ اور اہل ملک دونون کو ممنون کرینگے۔

سید شاہ حسین اثیم امروہوی

قدیم فن عمارت کے دنیا مین پانچ دور

پہلا دور سنہ ۱۵۲۰ قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اور سنہ ۱۲۳۰ قبل مسیح کو ختم ہوتا ہے یہ زمانہ شام۔ بابل۔ کالڈیا کا تاریخی زمانہ ہے اس دور مین مصر کی مشہور عمارتین۔ اور بابل کالڈیا کے عجیب وغریب محل اور باغ تیار ہوئے۔

دوسرا دور سنہ ۱۲۹۰ ق م سے شروع ہوکر سنہ ۵۳۰ ق م کو ختم ہوتا ہے۔ یہی وہ تاریخی سال ہے جبکہ سیرس شاہ ایران نے بابل کو تباہ کیا۔ اور بابل کا دور ختم ہوا۔ یونان۔ ایران۔ چین۔ مین عمارات کا سلسلہ شروع ہوا۔

تیسرا دور سنہ ۵۳۰ ق م سے سنہ ۳۳۳ ق م تک شمار ہوتا ہے۔ فارس کے عروج اور اسکندر کے خروج کا یہی زمانہ ہے۔

چوتھا دور سنہ ۳۳۳ ق م سے سنہ ۳۲۸ عیسوی تک قائم رہا۔ یہ زمانہ یونان اور روم کی ترقی کا تھا۔ روم مین عالیشان قصر تیار ہوئے۔ تمام یونان اور روم مین عمارات کا سلسلہ پھیل گیا۔

پانچوان دور سنہ ۳۲۸ء سے اسلام تک تسلیم کیا گیا ہے۔ جو تمام سلطنتون کے تنزل کا زمانہ تھا۔

ان پانچ دورون کے بعد ایک دور عربون کی ترقی کا زمانہ ہے۔ جس مین فن عمارت نے بے مثل عروج پایا تھا۔

کانسٹبل نے ایک جوان بیرئیے کو جو عورتون کا بھیس بدلکر عورتون کے زمرہ مین شامل ہوگیا تھا پکڑ لیا۔ وجہ شناخت یہ ہوئی کہ اس بیرئیے کی ایک بے خودی کی حرکت سے اُس کے چہرے کا حصۂ زیرین کھل گیا۔ جس کی اس کو تو خبر نہ ہوئی۔ لیکن کانسٹبل نے دیکھ پایا۔

پولس کو بتا مو قع مل جانے پر بھی جب نتیجہ ایسا خراب ہو تو کچھ عجب نہین اگر سال بھر کے گرفتار شدہ جتھون کی تعداد بہت ہی کم ہو۔ ایک اور تصفیہ طلب امر یہ ہے کہ کون سی تدبیرین ہین جن کے ذریعہ سے ان لوگون کی یہ عادتین ترک کرائی جائین؟ ان لوگون کو اصلاح طلب تو آبادی کی صورت مین رکھکر امتحان کیا گیا۔ لیکن بے سود ثابت ہوا۔ جیلخانہ بھی ایسے لوگون پر بہت کم اثر کرتا ہے۔ جو جائز طریقون سے اوقات بسر کرنے کو ذلت کی نگاہ سے دیکھین اور جنھون نے مفت کے مال سے پرورش پانا اپنا اہم فرض بلکہ مقصد حیات سمجھ لیا ہو۔ قید سے رہا ہوتے ہی بیریا فوراً نگرانی کی حد سے باہر ہوجاتا ہے۔ اس کا پتہ تو اسی ضلع کا رہتا ہے جہان وہ گرفتار ہوا تھا۔ لیکن محبس سے نکلتے ہی وہ اُس مقام کے قریب ترین جتھے مین شامل ہو جاتا ہے۔ اور پھر ایک خانہ بدوش مجرم کا جامہ پہن لیتا ہے۔ یہ لوگ نہ تو کسی خاص حصۂ ملک مین اپنی شرارتین محدود رکھتے ہین اور نہ اپنے ان صوبہ جات کو چھوڑ کر دور کے میدانوں میں غارت کا بازار گرم کرتے ہیں۔ اب چند سال سے مذکورہ بالا چارون فرقے صلح پسند عوام کے پہلے کی نسبت بہت خوفناک دشمن ہو گئے ہین اُنھون نے غلہ اور دوسرے پیداوارون کے چرانے کا معمولی جرم ترک کر دیا ہے۔ اور ڈکیتی اور قطاع الطریقی کی چاٹ پر لگ گئے ہین۔ شریر خانہ بدوشون سے بدلکر وہ رہزن اور ڈکیت ہو چلے ہین۔ اب ان کے استیصال کا مسئلہ فوری توجہ کا محتاج ہے۔

یہ بات بھی بتلانا ضروری ہے۔ کہ کچھ ہبورے اور سانسیے کبھی کبھی دوامی طور پر بھی دیہات مین سکونت پذیر ہو جاتے ہین۔ اور اہل پولس ایسے قرب جوار کے جرمون کا جن کے

مدعا کو وہی پہونچتا ہے جو بہادر اور شجاع ہو، اور ایسے زرہ اور بکتر پہنے ہوئے ہو، جو اُسے صدمون سے بچائین، دشمنون کے داؤن سے محفوظ رکھین اور اُس کے لئے ظفرمندی اور کامرانی کا راستہ صاف کردین: پوری شادمانی اسی مین ہے، نہ کہ میدان جنگ سے منہ پھیر کر خائب و نامراد واپس آنے مین۔ اور اس زندگی کے میدان مین ایک عاقل نبرد آزما کا ہتھیار ایسے علم کا جاننا ہے جو اُس کو ہر موقع اور ہر حالت مین نفع پہونچائے، نہ کہ بق بق زق زق اور ذرا سی بات مین تو تو۔ مین مین کرنے، اور اس کے قول کی تائید اور اُس کے کلام کی تردید کرنے مین وقت عزیز کا برباد کردینا۔

ہم سے پہلے اہل مغرب نے یہ حقیقت دریافت کی، اور ایسے علوم کی طرف اپنی توجہ مبذول کی، جو انسان کو دلیر اور بیباک طبیعت کی نوجون کے مقابلے کے لئے آمادہ کرسکین، اور بہتیرے مواقع پر انھون نے اُن پر فتح پائی اور انھین برباد و پامال کیا، سمندرون مین جہازرانی کی، بخار (اسٹیم) کو اپنے قبضے مین کرلیا، بیابان اور ریتیلے میدان بات کی بات مین طے کر ڈالے، معادن سے خزانے نکالے اور اُن کو اپنی بہبودی مین صرف کیا اپنی زندگی کی ہر ایک راہ مین علم کو راہبر قرار دیا، تمام عالم کو لوگون کے سامنے ایک کتاب کی طرح کھول کر رکھدیا، کہ وہ اُسے پڑھین، اُس کے پوشیدہ رموز سے واقف اور اُس کے معانی سمجھنے پر قادر ہون؛ چیچک، ہیضہ، طاعون وغیرہ صعب اور وبائی امراض کی لوٹ مار سے علم کو بچالیا؛ مہلک بیماریون کو جنھون نے بہتیرے زمانون مین لوگون سے مقابلہ کرکے اُن کی گردنین نیچی کردی تھین، نیچا دکھایا اور اُن کی جماعتون کو کم کردیا؛ قحط کے اسباب کا قلع قمع کر ڈالا، پانی کو اُس کے چشمے سے لے جا کر اُن جگہون تک پہنچایا جہان لوگ اُس سے منتفع ہوسکین؛ اور اس طور سے بزرگی اور فضیلت کے فلک ہفتم تک ترقی کر گئے۔ یہ سب کیونکر ہوا؟

السعادۃ والعلم

ترجمہ از عربی

کون سے علوم انسان کی زیادہ شادمانی کا باعث ہوتے ہین ؟

یہی ایک ایسا سوال ہے جو لوگون کو چاہئے کہ ہر زمانے مین اور ہر جگہ کیا کرین۔ اس لئے کہ اس دنیاوی زندگی مین انسان کے لئے شادمانی سے بڑھکر اور کون سا فائدہ ہے جو اُس کو تحصیل علم سے حاصل ہو سکتا ہے ؟ اگر علم ، باوجود اُن زحمتون اور صعوبتون کے ، جو انسان شب و روز اُس کے حاصل کرنے مین برداشت کرتا ہے ، اُس کی راحت و اطمینان اور بہبود و شادمانی کا موجب نہ ہو ؛ تو لوگون کو لازم ہے کہ اُس کو خیرباد کہین اور کبھی اُس کی طرف پھر کر بھی نہ دیکھین ، بلکہ اپنی غایت تک پہنچنے کا کوئی اور راستہ ڈھونڈھ نکالین ۔

جب دنیاوی لذت اور شادمانی کا انحصار جہلا اور مجانین پر ہو ، تو ایسی جہالت کے صدقے جایئے اور ایسے جنون کے قربان ہو جئے ! اگر عالم کے جِدّ و جہد ، زحمتون اور تکلیفون کی برداشت ، شبہائے دراز کی بیداری ، اور اپنی زندگی عسرت اور کلفت کے ساتھ بسر کرنے کا یہی نتیجہ ہو کہ جاہلون کے آرام اور مالدارون کی شادمانی مین زیادتی ہو ؛ تو لوگون کو اس کے سوا کوئی چارہ نہین ، کہ تمام علوم و فنون سے دست بردار ہو کر ابو فراس کے ہمزبان ہو کر یہ شعر پڑھنے لگین ۔

جب ہم دنیا سے چلتے دم پانی کی اک بوند کو ترسے
ابر ترسے جا کر کہدو پھر وہ کبھی دنیا مین برسے

زندگی کی مثال میدان کارزار اور موقع جنگ و پیکار کی سی ہے ؛ اس مین اپنے

سے کیا نفع اور کیا فائدہ ہوگا؟ مین تو بیمار ہون"؛ حتیٰ کہ اگر تم اُس سے کہو۔ کہ "پہلو مین تمھین تخت سلطنت پر بٹھادون؛ تمام تعلق اللہ تمھاری غلامی مین ہوگی، تمھاری بات کا کوئی کاٹنے والا نہ ہوگا، اور نہ کسی کی مجال ہوگی کہ تمھارے کسی حکم پر چون و چرا کر سکے"؛ تو اس کا وہ یہی جواب دیگا، کہ "مجھے چھوڑو بھی؛ مجھے تو اپنے خادم کی حالت پر رشک آتا ہے: دیکھو تو، وہ کیسا ہٹا کٹا چاق چوبند ہے، اور محنت و مشقت کے بعد کس مزے سے نغمے پر نغمے اُڑاتا ہے"۔ یہ ایسی باتین ہین، جنھین ہر ایک مریض محسوس کرتا، اور اُن کو اپنے دل سے زبان پر لاتا ہے۔ پھر ایسی چیزین، جو دنیاوی عیش و آرام کے عمدہ ترین لوازم مین سے شمار کی جاتی ہین، مریض کی نظر مین کیون پوچ اور لچر معلوم ہوتی ہین؟ اس لئے معلوم ہوتی ہین، کہ اُس کا دل ٹھکانے نہین ہے، اُس کے حواس پراگندہ ہین؛ اُس کو صحت کے بغیر کوئی چیز خوش نہین آتی؛ اُس کے نزدیک بادشاہون کے تاجون سے صحت کہین بڑھکر ہے۔

اب اس کے بعد ہمین اس بات کے کہنے کی حاجت نہین ہے، کہ دنیاوی زندگانی مین شادمانی کا عمدہ ترین ذریعہ وہی علوم ہین، جو بدن انسانی کی تقویت مین مدد دین، اور اُس کو اس لایق بنائین، کہ وہ ہجوم کرنے والی بیماریون کے لشکر سے مقابلہ کرے۔ اس خصوص مین جو کچھ مشہور انگلش فلاسفر ہربرٹ سپنسر نے اپنی کتاب "ایجوکیشن" کی اُس فصل مین بیان کیا ہے، جس کا عنوان ہے: "کون سا علم سب علموں سے گران بہا ہے؟" اُس سے بڑھکر اب تک کسی نے نہین لکھا۔

جب کہ اُس فلاسفر کا یہی بیان اُس سوال کا جواب ہے جس کا ذکر مین نے اس رسالے کی ابتدا مین کیا ہے، تو مین سمجھتا ہون کہ اُس کا خلاصہ ناظرین کے لئے اس مادّے مین قول فیصل ہوگا۔ فلاسفر مذکور کا خیال ہے، کہ انسان

اسی علم نافع کی بدولت جس پر آدمی کی زندگانی اور اُس کی شادمانی کا مدار ہے۔ یہ باتین لسانیون اور چرب زبانیون سے حاصل نہین ہوتین، جن مین ہماری عمرین ضائع ہوجائین، ہمارے قوی خراب ہوجائین، اور ہم تیلی کے بیل کی طرح پھرا کر منزل مقصود تک پہونچے بغیر اُسی جگہ آموجود ہون جہان سے پہلے چلے تھے۔

ہم پہلے کہ چکے ہین کہ ارسطو نے انسان کی زندگی مین اُس کی شادمانی کا سب سے بڑا ذریعہ صحت بدن اور اعتدال مزاج کو بتایا ہے؛ یہ ایک ایسی رائے ہے جس پر کسی کو اعتراض نہین ہوسکتا۔ اس بات کو وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کرانے کے لئے، کہ شادمانی صحت جسمانی کے ساتھ مربوط ہے، نہ مال وجاہ کے ساتھ ہمین چاہئے کہ ایک مثال بیان کرین۔ اگر تم کسی مریض کو کہو کہ "چلو ہم تمھین ایسی جگہ لے چلتے ہین، جہان دسترخوان پر ایسے ایسے الوان نعمت چنے ہوئے ہین جو باشاہون کو بھی نصیب نہین" تو وہ یہی کہیگا، کہ "مین تو بیمار ہون؛ مجھے میٹھی چیز بھی کڑوی معلوم ہوتی ہے، مجھے نہ کسی کھانے مین مزہ ملتا ہے نہ کسی شربت مین لذت؛ میری طبیعت ان چیزون مین سے کسی کی طرف بھی راغب نہین"

جب ہو کسی مریض کا ذایقۂ دہن خراب
خاک خوش آئیگی اُسے گرچہ ہو خلد کی شراب

اگر تم اُسے کہو کہ "چلو، سیر گلزار سے جی بہلائین، سبزہ زار کی لہلہاہٹ اور چشمون کی روانی سے آنکھون کو تازگی بخشین، پری جمالون کا نظارہ کرین، اور قدرت کی بہار دیکھین" تو وہ یہی جواب دیگا۔ کہ "بس، مجھے ان باتون سے معاف رکھو، مجھے کوئی چیز نہین بھاتی، اور سیر و تماشا سے میرا دل نہین بہلتا" اور اگر تم اُسے کہو۔ کہ "چلو، مین تمھین دولت وحشمت سے مالا مال کرون، اور زر وجواہر کے ڈھیر کا تمھین مالک بنا دون" تو اُس کے جواب مین وہ یہی کہیگا، کہ "مجھے ان چیزون

ہین؛ اور ان مین علم طبیعیات و کمسٹری و علم حیوانات و نباتات و علم وظائف جسمانی و قانون صحت شامل ہین۔ اس لئے کہ انسان کے لئے ممکن نہین ہے کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت کرے، اور اُس کو اُن بیماریون سے بچائے، جو حیات کو کم کرتی، اور اُس کو شادمانی سے دور رکھتی ہین؛ مگر اُسی صورت مین، کہ وہ علوم سابق الذکر سے واقفیت رکھتا ہو، یا کم از کم اتنا تو ہو کہ وہ سرسری طور پر اُن کے اصول کو جانتا ہو۔ اور یہ بھی ممکن نہین، کہ وہ میدان حیات مین اپنے قدم جمائے رکھے، اور اسباب معیشت کی طرف اپنا ذہن منتقل کرے، اور اُس سے حظ وافر حاصل کرے، مگر ہان، اُس صورت مین، کہ وہ صحیح الجسم اور قوی الجثہ ہو۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے، کہ عقل مدبر کے رہنے کی جگہ جسم صحیح و تندرست کے سوا اور کوئی نہین؛ اور انسان ان طریقون سے، کہ کیونکر بچون کی تربیت کرے، کیونکر انھین بیماریون سے محفوظ رکھے، اور اُن کی نشو و نما اور ترقی مین اُن کی کیونکر مدد کرے، بغیر علوم مذکورہ کے واقف ہو نہین سکتا؛ بلکہ اُن کے بغیر بہت کم ایسے لوگ ہونگے جو زندگانی سے متمتع ہوتے ہون۔

بہتیرے آدمی ایسے ہوتے ہین، جن کی زندگانی پر ابر ظلمت چھایا رہتا ہے، اور اُن کے دلون مین غبار تکدر بھرا رہتا ہے؛ جس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے، کہ اُنھون نے، علوم طب جیسی مبسوط شے سے جاہل مطلق رہنے کی بدولت، اپنی صحت کی حفاظت مین ایک ذرا سی چوک کی تھی زمانے کے شاید ہی کوئی لمحے ایسے گذرتے ہون، جن مین انسان اصول طب مین سے کچھ ایسی چیز حاصل کرتا ہو، جو اُس کی زندگی کی حفاظت کرے، یا اُس کو ایسی لا علاج بیماریون سے بچائے، جو اُس کو تمام زندگی کی لذتون سے محروم کر دیتی ہین، یا اُس کو اُس کی عزیز ترین اولاد یا احباب کی بقائے حیات سے خوش اور متمتع کرے۔ ہماری حالت تو بقول اسپنسر کے

بالطبع زینت اور آراستگی کا دلدادہ ہے، اس لئے کہ وہ مفید اور نفع بخش چیزون کو تو چھوڑ دیتا ہے، اور بیہودہ ملمع کاریون کی طرف جھک پڑتا ہے۔ پس جس طرح ایک وحشی زنگی اپنے جسم کو رنگنے اور مالے اور رپوت کے ہار پہننے اور اس طرح اپنی بدن کی آرایش مین مصروف رہتاہے اور موسم گرما کی گرمی اور سرما کی سردی سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے جسم کو نہین ڈھکتا، اسی طرح ہم، باوجو مہذب اور تعلیم یافتہ ہونے کے، لباسون کے مفید اور کارآمد ہونے کا خیال نہین کرتے، بلکہ اُن کی خوشنمائی، باریکی، اور خوشرنگی پر نظر کرتے ہین، اور اسی طرح اپنی تربیت اور تحصیل علم مین اپنی عمرین مہمل لغو چیزون کے حاصل کرنے مین، جو ہمین اُس قدر فائدہ نہین پہونچاتی ہین جتنا اور چیزین اگر ہم اُن کی طرف توجہ کرتے تو پہنچا سکین، ضایع اور برباد کر دیتے ہین۔ پھر اُس نے لکھا ہے، کہ انسان کو علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوتے وقت لازم ہے۔ کہ وہ اُس ترتیب اور سلسلے کا لحاظ رکھے، جو اُس کی زندگی مین کارآمد ہو گا۔ ۔ اور وہ ترتیب یہ ہے:۔

(۱) وہ علوم، جو زندگی کی حفاظت کرین اور اُس کو بیماریون سے بچائین؛

(۲) وہ علوم، جو زندگی کی حفاظت کرین، اور ساتھ ہی اسباب معیشت کا سامان کرین؛

(۳) وہ علوم، جو بچون کی تربیت اور خبرگیری کے طریقے سکھائین؛

(۴) وہ علوم، جو مرد کو اس لایق بنائین، کہ وہ سوسائیٹی کا ایک کارآمد عضو ہو، اور اُس کی ترقی مین ساعی ہو، اور اُس کو ایسی خوش سلیقگی کے ساتھ ترتیب دے۔ کہ وہ اپنی زندگی شادمانی کے ساتھ بسر کر سکے؛

(۵) وہ علوم، جو انسان کی بہبود و فلاح کو بڑھائین، جس سے وہ اپنی زندگی فراغت کے ساتھ گذار سکے اور اُس سے حظ وافر حاصل کر سکے۔

پس قسم اول و دوم و سوم علوم طبیعی اور اسی قسم کے دوسرے علوم کی محتاج

سے کس قدر وابستہ ہوتی ہے! مہندسین اور صناع لوگون کو کس قدر فائدہ پہنچتے ہین! اور لوگ اُن کی تحقیقات اور کارروائیون کے کس قدر محتاج ہین اور لوگون کو ایسے کلام کی کس قدر کم ضرورت ہے جس سے کلام یعنی قیل و قال کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلے!

ہان! اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ انسان کو علوم ادب کا حاصل کرنا کچھ ضرور نہین، اور وہ علوم دینیہ وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔ نہین! بلکہ اگر آدمی اُن علوم کی طرف جو اُس کی زندگی مین اُسے نفع پہنچائینگے تھوڑی واقفیت حاصل کرے، اور پھر اُن علوم و معارف کی تحصیل پر کلیۃً مصروف ہو جائے، جن کی طرف اُس کی طبیعت کو میلان ہو، تو اس مین اُس کا کیا نقصان ہوگا؟ اب ہم وضاحت اور صراحت کے ساتھ کہتے ہین، کہ انسان کو لازم ہے، کہ تمام علوم پر ایک سرسری نظر ڈالے! لایق و فائق وہی شخص سمجھا جائیگا، جس کو ہر ایک فن مین کچھ نہ کچھ دستگاہ ضرور ہو

محمد یوسف جعفری رنجور
(چیف مولوی بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ)

ایسی ہے، کہ ہم ایک ایسے عالم مین زندگی بسر کرتے ہین، جس کا سارا دارومدار علوم طبیعی پر ہے، جب گھر مین بیٹھے ہوتے ہین، تاکہ ہم وباؤن کے مضرات سے محفوظ رہین، یا جہازون اور ریل گاڑیون پر سوار ہو کر اطراف واکناف عالم کی سیر کرتے پھرتے ہین، بلکہ جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہین، تو اپنے لباسون، خورونوش کی چیزون، خوابگاہون کارخانون، حتی کہ جائے ضرور مین بھی علوم طبیعی کے جلوے کی کوئی نہ کوئی جھلک ضرور پاتے ہین۔

باوجود ان باتون کے ہماری حالت یہ ہے، کہ ہم ان علوم کی طرف مطلق توجہ نہین کرتے، اور اپنے دنون اور برسون کو نکات نحوی یا عبارت مسجع کے حل کرنے، یا ایسے اسرار پر بحث کرنے مین، جن کو ہماری عقل درک نہ کر سکے، اور ایسی حکمت کی باتون پر عقل لڑانے مین، جن کی تحقیق پر ہم قادر نہ ہو سکین، (مثلاً انسان مجبور پیدا کیا گیا ہے، یا آزاد وخود مختار؟) گزار دیتے ہین، کوفت اٹھاتے ہین، لیکن اُس سے زندگی مین رتی برابر فائدہ نہین پاتے، اور آخرکار یہ کہنے لگتے ہین، کہ علم سے رنج وکلفت کے سوا کوئی فائدہ نہین، جو جس قدر دانائی کی باتون سے بے بہرہ ہوگا اُسی قدر وہ رنج وفکر سے بری ہوگا، اور اسی قسم کی دوسری بیہودہ باتین۔

ذرا علماء کی اولاد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو، تو تمھین معلوم ہوگا، کہ اُن مین نوے فیصدی یا تو کمزور، لاغر، اور سست مزاج ہوگئے، اور یا شریر، پاجی، اور جاہل۔ یہ کیون ہوا؟ اس لئے کہ اُن کے والدین نے اُن کی خبر نہ لی، اور یہ نہ سمجھا کہ اُن کی تربیت کا کون سا طریقہ اختیار کرین، حتی کہ ہم لوگ بطور ضرب المثل کے کہنے لگے ہین، کہ "آگ اپنے پیچھے راکھ چھوڑ دیتی ہے"

سبحان اللہ! طبیبون کی زندگی کس شادمانی کے ساتھ بسر ہوتی ہے اور بنی نوع انسان کو اُن سے کس قدر نفع پہونچتا ہے! ہر زمانے مین لوگون کی حاجتین اُن

کسی طرح اون کے ہم عمرون کے ذریعہ معلوم کر لیا جایا کرے کہ اس مین والدین بھی بری الذمہ ہوجاینگے اور یہ بھی اپنے کئے کا پاس و لحاظ رکھکر ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرین گے۔

دوسری بڑی بیماری غلطی یہ ہے کہ خاص کر مسلمانون مین گویا وہ شادی ہی مبارک نہین سمجھی جاتی کہ جس مین فضول رسمون کے لئے دو چار ہزار قرض نہو۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مثل دیگر رسومات کے قرض لینا بھی رسم مین داخل ہوگیا ہے۔ حالانکہ ہمارے پاک مذہب اسلام نے تمام اسلامی دنیا مین ہر امر کے لئے رسوم کے ہی قاعدے مقرر کئے ہین کہ جن کے اصول کفایت شعاری۔ دیانتداری۔ عجز اور انکسار کے مطابق ہین۔ جس سے اہل اسلام کے کسی فرقہ کو بھی انکار نہین ہوسکتا۔ مگر برعکس بعض ناعاقبت اندیش جاہل واجبات سے بھی بڑھکر اس کو ایسا ضروری سمجھتے ہین کہ اگر کچھ پاس نہین ہے تو اپنا مکان سکونت ہی بغیر کسی قسم کی دوراندیشی کے رہن کر دیتے اور سارا روپیہ فضولیات مین اڑا کر گھر پھونک تماشا دیکھنے کے مصداق بنتے ہین۔ اور جو دولتمند اپنے نزدیک بہت غور وخوض سے اس مین کام لیتے ہین وہ بھی قابل تعزیر ہین کیونکہ جب یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ اعلیٰ فرقون کی افراد کے جملہ افعال حسن و قبح کا اثر درجہ بدرجہ متوسط اور ادنے افراد پر پڑتا ہے تو اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دولتمند ہی لوگ کم مایہ اور تھوڑی پونجی والون کی خرابی و بربادی کا باعث ہوتے ہین! جیسا کہ مشہور ہے کہ ”خربزہ کو دیکھکر خربزہ بھی رنگ پکڑتا ہے“ اور ٹھیک بھی ہے۔ کیونکہ ہر رسم کی بنیاد انسان کی اندرونی تحریک کا باعث ہوتی ہے کہ جو اُس کی طبیعت کا نیچرل (قدرتی) خاصہ ہے۔

ہم کو اُن دولتمند گروہ کی پژمردہ حالت پر نہایت افسوس اور رحم

اصلاح معاشرت

حقوق نسوان

نمبر ۲

شادی خانہ آبادی

مذہبی و ملی اصول پر ایک بسیط نظر ڈالنے سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوتی ہے کہ شادی بہت سے برے نتائج کو روکنے والی اور افعال قبیحہ سے باز رکھنے والی چیز ہے جس کے ساتھ خانہ آبادی کا مبارک لفظ بھی صادق آتا ہے۔ اور جو چند روزہ زندگی قابل عیش اور خوش گوار بنانے کے علاوہ سلسلۂ نسل کی صورت مین ایک خاندان کی یادگار نسلاً بعد نسلٍ چھوڑنے کا ذریعہ اور تمدن کا ایک ضروری جزو ہے۔ مگر افسوس کہ شادی کا مسئلہ جیسا کچھ کہ ضروری ہے ویسا ہی عملاً اوس کا مفہوم ایسا اُلٹا سمجھا گیا ہے جس کو اُس کے اصول سے بہت ہی بعد اور دوری ہو گئی ہے۔

سب سے پہلی غلطی یہ ہے کہ زن و شوہر کی رضامندی و پسندیدگی اُن کے والدین اور سرپرستون نے اپنی رائے پر منحصر رکھی ہے۔ جس کا خمیازہ اخیر مین وہ خود اٹھاتے ہین۔ یعنی واقعات پر نظر ڈالنے سے صدہا ایسی مثالین ملتی ہین کہ بلا رضامندی کی شادیون مین آپس کی نااتفاقیون کی بدولت خود ہی لڑکے اور لڑکیان کھلے پردے اپنے والدین کو برا کہتی ہین۔ گو گذشتہ صدی مین یہ رسم ایسی مقبول ہو کہ زن و شو ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت مین پوری ہمدردی کا ثبوت دیتے ہون مگر اب موجودہ زمانے کے لحاظ سے تو اُسی اگلی لکیر کو پیٹے جانا بالکل دور از عقل معلوم ہوتا ہے۔ میری رائے مین اس کی اصلاح اس طرح پر ہونی چاہیے کہ پہلے درپردہ دونون کی رضامندی اور استمزاج

چیز ہوتی ہے جو ہزارون تکلیفین جھیل کر اور ہر طرح کے مصائب برداشت کر کے مختلف کاروبار سلائی وغیرہ کے ذریعہ سے اپنے بے زبان معصوم بچون کو پالتی اور پرورش کرتی ہے۔ کون نہین جانتا کہ یہ کوئی سنئے واقعات نہین بلکہ وہی ہین جو شب و روز ہماری آنکھون کے سامنے پیش آتے رہتے ہین؟ مگر اُس پر بھی ہم کو عبرت نہین ہوتی۔

۶

برین عقل و دانش بباید گریست

چونکہ قدرتی طور پر زمانہ کی رفتار اپنا پورا اثر ڈالتی ہے اس لئے ہر سمجھدار شخص کو اُس کے عمدہ نتائج غور کے ساتھ اخذ کر کے زمانہ کے قدم بقدم چلنا اور اپنی سوسائٹی (برادری) کو اپنا ہم خیال بنانا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اصولاً کافی طور سے تجربہ کی جائے تو ہم کہ سکتے ہین کہ خوش قسمت وہی لوگ ہین۔ جو دہ آخر مین کہلاتے اور اپنے ظاہر مین استمالت پسند بھائی برادر اور عزیزون کے طعن و تشنیع کی مطلق پرواہ نہ کر کے بیجا مصارف سے ہاتھ روکتے ہین اور اپنی پیاری بیویون کے ساتھ زندگی بسر کر کے عملی طور پر شادی خانہ آبادی کی مثال قائم کرتے اور اپنے گھرون کو ان شگفتہ الفاظ کا مصداق بناتے ہین اور باوجود قدرت جائز اخراجات کے دائرے سے قدم باہر نہ رکھ کر اپنی وسیع الخیالی کی بدولت نیک نیتی کے ساتھ قوم کی ترقی و آبادی کا خیال ہمیشہ مد نظر رکھکر اپنی بے ریا و شایستہ اخلاق کی وجہ سے اپنے ملک کی دیسی تجارتون۔ اخبارون۔ رسالون۔ انجمنون اور دیگر قومی ضروریات کی خدمات مین حصہ لے کر اپنی ہمدردی کا ثبوت دیتے ہین۔ ہم اس کے اور تمام مفید نتائج ذکر کرنے کے عوض یہان پر مجملاً صرف اسی قدر کہدینا کافی سمجھتے ہین کہ انسانی و اخلاقی خوشیان ایسے ہی گھرون کی لونڈی غلام کہلاتی ہین۔

ہم کو ایسے لوگون پر سب سے زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ جو تعلیم یافتہ کہلاتے

آتا ہے۔ کہ جو لڑکی کے بعد شادی کے قبل ہی سے اپنی پیاری انجان بیویون پر اودھم
کھائے بیٹھے رہتے ہین اور اصل و سود مین اپنی ساری راحت و آرام کی زندگی کو بے سود اپنے
ہاتھون کھو کر برعکس خانہ بربادی کے مصداق بنتے ہین اور ہر قسم کی بے انتہا
تکلیفین اور ذلتین اُٹھا کر شادی کے بعد کیسی تلخ زندگی اپنے ناموس کے ساتھ کاٹتے
ہین۔ جس کے برے نتائج جو اظہر من الشمس ہو رہے ہین کون نہین جانتا کہ
جب جائداد ین بھی مہاجنون کے نذر ہو چکتی ہین تو آخر مین اساس البیت کی باری
آتی ہے اور اُس کے ساتھ ہی بیچاری نیک بخت بی بی کے زیورون پر اُن کی نظر
دوڑنے لگتی ہے۔ اور یہ آج ایک زیور اُس کے گلے کا اُتار لے گئے۔ کل ہاتھ کا۔
پرسون پیر سے۔ غرض کہ باری باری زیور کی طرف سے بھی اُس کی آس توڑ دی گئی
اور جو کہین اس اثناء مین ستراد کی نوبت پہونچی تو وہی کریلے والی مثل ہو جاتی ہے
کہ ایک تو کڑوا اوپر سے نیم چڑھا۔

اگر خوش قسمتی سے لڑکی بھی امیر گھرانے کی ہے۔ تو اول والدین ہی
اپنی قدرتی محبت کی وجہ سے اُس کی کفالت اور اُن کی دستگیری کرتے ہین۔ دوسرے
اُن کو خود بھی بذات خاص خانہ دامادی کا تمغہ پہننے کے لئے کب فخر نہین ہوتا
بلکہ بس چلے تو اپنی گذشتہ تکلیفون کی مطلق پروا نہ کر کے جس برتن مین کھاتے ہین۔
اُسی مین چھید کرین اور اپنے ساس سسرے پر بھی فاتحہ خیر پڑھنے کو تیار ہو جائین
تاکہ بیچاری مصیبت کی ماری بیوی کی جائداد پر کسی طرح قبضہ پاتے ہی اُس کو بھی
تحس نحس کر دین۔ اور جن کو ایسا موقع ہاتھ آگیا ہے۔ اُنھون نے اُس کو بھی لیپ
پوت کر برابر کر دینے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ اور یہان تک نوبت پہونچی
ہے کہ بال بچون کو چھوڑ کر خانہ بدوش آوارہ و سرگردان دوسرے مقامون مین
مارے مارے اور دریوزہ گری کرتے پھرتے ہین۔ واقعی اُس وقت مان ہی ایک ایسی

انتقاد

انوار الاخلاق

اس کتاب کا یہ دسوان ایڈیشن ہے۔ جو رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور مین عمدہ کاغذ اور عمدہ چھپائی سے مزین ہو کر ہمارے پاس بغرض ریویو پہنچا ہے۔ اگرچہ اس کتاب کی قبولیت اور عمدگی کے لئے اس کے موجودہ ایڈیشن کا نمبر ہی لکھ دینا کافی ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہین کہ اس کے فاضل مصنف کو اس کی ترتیب و تالیف مین جو بے نظیر کامیابی ہوئی ہے۔ اُسے بھی مختصر لفظون مین بیان کر دین۔ اس کے مولف ہمارے مکرم عنایت فرما مولوی نور احمد صاحب نور ماسٹر ایم۔ بی اسکول نجف گڑھ دہلی ہین۔ جن کا نام کانفرس کی رپورٹون مین اور مختلف علمی مجالس مین خاص طور پر دیکھا گیا ہے۔ اور جن کی نامی "اردو خط و کتابت" "وکیل بیوہ" وغیرہ کتابین نظم و نثر کی اب سے پیشتر شائع ہو کر ملک مین قبولیت حاصل کر چکی ہین۔ یہ کتاب دراصل ایک جواب مضمون کی کتاب ہے جس پر پنجاب یونیورسٹی نے ۱۸۸۲ء مین اُنھین طلائی تمغہ عطا کیا تھا۔ اس کتاب مین ابتدائی اردو تعلیم کے لئے مختلف علمی اور زیادہ تر اخلاقی عنوانون پر چھوٹے چھوٹے مضمون نہایت سلاست اور خوبی سے تحریر کئے ہین۔ جس سے مولف کی سب سے بڑی لیاقت یہ ثابت ہوتی ہے کہ اُس نے تالیف کرتے ہوئے کتاب کے حقیقی مخاطبین کی قابلیت کا اندازہ کر کے اُن کی حالت کے مطابق مضامین ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور یہی ایک ایسی بات ہے جس کا موجودہ نصاب تعلیم مین کافی طور پر خیال نہین کیا گیا ہے۔ کسی کتاب کی حسن و خوبی کا اندازہ صرف اُس کے مطالب اور نفس مضمون سے

اور اپنی تمام غلطیون کا الزام بیچاری عورتون کے سر رکھکر الگ ہو جاتے ہین حالانکہ عورتین ہر حالت مین اُن کی محکوم ہوتی ہین۔ ہان اگر گھر کے انتظام خانہ داری کی مہار کسی بڑی بوڑھی بزرگ عورت کے ہاتھ مین ہو تو نہایت نرمی و سنجیدگی سے باد ب پہلے احکام الٰہی سے جن کے تمام اصول کفایت شعاری پر مبنی ہین آگاہ کرین۔ اُس کے بعد اپنے ہی خاندان کے گھرون کے تمثیلی واقعات ذکر اور پیش کر کے سمجھائین اور ایسے فضولیات سے جو آیندہ زندگی تکلیف سے بسر کرنے کا اندیشہ ہو روکنے کی کوشش کرین۔ ورنہ کسی طرح بھی مرد اس الزامِ عظیم سے بری نہین ہو سکتے ہین۔ عورتون کے سر کھیلنا یہ سب اُن کا اپنا قصور ہے۔

سید محمد سعید بلگرامی

ایک نہایت ضروری اطلاع

چونکہ کچھ عرصہ سے ایڈیٹر لسان الصدق مولوی ابو الکلام آزاد دہلوی بمبئی مین مقیم ہین۔ اور غالباً ایک عرصہ تک مقیم رہین گے۔ لہذا آیندہ سے وہ خطوط جو رسالہ کے مضامین یا کسی اور ایسے مطالب سے متعلق ہوں۔ جن کا تعلق خاص ایڈیٹر سے ہے اور نیز تمام مضامین ذیل کے پتہ سے براہ راست ایڈیٹر کے نام بھیجے جائین۔ مگر درخواست خریداری اور ارسال زر بدستور منیجر دفتر لسان الصدق تا چندت سٹریٹ ۱۶ کلکتہ کے پتہ سے کرنا چاہیے کیونکہ مقام اشاعت بطور سابق کلکتہ ہے۔

ایڈیٹران اخبار و رسائل

کی خدمت مین بھی التماس ہے کہ آیندہ سے وہ مبادلہ کے اخبار و رسائل بمبئی کے پتہ سے روانہ فرمائین۔ کیونکہ ایڈیٹر کا قیام ایک عرصہ تک بمبئی ہی مین رہے گا (بمبئی۔ پوسٹ آفس بھائیکلہ۔ بلاسس روڈ نمبر ۱۲)

منیجر

کرتے ہین اور تعلیم کے لئے سب سے بہتر قرار دیتے ہین - دیباچہ مین حضور ملکہ معظمہ آن جہانی کی چٹھی کا ترجمہ اس کتاب کی عمدگی کا بہترین سارٹیفکٹ ہے -

مسٹر امیر علی لکھتے ہین "افسوس! مجکو یونیورسٹی کے بورڈ آف اسٹڈی سے کوئی تعلق نہین ورنہ اس کتاب کے داخل تعلیم کرانے کی کوشش کرتا -"

خان بہادر مولوی ذکاء اللہ جیسے سررشتہ تعلیم کے تجربہ کار تحریر کرتے ہین - "اس کتاب مین مضامین خالص اردو زبان مین لکھے ہین - جن سے طلبا کو چاہیئے مستفیض ہون -"

شمس العلماء مولنا الطاف حسین حالی اپنی تقریظ مین تحریر فرماتے ہین "مصنف کے طرز بیان سے جو ملک کی خیرخواہی اور طالب علمون کی ہمدردی کا جوش ظاہر ہوتا ہے وہ ہر وطن دوست کو ان مضمونون کے اول سے آخر تک دیکھنے اور پڑھنے پر مجبور کرتا ہے - ..... ضمناً ان مضامین سے وہ بکار آمد ہدایتین اور نصیحتین بھی حاصل ہوتی ہین - جن کی اس زمانے مین نہایت ضرورت ہے ..... مصنف نے ہر ایک مضمون کے متعلق وہ باتین لکھی ہین - جو سکول کلاسون کی استعداد اور سمجھ کے لائق اور ان کی حالت کے مناسب ہین -"

مولوی محمد یوسف صاحب جعفری چیف مولوی بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ اپنی چٹھی مین لکھتے ہین - "مین اس کتاب کو از اول تا آخر پڑھ گیا اور اس کے مطالعے سے بے انتہا حظ اٹھایا - الحق مین نے آج تک ایسی عمدہ کتاب اس قدر دلچسپ نہین دیکھی - میری رائے مین یہ ہائر اسٹنڈرڈ مین داخل ہونے کی پوری مستحق ہے -"

لیکن افسوس ہے کہ باوجودیکہ انٹرنس ورلاہور نے بھی بورڈ آف اگزامنرس کے لئے

نہین ہو سکتا۔ بلکہ اس کی عمدگی مین طرز بیان اور خوبی بیان کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ انوار الاخلاق اردو کی اُن کتابون مین شامل ہونے کا پورا استحقاق رکھتی ہے۔ جن مین مطالب کی عمدگی کے ساتھ طرز بیان کی خوبیان بھی جمع ہو گئی ہین۔ سبجکٹ عموماً ایسے ہین۔ جن کی وسعت بیان کے مختلف پہلو لئے ہوئے ہے۔ اور اس کے پہلو خاص خاص جماعت اور مخصوص قابلیت سے تعلق رکھتے ہین۔ مگر اس کتاب مین ان کے وہی پہلو زیادہ صاف کر کے بتلائے گئے ہین۔ جنھین کتاب کے حقیقی ناظرین سے نسبت ہے۔ اور فی الحقیقت یہی بات اس کتاب کے اصلی محاسن مین شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ اخلاقی مضامین کے علاوہ چند تاریخی اور علمی سبجکٹ بھی اس کتاب مین نظر آتے ہین مثلاً "چھاپہ" "روشنی" "ریل گاڑی" "صنعت و حرفت" مگر ان سبجکٹون مین بھی طرز بیان پر عنوان کی اہمیت کا اثر نہین ڈالا گیا اور اسی صفائی اور آسان عبارت مین مضامین نظر آتے ہین۔ جس صفائی اور آسان عبارت مین "صحت" اور "ہمدردی" پر مضامین تحریر کئے ہین۔ اس مین کوئی شک نہین کہ پرائمری اور مڈل کلاس کے لئے اس کتاب سے بہتر ہم کو کوئی کتاب اردو مین نظر نہین آتی۔ اور صرف یہ ہماری ہی رائے نہین ہے۔ بلکہ ہندوستان کے نامور مصنف اور سررشتہ تعلیم کے تجربہ کار اصحاب نے بھی اس سے زیادہ تعریف کے ساتھ یہی رائے دی ہے۔ جن کی تقریظین اور خطوط کتاب کے ابتدائی اوراق مین جمع کئے گئے ہین۔

ان خطوط اور تقاریظ مین۔ سر سید مرحوم۔ مسٹر امیر علی۔ شمس العلما مولانا حالی۔ خان بہادر مولوی ذکاء اللہ۔ مولوی سید احمد مصنف فرہنگ آصفیہ جیسے نامور حضرات کے سوا سررشتہ تعلیم کے مشہور افسر۔ کالجون کے پروفیسر۔ اردو۔ انگریزی اخبارات کے قابل ایڈیٹر متفق لفظون مین اس کتاب کی عمدگی کا اعتراف

ارشادات القرآن

یہ کتاب قرآن مجید کے مقدس مضامین کا اردو مین ایک مرتب مجموعہ ہے جسے جناب مولوی فتح محمد خان صاحب جالندھری نے دو حصون مین تقسیم کر کے شایع کیا ہے۔ پہلے حصہ مین قرآن مجید کے احکامات کے متعلق اوامر و نہیات جمع کئے ہین۔ اور دوسرے حصہ مین وہ وہ حکایتین اور انبیاء سلف کے واقعات ترتیب دئے ہین جو قرآن مجید مین مختلف مقامات پر تنبیہ و تفہیم کی غرض سے بیان کئے گئے ہین۔ اس کتاب کی تعریف و توصیف مین ایک مسلمان کے لئے تو اس کا نام ہی لے دینا کافی ہے۔ کیونکہ اس کتاب مین وہ ارشادات الہامی جمع کئے گئے ہین۔ جو ہماری دینی اور دنیوی اصلاح و فلاح کے لئے ایک مکمل دستور العمل اور ایک جامع ضروریات ہے۔ ترجمہ کے لحاظ سے اگر اس کتاب کو دیکھا جائے تو درحقیقت نہایت تعریف کی مستحق ہے۔ بالخصوص اس کا دوسرا حصہ "نفائس القصص والحکایات" جس مین اکثر قصون کو اس خوبی سے ترجمہ کیا ہے۔ کہ ترجمہ کے حدود سے باہر بھی نظر نہین آتے۔ اور بیان کی خوبی بھی ہاتھ سے نہین گئی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم اور نمرود کا قصہ اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

> ایک بار حضرت ابراہیم اور ایک کافر بادشاہ میں جس کا نام نمرود تھا اور جو خدا اور اُس کی قدرتون کا منکر تھا بڑے مزے کی بحث ہوئی۔ ابراہیم نے کہا۔ خدا تو وہ ہے جو لوگوں کو جلاتا اور مارتا ہے۔ اس نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں بھی جلا سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے دو شخص بلوائے۔ جن میں سے ایک بے گناہ تھا۔ اور دوسرا مجرم مرتکب قتل اس نے پہلے کو تو مروا دیا۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے دل میں

باغ و بہار کی جگہ پر اس کتاب کا ہونا سب سے بہتر قرار دیا تھا۔ لیکن اس پر کمیٹی منتظمہ تعلیم نے کچھ توجہ نہین کی اور بجائے اس کتاب کے واقعات ہند داخل کی اور پھر اُسے بدل کر وہی پرانی باغ و بہار جاری کی۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا باغ و بہار جیسی پرانی زبان کی کتاب مین کیا خوبی دیکھی گئی کہ پھر دوبارہ اُس کو کورس قرار دیا؟ ہمین امید ہے کہ اب بورڈ اس کتاب پر کافی توجہ کرکے اس کو داخل کرے گا ایسی حالت مین کہ اس کی عمدگی اور خوبی کو ملک نے تسلیم کر لیا ہے۔

اپریل ۱۹۰۱ء مین اس کتاب کو ٹیکسٹ بک کمیٹی بانکی پور نے بہار سرکل کے مدارس مین مڈل کے تیسرے کلاس کے لئے منتخب کیا تھا۔ لیکن ہمین سخت تعجب ہے کہ آج تک یہ کتاب تعلیم مین داخل نہین کی گئی۔ مصنف نے اس معاملہ کی تفتیش کے لئے درجنون خط لکھ ڈالے۔ مگر آج تک یہ راز نہین کھلا کہ باوجود کمیٹی کے داخل کرنے کے کیون نہین اس کی تعلیم شروع ہوتی۔؟

صاحب ڈائرکٹر بنگال کے ارشاد سے اضلاع بہار کے ڈپٹی کمشنرون کو بھی اس کی اطلاع دی گئی۔ مگر کوئی نتیجہ نہین نکلا۔ ہمین امید ہے کہ صاحب ڈائرکٹر بنگال اس معاملے مین توجہ فرما کر تحقیق کرین گے۔ کہ کیا وجہ ہے۔ جو اب تک اس کی تعلیم شروع نہین کی گئی۔ اس مفید کتاب کی جہان تک اشاعت ہو۔ اور جس قدر مدارس اپنے یہان کے کورسون مین اس کو داخل کرین۔ اس قدر ہمین مسرت اور خوشی ہوگی۔ ہماری اس مسرت مین ہندوستان کے نامی گرامی افاضل بھی شامل ہین۔ جو اس کتاب کو تعلیم کے لئے ایک اخلاقی ذریعہ تربیت۔ اور ترقی معلومات کے لئے بہترین کتاب تسلیم کرتے ہین۔ اس کتاب کی قیمت صرف ۱۰ ار رکھی گئی ہے۔ اور ہم اس کے مطالعہ کی ناظرین سے سفارش کرتے ہین۔ مصنف ممدوح الصدر سے درخواست کرنے پر مل سکتی ہے۔

بیان ہوئے ہین۔ انھین اسی طریقہ سے مختلف مقامات پر درج کر دیا ہے۔ اس سے بہتر یہ تھا کہ آدم علیہ السلام وغیرہ کے متعلق تمام آیتین جمع کر کے ایک ہی مقام پر درج کر دی جاتین۔ ہان یہ بات ضروری نہ تھی کہ ان واقعات مین تاریخی لحاظ سے کوئی سلسلہ پیدا کیا جاتا۔ کیونکہ یہ کام ایک مبسوط تفسیر کا ہے۔ صرف اس قدر انتظام مفید تھا۔ کہ واقعات مختلف مقامات سے چُن کر ایک مقام پر اکٹھے کر دئے جاتے۔ ہمین امید ہے کہ اگر ہماری رائے وقعت کے قابل ثابت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن مین اس کا خیال رکھا جائے گا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اگر اس خفیف نقص کو چھوڑ کر کتاب کی اور خوبیون پر توجہ کی جائے تو اس کے ضروری اور مفید ہونے مین کلام نہین ہو سکتا۔ ایک معمولی اردو سمجھنے والا بھی قرآن شریف کے احکام اور عبرت آمیز نصائح سے اس کتاب کی بدولت مستفیض ہو سکتا ہے۔ ہماری رائے مین اس کتاب کو مسلمانون کا مذہبی کورس مین شامل ہونا۔ اس قدر ضروری اور عمدہ نتائج پیدا کرنے والا ہے کہ جس سے کوئی مسلمان انکار نہین کر سکتا۔ قیمت بھی بہت واجبی رکھی ہے۔ یعنی پہلے حصہ کی ۸ر اور دوسرے حصہ کی ۶/ ر۔ لکھائی اور چھپائی نہایت صاف اور تقطیع بہت خوشنما ہے۔ شایقین۔ شہر جالندھر کوٹ اچھی کے پتہ سے خود مولف سے طلب فرمائین۔

ارکان الاسلام

اردو زبان مین ایک ایسی مذہبی تصنیف کی سخت ضرورت تھی۔ جو بچون کی تعلیم کے لئے موجودہ زمانے کی ضرورتون کے مطابق لکھی جائے۔ اس اشد ضرورت کو ہمارے مکرم دوست منشی سراج الدین احمد خان صاحب ایڈیٹر اخبار "زمیندار" لاہور نے "ارکان الاسلام" لکھ کر پورا کیا۔ اس کتاب مین جیسا کہ نام سے ظاہر

کہا عجیب نادان اور کوتہ فہم ہے کہ جلانے او۔ مارنے کے معنی بھی نہین سمجھتا
تو انھون نے کہا کہ خدا آفتاب کو تو مشرق سے نکالتا ہے۔ آپ اوس کو حکم دین
کہ مغرب سے نکلے۔ یہ سنکر کافر ہکابکا اور لاجواب ہو گیا۔

بعض لوگون کی یہ راے ہے اور ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ کہ کسی الہامی کتاب کا صرف ترجمہ بلا اصل کے شایع کرنا وہی خرابیان پیدا کرتا ہے جن کا کتب مقدسہ کو سامنا ہو چکا ہے۔ مگر ہماری رائے مین قرآن شریف کو اس کلیہ سے کسی قدر مستثنیٰ کرنا چاہئے۔ اس وقت دنیا مین ہزارون سے گذر کر لاکھون کی تعداد تک قرآن کے اصل نسخے موجود ہین۔ جن کے ضایع ہونے کا احتمال نہین ہو سکتا۔ حفظ قرآن کے طریقہ نے قرآن کو تحریری صحت سے مستغنی کر دیا ہے۔ ایسی حالت مین اگر عام تفہیم کی غرض سے۔ اور سہولت بیان کے خیال سے صرف اردو مین ارشادات قرآنی شایع کئے جائین۔ تو اُن اسباب کے پیدا ہونے کا ہرگز خیال نہین ہو سکتا۔ جو سابقہ کتب آسمانی کے اعتبار مین خلل انداز ہو چکے ہین۔ لیکن اس کتاب کی ترتیب کے متعلق یہ بات ہماری سمجھ مین نہین آتی۔ کہ مطالب کی ترتیب مین سورتون کی ترتیب کو کیون قائم رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کتاب کی اشاعت اصلی غرض مطالب قرآنی کے سمجھنے مین سہولت پیدا کرنی ہے۔ اگر مختلف احکامات کے خاص خاص سبجکٹ مقرر کر کے مطالب کو منتظم طریقہ سے مرتب کیا جاتا۔ تو بیشک ارشادات قرآنی کے سمجھنے مین ایک اردو خوان شخص کو آسانی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ایک کتاب "جواہر حمدیہ" کے نام سے اس سے بہت پیشتر اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شایع ہو چکی ہے جس مین احکامات قرآنی کو خاص خاص عنوانون سے مرتب کیا ہے۔ اسی طرح دوسرے حصہ مین بالکل بے ترتیبی سے کام لیا گیا ہے۔

ایک ہی شخص کے متعلق جو واقعات قرآن مجید مین مختلف مقامات مین حسب ضرورت

ہم اور ہمارے ہمعصر

مسٹر ظفر علی خان صاحب بی۔ اے کی کوششون سے دکن ریویو روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ مضامین کے لحاظ سے نہایت اعلی چھپائی لکھائی قابل تعریف۔ ضخامت مناسب۔ تصاویر نہایت خوب۔ غرض ہر حیثیت سے قابل تعریف ہے۔

دکن ریویو کا "محرم نمبر" ایک خاص لحاظ سے قابل توجہ ہے۔ یہ نمبر اُس مہینے سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ ہندوستان کے مختلف صوبون بلکہ شہرون مین قسم قسم کی بدعتین نظر آتی ہین۔ اسی مناسبت سے اس نمبر مین ایک قابل قدر مضمون ایڈیٹر کے زور قلم کا نتیجہ شایع ہوا ہے جس مین بالخصوص حیدرآباد کا محرم دکھلا کر اس پر معقول بحث کی ہے۔ اور مسلمانون کو غیرت دلائی ہے۔ کہ ان افعال سے غیر اقوام اسلام کے متعلق جو رائے قائم کرتے ہین ان کا الزام تمہاری انھین بدتمیزیون پر ہے۔

مدت ہوئی ہم نے بھی ایک اسی قسم کا مضمون لکھکر مسلمانون کی اصلاح پسند طبیعت کا اندازہ کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ ایسی صلاحیت پیدا نہین ہوئی کہ ان اصلاحون پر عمل کیا جائے۔

ہم کو اور ہمارے قابل دوست ایڈیٹر دکن ریویو کو ابھی کچھ دن اور انتظار کرنا چاہئے۔ جب کہ تعلیم کی روشنی ان توہمات کی تاریکیوں کو د ور کر دے گی۔

مئی کا دکن "ریویو" اپنی معمولی ضخامت سے کچھ زائد صفحات پر شایع ہوا ہے۔ جس مین سب سے زیادہ قابل توجہ ہمارے مخدوم مولنا شبلی کا مضمون ہے۔ جو احیاے علوم عربیہ کے متعلق ایک مدت سے گذاری ہوئی تحریر کے جواب مین لکھی گئی ہے۔ اخبار بین ناظرین مین سے شاید ہی کوئی اُس طول طویل بحث سے واقف نہو جو "مسٹر ماریسن" کی جدید اسکیم کے متعلق علیگڈھ انسٹیٹوٹ گزٹ سے نکلکر ہندوستان کے تمام اردو اخبارون مین پھیل گئی تھی۔ اور جس کا خاتمہ حال مین نواب لفٹنٹ گورنر کی ملاقات پر ہوا ہے۔ ایک تحریر اسی بحث کے متعلق علیگڈھ منتھلی مین شایع ہوئی تھی جس مین علوم عربیہ کے متعلق نہایت دریدہ دہنی کے ساتھ ایک زبان دراز نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ عربی زبان مین علوم وفنون

ہے اسلام کے ضروری ارکان اور اسلام کے اہم معتقدات کو صاف و سلیس اردو زبان
مین بیان کرکے اُن کو چھوٹے چھوٹے سبقون مین تقسیم کر دیا ہے۔ نقلی احکام کا عقلی
دلائل کے ساتھ ابتدائی کورس کے لئے لکھنا کچھ آسان نہین ہے۔ مگر ہم نہایت مسرت
سے اس امر کا اعتراف کرتے ہین کہ منشی صاحب کو اس طرز مین عمدہ کامیابی ہوئی ہے۔
ارکان اسلامی کے بیان مین بعض ضروری مسائل فروعات بھی درج کر دئے ہین۔ جو
مسلمان بچون کی معلومات کے لئے ازحد مفید ہین۔ قرآن مجید اور داعی اسلام کے
متعلق یورپ مین مصنفون کے اقوال اور صحابہ کرام کے اخلاق و اوصاف لکھکر کتاب کو
ابتدائی مذہبی تعلیم کا ایک مکمل کورس بنا دیا ہے۔ جس کے پڑھنے سے مسلمان بچون کو اپنے
مذہب کی خوبیان، اور مخالفین کا اعتراف محاسن، اپنے بزرگ اسلاف کی عظمت کا پختہ
خیال پیدا ہو جائے۔ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کتاب قابل تعریف ہے۔ اور
۸ر قیمت پر مصنف ممدوح سے مل سکتی ہے۔

معلم النسوان

خان بہادر میرزا شجاعت علی صاحب کا یہ وہ لکچر ہے۔ جو اُنھون نے گزشتہ تعلیمی کانفرس
مین بمقام بمبئی۔ اصلاح نسوان کے اہم مسئلہ پر دیا تھا۔ اس لکچر مین عورتون کی تعلیم۔ ان کی
تربیت۔ اور فرائض پر نہایت عمدہ خیالات جمع کئے گئے ہین جس سے مرزا صاحب
موصوف کی اعلیٰ درجہ کی روشن خیالی اور ضروریات قومی کا احساس ثابت ہوتا
ہے۔ غالباً خود صاحب موصوف سے کلکتہ کے پتہ پر یہ لکچر مل سکتا ہے۔

آتا تھا۔ اور اس لئے ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ پچھلے دنوں مولوی سید اکبر علی صاحب بی۔ اے سابق ایڈیٹر "ادیب" کا ایک خط ہمارے پاس آیا تھا۔ جس مین انھون نے ایک اردو انسائیکلوپیڈیا کے مرتب ہونے کی اطلاع دی تھی اور کچھ سبجکٹ کے لئے اصرار کیا تھا۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ ابھی تک اس کی ترتیب کی کوئی معقول صورت نہین ہوئی ہے۔ فی الحقیقت اردو مین انسائیکلوپیڈیا کی اشد ضرورت ہے۔ اور انجمن ترقی اردو کو ضرور اس پر توجہ کرنی چاہئے۔ اس کی ترتیب کے متعلق ایک اور آسان تجویز ہے جو آیندہ پیش کی جائے گی۔

شمس العلما مولانا الطاف حسین حالی

ہمیں نہایت مسرت سے فہرست خطابات سالگرہ مین مولانا حالی کا اسم گرامی شمس العلما کے خطاب سے مخاطب دیکھا ہے۔ جن کی قومی اور علمی خدمات کے استحقاق اور گورنمنٹ کے سکوت کو نہایت ناگواری کے ساتھ ایک عرصہ سے دیکھا جاتا تھا اور جس کی تلافی کے لئے پچھلے دنون ہمارے محترم دوست مولوی سید ممتاز علی صاحب نے "قومی اعزاز" کی تجویز پیش کی تھی اگرچہ مولانا کی مسلم علمی خدمات کسی خطاب کی محتاج نہیں ہین ان کی لٹریری قابلیت کو ملک نے تسلیم کیا ہے گورنمنٹ کی علمی قدر دانی سے یہ بات بہت بعید سمجھی جاتی تھی۔ کہ مولانا کو آج تک کسی علمی امتیاز سے ممتاز نہین کیا گیا تھا۔ لیکن ہم نہایت مسرت سے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ اس نے قدر شناسی کا حق ادا کر دیا۔ ہمارے محترم دوست جناب مولوی یوسف جعفری رنجور نے اس عطائے خطاب کی ایک تاریخ لکھی ہے۔ جس کو ہم ذیل مین درج کرتے ہین۔

درجامۂ خویش چون نگنجم　　از مژدۂ نیک و فرحت آثار
شمس العلما شدست حالی　　حالی کو ہست قوم را یار
ہرچند بجانکرد کوشش　　لاکن قدرش شناخت سرکار
از راہ وفور قدر دانی　　این تحفہ خطاب کرد ایثار
رنجور بگفت از سر وجد　　صد شکر رسید حق بحقدار

۱۳۲۲ھ

کے کسی عمدہ ذخیرہ کا ہونا بالکل بعید از قیاس ہے - اور تیسرے کہ "ہمین اس رائے سے قطعی اختلاف ہے کہ عربی مین ایسے علوم موجود ہین - جن کی تعلیم ہمارے دماغون مین روشنی - دلون مین صفائی - خیالات مین پاکیزگی - ارادون مین بلندی - طبیعتون مین استقلال پیدا کردیگی -

پہلا دعوی جس قدر لغو اور بے دلیل ہے - وہ صرف اس سے ظاہر ہے کہ آج یورپ کے مستند فلاسفر اور مشہور مصنف عربی زبان کی خوش بیانی کے قائل ہین - عربی کا فلسفہ - عربی کا علم اخلاق - عربی کی شاعری - مدتون یورپ کے مدرسون مین مغربی دنیا کا کورس رہی ہے - اس دعوی کے لئے اگرچہ کسی تفصیل کی ضرورت نہ تھی - مگر مولانا نے اس کا مفصل جواب لکھکر اس مین دعوی کو اور مدلل کردیا ہے - رہا ریڈیکل صاحب کا دوسرا دعوی "کہ عربی علوم سے روشن دماغی خیالات کی بلندی - وغیرہ نہین حاصل ہو سکتی ہے - تو اس کا غلط ہونا بھی ظاہر ہے - آخر اُن لوگون نے کس زبان کی تعلیم پائی تھی؟ اور کون سے علوم پڑھے تھے جو خیالات بلند - دماغ روشن - دل صاف - طبیعت مستقل رکھتے تھے - اور جنھون نے عرب کی خاک سے پیدا ہو کر آج یورپ کو اپنا مداح بنایا ہے؟ لیکن ریڈیکل صاحب اگر اس دعوے کو ان لفظون مین بیان کرتے - کہ "جو مشرقی علوم ہمین آج پڑھائے جاتے ہین اور جن کی طرف ہمین بلایا جاتا ہے - ان سے نہ ہمارے دماغ روشن ہو سکتے ہین - نہ خیالات مین بلندی اور آزادی آسکتی ہے - اور نہ طبیعت مین استقلال پیدا ہوسکتا ہے" تو یہ قول ان کا بالکل ٹھیک اور اصلیت کے موافق ہوتا - نہ صرف ریڈیکل صاحب کا قول ہوتا - بلکہ مرحوم سرسید بھی ان کے ہمزبان نظر آتے

---

۱۵ - مئی کی تائید واشاعت مین ہمارے فاضل دوست ایڈیٹر صاحب نے "اردو انسائیکلوپیڈیا" کی تجویز پیش کی ہے - یہ وہ ضروری تجویز ہے - جو ایک عرصہ سے ہمارے دماغ مین موجود ہے - مگر اردو کا مذاق اور اردو ... مین کا عام میلان اس تجویز کا مخالف نظر

موت عنقریب سب کو ایک ہی ساتھ آنے والی ہے۔ یہ بات ہر وقت ذہن نشین رکھو، اور ہر شخص کے ساتھ مدارات سے پیش آؤ، جیسا کہ ایک شریف شخص کی شان کے لائق ہے۔ حتی الامکان ہرگز کسی شخص کو ناراضی بلکہ افسردگی کی حالت مین بھی چھوڑ کر نہ چلے جایا کرو۔ یاد رکھو کہ ایک ادنی سی مفارقت بھی ممکن ہے کہ دائمی مفارقت ہو جائے۔

بعض الفاظ نور دھوپ کی طرح چمکدار ہوتے ہین، اور بعض تیز، خاردار اور زہر مار کی خاصیت رکھتے ہین۔ جب سخت الفاظ کی ایسی سخت کاٹ ہوتی ہے، تو خیال کرنے کی بات ہے کہ نرم اور شیرین الفاظ کس قدر فرحت بخش اور دل خوش کن ہونگے!

جیسا کہ جارج ہربرٹ کا قول ہے کہ اچھے الفاظ "کم خرچ بالا نشین" ہوتے ہین۔ اس لیے کہ

بہت سے تیر تیر افگن جو یونہین چھوڑ دیتے ہین
وہ لاعلمی سے بے جرمون کی اکثر جان لیتے ہین
یونہین وہ لفظ جو بے سوچے سمجھے بولے جاتے ہین
دل زخمی پہ مرہم رکھتے یا چرکے لگاتے ہین

یہ بات بھی نہین ہے کہ ہمیشہ بولنے ہی کی ضرورت ہو۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ جب پطرس نے حضرت مسیحؑ پر ایمان لانے سے انکار کیا، تو حضرت عیسیٰؑ نے پطرس پر نظر ڈالی"۔ بس وہ ملامت آمیز حسرتناک نظر اپنا کام کر گئی۔ پطرس چلا گیا اور زار و قطار رونے لگا۔

جب یہ بات صحیح ہے کہ ایک نظر دل کو سخت صدمہ پہنچا سکتی ہے، تو ایک نگاہ کرم بھی، دل پر یہان تک اثر کر سکتی ہے کہ وہ مارے خوشی کے تھمی تھمی ناچنے لگے۔ بہت دنون کی مفارقت کے بعد ہمارا دل دوست کی اُن آؤ بھگت کی باتون کو خیال کر کے، جنھین ہم کسی طرح فراموش نہین کر سکتے، کس قدر پیچ و تاب کھانے لگتا ہے! پس ضروری ہے کہ صبح کے وقت کی ملاقات کا ایک تلطف آمیز تبسم تاریک سے تاریک دن کو روشن کر دے سکتا ہے۔

دلچسپ معلومات

فزکس کے متعلق

پانی قدرت الہی کا عجیب نمونہ ہے

آگ اور پانی کی دشمنی دنیا جہان جانتی ہے۔ لیکن پانی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ اس کی پیدائش آگ سے ہوتی ہے۔ یا صاف لفظوں میں "آگ نے پانی کو پیدا کیا ہے" ظاہر میں دیکھو تو پانی کے چار چھینٹے پڑے اور آگ بجھ گئی۔ دونوں میں ایسی دشمنی نظر آتی ہے۔ مگر دراصل پانی آگ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ پانی دو عنصروں سے مرکب ہے۔ آکسیجن۔ اور ہائیڈروجن۔ جب یہ دونوں عنصر ایک اور آٹھ کے تسویہ سے ملتے ہیں تو ایک تیسری چیز پانی پیدا ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو! آگ کا اصلی عنصر آکسیجن ہے۔ اور ہائیڈروجن بھی آتش صفت ہے۔ جب دونوں چیزیں ملتی ہیں تو وہ چیز بنتی ہے۔ جو ان کی سخت دشمن ہے۔ اور تباہ کرنے والی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آگ ہی سے پانی پیدا ہوتا ہے۔

تاریخ کے متعلق

دنیا میں ریل کب سے جاری ہوئی

۱۸۲۵ء	انگلینڈ	۱۸۲۸ء	فرانس	۱۸۲۸ء	امریکہ	۱۸۳۰ء	روس
۱۸۳۵ء	جرمن	۱۸۴۸ء	اسپین	۱۸۶۰ء	ٹرکی	۱۸۵۳ء	انڈیا

انگلینڈ، فرانس، امریکہ میں ایک ہی سنہ میں ریل جاری ہوئی مگر ایک ایک ماہ کا فرق ہے۔ انگلینڈ میں ستمبر کو فرانس میں اکتوبر کو امریکہ میں ڈسمبر کو جاری ہوئی۔

آتش فشاں پہاڑ

دنیا میں اس وقت کل ۲۷۰ آتش فشاں پہاڑ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۲۴	ایشیا	۲۰	افریقہ	۱۰۹	جاوا	۸۰	امریکہ
		۶۳	نیوزیلینڈ				

ان پہاڑوں میں سے (۲۷۰) پہاڑ ایسے ہیں جن سے "لاوا" مادہ جاری ہے۔ ایک جیالوجسٹ کی تحقیق ہے کہ یہی مادہ زمین سے نکل کر جمع ہونے سے پہاڑ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

مطبع ہادی پریس واقع کلکتہ ہیریسن روڈ نمبر ۱۴۱ میں چھپا

عورتون مین سے دوست کا عمدہ انتخاب کرنا بھی کچھ کم ضروری امر نہین ہی۔ حضرت سلیمانؑ کے زمانے سے اب تک ان معشوقون کی بدولت بہتیرے دانا اور عاقل شخص تباہ و برباد ہو گئے ہین۔

پھنسے زلفِ بتان مین وہ بھی رنجور
جو دنیا مین بہت عاقل تھے مشہور

لیلی کا قول ہی کہ "دوستی انسانی زندگانی کا زیور ہی"۔ جس شخص کا کوئی دوست نہ ہو وہ بہت کچھ رحم کے قابل ہی، خاصکر اِس لئے کہ یہ غالباً خود اُسی کا قصور ہی۔

اُس کا سا بدنصیب جہان مین ہو کیا کوئی
جس کا نہ کوئی دوست نہ ہمدم نہ یار ہو
اپنے ہر اک سوال کا وہ آپ ہی جواب
اپنے دلِ حزین کا وہ خود غمگسار ہو

جیسا کہ کیبل دل افسردگی کی حالت مین کہتا ہی، یہ کچھ ضرور نہین ہی کہ ہم ہمیشہ تنہا اور سب سے جدا رہین۔

جس طرح تارے رہتے ہین سدا عُزلت گزین
دوسرون سے اُن کو دنیا بھر مین کچھ مطلب نہین
یوہین ہم لوگون کے دل رہتے ہین آپس مین جدا
اپنے اپنے حال مین ہر ایک دل ہے مبتلا
ایک کو ہر اک طرف خوشیان ہی آتی ہین نظر
دوسرا پاتا ہی ہر اک چیز پر غم کا اثر

ہان بیشک، یہ عمدہ بات ہی کہ تنہائی کا بھی کوئی وقت نکالا جائے، اِس لیئے کہ اگر تم اپنے ہمسایے سے کسی دم جُدا نہ ہوگے تو اُس سے دوستی نباہنی مشکل ہو جائیگی۔

ضرور ایسا اتفاق ہوگا کہ بسا اوقات تمھارے دل مین شکایت پیدا ہو۔ اگر ایسا ہو، تو صبر اور عقل سے کام لو۔ اُس پر اِس طرح نظر ڈالو جس طرح تمھارا وہ دوست، جس سے تمھین شکایت ہی، نظر ڈال سکتا ہی۔ کوئی کام جلدی مین نہ کر بیٹھو۔ نیچر بھی شتابکاری نہین کرتا۔ "جتنی جلدی اُتنی دیر" ایک قدیم ضرب المثل ہی۔ سب سے زیادہ اِس بات کا خیال رکھو کہ لڑ بیٹھنے مین ہرگز جلدی نہ کیا کرو۔ اچھی طرح غور و تامل سے کام لو۔ گو رات کو تم

اگر یار کی تم کو محبت ملی　　　تو سمجھو کہ دنیا کی نعمت ملی

حد سے زیادہ کم سخنی کو راہ نہ دو۔ اپنی محبت کے اظہار میں خوف نہ کرو۔ اگر تمہارے چہرے سے سرد مہری کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، تو تمہارا دل سے محبت کرنا کافی نہیں ہے، مگر گرمجوشی اور مہربانی سے پیش آؤ، تدبر اور شفقت سے کام لو۔ لوگوں کو خدمت سے زیادہ ہمدردی سے مدد پہنچتی ہے۔ محبت کا درجہ مال و زر سے بڑھکر ہے، اور شیرین کلامی تحفہ تحائف سے زیادہ خوشی کا باعث ہوتی ہے۔

جب بنجامن ویسٹ سے لوگوں نے پوچھا کہ "تمہیں مُصوری کیونکر آئی؟" تو اُس نے جواب دیا کہ "میری ماں کے مجھے بوسہ لینے کی بدولت"۔ کنفیوشیس کا مقولہ ہے کہ "اگر گھر کے کام پوری طرح انجام دیے جاتے ہیں، تو قربانی کرنے کے لیئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔"

"دل بدست آور کہ حج اکبر است"

اپنے دوستوں کے انتخاب میں نہایت ہوشیاری کو کام میں لاؤ۔ "دوست زندگانی کی آرایش کے لیے نہایت قیمتی اسباب ہوتے ہیں"۔ جارج ہربرٹ کا قول ہے کہ "اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، تو تم بھی اچھوں میں شمار کیے جاؤ گے"۔ ایک اسپینش مقولہ ہے "تم مجھے بتادو کہ تم کس کے ساتھ رہا کرتے ہو، تو میں تمہیں بتادونگا کہ تم کیسے شخص ہو"٭۔ جو شخص خود اپنا اچھا دوست نہیں، وہ دوسروں کا کیا خاک ہوگا؟

اچھوں کی صحبت سے ہم کو ہوتی ہے دونی خوشی		اور رنج و فکر میں ہوتی ہے اتنی ہی کمی

٭ اِسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ایک عرب شاعر کہتا ہے:-

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینہ　　　فکلُّ قرینٍ بالمُقارن یَقتدِی

(ترجمہ) جو کسی کا حال دریافت کرنا ہو، تو اُس کا نہیں، بلکہ اُس کے ساتھی کا حال دریافت کرو، اس لیے کہ ہر شخص اپنے ساتھی کی روش پر چلتا ہے

ورنہ کھو دینگے زر کے ساتھ اپنے دوست کو
سچ کہا ہے گیگے و ٹون نے یہ اے فرخندہ پے!
"دوستی کے حق مین بے شک قرض اک قزاق ہے"

اور حضرت سلیمانؑ ہمین اس طرح متنبہ کرتے ہین

کریگا اجنبی کی جو ضمانت	اُسے ہاتھ آئیگی آخر ندامت
مگر جو مجتنب اس سے رہیگا	وہ ضامن آپ ہی اپنی خوشی کا

تمھارے دوست تمھین بہت سے خطرون سے محفوظ رکھینگے، اور بہتیری آفتین تم پر آنے نہ دینگے۔ جب اگسٹس کو اُس کی بیٹی جولیا نے ذلیل کیا، تو اُس نے کہا تھا کہ "اگر اگرپا یا میسیناس زندہ ہوتا تو مجھے ان مین سے کسی بات سے بھی سامنا کرنا نہ پڑتا"

اگر تمھین اچھے دوست ہاتھ لگ جائین تو اُن سے دوستی قائم رکھو۔

اگر قسمت سے ایسے یار مل جائین	وفاداری مین جن کی کچھ نہ شک ہو
تو اپنا حرز جان اُن کو بنا لے	جدا ہونے نہ دے اک لحظ اُن کو

اُنھین کبھی شکایت کا، گو کیسی ہی خفیف کیون نہ ہو، ہرگز موقع نہ دو۔

اور اگر موت انھین جدا بھی کر دیگی، تاہم اُن سے پھر ملنے کی ایک دل خوش کن اُمید باقی ہے۔ گو یہ اُمید اُس نقصان کی تلافی نہین کر سکتی، پھر بھی

گو مرے دوستون کو سال بسال	کرتی رہتی ہے موت مجھ سے جدا
لیکن امید ہے کہ جنت مین	ہونگے ہم لوگ سب کے سب یکجا

زندگانی کا سب سے بڑا امر اہم شادی ہے۔ عشق نے تمام نیچر مین حُسن کی شان پیدا کر دی اور اُس مین جان ڈال دی ہے۔ یہی زمین کے کیڑے کو ہوائی تتلی بنا دیتا، بہار کے موسم مین اُس کے پرون کو رنگ دیتا، اور کرمک شبتاب کا چراغ روشن کرتا ہے، یہی بلبلون کے نغمون مین لطف پیدا کرتا اور شعر و نغمہ کو جادو بنا چھوڑتا ہے۔ نیچر کی بیجان چیزین بھی اِس کے اثر سے نہین

ایسے ہی رنجیدہ ہو۔ لیکن بسا اوقات تنہا ہوتے ہوتے دل کی حالت بالکل بدل جایا کرتی ہے

كلامُ الليلِ يمحوهُ النهار

اگر تم نے کوئی ماتلانہ اور دوٹوک لیکن ساتھ ہی دلخراش خط کسی دوست کے نام لکھا ہے تو اس کو دوسرے دن تک اپنے پاس رکھو۔ اس کا نتیجہ اکثر یہی ہوگا کہ اُس خط کی روانگی کی نوبت ہی نہ آئیگی۔

جہاں تک ممکن ہو اچھے لوگوں سے دوستی کرو۔ ایک خراب دوست کے ہونے سے تو بہتر ہے کہ سرے سے کوئی دوست ہی نہ ہو۔

بُروں کی راہ سے ہرگز نہ جاؤ ہمیشہ اُس سے دل میں خوف کھاؤ
چلو جب اُس سے بچکر راہ لو تم جہاں تم کو ملے بیٹھا اُسے دور تم
بُروں کا حال یہ ہوتا ہے ای یار! کہ جب تک وہ کسی کو دیں نہ آزار
نہیں لگتی ہے اُن کی آنکھ اک پل نہیں پڑتی کسی کروٹ انہیں کل
نہ امرت اُن کی گھٹی میں پڑی ہے دل آزاری ہی اک اُن کی دل لگی ہے
مگر راہ نکوکاراں ہے اک نور کہ جس کے سامنے ظلمت ہو کافور
رہیگی جب تلک دنیا کی ہستی ہمیشہ اُس کی ترقی پر رہیگی

لیکن اگرچہ اعدا اور حمقا کو دوست بنانا بہت بڑی غلطی ہے۔ انہیں دشمن بنانا بھی احمقی ہے۔ اس لیے کہ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

لیمب خوش طبعی کے ساتھ کہتا ہے کہ مجھے اُن لوگوں کو عزیز بنانے میں جو آنکھوں سے دور ہیں؟ لیکن مہربانی، بُردباری اور ہمدردی تو اس سے بھی بہت کچھ زیادہ کرسکتی ہیں جو کچھ تم اپنے دوستوں کو دے سکو۔ بلاشک وہ اُس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ حق نہیں کہ تم سے قرض مانگیں۔ شیکسپیئر کہتا ہے

قرض دینے اور لینے، دونوں سے بچتے رہو

جیسا جرمی ٹیلر کا بیان ہی: ہومر "ایک شوہر کے فرائضِ منصبی مین بہت سی ریکیک باتین ضم کرتا ہی - وہ کہتا ہی کہ تجھے اپنی بیوی کا باپ، مان، اور بھائی ہونا چاہیئے، اور اگر ایسا نہ ہوگا، تو اُس بیاہی دُلھن کی حالت ایک یتیم لڑکی سے کچھ بہتر نہ ہوگی - اِس لیے کہ وہ غریب لڑکی، جس نے تیرے لیے اپنے باپ، مان، اور بھائی کو چھوڑ دیا، ضرور ہی کہ تجھ مین اُن سب کا (بلکہ اِس سے بھی زیادہ) مزہ پائے، ورنہ وہ ایک غریب یتیم لڑکی کی طرح ایک نہایت افسوسناک حالت مین ہوگی"۔

اگر تمھین اِس بارے مین ذرا بھی شبہہ ہو، تو شادی نہ کرو - کتخدائی کی حالت یا تو نہایت خوشی کے ساتھ بسر ہوتی ہی، یا نہایت رنج و تکلیف کے ساتھ۔

شادی ایک سخت ذمہ داری کی چیز ہی - صرف چشمِ فتان پر نہ جاؤ، اور اُس کے فریب مین نہ آجاؤ، اِس لیئے کہ شادیون کی ذمہ داریان ہاتھون اور آنکھون سے نہین کی جاتین، بلکہ عقل اور دل سے۔

ایک نیک بیوی صرف خارجی کامون مین اپنے شوہر کی مددگار نہین ہوتی ہی بلکہ دل کے کامون مین بھی۔ شیکسپیئر کہتا ہی، "عشق کی حالت مین سفلہ مزاج مردون مین بھی ایسے شریفانہ خصائل پیدا ہوجاتے ہین جو اُن مین فطری نہین ہوتے"۔ تو جب خسیس الطبع اشخاص کی حالت بدلکر اِس قدر اچھی ہوجاتی ہی، تو اُن اشخاص کی حالت کس قدر بہتر ہوجائیگی جو بالطبع شریف النفس ہین! اس لیے کہ

پردۂ دنیا پہ ہین موجود ایسے شخص بھی
جن کے پہلو مین ہی دلبر، اور وہ ہین اُس پر فدا
ساتھ اُن کے ہر گھڑی رہتا ہی جادو کا عمل
وہ جہان جاتے ہین، جاتا وہ بھی ہی قدمون لگا

جرمی ٹیلر کہتا ہی کہ "شادی ایک رسم ہونے کی حیثیت سے ایک خدائی شئی ہی،

بھی ہیں، اور پھول رنگہاے بوقلموں سے اہلہاتے ہیں۔

سائیما نیلر یز کہتا ہے کہ "ایک مرد کے لیے ایک نیک بی بی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں، اور ایک بدخصلت بی بی سے بڑھکر کوئی عذاب نہیں۔"

جیسی ہوتی ہے جھڑی برسات کی		ہے زبان اِک زوجۂ بدذات کی	
	عزلت کا تنگ گوشہ بہتر ہے لاکھ درجہ اس سے کہ گھر بڑا ہو، لیکن قرین بدزن		

اب انتخاب کو لیجئے: اس کی نسبت قابلِ قدر راے دینی کوئی آسان بات نہیں ہے۔ انتخاب میں بعض امور کا خیال تو بہت ظاہر ہے۔ بہت کم سنی میں شادی کرنا مناسب نہیں ہے۔ دو کم عمر زن وشو کے شادی کرنے کی مثال، سر ایچ۔ ٹیلر کے قول کے مطابق، ایسی ہے جیسے "مٹر کی ایک پھلی کو دوسری پھلی سے سہارا دیا جائے۔" نہ تو روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے شادی کرو، اور نہ بغیر روپے کے شادی کرو۔ جو روپیہ حاصل کرنے کے لیے شادی کرتے ہیں، "وہ اپنی زندگی کے تمام راحت و آرام کو روپے پر قربان کرکے اپنے تئیں روپے سے کم قیمت ظاہر کرتے ہیں: اور پھر جب وہ روپوں اور اپنی مصیبتوں کو شمار کرتے اور ایک کا دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں، تو ہزار جان سے اُن تمام روپوں کا نقصان گوارا کرکے اپنی فروخت کی ہوئی زندگی کو پھر خرید لینے کی خواہش کرتے ہیں۔"

یہ نہ خیال کرو کہ شادی کرنے کے بعد، ایک خوبصورت، سادہ مزاج، خوش طبع، نرم دل ہمدم کے اضافہ ہونے پر بھی تم جس طرح اپنی زندگی بسر کرتے آئے ہو بسر کرتے رہوگے، اور اُس کا تم پر مُطلق بار نہ ہوگا، جب تم تنہائی یا دُنیاوی دھندوں سے پریشان ہوگے تو وہ تمھاری بغل میں ہوگی، اور جب تمھیں اُس کی ضرورت نہ ہوگی تو وہ تمھارے سدِ راہ نہ ہوگی۔

"این خیال است و محال است و جنون"

ایک خوشی کا بھرا ہوا گھر جنت کی عمدہ ترین تصویر ہے کون گھر؟ وہ گھر جس میں زن و شو ماں باپ بھائی بہن۔ بچے اور والدین اپنے اپنے طور پر ایک دوسرے کے کام میں اس طرح سے مدد اور تشفی دیتے ہیں کہ دوسرا بنی نوع انسان نہیں دے سکتا، اس لیے، کہ کسی دوسرے شخص کو وہ مواقع حاصل نہیں، کوئی دوسرا شخص کسی دوسرے شخص کے اوصاف ذاتی سے اس قدر واقفیت نہیں رکھتا کوئی دوسرا شخص کسی دوسرے شخص کی بہبود۔ شہرت اور بھلائی سے اس قدر دلچسپی نہیں لے سکتا، جیسا کہ اُن لوگوں کی بہبود وغیرہ سے۔ جن کی ہڈی اُس کی ہڈی ہے، جن کا گوشت اُس کا گوشت ہے، جن کی خوشی اور عزت میں اُس کی خوشی اور عزت ہے، جن کی تکلیف و مصیبت میں اُس کی تکلیف و مصیبت ہے، جن کی خودغرضی، کمزوری، اور دُنیاداری سے وہ تحت الثریٰ کو جا گرتا ہے۔ اور جن کی صفائی قلب، شریف النفسی، اور قوت سے (گو خود اپنی خواہش کے برخلاف) ڈیوٹی آسمان بلکہ خود خدا تک ترقی پاتا ہے۔

بالآخر، لڑکے بھی ایک بڑی (لیکن ساتھ ہی ایک دلخوش کن) ذمہ داری کی چیز ہیں جی۔ ہربرٹ کہتا ہے کہ "ایک اچھی ماں سو اسکول ماسٹروں کے برابر ہے" لڑکوں کو بعض وقت "فرستادہ" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں! اور نا عاقبت اندیش والدین یہ کہکر اپنے تئیں بری الذمہ کرتے ہیں، کہ "اگر خدا نے منہ دُنیا میں بھیجے ہیں، تو وہ اُن کے بھرنے کے لئے رزق بھی بھیجیگا" لیکن میتھو آرنلڈ کا یہ قول بہت صحیح ہے، کہ اُن غریب لڑکوں کو دُنیا میں لانے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی، جنھیں تم صفائی ستھرائی کے ساتھ رکھ نہ سکو اور جنھیں تم معتد بہ درجے تک آرام نہ پہنچا سکو۔

اُنھیں محبت کی دھوپ میں نشو و نما پانے دو، اگر اُن کی طفولیت کو محبت کی حرارت پہنچیگی، تو وہ زندگی کی سردی کو اچھی طرح برداشت کر سکینگے۔

جو اپنے لڑکوں کو پیار کرتا ہے، وہی کچھ اس کا لطف بتا سکتا ہے۔ کہ اُن پیارے بچوں کی پیاری باتوں میں کیسی کیسی پیاری تانیں ہوتی ہیں، جو ایک آدمی کے دل کو وجد میں

اتحاد ہونے کی حیثیت سے ایک مقدس چیز ہی، ایک راز ہونے کی حیثیت سے ایک پاک چیز ہی، معنی کے رو سے ایک متبرک شی ہی؛ یہ ایک معزز منصب ہی، اس کے مشاغل دیندارانہ ہین: یہ آدمیون کی سوسائٹیون کے لئے فائدہ بخش ہی، اور خدا کے نزدیک پاک ہی"۔

ڈرکولین کہتا ہی، "اگر کوئی شادی کی زندگی حقیقت مین شادی کی زندگی ہی، تو اُس کی خوشیون کے اظہار کے لیے ہم لفظ کہان سے لائین؟ ..... وہ دونون ساتھ دعائین مانگتے، ساتھ نمازین پڑھتے، ساتھ روزے رکھتے ہین .... رنج مین، مصیبت مین، راحت مین، ایک دوسرے کے شریک رہتے ہین۔ اُن مین سے کوئی دوسرے سے اپنا کوئی راز پوشیدہ نہین رکھتا، اور نہ ایک دوسرے کا بار خاطر ہوتا ہی۔ ایسی باتین دیکھکر خدا خوش ہوتا ہی۔ ایسے لوگون پر وہ اپنی رحمت نازل کرتا ہی۔ جہان دو شخص رہتے ہین، وہان خدا ہوتا ہی، اور جہان خدا ہوتا ہی، وہان شیطان نہین رہتا"۔

عقدِ نکاح کے سنجیدہ اور خوبصورت الفاظ کے مطابق تم اِس کے ذمہ دار ہوجاؤ، کہ "تم اپنی بیوی کو اچھی حالت مین بھی بُری حالت مین بھی، فراخدستی مین بھی تنگدستی مین بھی، علالت مین بھی صحت مین بھی، پیار کروگے اور اُس کے کفیل ہوگے، اور موت کے سوا کوئی چیز تمھین اُس سے جدا نہ کریگی"[*]۔

اسٹینلی کہتا ہی کہ "ایک خوشی کی شادی زندگانی کی ایک نئی ابتدا ہی، خوشی اور سودمندی کی منزل کے لئے ایک نیا مقام روانگی ہی؛ یہ اِس بات کا ایک اچھا موقع ہی کہ ہم زمانہ گزشتہ اور اُس کے کل قصورون اور خطاؤن کو ہمیشہ کے لیے طاقِ نسیان پر ڈال دین اور زمانۂ آیندہ مین، جو ہمارے لیے اب کھلا ہی، نئی اُمیدون، نئی ہمت، اور نئی قوت کے ساتھ چل پڑین۔

---

* یہ الفاظ ہر ایک عیسائی کو عقدِ نکاح کے وقت اقرار کے طور پر پادری کے سامنے کہنے پڑتے ہین۔ (رنجور)

مسئلۂ اہم

زندگی مین سب سے زیادہ ضرورت اس بات کے سیکھنے کی ہی کہ زندگی کیونکر بسر کی جائے۔ لوگون کو کسی چیز کی خبرگیری کی ایسی فکر نہین رہتی جیسی زندگی کی۔ لیکن اس پر بھی وہ کسی چیز کی خبرگیری مین ایسی بے پروائی کو راہ نہین دیتے جیسی زندگی کی خبرگیری مین۔

یہ کوئی آسان کام نہین ہی۔ بقراط اپنے طبی مقولون کی ابتدا مین کہتا ہی کہ "زندگی مختصر ہی، علم مطوّل ہی، موقع تیزرو ہی، تجربہ غیر معین ہی، اور فیصلہ مشکل ہی"

ہماری زندگانی کی شادمانی اور کامرانی ہماری حالتون اور حیثیتون پر نہین، بلکہ خود ہم ہی پر منحصر ہین۔ "اکثر آدمیون نے اپنے آپ کو اُس سے زیادہ تباہ و برباد کیا ہی جتنا کہ وہ دوسرون کے ہاتھون تباہ ہوئے ہین۔ اکثر مکانات اور شہر آدمیون کے ہاتھون اس قدر منہدم اور مسمار کیے گئے ہین، کہ طوفانون اور زلزلون نے اُن کو اس قدر نقصان کبھی نہین پہنچایا۔"

تباہی کی دو قسمین ہین، ایک تو زمانے کا کام ہی، اور دوسرا انسان کا۔ تمام تباہیون [illegible] تباہی ہی جو انسان کے ہاتھ سے پہنچتی ہی، اور انسان کا سب سے بڑا دشمن بقول [illegible]، وہ ہی، جو اُس کے سینے مین رہتا ہی۔ ایبروئیر کہتا ہی کہ "اکثر آدمی اپنے اوقات زیادہ تر دوسرون کو مصیبت مین گرفتار کرنے مین گزارتے ہین" بہتیری صورتون مین "جوانی کے جوش مارنے والے خون" نے اُن اُن باتون کا ارتکاب کیا ہی، جن پر بڑھاپے کی تکلیف زدہ ہڈیون کو نادم اور متاسف ہونا پڑا ہی، اس لیے کہ

"گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین"

بہتیرے آدمی جوانی مین ایسا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہین، جو پہلے تو ہلکا اور خوشگوار معلوم ہوتا ہی۔ اور واقع مین ایسا ہی ہوتا ہی، لیکن جون جون عمر بڑھتی جاتی ہی، وہی بوجھ اُن کو دبا دبا کر زیادہ چور کرتا جاتا ہی۔ آدمی اپنے آپ کو عزیز تو بہت

سے آتی ہیں۔ اُن کا لڑکپن، اُن کا توتلانا، اُن کے چھوٹے چھوٹے غصے اُن کی معصومیت، اُن کی ہر ایک بات میں نرمی اُن کی ضرورتیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اُس شخص کے دل پر جو اُن کی موجودگی اور معیت سے مزے لیتا ہے، خوشی اور تسلّی کی شعاعیں ڈالتی ہیں۔ لیکن جو شخص اپنی بیوی بچوں سے محبت نہیں رکھتا۔ وہ اپنے گھر میں ایک شیرنی کی پرورش کرتا، اور رنج و غم کے گھونسلے میں انڈے بٹھلاتا ہے اور خود رحمتِ خداوندی بھی اُسے خوش نہیں کر سکتی۔ پس سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں ہے، کہ خدا کے تمام احکام جو ایک مرد کے اپنی بیوی سے محبت رکھنے کے بارے میں ہیں، صرف خوشی کے واقف اور ضروریات میں سے ہیں۔

پارسی خوشی کو اورمزد، فرشتۂ نیکی، کے سر دھرتے تھے، اور اہرمن، عفریت بدی، کو رنج کا باعث بتاتے تھے۔ لیکن حقیقت میں ہم زندگی کے مصائب خود اپنی غلط کاریوں کی بدولت اپنے سر لاتے ہیں، ان غلط کاریوں کے دونوں معنی سمجھے جاتے ہیں: یعنی اولاً اُس کام کا ارتکاب جس کو ہم ہمیشہ غلط خیال کرتے رہے ہیں، اور ثانیاً، غلطی سے کسی شے کا ارتکاب۔ ہم نے تو پہلی قسم کی غلطیوں کی گویا بنیاد اپنے دلوں میں ڈال دی ہے۔ اُسی کام کو کرنے کی کوشش کرو جو تمھیں کرنا چاہیے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہی کام تمھارے سامنے آئیگا جو تمھیں کرنا چاہیے۔ اگر ہم کوئی غلطی کرتے ہیں، تو اپنی آنکھیں کھولکر کرتے ہیں، اس لئے کہ اگر آنکھیں کھولکر نہیں کرتے، تو جب تک اُنھیں قصداً بند نہ کرلیں، ہم بیوقوفی کا کام کرسکتے ہیں، مگر اُس کا شمار گناہوں میں نہیں ہے۔

دوسری قسم کی غلطیوں سے بچنے کے لئے، ہمیں خود اپنی عقل، اپنے والدین کی عقل، اپنے بزرگوں کی عقل، اپنے دوستوں کی عقل، اپنی تعلیم، اور اپنے آپ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری تعلیم خود ہمارا کام ہے۔ ہم سب کے پاس ایک ایسا شاگرد موجود ہے، جس کو تعلیم و تربیت کرنی ہمیں لازم ہے۔

جو کچھ ہم خود اپنے تئیں سکھاتے ہیں، وہ اُس سے زیادہ تر ہمارے وجود کا ایک حصہ ہو جاتا ہے، جو ہم اوروں سے سیکھتے ہیں۔ جب ہم مدرسے سے نکلتے ہیں، اُس وقت ہماری تعلیم ختم نہیں ہو جاتی ہے، نہیں نہیں اُسی وقت تو گویا شروع ہوتی ہے، اور زندگی بھر اُس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سنیکا کہتا ہے، کیا اچھا ہو، اگر آدمی، جس طرح اپنے بدنوں سے کام لیتے ہیں، اُسی طرح اپنے دماغوں سے بھی کام لیں، اور جتنی تکلیفیں خوشی کے حاصل

رکھتے ہیں۔ مگر عقلمندی کے ساتھ نہیں۔

مجھ پر بعض وقت لوگ "آپٹیمسٹ" ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ مگر میں نے تو کبھی زندگی کے رنجوں اور تکلیفوں سے انکار نہیں کیا: یہ کبھی نہیں کہا کہ بنی آدم خوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں، ہاں البتہ وہ بسر کر سکتے ہیں؛ میں اس بات کا قائل ہوں کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتے، تو یہ بالعموم خود اُن کا قصور ہے۔ اور ہم میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ جس قدر شادمانی حاصل کرتے ہیں، اُس سے زیادہ برباد اور رائگاں کر ڈالتے ہیں۔ طبیعت کے ملال اور تکدر کا زیادہ تر یہی سبب ہوتا ہے۔

زبان میں کوئی تمام ہو نہ ہرگز لخراش ایسا
"چنیں بود رسے، چناں بود رسے" بے یار د ہیچ جیسا

بہتیری صورتوں میں جس چیز کو ہم بدی کہتے ہیں، وہ حقیقت میں نیکی ہے، مگر بے محل یا حد اعتدال سے گزری ہوئی۔ اگر ایک پہیا یا اُس کا ایک دندانہ بھی جگہ سے بے جگہ ہو جائے تو کل اپنے کیل کانٹوں سے کوئی کام نہ لے سکے۔ اسی طرح اگر ہم نظام عالم کے خلاف کوئی کام کریں، تو ہمیں بھی اُسی قسم کے نقصان کا متوقع ہونا ضرور ہے۔ حد سے گزری ہوئی شجاعت تہوّر، محبت دل کی کمزوری، اور کفایت شعاری بخل ہے۔ یہ بات تو ضرب المثل ہے کہ جو شے ایک کے لئے قند و مصری ہو دوسرے کے لئے زہر ہے۔ کوئی شخص اب تک یہ نہیں ثابت کر سکا، کہ قوانین قدرت کا کوئی تغیر بھی مُفید ہو گا۔ ہر چند ایک شخص گِر کر اپنی ٹانگ توڑ ڈالے، لیکن قانونِ ثقل کا کوئی تغیر بھی سود مند نہیں ثابت ہو سکتا۔

---

۱ یورپ کے فلاسفۂ زمانۂ حال کے دو فرقے ہیں۔ آپٹیمسٹ اور پیسمسٹ۔ اول الذکر وہ ہیں جو عالم کی ہر ایک چیز کو اچھی نظروں سے دیکھتے ہیں، اور آخر الذکر وہ، جو دُنیا کی ہر ایک شَے پر بُری نگاہ ڈالتے ہیں۔ (رنجو۔)

کہ وہ اپنی طاقتوں کی اعلیٰ اور یکسان ترقی حاصل کر کے اُن کا ایک مجموعہ مرکب بنائے" اور بقول جین پال رچر کے، اُس مین جس قسم کی قابلیت ہو، اُس کو پوری طرح سے کام مین لائے" لیکن ہمین محض خود غرضی کی نظر سے اس بات کی کوشش نہین کرنی چاہیئے، ورنہ ناکامی کو یقینی سمجھنا چاہیئے - بیکن کہتا ہے، "کسی شخص کی ذاتی دولت ہرگز ایک ایسا مقصد نہین ہو سکتی، جو اُس کے وجود کے شایان ہو" بہترین اور اعلیٰ ترین دل و دماغ کے اشخاص، مثلاً، افلاطون، ارسطو، بودھ، اور سینٹ پال ذاتی غرض کے لئے اپنے اوصاف کی تکمیل پر ہرگز قانع نہین ہوتے تھے۔

اب مین یہ تسلیم کرونگا، کہ ہمین اپنی قابلیتون کو دوسرون کے لئے پوری طرح سے کام مین لانا ہے، اور اب مجھے فوراً یہ بتا دینا چاہیئے، کہ اس صورت مین ہمارے پیش نظر ایک کیسا دلچسپ کام ہے - یونانی کا نہایت مشہور مقولہ "اپنے آپ کو پہچانو"، اپنے آپ کو پہچاننے کی کس قدر اہمیت اور نیز اشکال ظاہر کرتا ہے! مانٹین کس لطف کے ساتھ کہتا ہے، "مین نے دنیا مین اپنے آپ سے بڑھکر کوئی حقیقی جن یا معجزہ نہین دیکھا"! اور مسٹر براؤن، جن کی زندگی کسی قدر واقعات سے بھری ہوئی اور تشویشناک تھی، جیسا کہ ایک زندگی کو ہونا چاہیئے، ہمین اس بات کا یقین دلاتا ہے، کہ وہ خود اپنے نزدیک "ایک تیس برس کا معجزہ معلوم ہوتا تھا، جس کے حالات کا بیان کوئی تاریخ نہ تھی، بلکہ نظم تھی، اور جو سننے مین افسانہ معلوم ہوتا تھا" ہر شخص کے لئے اُس کی خاص زندگی ایک نظم مسجع اور ایک افسانہ ہے۔

نصیحت، ریہوبوم کے زمانے سے لارڈ چسٹرفیلڈ کے وقت تک، ایک بے قدر اور ناشکور کام ثابت ہوئی ہے! اور مین نیوزیلینڈ کے ایک نو عیسائی کے افسوسناک انجام کا واقعہ نہین بھول سکتا، جس کی نسبت اُس کے سردار نے مشنری سے بیان کیا تھا، کہ "اس نے ہمین اس قدر نصیحتین کین، کہ آخر ہم نے

کرنے مین اٹھاتے ہین، اُسی قدر مصیبتین نیکی کے دستیاب کرنے مین بھی برداشت کرین "

بعض فرقے جبری ہین - اُن کے خیال مین ہرایک چیز مقدر کر دی گئی ہے، اور جو چیز ہونے والی ہے، ہو کر رہیگی، خواہ ہم اُس کی خواہش کرین یا نہ کرین - وہ سمجھتے ہین کہ انسان ایک کل کا پتلا ہے، جو ایک طاقت اعلیٰ کے ہاتھ مین ہے - پس سب سے پہلا امر قابل غور یہ ہے، کہ آیا زندگی کا کوئی مانعش ہے یا نہین - کیا زمانے کے سمندر پر ہم اپنا جہاز آپ چلا سکتے ہین، یا اس بات پر مجبور ہین کہ پانی کی روانی ہمین جدھر چاہے بہا کرلے جائے : جواب ظاہر ظاہر ہے "انسان انسان ہے، اور اپنی تقدیر کا آپ مالک ہے" اور اگر ایسا نہین ہے، تو یہ خود اُس کا قصور ہے - وہ اپنی زندگانی کو جیسا چاہے، خواہ ایک ظفرمندانہ کوچ خواہ ایک جنازے کا جلوس، بنا سکتا ہے " تم جیسا ہونا چاہتے ہو ویسے ہی ہو! کیونکہ ہماری خواہش کا (خدا کی مرضی کے شمول کے ساتھ) یہی تعلق ہے، کہ اہم، دل ..... اور خالص نیت سے، جیسا ہونا چاہتے ہین، ویسے ہو جاتے ہین "" اس کے علاوہ، ہم اکثر اس بات کو جانتے ہوتے ہیں کہ ہمین کیا کرنا چاہئے اس لئے کہ ہمارا کانشنس (ضمیر) ہمین اُس سے کہین زیادہ بتاتا ہے، جو ایک بلند منار پر تعینات کئے ہوئے سات چوکیدار بتا سکتے ہین -

پس اگر ہم کو اپنے مقدر پر اس قدر اختیار حاصل ہے، تو ہمین اپنے دل سے یہ سوال کرنا نہایت ضروری ہے، کہ ہم کیا ہونا چاہتے ہین، اور کیونکر اپنی زندگی کو عمدہ ترین حالت پر پہنچا سکتے ہین - بعض اشخاص کو زندگانی مین کوئی مقصد ہوتا ہے، اور بعضون کو کوئی مقصد نہین ہوتا - ہمارا پہلا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنی زندگی کو مفید ترین زندگی بنائیں - ہمبولٹ کہتا ہے "ہر شخص کا یہ مقصد ہونا چاہیے

قیمت عام سالانہ ہر مع محصول ڈاک۔

دار السلطنت کلکتہ کا ماہوار رسالہ

لسان الصدق

ایڈیٹر۔ ابو الکلام محی الدین احمد آزاد دہلوی

جسمین

عام علمی، واخلاقی، تاریخی، سائنٹیفک مضامین کے علاوہ ذیل کے چار مقصد ونیر مضامین شائع ہوتے ہین۔

(لسان الصدق کے خاص مقاصد اربعہ)

(۱) سوشیل ریفارم۔ یعنی مسلمانون کی معاشرت، اور رسومات کی اصلاح کرنی۔

(۲) ترقی اُردو۔ یعنی اُردو زبان کی علمی، ادبی ترقی کی کوشش کرنی۔

(۳) تنقید۔ یعنی ملک کی مشہور تصنیفون، اور اخبارون پر منصفانہ ریویو کرنا۔

(۴) علمی مذاق کی اشاعت۔ بالخصوص بنگالہ مین۔

مقام اشاعت۔ نمبر ۱۶ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ

ماڈرن پریس کلکتہ نمبر ۱۶۴ ہیرسن روڈ مین چھپا

صرف ٹائٹل پنج اعظمی پریس لکھنؤ مین چھپا

حاصل ہوجاتی ہے، تاہم جو شخص "نصیحت کے تازہ مال کو ارزان خریدنا قبول نہ کریگا۔ اُس کو ندامت کا استعمال مین لایا ہوا مال گران خریدنا پڑیگا"۔ اب میرا مقصد یہ ہے، کہ اُن لوگون کو جو کچھ ہونا اور کچھ کرنا چاہتے ہین بعض صلاح نصیحت صلاح دون، کہ وہ اپنی ذات اور اپنی زندگی کو بہترین کام مین لائین۔

یہ بات دیکھکر، کہ انسان اپنے موقعون کو کیونکر ضایع کرتا ہے، واقعی نہایت افسوس ہوتا ہے۔ کتنے ہی آدمی اُن نعمتون سے، جنھین اُنھون نے بے پروائی سے برباد اور رائگان کر ڈالے، شادمانی حاصل کر سکتے تھے! شادمانی دل کی ایک حالت ہے، نہ کہ صورت ہمارے حال کا ایک نتیجہ؛ اور بقول ڈوگلڈ اسٹوارٹ کے۔ شادمانی بہت کچھ اس بات پر منحصر ہے، کہ ہم بیرونی چیزون کے ساتھ سازگاری کرین، نہ کہ اس بات کی فضول کوشش کرین، کہ بیرونی چیزین ہمارے ساتھ سازگاری کرین، ہیوم نے بہت خوب کہا ہے، کہ ایک بشاش طبیعت ہزار پونڈ سالانہ آمدنی کی زمینداری سے بہتر ہے۔ جو جو نعمتین تمھین حاصل ہون، اُن کی قدر کرنے کی کوشش کرو، تب تمھین اس بات کا پتا لگیگا، کہ اُن نعمتون کو تم جس قدر خیال کرتے ہو۔ حقیقت مین وہ اُس سے زیادہ ہین۔ لیکن اکثر "قدر نعمت بعد زوال نعمت"، ہوا کرتی ہے۔

اس کا خیال رکھو، کہ تمھاری خوشیان حقیقی ہون، محض خیالی نہ ہون بہت سے کام ہم اس لئے کرتے ہین، کہ وہ خوشی کے نام سے موسوم ہین، اور اگر وہ کسی اور لقب سے ملقب ہون، تو ہم ان سے نفرت کرنے لگین۔ بہت سے لوگون کا یہ خیال ہوتا ہے، کہ وہ اپنی زندگی چین سے بسر کرتے ہین، اور یہ صرف اس لئے کہ وہ بیکار رہتے ہین۔ اور بعضون کی سمجھ مین خوشی کو گویا صرف حواس خمسہ سے تعلق ہے! حالانکہ دل کی خوشی زیادہ مکمل بھی ہوتی ہے اور زیادہ پائدار بھی۔

لسان الصدق

(دار السلطنت کلکتہ کا ایک ماہوار علمی رسالہ)

جلد (۲) | اگست و ستمبر ۱۹۰۴ء | نمبر (۸) و (۹)

فہرست مضامین

عربی تعلیم کا اُردو مین ایک مفید اور مختصر سلسلہ

کتاب الصرف کتاب النحو عربی بول چال

(مصنفہ جناب حافظ عبد الرحمن صاحب امرتسری سیاح ممالک اسلامیہ)

یہ تین کتابین عربی صرف و نحو و ادب کا مکمل کورس ہین جسمین ان فنون کے ہر ہنگامہ اور پیچیدگیان رفع کرکے نہایت صاف اور سہل اُردو مین ضروری مسائل ترتیب دیے گے ہین۔ یہ تین مختصر سی کتابین (جنکے پڑھ لینے کے بعد نہ کافیہ شافیہ کے مطالعہ کی ضرورت ہے اور نہ شرح جامی کے پیچیدہ طرز بیان مین تضیع وقت کی) تھوڑے سے عرصہ مین اتنی قابلیت پیدا کر سکتی ہین، کہ عربی کی عبارت صحت کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ اسکے مطالب سمجھ مین آجائین۔ عربی مین بلا تکلف خط و کتابت کر سکین۔ اور عربی گفتگو مین دقت نہ ہو اور اتنی عربیت اس زمانے مین کافی سے زیادہ ہے۔ بلکہ قدیم طرز کی کتابین بول چال کی قابلیت پیدا کرتی ہین۔ اور نہ انکے رٹ لینے سے اسقدر قوت آسکتی ہے کہ بلا تکلف عربی مین تحریر و تقریر کی لیاقت آجائے۔ انجمن حمایت اسلام نے پہلی دو کتابون کو اپنے حمیدیہ مدرسہ مین داخل نصاب کیا ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ یہ کتابین مڈل اسکول اور ہائی اسکول کے کتب خانون کی فہرست مین شامل کی جائین۔ ملک نے ان کتابون کو جن قبولیت کی نگاہون سے دیکھا اسکا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ تھوڑی سی مدت مین یہ کتابین پانچ چار مرتبہ چھپ چکی ہین اور ملک کی مانگ اسیطرح بڑھ رہی ہے۔

یہ تمام کتابین جناب حافظ صاحب سے / ایجوکیشن ایجنسی **کشمیری بازار لاہور** کے پتہ سے مل سکتی ہین۔

ترقی اردو

اور تراجم علوم وفنون کا سلسلہ

نمبر ۱

(۱) ۰۰۰۰ اردو زبان ایک علمی زبان کا درجہ کیونکر حاصل کر سکتی ہے ؟

یہ ایک ضروری سوال ہے، جس کے جواب مین ہمین ان زبانون پر غور کرنا چاہئے، جو آج علمی زبانین تسلیم کی جاتی مین: مشرق کی زندہ زبانون مین سب سے بڑی علمی زبان "عربی" ہے جس نے اسلام کی مقدس گود مین تربیت پائی ہے، اسکی نشو ونما اگرچہ ظہور اسلام سے بہت پیشتر ہو چکی تھی، لیکن اسلام کے طفیل یہ ایک مذہبی زبان ہوگئی، اور مسلمانون کا ذخیرہ عربی کے لئے وقف کر دیا گیا، عربی کا یہ پہلا قدم تھا، جو اس نے ترقی کے زینے پر رکھا، یہی وہ زینہ تھا جہان سے وہ معراج کمال تک پہنچنا چاہتی تھی.

اسلام کا ابتدائی زمانہ بالکل ایک مذہبی دور تھا، جسمین مذہبی اور ملکی ترقی کے سوا اور کسی طرف توجہ نہ ہو سکی، لیکن جب مسلمانون کو ملکی کاوشون سے اطمینان ہوا، تو اطلبوالعلم کی تعلیم نے ان کو علمی ذخیرون کی طرف توجہ دلائی اور یونان وفارس کے خزانے دفعتاً عربی مین نظر آنے لگے، علوم وفنون سے فیضیاب ہو کر عربی نے خود بھی زر و جواہر کے انبار لگا دیے، تاریخ، اور فلسفہ مین خاص امتیاز حاصل کیا، طب کی تجدید کی، جس فلسفہ اور منطق کو "افلاطون اور ارسطو" کی زبانین نہین سمجھا سکین، اسکو عربی نے اس خوبی سے سمجھا دیا کہ دنیا کی جاہل زبانین بھی اوس سے فیضیاب ہو گئین.

یہ ایک اجمالی روئیداد ہے، جس سے اندازہ ہو سکتا ہے، کہ عرب کے صحرا نشین بدو کی زبان

خریداران لسان الصدق

کی خدمت مین ایک گذارش

حضرات!

تین مہینہ کی مسلسل غیر حاضری کے بعد آج لسان الصدق حاضر ہوتا ہے، ایڈیٹر کی سخت علالت، مختلف مقامات کا سفر، چند در چند پریشانیان، یہ اور اسی قسم کے اور وجوہ ہین، جنسے مین اسوقت معذرت کا کافی کام لے سکتا ہون۔ لیکن درحقیقت اپنی ذاتی مجبوریونکو کسی پبلک کام مین پیش کرنا ایک ناجائز طریقہ ہے۔ اسلئے مین اپنی کمزوری کا اعتراف کرکے لسان الصدق کی آئندہ حالت کے متعلق اطمینان دلاتا ہون کہ اب اسکو آپ ہمیشہ وقت کا سخت پابند اور ہر حیثیت سے بہتر پائینگے۔ اسی پرچہ مین آئندہ آپکو ان حضرات کی تحریرین نظر آئینگی جنکی مستقل تصنیفات کے سوا تمام رسایل مین بشکل زیارت ہوتی ہی۔ چھپائی لکھائی کے لحاظ سے یہ پرچہ انشاء اللہ تمام پرچون مین ممتاز ثابت ہوگا۔ عمدہ تصاویر اور نقشون سے پرچہ کو رونق دیجائیگی۔ عام مضامین کے سوا بالخصوص سائنٹفک تحریرات کا خاص اہتمام ہوگا۔ اور عموماً انھین عنوانون پر تحریرین نکلا کرینگی۔ جنپر اردو مین آجتک بالکل نہین یا بہت کم لکھا گیا ہے۔ اب آپ کا کام یہ ہے کہ اسکی اشاعت مین کوشش فرمائیے آئندہ نمبر آپ کی خدمت مین وی پی روانہ کیا جائیگا تاکہ آئندہ سال کی قیمت آپ سے ایک روپیہ کم لی جائے۔ ورنہ جنوری کے بعد ع۲ قرار پائی ہے۔ اگر آپکا سال چند ماہ بعد ختم ہونے والا ہے تو قیمت پیشگی جمع رہیگی اور اسی مہینے سے سال شروع ہوگا قیمت اسوقت اسلئے وصول کیجاتی ہے کہ جنوری کے بعد ع۲ دینے پڑینگے۔ اسوقت آپکی بڑی مدد یہ ہوگی کہ آپ وی پی وصول فرمالین تاکہ ہمکو پرچہ کی اصلاح و ترقی کا کافی موقعہ ملے۔

ایڈیٹر

مین ایک زبان سمجھی جاتی ہے، لیکن ذلیل وخوار اپنی باقی زندگی نہایت بیدردی اور ذلت سے گذار رہی ہے۔

یہی وہ وجہہ ہی کہ اسلام کا جب تک دور رہا، عربی بالکل ایک سادہ حالت مین رہی، اسلام کی سادگی مجسم سوسائی کا اوس پر گہرا اثر پڑتا رہا، لیکن جب تراجم علوم وفنون کا سلسلہ شروع ہوا، اور یونان وفارس کی علمی زبانون کی اس نے شاگردی کی، اُن کے کمالات حاصل کئے، تو تہوڑے ہی عرصہ مین دنیا کی ایک عظیم الشان زبان تسلیم کرلی گئی۔

اردو زبان ایک ایسے زمانے مین پیدا ہوئی، جبکہ اسلامی علوم وفنون کی ترقی کا دور ختم ہو چکا تہا، اور تنزل کی بنیادین مضبوط ہوگئین تہین، اس نے ایک ایسی سوسائٹی مین پرورش پائی، جو علوم وفنون سے بالکل بے خبر تہی، اور اپنی بے بہا زندگی بے فکری اور لاابالی کی نذر کرچکی تہی۔ آنکہہ کہولکر اس نے جسکو دیکہا اسی حالت مین مست دیکہا، سوسائٹی ہی کا یہ اثر تہا، کہ اسے بچپن ہی سے عشق ومحبت کی چاشنی پسند آگئی، اوسنے اپنے شباب کا زمانہ اسی عشق ومحبت کے جذبات مین صرف کردیا، ہندوستان کی سلطنت مین جب انقلاب ہوا اور ایک متمدن قوم نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتہہ مین لی، تو اوسکی علمی زبان کا اردو پر بہی اثر پڑنے لگا، یہ پہلا موقعہ تہا کہ اردو علمی صورت سے روشناس ہوئی، اسی تمدنی اثر سے اخبارات جاری ہوئے، کتابین لکہی گئین، لوگون کو جدید علوم کا شوق ہوا، انگریزی سے کتابین اردو مین ترجمہ کیگئین، اورجنہیں مضامین پر بہی علمی طریقہ سے کتابین تصنیف کی گئین، غرضکہ اردو جس گہری نیند مین سو رہی تہی، اس سے ایک کروٹ لی، زمانہ کی ضرورتون سے واقف ہوئی، اور آج تک کچہہ نہ کچہہ ترقی کرتی رہی۔

لیکن درحقیقت نہ تو ان چند اخبارات سے یہ علمی زبان بن سکتی ہے، اور نہ ان ترجمون سے، جو متفرق طور پر شایع ہوگئے ہین، اردو زبان جبہی ترقی کرسکتی ہے، اور علمی زبان بن سکتی ہے، جبکہ اسمین باضابطہ تراجم علوم وفنون کا سلسلہ قایم کیا جائے، جدید علوم کے ہر صیغہ مین

کچھہ عرصہ مین ایک علمی زبان کیون بنگئی؟ اور ساتھہ ہی یہ بات بہی، کہ کسی زبان کے علمی زبان بننے کیلئے دو حالتین ضرور ہوتے ہین.

(۱) وہ زبانین جو ذاتی سرمایہ رکہتی ہین

(۲) وہ زبانین جو دوسری علمی زبانون سے علوم بذریعہ تراجم حاصل کرتی ہین

قدیم فارسی، یونانی، مصری زبانین پہلی شق مین داخل ہین، لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ دوسری شق سے بالکل مستغنی ہون.

عربی زبان چونکہ اپنا ذاتی سرمایہ مذہب اور ادب کے سوا اور کچھہ نہین رکہتی تہی، اس لئے اس کو پہلے دوسری زبانون کا دست نگر ہونا پڑا، آج دنیا مین یورپ کی زبانین اعلے درجہ کی علمی زبانین تسلیم کیجاتی ہین. لیکن کیا انکو تراجم کی ضرورت نہین ہوئی؟ یہ سچ ہے کہ ان کا ذاتی سرمایہ موجودہ زمانے مین بہت کچھہ ترقی کر گیا ہے، لیکن اس ترقی کی بنیاد تراجم علوم ہی نے رکہی تہی، جسپر جدید انکشافات و تحقیقات کے اضافہ نے ایک عالیشان عمارت تیار کردی کوئی زبان ہمین ایسی نہین ملسکتی، جس نے کسی علمی زبان سے فائدہ نہ اٹہایا ہو، اور تراجم کے سلسلہ سے فیضیاب نہ ہوئی ہو، زبان جب پیدا ہوتی ہے، تو اس کو ایک خاص قسم کی سوسائٹی ملتی ہے، جہان وہ نشو ونما پاتی ہے، وہ سوسائٹی اگر قابل ہوتی ہے، تو زبان پر بہی اسکا اثر پڑتا ہے، اور وہ خود بہی قابلیت پیدا کرتی ہے، مگر اس کی قابلیت صرف اوس سوسائٹی تک محدود رہتی ہے، ہان جب وہ دیکہتی ہے، کہ دنیا مین مجھسے بہی زیادہ قابل وفاضل زبانین موجود ہین، تو اوسکی غیرت گوارا نہین کرتی، کہ ہاتہہ پر ہاتہہ دہرے بیٹہی رہے، اس لئے اُن زبانون کی شاگردی کرتی ہے، اور اُنکی قابلیت اور فضل وکمال سے فائدہ اُٹہاتی ہے اگر اُس نے ایسا کیا اور کامیاب ہوئی، تو بیشک، تہوڑے ہی عرصہ مین زبان علمی کے منتہائے کمال تک ترقی کرجاتی ہے، اور اگر اُس نے ایک جاہل سوسائٹی مین اپنی تحصیلی عمر صرف کردی، اور آنکہین کہول کر دنیا کے باکمال زبانون کو نہین دیکہا، تو اگرچہ وہ دنیا

شایع ہوا ہے۔ اسی طرح "پروفیسر بطرس بستانی" بیروت کا ایک مشہور مصنف گذرا ہے
جس نے سب سے بڑا کام یہ کیا، کہ عربی میں ایک بسیط "انسایکلوپیڈیا" کی بناڈالی، جو
درحقیقت موجودہ زمانے کی ایک اعلی درجہ کی طرز تصنیف ہے۔ اس کی چار جلدیں
اوس نے خود اپنی زندگی میں شایع کیں تھیں، اور چھ اس کے بعد اس کے لڑکے اور
پوتے نے شایع کیں، کل گیارہ جلدیں شایع ہوچکی ہیں، اور ابھی حرف حرف (ع)
تک مضامین پہنچے ہیں، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے، کہ کس جامعیت اور بسط
سے لکھی گئی ہے۔

ان مصنفین کے علاوہ علی پاشا مبارک، رفاعہ بیک، محمود پاشا، احمد فارس،
یوحنا بکادیوس وغیرہ مصر و قسطنطنیہ اور بیروت کے مشہور مصنف اور مترجم گذرے
ہیں، جنہوں نے اپنی گرانمایہ کوششوں سے عربی میں علوم و فنون کا عمدہ ذخیرہ جمع کردیا
ہے جو ہمیشہ وسیع ہوتا رہیگا۔

جو لوگ وہاں کی علمی حالت سے واقف ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان ترجموں سے قوم کو اور
قوم کی زبان کو کتنا عظیم الشان فائدہ حاصل ہوا، روز بروز کتابیں ترجمہ کی جارہی ہیں،
اخبار و رسائل جدید معلومات کی اشاعت میں سرگرمی سے کوشش کررہے ہیں۔ ان تراجم
کی بدولت اب قوم میں خود تصنیف و تالیف کا مادہ پیدا ہوچلا ہے، اور بڑے بڑے اہم
مسائل پر بجائے ترجمہ کے لوگ تصنیف کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔

جو کچھ علمی روشنی آج ممالک اسلامیہ میں نظر آرہی ہے، یہ صرف اس لئے ہے، کہ یہاں
ابتدا سے تراجم علوم و فنون کا سلسلہ سرگرمی کے ساتھ جاری رہا، اور قوم نے اپنی زبان
کی ترقی کے لئے لازمی سمجھکر اس کی طرف کافی توجہ کی، برخلاف ہندوستان کے، جہاں ایک
عام غفلت چھائی ہوئی ہے، اور اپنی ملکی زبان کی ترقی سے قوم بالکل بے خبر ہے۔ تعلیم
بیشک لوگوں کے دلوں میں گھر کررہی ہے۔ لیکن اس سے کیا نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے جبکہ

مبسوط اور جامع کتابین ترجمہ کی جائین، علوم و فنون کا کوئی پہلو یورپ کی زبانون مین ایسا نہ ہو جسکا اردو مین ترجمہ موجود نہ ہو، جب تک اردو مین ایسا منظم سلسلہ قایم نہ ہوگا اس کی علمی ترقی محال ہے.

عربی زبان نے جس زمانے مین علمی اثرات حاصل کرنے چاہے، یہ وہ زمانا تھا کہ یونان و فارس کی زبانون کے سوا دنیا مین اور کوئی علمی زبان تسلیم نہین کی جاتی تھی، یہی وہ زبانین تھین جنمین علوم و فنون کا مخزن موجود تھا اس لئے جب عربی نے ترقی کرنی چاہی تو انہین زبانون کی طرف متوجہ ہونا پڑا، اور انہین زبانون سے علوم ترجمہ کئے گئے، آج دنیا مین یورپ کی زبانون کا دورہ ہے، یہی علمی زبانین ہین، یہی علوم و فنون کے مخزن ہین، یہی آج علمی دنیا کے ماوا و ملجا تسلیم کئے جاتے ہین، اس لئے جسطرح عربی یونان و فارس کے سرچشمون سے سیراب ہوئی، اردو کو یورپ سے فیضیاب ہونا چاہیے.

اس کی سب سے عمدہ مثال ممالک اسلامیہ مین ملسکتی ہے، جہان وہ عربی جو کسی زمانے مین ارسطو اور افلاطون کی تحقیقات سے فائدہ اٹھاتی تھی، آج بیکن اور نیوٹن کے ایجادات سے مالامال ہو رہی ہے، مصر اور قسطنطنیہ مین ابتدا ہی سے تعلیم کے ساتھ تراجم کا سلسلہ قایم کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی اور ترکی مین علوم جدیدہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا سائنس کی کوئی شاخ بمشکل ایسی ملیگی، جسمین کوئی کتاب عربی مین ترجمہ نہ کی گئی ہو، شام کے عرب عیسائیون نے اور بالخصوص بیروت کے "رومن کیتھلک عیسائیون نے تراجم علوم کو عربی مین جو وسعت دی ہے، اُسکی نظیر اس وقت کسی شرقی زبان مین نہین ملسکتی،" ڈاکٹر کرنیلیوس فانڈیک جو شام کا ایک مشہور عربی مترجم اور مصنف تھا، اور جسے انتقال کئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے، اس نے علاوہ اور سائنٹیفک مضامین کے ایک ایسا عمدہ سلسلہ عربی مین مرتب کردیا ہے، جس کے دیکھ لینے سے سائنس کے تمام شاخون پر ایک اجمالی نظر ہوجاتی ہے، اس کا نام "النقش فی الحجر" ہے، اور آٹھ جلدون مین

گورنمنٹ ذطریق سلطنت، اور منشاء قانون سمجھنے کی لیاقت پیدا ہوگی، تہذیب و شایستگی سے واقف ہونگی، اعلیٰ درجہ کے عہدونکا استحقاق پیدا ہوگا، لیکن جبکہ قوم مین تعلیم پہیل رہی ہے، خیالات روشن ہوتے ہین، اور وہ مشکلات دور ہوگیین، جن کا سرسید کو سامنا ہوا تہا، تو ایسی حالت مین تراجم علوم و فنون کا سلسلہ جو زبان اور قوم کی حقیقی خدمت ہے کیون نہ جاری کیا جائے؟ قوم اگر تعلیم کے قابل ہوئی ہے، تو قوم کی زبان کو علم سے کیون نہ قابل کیا جائے؟

سرسید مرحوم کی زندگی مین بعض اور ایسی مخالفتین پائی جاتی ہین، جن سے یہ خیال ہوسکتا ہے کہ سرسید ترجمہ کے سخت مخالف تہے، اور قوم کیلئے صرف تعلیم کو پسند کرتے تہے ۱۸۶۱ء مین جب ڈاکٹر لائنر کی کوششون سے (جو شرقی علوم کے بڑے حامی تہے) پنجاب یونیورسٹی قایم ہونے لگی، اور مشرقی علوم کا نصاب تجویز کیا گیا، تو سرسید نے اس کی بڑے زور و شور سے مخالفت کی، اور مشرقی علوم اور تراجم علوم کا فضول ہونا متعدد دلائل سے ثابت کیا، اسی طرح جب ۱۸۸۹ء مین الہ آباد یونیورسٹی اسی خیال پر قایم ہوتی نظر آئی، تو سرسید نے پہر اسی خیال کی مخالفت مین ایک پر جوش ارٹکل لکہکر شایع کیا، اور اس اصول کو قوم کے لئے سخت مضر قرار دیا ان واقعات سے بعض لوگون کو دہوکہ ہوا ہے کہ سرسید نفس ترجمہ کی ضرورت کے مخالف تہے اور اس کو قوم کے لئے ایک فضول کام سمجہتے تہے، لیکن یہ سخت غلطی ہے، جس نے سرسید کی اصلی غرض پر پردہ ڈالدیا ہے۔

سرسید نے جب سائنٹفک سوسائٹی کے بعد کالج کو قایم کیا تہا، تو انہون نے اس امر کو تسلیم کرلیا تہا کہ قوم کی ترقی انگریزی تعلیم کی اشاعت پر موقوف ہے اور درحقیقت ان کا یہ خیال نہایت صحیح تہا انہون نے آخر عمر تک انگریزی تعلیم کی حمایت کی، اور اسی کو وہ قوم کی سچی حمایت سمجہتے تہے پنجاب یونیورسٹی یا الہ آباد یونیورسٹی جب قایم ہونے لگی، تو سرسید کو معلوم ہوا، کہ بانیان یونیورسٹی نے بجائے انگریزی تعلیم کے صرف مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کی تعلیم کا کورس جاری کرنا چاہا ہے اور انگریزی تعلیم سے مسلمانون کو محروم کرنے کا ارادہ کیا ہے، بیشک یہ خیال سرسید کیلئے

تعلیم سے صرف شخصی منفعت کا حاصل کرلے نا، تعلیم کی اصلی غرض تسلیم کرلی گئی ہے، اور
تعلیم کے اس اصلی منشا کا کسی کو احساس نہین، کہ جس تعلیم کو ہمنے سخت محنت سے حاصل کیا ہے
اُس سے قوم کو اور قوم کی زبان کو ترجمون کے ذریعے فائدہ پہنچائین۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے
ہین، کسی زبان کے علمی زبان ہونے کے لئے دو باتین ضرور ہوتی ہین، ایک اوس کا ذاتی سرمایہ
دوسرا علمی زبان کے تراجم، اردو کا جو کچھ سرمایہ ہی ظاہر ہے، کوئی زبان صرف اس لئے
علمی زبان تسلیم نہین کیجاتی، کہ اُسمین میر و مرزا یا دبیر و انیس کی سی اعلی شاعری موجود ہی، بلکہ
اس لئے، کہ اُس مین علوم و فنون کا حصہ قابل قدر پایا جاتا ہے، آج انگریزی کو مشرقی زبانون
پر "ملٹن" یا "ٹینی سن" کیوجہ سے فوقیت نہین ہے، بلکہ بیکن "نیوٹن"، "ڈارون" جیسے
فلاسفرون کی وجہ سی پس اگر ہم اردو کو ایک علمی زبان بنانا چاہتے ہین، تو ہمارا فرض یہ ہی
کہ یورپ کی علمی زبانون کا سرمایہ ترجمہ کرکے اردو مین جمع کرین، ورنہ اس ضرورت سی چشم پوشی
کرکے شکسپیر کی ڈرامون اور رینلڈ کی ناولون کا ترجمہ کرنا، دنیا کو اپنی جہالت پر خود ہنسوانا ہے
یہ خیال کوئی نیا خیال نہین ہے، سب سی پہلے ایسٹ انڈین کمپنی نے ایک سوسائٹی اردو مین ترجمہ
کرنے کیلئے قایم کی تہی جسنے چند کتابین ترجمہ کرکے شایع بہی کین پہر ۱۸۶۶ء مین سر سید مرحوم نے
سائنٹفک سوسائٹی اسی خیال سی قایم کی تہی، اس سوسائٹی نے بہی بعض عمدہ کتابین اردو مین
ترجمہ کرکے چہاپین، لیکن ۱۸۷۰ء مین جب سر سید انگلینڈ سے سفر سی واپس آئی، تو اُن کی اوس
دماغ نے جسمین اکسفورڈ، اور کیمبرج کا نقشہ جما ہوا تہا، تراجم علوم فنون کی سلسلے کو قبل از وقت اور
تعلیمی ضرورتون کے لحاظ سی فضول سمجہا، سوسائٹی کو توڑا، اور علیگڈہ کالج کی بنیاد ڈالی، اسمین
کوئی شک نہین، کہ جس زمانے مین، اور جن قومی ضرورتون کے لحاظ سی، سر سید نے ایسا کیا، وہ
بہت ٹہیک، اور نہایت بجا کیا، بیشک، جب کہ قوم مین تعلیم نام کو نہو، تعلیم کی خوبیون سی بالکل
بے خبر ہو، تو ایسی حالت مین ایک رفارمر کا سب سی پہلا فرض یہ ہی، کہ قوم کو تعلیم کیطرف متوجہ کری
اور اس زبان سے واقف کرے، جو مخزن علوم و فنون ہے، تعلیم سے قوم کا دماغ روشن ہوگا

دوسرے اس زمانے مین علوم محدود تہے۔ اور ترقی رک چکی تہی۔ جسقدر کتابین ترجمہ کی گئین، یونانیون کے علوم پر گویا احاطہ کرلیا گیا۔ اس زمانے مین نہ علوم کی ترقی کی انتہا ہے۔ نہ ان کتابون کے شمار کی کوئی حد ہے۔ جنکی تصنیف برابر جاری ہے۔ تیسری بڑی غلطی اس قیاس مین یہ ہی کہ اُس زمانے مین عربی زبان جسمین ترجمہ ہوئے۔ تمام ممالک اسلام مین حکومت کرنے والی زبان تہی۔ دنیا مین ایسی کوئی مثال موجود نہین ہی کہ قوم نے اُس زبان مین علوم وفنون کو ترقی دی ہو۔ جو اُس پر حکومت کرنے والی نہین ہے، اگر ہم کو اس بات کے معلوم کرنے سے نہایت خوشی ہوئی۔ کہ خود سید احمد خان صاحب نے جو سائنٹفک سوسائٹی کے بانی ہین۔ متعدد تحریرون مین اس غلطی کا اعتراف کیا ہے"

چنانچہ پچھلے دنون اسی خیال سے ہمنے مولنا کی خدمت مین ایک خط ارسال کیا، اور اس امر کی تحقیق کرنی چاہی۔ ہمین نہایت ہی مسرت ہوئی، جب کہ ہماری رائے سے مولنا نے اتفاق ظاہر کیا اور سلسلہ تراجم علوم کو قوم کی اصلی خدمت تحریر فرمایا۔ مولنا کے خط کا وہ حصہ بجنسہ درج ذیل ہے

مکرمی! آپ کا دلچسپ والا نامہ پہنچا ۔۔۔ ××××××××××××××××××××××××××××××

ترجمہ کا مین مخالف نہین ہون۔ گذشتہ تعلیم مین سرسید نے مجھسے وہ عبارت پھر لکھوا دی تہی، مین نے سخت انکار کیا تہا، لیکن اُنکا اصرار غالب آیا۔

مین تو ترجمہ کو اصلی علمی خدمت سمجھتا ہون، بلکہ انشاء اللہ اس کا ایک باضابطہ سررشتہ قائم کرونگا

شبلی - ۲۲ مارچ ۱۹۱۲ء

مولنا کے اُس اختلاف کی حقیقت یہ ہی، جو انہون نے اس خط مین ظاہر فرمائی ہی، سرسید کو ہائی ایجوکیشن کی حمایت مین جو جوش پیدا ہوا تہا، وہ تراجم کے سلسلے کا سخت مخالف تہا اُنہین خوف تہا، کہ کہین تعلیمی ضرورتون سے بالکل چشم پوشی نہ کرلی جائے، اور صرف تراجم کے سلسلے کو قایم کرنا قوم کی علمی ترقی کے لئے کافی نہ سمجھ لیا جائے، یہی خیال اونکو بالبد

سخت تکلیف دہ تھا، انھوں نے اس کی مخالفت کی، اور سخت مخالفت کی، اس مخالفت کا مقصود صرف یہی تھا، کہ ہائی ایجوکیشن کے سلسلے کو توڑ کے اس کی جگہ صرف مشرقی علوم اور تراجم کا سلسلہ قایم کرنا درحقیقت قوم کو برباد کرنا ہے، کیونکہ جب وہ تعلیم سے جو ان تمام ترقیات کی جڑ ہے محروم رہے تو صرف تراجم سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، تراجم جب ہی ہو سکتے ہین، جب کہ قوم تعلیم اور تعلیم کی خوبیون سے اچھی طرح واقف ہو جائے، اور تعلیم سے خود مستفیض ہو اور اپنی زبان کو فیضیاب کرنے کیلئے آمادہ ہو، غرضکہ سرسید صرف تراجم کے بغیر سلسلہ تعلیم کے مخالف تھے، وہ اس کو قوم کے لئے سخت مضر سمجھتے تھے، کہ تراجم کی طرف متوجہ ہو کر تعلیم کو بالکل چھوڑ دیا جائے، اس سے یہ سمجھنا کہ سرسید نفس ترجمے کے مخالف تھے، یا ترجمون کے ذریعے علوم کی اشاعت کو فضول اور ترقی قومی کے لئے مضر سمجھتے تھے تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قایلہ ہے۔

تراجم علوم وفنون کے متعلق اگرچہ ہم تمام بحثین طے کر چکے ہین، لیکن ابھی ایک اور مخالف رائے پر بحث کرنا باقی ہے، جو قوم کے ایک فاضل اور باوقعت مصنف کے قلم سے نکلی ہے، شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے اپنے مشہور مضمون "گذشتہ تعلیم مسلمانان" مین قدیم تراجم علوم پر بحث کرتے ہوئے ایک طویل فہرست ان کتابون کی دی ہے جو خلفائے عباسیہ کے زمانے مین سنسکرت، یونانی و فارسی سے ترجمہ کی گئین تھین ان واقعات پر ریمارک کرتے ہوئے وہ تراجم علوم جدیدہ کے متعلق لکھتے ہین۔

> کہ انہین واقعات پر خیال کرنے سے بانیان سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کو دھوکہ ہوا اور وہ سمجھے۔ کہ جس طرح ہمارے مورثون نے بذریعہ ترجمہ کے علوم کو ترقی دی، ہم بھی یورپ کے علوم وفنون کو اپنی زبان مین ترجمہ کر کے اپنے علوم اور اپنی قوم کو ترقی کے رتبہ پر پہنچا دین گے، مگر ان کا یہ قیاس غلط اور قیاس مع الفارق تھا، اول تو ترجمون کا اہتمام، اور لاکھون روپیہ کا صرف جو خلفائے عباسیہ کے زمانے مین ہوا اب غیر ممکن ہے

دوسری وجہ یہ بتلائی ہے کہ "اس زمانے میں علوم محدود تھے۔ اس لئے محدود علوم کا محدود
کتابوں میں ترجمہ کر لینا بالکل آسان تھا۔ آج یورپ کے علوم روز بروز ترقی کر رہے ہیں
اور اُن کتابوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو علوم کے متعلق شائع ہوتی ہیں۔ اسلئے غیر محدود
علوم محدود کتابوں میں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں؟"

اعتراض معقول ہے۔ لیکن یہ پوچھنا چاہئے کہ "اگر علوم روز بروز ترقی کر رہے ہیں، تو کیا مترجمین
کی تعداد میں روز بروز تنزل ہوگا؟ تعلیم پھیل رہی ہے، اور تعلیم یافتہ جماعت روز بروز وسیع
ہو رہی ہے۔ اسلئے نئی کتابوں کا ترجمہ بھی ہمیشہ ہوتا رہیگا۔ اس کے علاوہ ہم اردو میں
علوم کی کتابیں جمع کرنا چاہتے ہیں، نہ یہ کہ یورپ کے بحر ذخار کو اردو کے کوزے میں بند کرنا چاہتے
ہیں۔ اردو میں علوم کی ہر شاخ میں چند جامع کتابوں کا ترجمہ کر لینا، یا تالیف کر لینا کافی ہے
اس کے بعد علمی ذوق خود اردو میں علوم کا سرچشمہ جاری کر دیگا۔

تیسری وجہ یہ پیش کی ہے کہ "اُس زمانے میں عربی زبان جس میں ترجمے کئے گئے تھے تمام ممالک
اسلامی میں حکومت کرنے والی زبان تھی۔ اس کی کوئی مثال نہیں ملسکتی کہ قوم نے اس زبان
میں علوم و فنون کو ترقی دی ہو۔ جس پر حکومت کا زوال نہیں ہے۔"

اس اعتراض کے جواب میں اگرچہ ہم کوئی مثال ایسی پیش نہ کرسکیں، لیکن موجودہ زمانے کے قومی
عروج سے ہم کو ضرور اس امر کا یقین ہو سکتا ہے۔ کہ جب سلطنت کی مدد بغیر آج صرف قوموں
کی کوشش سے بڑے بڑے تعلیمی اور ملکی کام ہو رہے ہیں، تو اس امر کے ماننے میں کیا تامل ہو سکتا ہے
کہ قوم کی کوشش سے اس زبان میں جو سلطنت کی زبان نہیں ہے، علمی ترقی ہو جائے
یورپ میں جو کچھ علمی ترقی نظر آ رہی ہے، وہ تمام قومی کوششوں کا نتیجہ ہے، حکومت کو اس سے
کوئی تعلق نہیں ہے! آکسفورڈ، کیمبرج جیسے مشہور عالم یونیورسٹیاں رعایا یا سلطنت کی بنائی ہوئی ہیں؟
کیا دنیا میں اس سے بیشتر اس کی نظیر ملسکتی ہے کہ صرف رعایا کی کوشش سے کوئی ملک متمدن
ہو جائے؟ خود اسلامی سلطنتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ کالجوں کا قائم کرنا، علوم کا مدون کرنا

آمادہ کرتا تھا، کہ وہ اس امر کو زور کے ساتھ ظاہر کرین، اور قوم کی تمام طاقت پہلی تعلیم کی طرف متوجہ کرائین ؛ اسی خیال کا اثر تھا۔ کہ گذشتہ تعلیم مین مولنا کے قلم سے بھی مخالفت ظاہر کرائی گئی۔ ورنہ درحقیقت مولنا کی رائے وہی ہے جو انہون نے اس خط مین ظاہر کی ہے ؛ بہرکیف یہ رائے کسی کی ہو، ہمین اسپر ایک نظر ضرور ڈالنی چاہیے۔ اور دیکھنا چاہیے۔ کہ تراجم کی ضرورت پر اس رائے کا کہانتک اثر پڑسکتا ہے؟

اس مضمون مین جو وجہ ظاہر کی گئی ہے کہ "ترجمون کا لاکھون روپیہ کے صرف سے جو اہتمام خلفائے عباسیہ نے کیا تھا اس کا ہونا اس زمانہ مین غیر ممکن ہے" لیکن اس وجہ کو ظاہر کرتے ہوے اس امر پر غور نہین کیا گیا کہ اس زمانے مین کتابون کا حاصل کرنا، ان کا ترجمہ کرانا، تراجم کی تصحیح، ان کی اشاعت درحقیقت بہت بڑے صرف کی محتاج تھی۔ اور بلاشبہ اگر حکومت کا ساتھ نہ ہوتا، تو کبھی بھی ان علوم سے فیضیاب نہ ہوتی۔ لیکن اب زمانے کی ترقی اور حالتون کی انقلاب نے اور صورت پیدا کردی ہے۔ آج ہر علم و فن کی کتابین اتنے روپون مین مل سکتی ہین جو اس زمانے مین قلم، دوات، کاغذ کے صرف کے لیے بھی کافی نہ ہوتی۔ علم نے آج تجارت کی صورت اختیار کرلی ہے، ہر شخص اپنی قابلیت سے کام لیکر بڑے بڑے ترجمے کرسکتا ہے، اور اہل مطابع کو معقول صلہ پر دے سکتا ہے، جن کے ذریعہ سے کتابین چھپکر فوراً شایع ہوسکتی ہین۔ اگر تھوڑی رقم لیکر کوئی شخص اس امر کا اعلان کردے کہ "مجھکو ایسے مترجمون کی ضرورت ہے جو عمدگی سے انگریزی کتابون کا اردو مین ترجمہ کرسکین۔ تو کم از کم بیس تیس آدمی اسی وقت مہیا ہوسکتے ہین اور معمولی اجرت پر ترجمہ کرکے دے سکتے ہین، جس شخص نے ترجمہ کیا، اس کو معقول اجرت ملتی ہے، جس نے ترجمہ کرایا وہ اُسے چھاپکر سیکڑون روپیے حاصل کرسکتا ہے، اب اس سلسلہ تراجم مین لاکھون روپیون کی اور خلفائے عباسیہ کے سے سرپرستون کی کیا ضرورت ہے؟ انجمن ترقی اردو نے "ہربرٹ اسپنسر" جیسے فلاسفر کی اہم تصنیف "ایجوکیشن" کا مکمل ترجمہ صرف تین سو روپیہ سے تین سو روپیون مین کرایا ہے، جسے چھاپکر اس سے دگنا نفع حاصل کرسکتی ہے۔

لسان الصدق ۱۹۰۵ء میں

لسان الصدق کی زندگی میں عنقریب ایک انقلاب ہونے والا ہے، یہ انقلاب صرف مبادلہ سنین کا انقلاب نہ ہوگا، بلکہ اس کے صوری اور معنوی حالتوں میں ایسے اہم تغیرات ہونگے

(۲) النہایۃ فی التعریض والکنایۃ ادب کی مستند کتاب ہے ۱۸۹۷ء میں مکہ میں چھاپی گئی۔

(۳) فقہ اللغۃ مشہور کتاب ہے پہلی مرتبہ پارس میں بعد پھر مصر و بیروت میں ۱۸۸۵ء و ۱۸۶۱ء میں چھاپی گئی

(۴) لطائف المعارف پہلی مرتبہ مسٹر دی ینگ نے ۱۸۶۷ء میں لائڈن سے چھاپکر شائع کی

(۵) سحر البلاغۃ مصر میں چھپ گئی ہے۔

(۶) مونس الوحید یہ کتاب ۱۸۲۹ء میں نہایت اہتمام کے جرمنی ترجمہ کے ساتھ برلن میں چھاپی گئی

(۷) التمثیل والمحاضرۃ (۸) المبہج والمہایۃ (۹) ان دو کتابوں کا انتخاب سحر البلاغۃ ہامہ کے انتخاب کے ساتھ صمغار من المثیر الحیوان کی اہتمام سے شائع ہوا ہے۔

(۱۰) اللسان الاعداد والاہتداد یہ ایک اعلیٰ درجہ کا ادب حکمت وعظ و پند و مواعظ کا مجموعہ ہے جس میں دنیا کے مشہور لوگوں کے وہ جملے اور حکمتی اقوال جمع کئے ہیں جو یہ کہ ساتھ عمدہ اعلیٰ نمونہ ہیں اور فصاحت بلاغت کی جان سمجھے جاتے ہیں اس کتاب کو دس باب میں پہلے دوسرے اور تیسرے باب میں۔ قرآن مجید کے مودر در معجز آیات آنحضرت کی جوامع الکلم احادیث۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کی بعض اقوال جمع کی ہیں ان کے بعد شاہان فارس۔ فلاسفہ یونان خلفائے امیہ و عباسیہ پھر شعراء کتاب، زہاد ظرفاء وغیرہ کے باب میں جن میں سے ہر ایک باب درحقیقت انمول موتیوں کا بے بہا خزانہ ہے۔ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ کتب خانہ خدیوی میں موجود ہے اسی نسخہ کی نقل مسکند وآصاف ایڈیٹر "المحاکم" نے تہذیب وتشریح کے بعد ۱۸۹۸ء میں چھاپی تھی۔

(اور حکام کشف الظنون۔ مجمع من الکتب الادبیہ المحفوظہ بالمکتبۃ الخدیویۃ "المحاکم")

اور اُور تمام علمی کام حکومت ہی کی کوشش سے سر انجام پاتے تھے جسطرح ہند کی مثالین ہمین مستحق اسیطرح ہمکو اس کی مثال بہی نہین ملتی، کہ قوم نے اس زبان مین ترقی دی ہو، جو حکومت کی زبان نہین ہے؛ لیکن جسطرح زمانے کی انقلاب سے پہلی صورت پیدا ہوگئی ہے، یہ بات کچھ حیرت انگیز نہین ہے کہ دوسری صورت بہی پیدا ہوجاے۔

انجمن ترقی اردو کا وجود اردو کے لئے رحمت الٰہی سے کم نہین ہے، بشرطیکہ جس شورا شوری سے اس کی بنا پڑی۔ اسکا اثر آیندہ بہی قایم رہے۔ اور کہین بے نکی نہ ہو جاے بدقسمتی ہے مسلمانون کی کوششین ہمیشہ ناکامیاب ہوتی ہین۔ اگر کامیابی ہو جاے تو اسکو خرق عادت سے کم نہ سمجھنا چاہئے۔ انجمن کے متعلق جو ہماری رائے ہے وہ اس مضمون کو دوسرے نمبر مین ظاہر کرینگے

ایڈیٹر

ابو منصور ثعالبی

ابو منصور عبد الملک بن محمد بن اسمٰعیل الثعالبی ادب اور لغت کا مشہور امام ہے۔ جس نے اصمعی، سیبویہ، ابن سکیت جیسے مستند فضلاسے علوم حاصل کئے ۳۵۰ھ مین نیشاپور مین پیدا ہوا اور ۴۲۹ھ ہجری مین وفات پائی۔ ابن بسام کا قول ہے کہ ’’ثعالبی اپنے زمانے کے تمام مولفون اور مصنفون کا امام تھا‘‘ ذیل کی کتابین اس کی تصنیفات سے چہپی ہین (۱) یتیمة الدهر فی محاسن اهل العصر۔ یہ کتاب چار جلدون مین ہے۔ اور حماسہ کیطرح ایک مجموعہ اشعار ہے۔ جسمین اپنے عہد کے شعرا کے کلام کا انتخاب کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ان کے حالات بہی درج کئے ہین۔

ابو الفتح نصر اللہ اسی کتاب کی تعریف مین کہتا ہے

ابیات اشعار الیتیمة ٭ ابکار افکار قدیمة

ماتوا وعاشت بعدهم ٭ فلذاك سميت اليتيمة

یہ کتاب پہلی مرتبہ دمشق مین سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین چہپ گئی ہ

بہی جمع کئے جائین۔ تو یہ نہایت مشکل ہے کہ اس کا ہر رنگ عمدہ حالت پر ہو۔ یورپ مین آج ہر علم وفن کے مختلف رسالے شایع ہوتے ہین۔ اور ہر مذاق کا شخص اپنے مذاق کا رسالہ ڈہونڈہ لیتا ہے یہ نہین ہوسکتا کہ ایک ہی رسالے کو جسطرح ایک فلاسفر دلچسپی کے ساتھ دیکھے اسی طرح ایک مذہبی فاضل بہی اسی وقعت کی ساتھ پڑہے۔ جسطرح علمی مجالس مین اسکی عزت ہو اسی طرح شعرا کی صحبتون مین بہی باریاب ہو!

اس لئے

اس مشکل کا اندازہ کرکے ہمنے جنوری ۱۹۰۵ء سے لسان الصدق کو ایک ایسی حالت مین دینا چاہا ہے جسمین وہ مذاق انتخاب کرکے جمع کیے جائین جو درحقیقت اسوقت ضروری ہین۔ نہ ان مذاقون کا خیال رکہا جائے۔ جسپر زمانہ مشاعلہ ہے۔ ہم دیکہتے ہین کہ قوم کو یہ مذاق پیدا کرنا چاہیے اور اس رستہ چلنا چاہیے۔ اس لیے ہم کوشش کرتے ہین کہ قوم وہ مذاق پیدا کرے۔ اور اسی رستہ پر چلے۔ ہمارا حال اُن لوگون کا سا نہین جو دیکہتے ہین کہ قوم آجکل کس مذاق کی دلدادہ ہے؟ اور کس لکیر کی فقیر ہے اس لئے وہ اپنی قبولیت کے لئے اسی مذاق کو پیش کرتے ہین۔ اور اسی رستہ پر چلنے کی تلقین کرتے ہین! لسان الصدق سچائی کی زبان ہے۔ اسلیے اس سے سچائی کے سوا اور کسی بات کی توقع نہین ہوسکتی ہی صداقت نے جو رستہ دکہایا ہے جنوری ۱۹۰۵ء سے لسان الصدق اس پر چلنے کیلیے کوشش کریگا۔ اگر اپنی منزل مقصود تک پہنچگیا۔ تو ہم بہی سمجہنگے کہ بیشک۔ لسان الصدق نے دنیا مین آکر اپنے قدردانون کا حق رفاقت ادا کیا۔ اور ہمکو توی امید ہے کہ وہ کامیاب ہوگا۔ اور ہم ایک زمانے مین مبارکباد کے مستحق ہونگے

لسان الصدق ۱۹۰۵ء مین

(۱) لسان الصدق جنوری ۱۹۰۵ء سے مستقل دو جز کی ضخامت مین نکلا کریگا

(۲) چہپائی اور لکہائی کی خوبی کے متعلق صرف اسقدر کہدینا کافی ہے، کہ "مفید عام پریس آگرہ" مین چہپا کریگا۔

(۳) جنوری سے ایک نیا سلسلہ "مشاہیر الشرق"، کا شروع ہوگا، جسمین بیسوین صدی کے ان مشرقی

جنے ہین کی وہ قدیم صورت بالکل ہی بدل جائیگی؛ اس کے قدیم شناسائی حیرت سے دیکھینگے کہ ان کا قدیم علمی رفیق آج جس صورت مین ان کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ اسکا انکو گمان بھی نہین تھا؛ اسکی جس دلفریبی اور دلاویزی سے وہ محظوظ ہو رہے ہین، اسکی انہین امید بھی نہ تھی! "لسان الصدق" جسکی ابتدائی ضخامت صرف ایک جزو کی تھی۔ جس کے خریدارون کا شمار زیادہ سے زیادہ تین تھا ایک قلیل عرصہ مین اسکی حالت اس قابل ہوجائے۔ کہ پبلک کو اس زمانہ کی توقع دلائے۔ جب کہ وہ معمولی درجہ کا پرچہ ایک اعلی درجہ کی حالت مین شائع ہوگا۔ درحقیقت استقلال، اور کوشش کی عمدہ مثال ہے۔ ہمارے وہ عنایت فرما، جنکی نگاہون کو لسان الصدق نے اپنا شیفتہ بنالیا ہے، اسکی آئندہ حالت کی متعلق مختلف رائین دیتے ہین: ایک صاحب کی رائے ہے کہ "یہ رسالہ اب بطور کواٹرلی ریویو کے شائع کیا جائے۔ اور اس کی ضخامت صرف علمی مضامین مین صرف کیجائے۔" ایک اور شفیق فرماتے ہین کہ "جنوری ۱۹۰۵ء سے اس کی ضخامت کم از کم چار جز کردی جائے۔ اور شعر وسخن کا حصہ بڑھایا جاوے" بعضون کا خیال ہے۔ کہ اس کے مقاصد نہایت محدود ہین، انہین وسعت دیجائے، اور مذہبی مضامین شائع کئے جاوین۔ اسی طرح لسان الصدق کے ایک مکرم اور مخدوم عنایت فرما اس امر پر زور دے رہے ہین کہ "رسالہ جہانتک ہوسکے سائنٹفک مضامین کیلئے وقف کردیا جائے۔ ان کے نزدیک ابھی اردو مین ایک ایسے رسالہ کی سخت کمی ہے، جو قوم کے سائنٹفک مذاق کو ترقی دے۔"

ان تمام رایون کے دیکھنے سے ہمکو اختلاف طبائع، اور اختلاف مذاق کا نہایت عمدہ اندازہ ہوتا ہے علمی مذاق کی طبیعت سائنٹفک مضامین کو ڈھونڈھتی ہے اور مذہبی ضرورت کا آشنا مذہبی مسائل کا متلاشی ہے، شعر وسخن سے چٹخارا لینے والے ایک علمی یا مذہبی رسالہ کو دلچسپی کی نگاہ سے نہین دیکھ سکتے۔ اور اعلی حالت کی متوقع متوسط درجہ سے اپنی طبیعت خوش نہین کرسکتے؛ ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ ایک رسالہ مختلف مذاقون کو کیونکر جمع کرسکتا ہے؟ اور ایک ہی آئینہ مین دنیابھر کی صورتین کیونکر نظر آسکتی ہین؟ اگر کوشش بھی کیجائے، اور کسی رسالہ مین مختلف رنگ کی مضامین

جسکی چھپائی لکھائی مفید عام جیسے عمدہ مطبع کی ہو - ہر نمبر کے ساتھہ ایک اعلیٰ درجہ کی تصویر انگریزی کارخانہ کی چھپی ہوئی شائع کی جاوے - کاغذ نہایت عمدہ لگایا جاوے - ضخامت معقول ہو مضامین کی یہ حالت ہو اور پھر صرف عہ اسکی مع محصول قیمت ہو ! ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہین کہ بیشک ہندوستان سے نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے رسالے نکلتے ہین - چھپائی لکھائی بھی عمدہ ہوتی ہے لیکن قیمت کے لحاظ سے دیکھو ! تو کسی رسالے کی للعہ قیمت ہے ! کسی کی سے لا کسی کی سے بر خلاف "لسان الصدق" کے ! جو ان تمام خوبیون کو جمع کرنا چاہتا ہے - اور اپنی سابقہ قیمت مین صرف ایکروپیہ کا اضافہ کرکے دو روپیہ چھہ آنہ قیمت قرار دیتا ہے - اس لئے کوئی وجہ نہین کہ علم دوست اور قدردان اصحاب پر لسان الصدق کی آیندہ قیمت گران گذرے اور وہ اسکی خوبیون پر توجہہ نہ کرین لیکن پھر بھی ہم نہین چاہتے کہ ہمارے وہ قدیم خریدار جو عہ پر رسالہ خرید چکے ہین - اُنسے آیندہ سال کے لئے بجاے سابقہ قیمت کے عہ وصول کیا جاوے اسلئے اون کو نیز تمام علم دوست پبلک کو موقعہ دیا جاتا ہے کہ

(۱) ۳۱ جنوری ۱۹۰۵ع تک جن لوگون کی درخواست مع قیمت پیشگی دفتر لسان الصدق مین پہنچیگی آنھین جنوری ۱۹۰۵ع سے سال بھر تک لسان الصدق سابقہ قیمت پر بجائے عہ کے عہ مین دیا جائیگا

اس سے زیادہ رعایت و تخفیف ہم سے نہین ہوسکتی - اگر کسی کو لسان الصدق کی آیندہ قیمت گران معلوم ہو تو وہ اس رعایت سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے - قدیم خریداران لسان الصدق کی خدمت مین آیندہ نمبر بذریعہ وی - پی روانہ ہوگا - تاکہ وہ اس رعایت سے فائدہ اُٹھا سکین - جن خریدارون کا سلسلہ ابھی تمام نہین ہوا اُن سے صرف بغرض رعایت عہ کی قیمت وصول کی جائیگی ورنہ اون کا سال خریداری ہی سے شروع ہوگا

جس طرح انسان گذشتہ نسل کا جانشین ہے ، اسی طرح آیندہ نسل کا والدین ہے اسکے خیالات اسکی اولاد ہین جنکو بے پرواہی سے ہلاک ہونیکا موقع نہین دینا چاہیئے (اسپنسر)

افاضل کے حالات با تصویر شایع کیے جائینگے جنہون نے کسی خاص فن مین بے نظیر کمال حاصل کیا ہو یا کسی ملک کی اصلاح و ترقی مین کوشش کی ہو؛ اسی سلسلہ کی کسی ایک باکمال شخص کی تصویر مع حالات نمبر کے ساتھ شایع ہوگی۔

(۴) تصویرین اعلیٰ درجہ کی چہاپی جائینگی۔ اور کوشش کیجائیگی کہ صحیح تصویر دستیاب ہو۔

(۵) لیکن ان تمام خوبیون کے بعد یہ ضروری بات ہے کہ قیمت مین بہی اضافہ کیا جائے۔ اور اس لیے ہم مجبوراً جنوری سے قیمت مین صرف عہ کا اضافہ کرتے ہین یعنی آیندہ سے اس کی قیمت بجاے عہ کے عہ ہوگی

لسان الصدق کے آیندہ مقاصد اور ترتیب مضامین

(۱) جنوری سے لسان الصدق کے مقاصد مین ایک مقصد اور بڑہایا جائیگا " اصلاح خیالات" اس مقصد کی ضرورت و اہمیت پر پہلے نمبر مین بحث کی جائیگی۔

(۲) ضرورتین مجبور کر رہی ہین کہ لسان الصدق مین مذہبی مضامین کی بہی گنجایش نکالی جائے لہذا آیندہ ایسے مذہبی مضامین شایع ہونگے۔ جنمین کسی خاص تحقیق سے کام لیا گیا ہو۔

(۳) ترتیب مضامین کی یہ صورت ہوگی۔

(۱) انیسوین صدی کے کسی مشرقی فاضل کے تصویر اور حالات

(۲) ایک مذہبی مضمون

(۳) علمی تاریخی، اخلاقی، اور سائینٹیفک مضامین۔

(۴) انتقاد

(۵) کسی عمدہ کتاب کا مسلسل ترجمہ یا کوئی مفید علمی تصنیف

لسان الصدق کی جنوری ۱۹۰۵ء سے عہ قیمت ہوگی لیکن صرف عہ مین ملنے کی

عمدہ تدبیر

اس وقت ہندوستان سے جسقدر ماہوار رسالے شایع ہوتے ہین انمین ایک رسالہ بہی ایسا نہین ملیگا

مسٹر علی محمود ان الفاظ کی چار قسمیں قرار دیتے ہیں جنکا استعمال اُردو میں جائز ہو سکتا ہے، اول وہ الفاظ جنکے لئے اُردو میں الفاظ نہیں مل سکتے۔ جیسے۔ ریل۔ ٹکٹ وغیرہ دوم جن الفاظ کے لئے اگرچہ اُردو میں لفظ موجود ہیں مگر ان کے استعمال کا رواج پڑگیا ہے جیسے اسکول۔ لکچر وغیرہ تیسرے وہ الفاظ جن کے لئے اُردو میں الفاظ موجود ہیں۔ مگر اس مفہوم کو کافی طور سے ادا نہیں کرتے۔ جو انگریزی لفظوں میں پوشیدہ ہیں۔ جیسے تھیٹر۔ کمپنی وغیرہ۔ چوتھے انگریزی الفاظ جن کے استعمال سے عبارت میں ایسا زور بڑھ جاتا ہے کہ وہ نہیں معنوں کے اُردو لفظوں سے پیدا نہیں ہو سکتا۔

اسکے بعد ایک قسم اون الفاظ کی قرار دی ہے جنکا استعمال اُردو میں بالکل ناجائز ہو۔ ہے لیکن نہ او۔ مثال میں۔ سوسائٹی۔ آرٹکل۔ بیوگرفی۔ وغیرہ الفاظ دیے ہیں۔

مسٹر موصوف کی اس تقسیم سے بلحاظ نفس اقسام ہم کو کلی اتفاق ہے لیکن ان قسم کی جو مثالیں دی گئی ہیں، افسوس ہے کہ سوا پہلی اور دوسری قسم کی مثالوں کے ہم اون سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ تیسری قسم کے لئے اونھون نے تھیٹر، کمپنی، نمبر۔ کی مثال دی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک سوائے چند لفظوں کے پانچویں قسم کے تمام الفاظ اسی قسم کے تحت میں آنے چاہئیں۔ پانچویں قسم کی ایک مثال بیوگرفی ہے، جسکے لئے حیات۔ سیرت۔ سوانح عمری تین لفظ پیش کیے گئے ہیں۔ لیکن کیا مسٹر موصوف ہم کو اطمینان دلا سکتے ہیں کہ "بیوگرفی" جس مفہوم کو کہتی ہے سیرت یا سوانح عمری یا حیات اسی مفہوم کو ادا کرتے ہیں؟ سوانح عمری یا سیرت و حیات جب کہا جائیگا تو سامع کا انتقال ذہنی فوراً اسی سیرت کی طرف ہوگا جس سے ہمارے قدیم تذکرے اور ابن خلکان جیسے تراجم بھرے پڑے ہیں۔ برخلاف "بیوگرفی" کے۔ جسکے سنتے ہی ایک نہایت عظیم الشان لائف کی تصویر سامنے آجائیگی۔ یہی وہ خیال ہے جسکو مخزن کے قابل اڈیٹر نے حیات جاوید پر ریویو کرتے ہوئے ظاہر کیا تھا کہ "ہم نہیں سمجھتے کہ ٹائیٹل پر سوانح عمری کی جگہ "سر سید کی لائف" کیوں لکھا گیا ہے۔ لیکن اُنہوں نے اسپر ذرا بھی غور نہیں کیا کہ حیات جاوید پر سوانح عمری او سیرت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا لائف اور بیوگرفی کا؟

اسی طرح پانچویں قسم کی مثالوں میں ایک مثال گورنمنٹ کی دی گئی ہے، جسکی جگہ حکومت

ولایتی اور دیسی الفاظ

ہمارے دلی دوست مسٹر علی محمود صاحب لسان الصدق کے لئے ذیل کا مضمون عنایت فرماتے ہیں۔ مسٹر موصوف کا نام پبلک کے لئے کوئی نیا نام نہیں ہے، ان کے اکثر مضامین مخزن اور اردوے معلی میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور لٹریری دنیا میں کافی روشناسی حاصل کر چکے ہیں اس مضمون کی اشاعت سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اردو اور انگریزی الفاظ کا بیجا اختلاط آج کل جس ترقی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، یہ آگے چلکر اردو کی شیرینی۔ اور فصاحت کے لئے سخت مضر ثابت ہوگا اس لئے جہان تک ممکن ہو، اردو کو اس مضر آمیزش سے دور رکہا جائے، اور کوشش کی جائے کہ انگریزی الفاظ کی جگہ خواہ اردو یا عربی۔ فارسی کے الفاظ استعمال کیے جائیں اس مین کوئی شک نہیں کہ مسٹر موصوف کی یہ راے نہایت مفید اور اس قابل ہے کہ اردو کے سرپرست پر کافی توجہ کرین اور اردو کی اس سادگی اور شیرینی مین جو آج غالب کے خطوں مین پائی جاتی ہے فرق نہ آنے دین لیکن اب دیکھنا یہہ ہے کہ ہمارے پاس وہ کونسا معیار ہے جس سے ہم انگریزی کے ان الفاظ مین جنکا استعمال ضروری ہے، اور ان الفاظ مین جنکا استعمال غیر ضروری ہے ایک حد فاصل قرار دے سکین کیونکہ یہہ تو ظاہر ہے کہ جب ایک زبان دوسری علمی زبان سے فائدہ حاصل کرنا چاہیگی تو اس کے علمی اصطلاحات اور وسیع الفاظ کا اسپر ضرور اثر پڑے گا۔ اور ان کے استعمال پر مجبور ہوگی، اسلئے ایک ایسا معیار ضرور ہونا چاہئے جس سے ضروری اور غیر ضروری الفاظ مین ہم امتیاز کر سکین۔

اردو زبان کی پیدائش اگرچہ برج بہاشا سے ہوئی، لیکن عربی اور فارسی کی گود مین اس نے نشو و نما پائی! اسلئے ان دو زبانون کا اسپر اسقدر اثر پڑا کہ آج ہم نصف صفحہ بھی کامل ایسا نہیں لکھ سکتے جس مین عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش نہ ہو! لیکن چونکہ عربی اور فارسی زبانون کا تلفظ اور ترکیب الفاظ اردو سے مخالفت نہیں رکہتا اس لئے عربی فارسی کے الفاظ اردو پر گران نہیں گذر سکتے۔ اور ان کے قبول کرنے مین اس کو کوئی عذر نہیں ہو سکتا بخلاف انگریزی کے جس کا تلفظ نہایت سخت جس کے الفاظ حروف ثقیلہ سے ترکیب پائے ہوئے ہین اور ایک اردو بولنے والے کے لئے نہایت غیر مانوس معلوم ہوتے ہین، اسلئے جو معیار ہم نے عربی اور فارسی الفاظ کے استعمال کے لئے قائم کیا ہے وہ انگریزی الفاظ کے لئے ہرگز کارآمد نہیں ہو سکتا۔

"زبان کا قانون"

مصنف آب حیات لکھتا ہے "وہ ہر حکومت کے قانون سے بھی سخت ہے" کوئی یہ چاہے کہ میری زبان غیر الفاظ کی آمیزش سے بچی رہے، غیر ممکن۔ کوئی زبان اس کا دعوی نہین کرسکتی حتی کہ بڑی بڑی پرانی زبانین تک۔ یہ ہماری قدرت سے باہر ہے کہ جن الفاظ کو ہم چاہین رد کردین، اور جن کو ہم چاہین قبول کرلین۔ الفاظ جبراً آتے ہین اور حکومت کرتے ہین۔ گو غیر الفاظ سے کبھی بلاغت منہ بناتی اور فصاحت چین بجبین ہوتی ہے، مگر زبردست کا ٹھینگا سر پہ۔ پھر رفتہ رفتہ عام رواج اسکو اپنے آغوش مین لیکر ہر دلعزیز بنا دیتا ہے اور ملک کے اس کھونٹ سے اس کھونٹ تک وہ الفاظ دوڑ جاتے ہین! پھر کسیکو بھی گران نہین گذرتے۔ جب تک بالکل نئے ہین۔ ذرا اوپری اوپری سے معلوم ہوتے ہین۔ پھر ہمارے پرانے الفاظ کے ساتھہ اُٹھنے بیٹھنے سے غیریت جاتی رہتی ہے، اور تھوڑے ہی دنون مین اُنسے ہوجاتے ہین۔

اُردو جب برج بھاشا سے پیدا ہوئی تو ایک بھولی بھالی سی لڑکی تھی۔ میٹھی میٹھی باتین کرتی تھی۔ اوسکے ہنسنے مین سادگی تھی۔ اُسکے رونے مین بھولاپن تھا۔ مگر جب فارسی اور عربی سے رشتے ناتے شروع ہوگئے تو حسن اور توانائی تو بیشک بڑھ گئی، مگر بھولاپن جاتا رہا۔ یا بہت کم رہ گیا۔ اپنی فطری ملنساری سے اب انگریزی سے ملی۔ اور اُسکی چال سیکھہ کر سبکی نظرون مین پھر رہی ہے۔!

اُسکی اُٹھان پر تو چشم بد دور، انگلیان اُٹھتی ہین۔ مگر ذرا بہت میل ملاپ سے انگشت نما بھی ہو رہی ہے۔ اسکو رقابت کہو یا غیرت، اسکی یہ ادا مجکو بھائی نہین اسکے اور دوستون کی طرح مین بھی کڑھا۔ جی چاہا کہ کچھہ سمجھاؤن۔ شاید کہے سُنے سے کچھہ خیال ہوجائے کیونکہ یہ محض ہی طفلانہ حرکت ہے۔ کہ اپنے یہان کا گہنا بڑھا کر انگلستان کے زیورون پر مچل رہی ہے۔!

دولت اور سلطنت کا مظاہرہ کرتے ہین، لیکن ہمارے نزدیک اس لفظ کو دوسری قسم مین داخل کرنا چاہیئے کیونکہ اگرچہ اس کے لئے اُردو مین عربی کے کافی الفاظ موجود ہین لیکن ابتدای سلطنت انگریزی سے گورنمنٹ کا اُردو مین عام رواج ہوتا گیا ہے - پس اس لفظ کو اظہار انگریزیت کیلئے کوئی نہین استعمال کرتا، بلکہ صرف "رواج کی زبردست سفارش ہے" -

ایسا ہی ایک لفظ پانچوین قسم مین سوسائٹی کا پیش کیا گیا ہے لیکن اسکے متعلق ہم وہی کہینگے جو ہوگانی کے متعلق کہہ چکے ہین، صحبت اگرچہ سوسائٹی کے ایک پہلو کو ظاہر کرتی ہے - لیکن اُس کامل مفہوم کو ادا نہین کرسکتی جو سوسائٹی کے لفظ سے ایک انگریزی دان سمجھ سکتا ہو -

بعض الفاظ ایسے ہین کہ اگرچہ اُردو مین اون کے لئے کافی الفاظ موجود ہین - لیکن وہ کل وہ الفاظ کیہکر جس مفہوم کو سامع کے ذہن نشین کرتا چاہتا ہے ! اُردو الفاظ اس مفہوم کے ادا کرنے سے، قاصر ہین - اور ممکن ہی کہ بجای اصلی مفہوم کے سامع ان الفاظ سے کسی دہوکہ مین پڑ جاے، مثلاً انگریزی کا ایک لفظ "کیمسٹری" ہے، جس مخزن سے انگریزی مین یہہ لفظ آیا ہے - اوسی مخزن سے عربی مین اور پھر عربی سے اُردو مین "کیمیا" آیا ہے - اب دیکھو اگر کیمیا کا لفظ استعمال کیا جاوے تو ممکن نہین کہ اس سے سامع علم کیمسٹری کا وسیع مفہوم سمجھ سکے - بلکہ اُس کا خیال شرتی اس غلط فہمی کیطرف جائیگا جسکا نام کیمیا رکھ گیا ہے - برخلاف اسکے اگر کیمسٹری کا لفظ استعمال کیا جائے تو وہ غلط فہمی کبھی پیدا نہین ہوسکتی

چوتھی قسم کیلیئے کوئی مثال پیش نہین کیگئی، لیکن ہمارے نزدیک اس قسم کی سب سے عمدہ مثال "لٹریری دنیا ہے" اگرچہ ہم اس کی جگہ "علمی دنیا" لکھ سکتے ہین - لیکن وہ زور پیدا نہین ہوسکتا جسکی انگریزی لفظ سے توقع کی جاسکتی ہے -

ہم اس ضروری مسئلہ پر اور زیادہ طوالت سے بحث کرتے - لیکن ہم دیکھتے ہین کہ نوٹ نوٹ کی حیثیت سے باہر قدم رکھ رہا ہے اس لئے اب طرف واصلی مضمون کیطرف متوجہ کرتے ہین جسے (امید ہے) کہ نہایت دلچسپی کے ساتھ ملاحظہ فرمائینگے -

اڈیٹر

اسکول = (مدرسہ یا مکتب، اسکے لئے نہایت عمدہ لفظ موجود ہے) کالج = (مدرستہ العلوم) لیکچر = (تقریر بیان) پاس = (کامیاب) فیل = (ناکامیاب) وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے ہزاروں الفاظ ہیں کہ عوام کے منہ چڑھ گئے ہیں، اور ہماری زبان کیساتھ ایسا تعلق پیدا کر لیا ہے کہ اب چولی دامن کا ساتھ ہے۔

سوئم بعض ایسے الفاظ آئے ہیں، کہ اردو مین اُن کے سے الفاظ تو ہین مگر پورا پورا مفہوم نہین ادا کرتے۔ ترجمہ تو ہو جاتا ہے، مگر زور گھٹ جاتا ہے اور ویسی جامعیت بھی نہین رہتی۔ مثلاً:۔

تھیٹر = (تماشہ گاہ) کمپنی = (جماعت) نمبر = (عدد یا شمار)

چہارم بعض لوگ صرف اسلئے انگریزی الفاظ کا استعمال کرتے ہین کہ عبارت کا زور زیادہ ہو اور تقریر یا تحریر موثر ہو کیونکہ بعض الفاظ زبان مین سیدھے سادے ہین اور کثرت استعمال سے پھیکے پھیکے سے معلوم ہوتے ہین، برخلاف اسکے اُنہین معنون کے الفاظ کہین کہین انگریزی مین شاندار اور پر شوکت ہین۔

پنجم اور ایک گروہ ایسا ہے (اور ایسے لوگ بہت کثرت سے ہین) کہ انگریزی ایک لفظ نہین پڑھی ہے، مگر اظہار علمیت اور انگریزیت کیلئے، خواہ مخواہ انگریزی کے موٹے موٹے لغت، اور جملون کا، شدت سے استعمال کر رہا ہے۔ حالانکہ نہایت عمدہ الفاظ اردو مین اون کے لئے موجود ہین!۔ مگر اسی پر اکتفا کرتے تو لوگ یہ کیونکر جانین کہ انگریزی کا بھی عالم ہے!!

چند الفاظ مین ایسے لکھتا ہون کہ جنکے لئے اردو مین نہایت مناسب الفاظ موجود ہین، یا اب موجودہ اصطلاح کے سانچے مین ڈہلکر کام کے ہو گئے ہین، مگر اُن کو چھوڑ کر خواہ مخواہ انگریزی الفاظ لکھے جا رہے ہین۔ مثلاً:۔

پریس (اصل پریس) = اسکے لئے اردو مین نہایت عمدہ الفاظ موجود ہین۔ مطبع۔ چھاپخانہ

مذکورۂ بالا سطرون سے شاید یہ قیاس کیا ہوگا کہ میری راے مین انگریزی الفاظ سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔ نہین، مین ایسی صلاح کبھی نہین دیتا کا۔ اور کیونکر دیسکتا ہون جبکہ میرا یقین ہی کہ اسپر عمل نہین ہوسکیگا؟ ہمارا دستورالعمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ الفاظ جو زبردستی اولڑکر گھسے پڑتے ہین، اون کو تو روکو مت (کیونکہ تم روک نہین سکتے) گرچہ اون کیواسطے دوسرے الفاظ موجود ہی کیون نہون۔ ہان، وہ الفاظ، جو خاص خاص لوگونکی سفارش سے تحریر مین لائی گئے ہین اونکو اپنے ہان جگہہ دینے کی کوئی وجہہ نہین اُنسے نفرت نہایت جائز نفرت ہی۔ گرچہ اُن کے سفارش کرنیوالے ڈاکٹر نذیر احمد خانصاحب ہون یا مولانا حالی یا اور کوئی! اس جملہ سے یہہ سمجھنا کہ مین ان لوگونکی عزت نہین کرتا غلطی ہوگی۔ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو اُردو، آجکی اُردو نہ ہوتی۔ مگر اس زبان کے سنوارنے مین بعض جگہہ دفور محبت سے ایسا سنگھار کیا ہی کہ سانگ بنگیا ہی! اور اسکی دیدہ ور لوگ ستایش نہین کرسکتے، کیونکہ مذاق سلیم کو کھٹکتا ہے۔

بلگرام کے فاضل عالم کا خوف، بہت ہی جائز خوف ہی، جبکہ وہ ڈرتا ہے کہ کہین اُردو کی معشوقے سے اُردو مارکیٹ نہو جائے۔ مخزن کا اڈیٹر "حیات جاوید" پر بہت ہی منصفانہ نکتہ چینی کرتا ہے۔ جبکہ وہ کہتا ہے کہ اس عالمانہ تصنیف مین، انگریزی الفاظ کا بہت جگہہ ناجائز استعمال کیا گیا ہے۔

ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ انگریزی الفاظ کا جائز یا ناجائز استعمال ہوتا کیون ہی؟ اسکی کئی وجہین ہین!

اوّل مجبوری کہ اُردو مین اُسکے لئے الفاظ نہین ہین جیسے۔ ریل۔ انجن۔ ٹکٹ بائسکل۔ فونوگراف۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اسیطرح کے دوسرے الفاظ، بالکل جائز ہین۔ کیونکہ، ان کے لئے اُردو مین کوئی لفظ ہی نہین۔

دوم رواج عام کی زبردست سفارش۔ یعنی اگرچہ اُن انگریزی الفاظ کے لئے اُردو مین بھی نہایت عمدہ الفاظ ہین، مگر وہ بھی گھس پڑے ہین! اور ایسے مستعمل ہوگئے ہین، کہ آسانی سے بولے اور سمجھے جاتے ہین۔ مثلاً:۔

یہہ کتابین عنقریب ملک مین شائع ہونیوالی ہین

زیر تصنیف

المعتزلہ

اسلام مین جتنے نام آور فرقے ہوئے ہین، اور زمانہ نے کچہہ عرصہ تک اون کا ساتھ دیا ہے، ان سبہون مین **معتزلہ** زیادہ کامیاب رہے، مختلف علوم کی انہون نے بنا ڈالی، فلسفہ کی اشاعت کی، سیکڑون کتابین تصنیف کین، بڑے بڑے بادشاہون نے ان کا مذہب قبول کیا اور ان کے آگے سر جہکایا، مخالفین اسلام کے مقابلہ مین انہین کی بدولت اسلام سربلند رہا، اور انہین کی کوششون سے ہماری مذہبی تصنیفات مین عقلیات کو باریابی ہوئی، لیکن افسوس ہے کہ اس مہتم بالشان فرقہ پر آج تک کوئی خاص کتاب نہین لکہی گئی، تفسیر و عقائد کی ان کتابون کے ضمن مین ان کے متفرق اصول تردید کی غرض سے نقل کیے گئے ہین ہمارے پاس اور کوئی مستقل ذریعہ نہین جس سے معتزلہ کے خیالات کا پتہ لگا سکین، اسی خیال سے مجکو آمادہ کیا کہ ایک جامع کتاب معتزلہ کے حالات پر ترتیب دی جاوے۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے مین اسکی ترتیب مین مصروف ہون اور اسکے تین حصے قرار دیے ہین۔

۱۔ پہلے حصہ مین ذیل کے مضامین ہین۔

اسلام کی ابتدائی حالت، اسلام کی سادگی متمدن اقوام مین اسلام کی اشاعت، مذہبی اعتقادات مین یکسانی کی ابتدا، اختلاف عقائد، اختلاف عقائد کے وجوہ، مختلف فرقون کا پیدا ہونا اور معتزلہ کا آغاز، اعتزال کا پہلا دور، دوسرا دور، تیسرا دور، چوتھا دور، اعتزال کا تنزل،

۲۔ دوسرے حصہ مین ذیل کے مضامین ہونگے۔

نوٹس = (اشتہار یا اعلان) سوسائٹی = (صحبت) سولزیشن = (تہذیب اشائستگی تمدن وغیرہ) ریمارک = (رائے) آرٹیکل = (مضمون) سبجیکٹ = (ایضاً) نیچر = (فطرت، طبعیت) نیچرل = (فطری، طبیعی) فیشن = (وضع۔طور) بیوگرفی۔ یا بائیگرفی = (حیات، سیرت، سوانح عمری) لبرٹی = (آزادی) لبرل = (آزاد) گورنمنٹ = (حکومت، دولت، سلطنت، وغیرہ وغیرہ۔

بے شمار الفاظ ہین کہ نہایت موزون صورت مین اردو مین ہین۔ مگر صرف اس لیے [illegible] استعمال کیئے جاتے ہین کہ اپنا سگھڑاپا کیونکر ظاہر ہوگا۔

مجکو کوئی اردو لکہنے والا مشہور مصنف ایسا نہین ملا۔ جو انگریزی اعلیٰ درجہ کی جانتا ہو [illegible] پہر اپنی تحریر مین [illegible] کثرت سے انگریزی الفاظ استعمال کرتا ہو [illegible] جیسا وہ لوگ کرتے ہین جو [illegible] انگریزی الفاظ سے اپنی انگریزی دانی کی شہرت مول لیتے ہین۔

مجکو افسوس ہے کہ بد قسمتی سے اس گناہ کے اول اول مرتکب [illegible] لوگ ہوئے، اور ہو رہے ہین، جو اسوقت اردو زبان کے نامور مصنف اور مسلم الثبوت استاد ہین۔ مگر اس سے صبر و تسلی ہوئی کہ وہ لوگ، جو واقعی انگریزی علوم سے واقف ہین، وہ اس سے پرہیز کرتے ہین۔ اور اونسے انگریزی الفاظ کا وہین استعمال ہوتا ہے جہان اُسکے لیئے کوئی لفظ موزون اردو مین نہین ہے۔ یا ہے، تو کافی طور سے مفہوم کو نہین ادا کر رہا ہے۔ یا ویسی جامعیت نہین ہے وہ باوجود علمیت ہونے کے انگریزی الفاظ نہین استعمال کرتے۔ اور جو ان مین بہی ایسا کرتے ہین تو بیشک برا کرتے ہین۔ وہ اردو پر احسان نہین کرتے بلکہ ظلم!!

علی محمود از غازی پور

سچائی کی ابتدا نفرت سے اور انتہا تو ہم سے ہوتی ہے۔ (ہکسلی)

[illegible]

سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا، لیکن جسطرح اُس زمانہ مین اسلام کامیاب رہا تھا۔ آج بھی فتحیاب رہیگا! جدید علوم کے مقابلہ مین تجدید علم کلام کی جتنی کوششین کی گئی ہین اون مین سب سے پہلی کوشش وہ ہی جواب سے تقریباً بتیس برس پیشتر سر سید کی مذہبی تحقیقات سے ظاہر ہوئی! سرسید کی آواز پر اگرچہ مسلمانون نے سخت تعجب ظاہر کیا، اوران کو بالکل ایک غیر مانوس آواز معلوم ہوئی! لیکن درحقیقت یہ وہ ہی خیالات ہین جو سرسید سے ایکہزار برس پیشتر معتزلہ نے ظاہر کئے تھے! اور اونھین خیالات سے قدیم فلسفہ کا مقابلہ کیا گیا تھا! یہ سچ ہی کہ ان خیالات کو عام علماء کے دربار مین باریابی کا بہت کم موقع ملا، لیکن سرسید کو انکا موجد سمجھنا سخت غلطی ہے!

سرسید کے بعد اگرچہ اس ضرورت کو اور لوگون نے بھی محسوس کیا! ممالک اسلامیہ مین متعدد کتابین لکھی گئین، لیکن درحقیقت اسپر کوئی مفید اضافہ نہوسکا!

پچھلے دنون مینے العلوم الجدیدۃ والاسلام کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی تھی، اسکی اصلی غرض یہ تھی کہ آجتک جدید علم کلام کا جسقدر سرمایہ جمع ہوگیا ہی، اُسپر مفصل انتقاد کیا جاوے، اور دکھلایا جاوے کہ موجودہ فلسفہ کے مقابلہ مین سرسید کا کلام کسقدر کامیاب ہوسکتا ہے؟ اور کہان کہان اپنے اصول سے باہر ہوگیا ہے؟ نیز یہ کہ درحقیقت یہ کلام اصولاً خود سرسید کی تحقیقات کا نتیجہ ہے، یا کسی جماعت کے خیالات سے ماخوذ ہی؟

اس ریویو مین ایک بڑی بحث معتزلہ کے متعلق تھی، کیونکہ قدیم علم کلام کے درحقیقت یہی بانی اُور مدون تھے۔ ان کے اصول اور حکیمانہ خیالات کا خاکہ کھینچکر مسلمانون کو یہ دکھانا تھا، کہ آج جس آواز سے وہ متوحش ہو رہے ہین، وہ اب سے

معتزلہ کے مختلف طبقات اور یہ ایک اجمالی سی تحریر مشاہیر معتزلہ کے حالات،

۳- تیسرے حصے مین معتزلہ کے عقائد واصول پر مفصل ریویو ہوگا۔

پہلا حصہ لکھ چکا ہون اور دوسرا زیر ترتیب ہی۔ ! "المعتزلہ" کی اردو مین کسقدر ضرورت تھی۔

اسکا اجمالی اندازہ ذیل کے مضمون سے ہوگا جو درحقیقت "المعتزلہ" کے پہلے حصے کا دیباچہ ہے:

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

تقریباً نصف صدی سے دنیا کے مذہبی حصہ مین سخت انقلاب ہوا ہی، یورپ کے علوم وفنون نے جو اثر دنیا کے ہر طبقہ پر ڈالا ہے، اُس سے یہ مقدس حصہ بھی محفوظ نہ رہ سکا مذہب کی وقعت وعظمت مین روز بروز تنزل ہو رہا ہے، اور خیال کیا جاتا ہے کہ ایک زمانہ مین مذہب کا سارا طلسم ٹوٹکر رہ جائیگا، اور وہ مستحکم سلطنت جسکا دنیا کیساتھ دنیا کی آبادی سے ساتھ رہا ہے، جدید علوم کے زور آور حملون سے سطح برباد ہو جائیگی۔

اسلئے مذہب کے نام لیوا آجکل سخت پریشانی مین ہین، ایکطرف اونہین علم سے محبت وآشتی رکھنی ہی، دوسریطرف مذہب کو بھی اسکی زد سے بچانا ہے، کیونکہ بیسوین صدی مین اگر کوئی علم کی مخالفت کرنا چاہتا ہے تو گویا اُسکا یہ مفہوم ہے کہ وہ اپنی فطرت کی مخالفت پر آمادہ ہے۔

اہل مذاہب مختلف کوششون مین مصروف ہین، اور اپنے اپنے مذہب کی خیر منا رہے ہین۔ قدیم ہندو مذہب ایک نیا بھیس اختیار کر رہا ہے، اور اپنے خدا کو خوش کرکے مادہ کی آو بھگت مین مشغول ہی، عیسائیت نے اگرچہ ابتک کروٹ نہین لی، لیکن اُسکے جان نثار سر توڑ کوشش کر رہے ہین، اسلام جو ہمیشہ سے علم کا حامی رہا ہے، آج بھی بے خوف وخطر اس دار وگیر سے بچ سکتا ہے، کیونکہ اُس کے لئے یہ کوئی نیا موقع نہین ہی قدیم علوم نے جب عربی لباس مین دنیا کو اپنی صورت دکھلائی تھی تو اسلام کو اس سے

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علاقہ بمبئی

اور

مرحوم سر سید احمد خان

علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ (نمبر ۴۴) مین ایجوکیشنل کانفرنس علاقہ بمبئی کے اجلاس احمد آباد کی ایک مختصر روئداد شائع ہوئی ہے جسکی تمہید کی یہ چند سطرین قابل توجہ ہین -

"افسوس اس بات کا ہے، کہ "آل انڈیا کانفرنس سے پراونشل کانفرنس کا کچھ تعلق نہین، کہ علی گڑھ مسلمانون کی تعلیمی تحریک کا ایک بڑا مرکز رہا ہے، اور علیگڑھ کا اتنا حق ضرور ہے، کہ جہان کہین میٹنگ ہو، ہر معاملہ کیلئے کچھ کیا جائے۔ اسکی ممانعت ہے علیگڑھ کو خوش کیا جائے، علی گڑھ سے تعلق نہین، علی گڑھ کا مشورہ اور صلاح نہین، مگر علیگڑھ کو مطلع رکھنا تو مناسب ہے"

درحقیقت احمد آباد کے گذشتہ اجلاس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے، کہ کانفرنس کے علیگڑھ، علیگڑھ کے کالج، اور کالج کے بانی، اسکی کانفرنس کی نسبت کیا خیالات ہین؟ اور اس مسئلہ مین کسقدر قومی ہمدردی اور کشادہ دلی سے کام لیا گیا ہے؟!

یہ بات کسی کے ماننے نہ ماننے کی نہین ہے، ملک نے، قوم نے، زمانہ نے، اور ساتھہ ہی گورنمنٹ نے تسلیم کر لیا ہے، کہ مسلمانان ہند مین، خواہ وہ شمالی ہند کے ہون، خواہ جنوبی ہند کے ممالک متحدہ کے ہون، خواہ ممالک پنجاب کے، تعلیمی تحریک صرف اس شخص کی کوشش و جانفشانی کا نتیجہ ہے، جو آج علی گڑھ کالج کے ایک گوشہ مسجد مین آرام کر رہا ہے! اسی نے ہم کو اول اول بتلایا کہ ہماری کیا حالت ہے؟ گورنمنٹ سے ہمارا تعلق کس قسم کا ہے؟ ہم کس مرض مین مبتلا ہین؟ اور اسکا علاج کیا ہے؟ اسی نے ہمکو پہلے اُس راستہ پر چلایا، جسپر آج بہت سے چلنے والے نظر آ رہے ہین! اسی نے سب سے پہلے وہ چراغ دکھلایا، جسکی روشنی مین ہم کو اپنی حالت صاف صاف نظر آئی، اور بہتون نے اوس سے اپنے اپنے چراغ روشن کر لیے! یعنی آج جسقدر

بہت پہلے دنیای اسلام مین بلند ہوچکی ہی۔ ہان امتداد زمانہ سے مسلمانون نے اس کو فراموش کردیا تہا، مگر حضرونتون نے پہر یاد دلانے کی کوشش کی۔

یہ باب اسقدر تفصیل سے لکھا گیا کہ ایک مستقل رسالہ کی حیثیت تک پہنچگیا، اسلئے مناسب سمجھتا ہون کہ اس باب کو الگ شائع کردون، کیونکہ اصل کتاب کی اشاعت مین بوجوہ بہت تاخیر ہے۔

ابو الکلام آزاد دہلوی

زیر طبع

الکلام یعنے تاریخ علم الکلام کا دوسرا حصہ مصنفہ شمس العلما مولنا شبلی عنقریب شایع ہوگا

سوانح عمری مولنا روم

مولنا روم کی مثنوی فارسی لٹریچر کی جان سمجھی جاتی ہی، اور صوفیہ تو اسکو قدس لہجہ مین اسکو قرآن پہلوی کے خطاب سے یاد کرتے ہیں لیکن افسوس ہی کہ اس شہرت کی یہ مقبولیت یا تو شاعرانہ حیثیت سے ہی یا اسلئے کہ اسکو تصوف و معارف کا مجموعہ تسلیم کرلیا ہی حالانکہ مولنا نہ شاعر تھے اور نہ انہون نے مفروضہ تصوف کے یہ خیالات اسمین بھرے ہین جنسے اسکی وقعت کیجاتی ہے بلکہ درحقیقت یہ ایک اعلیٰ درجہ کی فلسفیانہ تصنیف ہی، جسکو زمانہ کے عام رجحان کا اندازہ کرکے صوفیانہ پیرایہ مین اور شاعرانہ صورت مین فاضل مولوی نے پیش کیا ہی، اسی راز کی طرف وہ اشارہ ہی جسپر بہت کم لوگون نے غور کیا ہوگا۔ ع گفتہ آید در حدیث دیگران،

حواشی و شروح جتنے لکھی گئی ہین انمین اکثر تشریحات من چہ سرایم و طنبورہ من چہ سراید کے مصداق ہین اسلئے ایک ایسے ریویو کی سخت ضرورت تھی۔ جو اگر مفصلاً نہین تو مجملاً ہی مثنوی کی اس اصلی تہ پر لوگون کو متوجہ کرے، مولنا شبلی نعمانی نے اسی خیال سے مولنا کی سوانح عمری ترتیب دی ہی اور مثنوی کے فلسفیانہ پہلو کو نظائر و امثال کیساتھ ثابت کیا ہی۔ یہ کتاب نہایت سرعت سے چھپ رہی ہی اور غالباً ... کے بعد شایع ہوگی۔ (ان دونوں کتابوں کو بتوسط مصنف بھی شمس العلوم وفنون حیدرآباد دکن شیخ ... سے منگوانا چاہیئے

چار برس سے کانفرنس قائم ہوئی ہے اور پرائمری و سکنڈری تعلیم کے رزولیوشن پاس ہو رہے ہیں جلسہ
جس قدر ہمکو ترقی کرنیکی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے ترقی کر رہا ہے، ہم چار انجمنیں ہیں اور تم ابھی تک انجمن پر ہی ہو
اسکے بعد شخص موصوف نے سر سید کا ذکر کیا اور انکو تعلیمی تحریک کا پہلا محرک بتلایا، کہنا تھا کہ نواب کانفرنس کے
ایک خاص ممبر بلائے گئے اور انہوں نے کھڑے ہو کر فصاحت و بلاغت سے تمام اپنی اسپیچ دی کہ جسپر نواب او
نصیر حسین خان صاحب کو رشک ہے، خوب جوش سے کہا، اور فرمایا کہ سر سید کی تمام کوششوں کا تعلق صرف ممالک مغربی
و پنجاب سے ہے ہمکو ان سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم انکی کوشش کے ممنون ہیں ہمارے سر سید تو نواب زادہ نصر اللہ خان
ہیں جو مسلمانان بمبئی کی تعلیم کیلئے سخت محنت کر رہے ہیں، اسکے علاوہ اور بھی بہت کچھ سر سید کے متعلق ارشاد کیا اور انکی
کوششوں کی حتی المقدور کمال بے وقعتی کی اس تقریر کو سوائے ان چند اشخاص کے جنکے تعلق نواب صاحب سے کچھ وابستہ
تھا اور بہت کم لوگوں نے دلچسپی سے سنا اور عموماً اس بات کو ان کی بیجا غرور اور اغراض کی بیجا خواہش پر محمول سمجھا
گیا۔ آخری جلسہ میں تمام حاضرین کی نگاہیں عالی جناب پریسیڈنٹ کے اختتامی ایڈریس پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ اس قسم
کی کارروائیوں پر کس قسم کا ریمارک کرتے ہیں، نواب وقار الملک سر سید کے ان قدیم دوستوں و تعلیمی معاملات کے ان
سرپرستوں میں سے ہیں جنکا نام سر سید کے ساتھ ہمیشہ لیا جاویگا آج جس تعلیمی طریقہ پر مسلمانان ہند کا رنگ نظر آتی
ہیں اسکی صورت اول کا خاکہ اسی "تعلیمی شخص" کی ذہن کا نتیجہ ہے، اس لئے ایسے شخص کی صدارت میں تعلیم کے مجدد
اول کو اسکے کاموں کو اس بے وقعتی سے یاد کیا جانے اور اسپر چشم پوشی کیجائے ایک غیر ممکن امر معلوم ہوتا
تھا، چنانچہ یہ توقع بہت بجا ثابت ہوئی اور پریسیڈنٹ نے اپنی اختتامی تقریر میں اسپر کافی گفتگو کی اونہوں نے
فرمایا کہ میں نے کانفرنس اور علیگڈہ کالج کے متعلق مختلف خیالات سنے ہیں لیکن میں اس امر کو کبھی پسند نہیں کر سکتا
کہ پریسیڈنسی کانفرنس آل انڈیا کانفرنس سے کسی قسم کی خصومت رکھے کیونکہ علی گڈہ کانفرنس کا مقصد کسی خاص حصہ
ملک کی اصلاح نہیں ہے بلکہ وہ تمام انڈیا کی اصلاح و ترقی کی کوشش کرتی ہے، پریسیڈنسی کانفرنس کی کوششیں
اگر اس حصہ ملک کی اصلاح میں کامیاب ہوں تو اسکا مفہوم یہ ہے کہ گویا اس نے علی گڈہ کانفرنس کے مقاصد کا
ایک بڑا مقصد پورا کیا ہے اسلئے اس کانفرنس کی کامیابی علی گڈہ کانفرنس کی مسرت کا باعث ہے، ہمکو چاہیئے
کہ ان تمام کوششوں کو جو ملک میں مختلف جگہوں میں کیجاتی ہیں نہایت فراخدلی سے دیکھیں اور اپنے حوصلہ کو

ہی تحریک، علمی ذوق، کالجون اور سکولون کا وجود، مدارس کا خیال، ملک کے مختلف حصون مین نظر آرہا ہے، وہ ایک ہی آدم کی چیخ پکار کا اثر یا ایک ہی کوشش کا ثمرہ ہے۔ اسلئے وہ بدقسمت وہ شخص سخت محسن کش، احسان فراموش، اور کافر نعمت ہے جو اپنے اصل محسن اور حقیقی راہنما کی جانفشانیون کو تسلیم نہین کرتا۔

اب سے چالیس برس پیشتر جبکہ سرسید کی تحریک ملک مین پہلی نہین تہی، کیا کسی انجمن، یا تعلیمی کانفرنس کا وجود ہمکو بتلایا جاسکتا ہے؟ یا کسی ایسی عام تحریک کا پتہ دیا جاسکتا ہے؟ جو آج کل کی تعلیمی تحریکون کی مثال ہو؟ اسی علیگڈہ کی خاک پاک سے یہ تحریک عمل مین آئی، اور یکایک تمام ملک مین پھیل گئی، آج بہت سی کانفرنسین موجود ہین، بہت سی انجمنین نظر آتی ہین، سیکڑون مدرسے قائم ہو رہے ہین لیکن کس تحریک کا نتیجہ ہین؟ اور کسنے یہ خیال قوم مین پیدا کیا؟ کیا کوئی ہے کہ سرسید کے سوا کسی کا نام لے سکے؟!

نواب زادہ نصراللہ خانصاحب نے آج چار سال سے یہ کانفرنس قائم کی ہے اور "ہنوز منزل اول است" کی مصداق ہے، ہم نہین سمجھ سکتے کہ وہ کونسا خیال ہے؟ اور کونسی زبردست کامیابی ہے؟ جسنے نواب صاحب یا نوابصاحب کے خاص اشخاص کو اس امر پر آمادہ کردیا ہے کہ کانفرنس کی اسٹیج پر کھڑے ہوکر علیگڈہ کو، علیگڈہ کی کانفرنس کو اور اسکے مرحوم بانی کو بیوقعتی کیساتھ یاد کرین اور انکی کوششون کی اہمیت کو نہایت معمولی طریقہ سے ظاہر کرتین ہم؟

کانفرنس کے دوسرے دن شب کو ایک خاص اجلاس منعقد ہوا تھا جس مین مسٹر حسن الدینخان صاحب سب پوست ماسٹر کشن گڈھ نے جو ان دنون روپیہ فنڈ کیلئے اسطرف سفر کر رہے تھے، ایک مختصر تقریر کی، جسمین انہون نے مسلمانان گجرات کو تعلیمی ترقی پر توجہ دلانی چاہی اور کہا کہ "ہندستان مین تقریباً اٹھارہ برس سے تعلیمی کانفرنس قائم ہے، اور چالیس برس سے تعلیمی کوشش ہو رہی ہے، بہت سے لوگ خواب غفلت سے جاگے ہین اور اعلی تعلیم پر متوجہ ہوئے ہین، لیکن یہان یہ حالت ہے کہ صرف

تنگ کرین ورنہ ہماری ترقیون مین بڑی رکاوٹ پیدا ہوجائیگی، اسکے علاوہ علیگڈہ کانفرنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ وہ
بہر صورت اپنے افراد وادارہ مقاصد کے حصول کیلئے ملک کے ہر حصہ سے روپیہ جمع کریگی تاہم وہ مقامی ضروریات و متعلقات
پر کافی توجہ کرکے اپنی ضرورتون کو پیش کرتی ہے چنانچہ مدراس مین مسلمانون کی حالت اس امر کی مقتضی نہین ہے کہ ہم
وہ مقامی ضروریات سے چشم پوشی کرکے کانفرنس کی مدد کرین، تو خود کانفرنس نے چندہ وصول کرنیکی بالکل
کوشش نہین کی، اور اون کو مقامی حالت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔

پریسیڈنٹ کی جب تقریر ختم ہوگئی تو نواب زادہ نصیر [illegible] خان صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ "ہماری کانفرنس
علیگڈہ کی تحت ہے، اور نہ علیگڈہ کانفرنس ہماری تحت ہے اسلئے کوئی وجہ نہین کہ علیگڈہ کانفرنس [illegible]
کیجائے۔ علیگڈہ کانفرنس نے جو کام اٹھایا ہے بہت بڑا ہے [illegible] نہین کیا انشاء اللہ کانفرنس [illegible] کرکے دکھائیگی"
اب ہم ان خیالات پر زیادہ ریمارک کرنا فضول سمجھتے ہین بلکہ خود اندازہ کرلے کہ "خیالات" [illegible]
ایک قومی کام کی نشانیان ہین یا [illegible] شخصی کام کی [illegible] کانفرنس کے ایک [illegible] حصہ کی اصلاح کرسکتی ہے
جسکے ابتدا ہی مین یہ دعوے ہون اور ایسی شخصیت [illegible]
واجب اگر لیڈر بننا چاہتے ہین تو اسطرح اونکو کامیابی نہین ہوگی، وہ اس شخص کی شان [illegible] نظر رکھین
جسنے [illegible] محنت مین کرکے دکھادیا کہ قوم کے سچے ہمدرد ایسے ہوتے ہین اور بس! خاموشی [illegible] قومی فرائض
[illegible] ایسا [illegible] کہ اسی کانفرنس کے اسٹیج پر ہر طرف سے مدح و ستائش کی آوازین آئینگی اور خود قوم
[illegible] بلکہ شک [illegible] ہم بھی سنتے ہین [illegible] گئے تو قوم کے سچے ہمدرد سمجھے
[illegible] ذاتی [illegible] سر سید نے [illegible] دولت نہین [illegible] ہم [illegible] فدائی ہوتے
[illegible] کہ [illegible] کے کام [illegible] کرتے ہین [illegible] تعریف [illegible] ذاتیات [illegible]
ہون۔ اور [illegible] کی [illegible] نہین ہوسکتی، اگر [illegible] تعریف کے مستحق بننا
چاہتے ہین۔ خاموشی کے ساتھ کام کرتے جائین زمانہ خود ایک وقت اونکی طرف
[illegible] نگا بجا دیگا۔

اڈیٹر

[illegible] مطبع [illegible] مین چھپا

ایک ماہوار علمی رسالہ

لسان الصدق

سلسلۂ جدید

جلد ۳	اپریل و مئی ۱۹۰۵ء	نمبر ۱ و ۲

اڈیٹر

ابوالکلام آزاد۔ دہلوی

فہرست مضامین

مقام اشاعت نمبر ۱۳۔ بلاس روڈ۔ پوسٹ بھائی کھلہ بمبئی

مفید عام پریس آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

قیمت سالانہ مع محصول درجہ اول ۴ روپے، درجہ دوم ۲ روپے

زمانہ

جسمین اپریل سنہ ۱۹۰۴ء سے مشاہیر ہند کے عکسی تصاویر کا انتظام کیا گیا ہے

قیصری پریس دہلی سے ہر ماہ مین ایکبار عمدہ اور دبیز کاغذ پر شایع ہوتا ہی۔ اسمین ملک کے مشہور اور منتخب مضمون نگارون کے لکھے ہوے ملکی علمی اخلاقی وغیرہ ہر قسم کے نثر و نظم مضامین چھپتے ہین۔ مشہور مضامین پر تنقیدین لکھی جاتی ہین علمی خبرین نوٹس اور تذکرے کے عنوان سے مشہور مصنفون کی تصنیف و تالیف کے متعلق دلچسپ واقعات اور معلومات انکی تجویزین اور ارادے درج کیے جاتے ہین تازہ اور جدید تصانیف اور طبع کتب کا اعلان ہوتا ہی۔ ملک کے قابل قدر رسالون پر ہر ماہ باقاعدہ ریویو لکھا جاتا ہی اور اسطرح ناظرین کو کم سے کم خرچ اور وقت مین اہل ملک کے خیالات اور تحریرات سے مستفیض ہونیکا موقع دیا جاتا ہے۔ منتخبات مین اردو کے علاوہ ہندی انگریزی رسالون کے خاص خاص مضامین کا ترجمہ بھی وقتاً فوقتاً پیشکش ناظرین ہوتا ہی۔ غرض ہر طرح سے یہ ایک مفید ملکی رسالہ اور جامع میگزین ہے۔ یہ کسی خاص قوم یا مذہب کا رسالہ نہین ہی اسواسطے اسکے مضامین عام دلچسپی اور فائدے کے ہوتے ہین۔ علاوہ برین۔ ہر ماہ مشاہیر ملک مین سے کسی نہ کسی کی عکسی تصویر رسالہ ہوتی ہی حجم۔ کاغذ مضامین وغیرہ کے اعتبار سے اردو مین نہایت سستا رسالہ ہی۔ قیمت سالانہ سے؎ علاوہ محصولڈاک نمونہ کا پرچہ مفت۔

تمام درخواستین بنام منیجر رسالۂ زمانہ قیصری پریس دہلی آنی چاہئین

قوم

یہ رسالہ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء سے ماہوار جیپور سے شایع ہوتا ہی اِس عرصے مین اسکی ظاہری حالت مین بہت کچھ اصلاح اور تغیر و تبدل ہوا۔ اب جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے ۱۹×۲۲ کی تقطیع کے عمدہ ولایتی کاغذ پر ۶۱ صفحہ کا بلا علاوہ ٹائٹل شایع ہوتا ہی تہذیب اخلاق اصلاح تمدن ترقی قومی۔ اسکے خاص مقاصد ہین۔ شہر جیپور مین رہنے والون سے آٹھ آنہ سالانہ اور بیرونجات سے مع محصولڈاک ۱۲ سالانہ ہی قیمت ہمیشہ پیشگی لیجاتی ہی نمونہ کا پرچہ درخواست آنے پر مفت بھیجا جاتا ہی۔ رسالۂ قوم پر ملک کے اکثر اخبارات و رسائل نے عمدہ ریویو کیے ہین۔

تمام درخواستین اس پتہ پر ہون۔

منیجر "رسالۂ قوم" جیپور۔ (راجپوتانہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبادلۂ سنین

اور

لسان الصدق

صبح ہوئی، شام ہوئی، دن گیا، رات آئی، کل شنبہ تھا، آج یکشنبہ ہے، کل اکتیسویں تھی، آج پہلی ہے، اسی طرح تسبیح کے دانے اپنی آخری مرکز تک پہنچ گئے، اور اس سلسلے کا ایک دور جسکی ابتدا کسی کو معلوم نہیں ختم ہوا، سپتمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر، آج جنوری کی پہلی تاریخ ہے، اور نیا دور نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔

اگر اس عظیم الشان انقلاب کا جو زمانہ میں، اور زمانے کی ہر چیز میں تغیر پیدا کر دیتا ہے، ہماری طبیعتوں میں موثر احساس ہوتا، تو درحقیقت ہمارے وہ دلفریب زندگی، جو عیش و آرام سے وابستہ ہے، بے اطمینانی سے مبدل ہو جاتی، بہت کم لوگ ہوتے ایسے، جو خود کو اس احساس سے محفوظ رکھ سکتے، لیکن قدرت ہمارے آرام و آسایش کی اسقدر حامی ہے، کہ اس موثر احساس سے ہمکو بالکل محروم رکھا، اتنی بڑی وسیع مدت! اتنا بڑا طویل زمانہ! بات کی بات میں ختم ہو جاتا ہے، خواب غفلت

وسیع لفظ میں حصہ شمولیت نہیں رکھتا؟
اگر رکھتا ہے، تو پھر کیوں نہ ہم اسپر
غور کریں کہ لسان الصدق پر اس انقلاب
کا کیسا اثر پڑا؟ اور آیندہ کہانتک متاثر ہوگا؟
کیونکہ بقول ایک یورپین فلاسفر کے اُس
شخص سے بڑھکر کوئی نادان نہیں ہے،
جو دنیا بھر کی قسمتوں کا فیصلہ کرے، مگر
اپنی قسمت پر کبھی غور نہ کرے کہ اس کا کیا
فیصلہ ہوگا؟

لسان الصدق سنہ ۱۹۰۳ء میں شایع ہوا تھا
اور جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے اُسکی دوسری جلد
شروع ہوئی تھی، نو نمبروں پر یہ جلد ختم ہوگئی،
اور آج جنوری سنہ ۱۹۰۵ء سے یہ تیسری جلد میں
قدم رکھتا ہے!

اس عرصہ میں اُسکی کیا حالت رہی؟
اور اُس نے اپنے فرائض کہانتک
ادا کیے؟ افسوس ہے کہ اس سوال کے
جواب میں ہم ندامت اور خجالت کے سوا
کچھ پیش نہیں کر سکتے! بہت سے خوش قسمت رسالے
آج اپنی پچھلی زندگی پیش کر کے خریداروں سے داد
اور دنیا سے مبارکباد کے متوقع ہونگے، لیکن ہم
ہیں کہ اپنی گذشتہ حالت کو افسوس اور آیندہ
حالت کو امید کی نظر سے دیکھ رہے ہیں!

اس سال بھر میں ہم کن مجبوریوں اور
پریشانیوں میں مبتلا رہے؟

یہ سوال پہلے سوال سے گو آسان ہے،
مگر اُس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے،
مختلف مقامات کا سفر، سخت دایم المرضی،
چند پریشان کن واقعات، بعض ایسی
پیچیدگیاں، جو وسعتِ تعلقات سے دنیا
میں رہنے والونکو اکثر پیش آیا کرتی ہیں، اور
اور اسی قسم کے متعدد واقعات جو سال بھر
میری امیدوں اور آرزوں کو خاک میں
ملا کر میری پریشانی میں اضافہ کرتے رہے،
اور جنکی طول طویل فہرست اسوقت پیش
کی جا سکتی ہے، لیکن درحقیقت ان
مصائب پر توجہ کرنی بھولے ہوئے واقعات
کا یاد کرنا ہے جس سے نہ اُس ندامت

کے سرشار سمجھتے ہیں کہ ابھی نئے سال
کے تین سو پینسٹھ دن باقی ہیں لیکن یکایک
وہ معین وقت آپہنچتا ہے، جبکہ پچھلا حکمراں
معزول اور ایک نیا شخص اسکا جانشین
مقرر ہوتا ہے۔ ہم چونکتے ہیں اور حیرت سے
نئی صورت کو دیکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں،
کہ تین سو پینسٹھ دن کی نئی فرصت ہاتھ آئی
ہے!

اکتیسویں دسمبر کی رات اور پہلی جنوری
کی صبح بھی کس قدر عجیب اور حیرت انگیز تھی
جبکہ ۱۹۰۴ء کے وہ نظر فریب تماشے،
جنکے دیکھنے سے ابھی ہماری نگاہیں سیر
نہیں ہوئی تھیں۔ یکایک نظروں سے
غائب ہو گئے، اور ایک ناگہانی ڈراپ سین
نے آنے والے تماشوں کا منتظر بنا دیا،
۱۹۰۵ء کی آمد آمد ہے! اور نہایت بے چینی
سے انتظار کی آنکھیں اٹھی ہوئی ہیں،
کہ ۱۹۰۵ء کے اسٹیج پر کیسے کیسے ایکٹر
آتے ہیں؟ اپنے تماشوں سے دیکھنے
والوں کو بے چین کر کے جاتے ہیں؟
مسرت و شادمانی میں محو کر کے؟

ظاہر ہے کہ یہ انقلاب دنیا کی ہر چیز پر اثر
ڈالے گا، لیکن اس تاثیر کو وہی نگاہیں
محسوس کر سکیں گی، جو حقیقت بینی کے
سرمے سے مزین ہیں، ظاہر بینوں کو وہی
آسمان، وہی زمین، وہی زمانہ، وہی دنیا
زمانے کے [illegible] نظر آئیں گے زمانہ ہزار بدل جائے
لیکن انکی نگاہیں یہی دیکھیں گی کہ وہ دنیا
اسی قدیم حالت پر قائم ہے، جسپر وہ اسے
ابتدائی عمر سے دیکھتے آئے ہیں، زمانہ
کا یہ تغیر دنیا پر کیا اثر ڈالے گا؟ وہ اس
اہم سوال کا جواب کیونکر دے سکتے ہیں؟
جبکہ انہیں اسکی بھی خبر نہ ہو کہ اس انقلاب
نے خود انکی زندگی پر کیا اثر ڈالا ہے؟
ترقی کر رہی ہے یا تنزل؟

شادیم کہ سال نو در آمد
غافل کہ زعمر رفت سالے

لیکن کیا لسان الصدق دنیا کے

ذکیا جاسے۔ اسلئے ہمنے پوری آمادگی
اور طیاری کے بعد رسالے کی اشاعت کا
بار بار اپنے سر لیا تھا، لیکن اب اسکا گلہ کیسے
کیا جاسے کہ آنے والے واقعات نے
ہماری آمادگی کے خلاف کوشش کی، اور
تمام امیدیں خاک میں ملادیں، اگرچہ ان مقاصد
کے متعلق متعدد مضامین شایع ہوسے،
اور بعض مضامین ہندوستان کے نامی
پرچوں نے مثل "عصر جدید" اور "شریف" وغیرہ
کے اپنے اپنے پرچوں میں نقل کیے جو
اُن مضامین کی عمدگی کا کافی ثبوت ہے،
لیکن درحقیقت ان جزئی باتوں سے ہم
یہ جرأت نہیں کر سکتے، کہ لسان الصدق کی
گذشتہ حالت کو فخر یا کم از کم مسرت کیساتھ
پیش کر سکیں، کیونکہ لسان الصدق نے
جن مقاصد کے پورا کرنے کا دعویٰ کیا تھا،
اور قوم کی جو خدمات اپنے سر لی تھیں، اگر یہ
انہیں کامیاب ہوتا، اور اپنے فرائض پورے
طور پر ادا کرتا تو بیشک آج اسے استحقاق
تھا، کہ مذمت کی جگہہ زمانے سے افتخار کا
تمغہ حاصل کرے، اور سرنگونی کی جگہ امتیاز
بلند کرے، لیکن جبکہ آنے والے وقت نے
اسکی مخالفت کی، اور کام کرنیکا زمانہ ناکامی
میں گذر گیا، تو اب اگر امتحان میں چند جزئی
باتیں قابل تعریف ثابت بھی ہوں، تو زمانہ
اسپر توجہ کر کے "کامیابی" کا سارٹیفکٹ
نہیں دے سکتا۔

یہ مبادلۂ سنین نہیں معلوم دنیا پر کیا اثر ڈالے گا،
اور لسان الصدق کی اسکے دور حکومت
میں کیا حالت رہے گی؟ لیکن اس میں
کوئی شک نہیں کہ اسکے آتے ہی لسان الصدق
کی امیدوں میں ایک نئی روح پڑ گئی، اور
اسکی مردہ آرزوئیں از سر نو زندگی پیدا ہوگئی
اسلئے ہمکو کامل امید ہے کہ سنہ ۱۹۰۵ء کا دور
حکومت لسان الصدق کیلئے نہایت
مبارک ثابت ہوگا، اور ہماری وہ امیدیں
پوری ہونگی جنکا سال بھر نہایت بے دردی

کی تلافی ہو سکتی ہے، ورنہ رسالہ کی حالت پر کوئی اچھا اثر پڑ سکتا ہے سوا اسکے کہ ایک کی افسردہ دلی مجلس کی مجلس کو افسردہ دل بنا دے، جو کچھ گزرا، اور جن جن مجبوریوں میں ہم مبتلا رہے، اسکے اندازہ کرنے کیلئے اس قدر کہدینا کافی ہے، کہ اس سال بھر میں ہمکو معرفت آلٰہی کا اعلیٰ سبق حاصل ہوا، اور ایک اضطراری حالت نے ہمکو سمجھا دیا کہ

عرفت ربی بفسخ العزائم

لیکن باوجود ان مجبوریوں کے، جن کے اثر سے لسان الصدق اُن تمام باتوں کو کھو بیٹھا تھا، جو کسی رسالے کی قبولیت اور ترقی کا باعث ہوتے ہیں، پبلک نے اُسپر جسقدر توجہ کی، وہ درحقیقت اک حیرت انگیز اور عام حالات کے خلاف واقعہ ہے ؛ لوگ کرتے ہیں، گلہ شاکی ہیں کہ دنیا نے توجہ نہیں کی، ہم نے کچھ نہیں کیا، مگر آج معترف ہیں کہ زمانہ نے بڑی قدردانی کی!!

لسان الصدق کے گزشتہ گیارہ پرچے اسوقت ہمارے سامنے پڑے ہیں، نومبر کے نمبر میں ایک طول طویل تشریح کے بعد چار ضروری مقصد پیش کئے گئے تھے، جن پر لسان الصدق کاربند ہو کر ملک و قوم کی خدمت کرنی چاہتا تھا۔

(۱) "سوشیل رفارم" یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنی۔

(۲) "ترقی اُردو" یعنی اُردو زبان کی ادبی اور علمی ترقی کی کوشش کرنی۔

(۳) "انتقاد" یعنی ملک کی مشہور تصنیفوں و اخباروں پر منصفانہ ریویو کرنا۔

(۴) "علمی مذاق کی اشاعت" بالخصوص بنگالہ میں۔

یہ مقاصد جس قدر اہم اور ضروری ہیں، اس سے کہیں زیادہ ہمارا ارادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ قائم ہوا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ ایک کام کا نہ کرنا اس سے بہتر ہے، کہ ایک کام شروع کیا جائے۔ اور اُسکو آخر تک پورا

ہمارے اُن عنایت فرماؤں کو جنکی سرپرستی کا لسان الصدق کو شرف حاصل ہے، جب اس امر کی اطلاع ہوئی۔ جنوری سے رسالہ کی حالت میں ایک مفید انقلاب ہونے والا ہے، تو انہوں نے اُسکی آئندہ حالت کے متعلق مختلف رائیں دی، ایک صاحب نے فرمایا کہ یہ رسالہ اب بطور کوارٹرلی ریویو کے شائع ہوا کرے، اور اسکی ضخامت صرف سو صفحے سالانہ تین سو صفحے کی جائے" ایک اور صاحب اس پر مصر ہوئے کہ "جنوری سے اسکی ضخامت کم از کم چار جز کر دی جائے، اور قدیم و جدید نظم کا حصہ بڑھایا جائے

بعضوں نے رائے دی کہ "اسکے موجودہ صفحات محدود ہیں انہیں وسعت دی جائے اور اس قسم کے مضامین بھی شائع کئے جائیں جنہیں کسی مذہبی اصول کی تحقیق کی گئی ہو، کیونکہ مرحوم "تہذیب الاخلاق" کے بعد اب کوئی رسالہ اس رنگ کا نظر نہیں آتا"

اسی طرح لسان الصدق کے ایک مکرم اور مخدوم سرپرست اس امر پر زور دینے لگے کہ جہانتک ہو سکے یہ رسالہ سائنٹفک مضامین کے لئے وقف کر دیا جائے، اُنکے نزدیک ابھی اردو میں ایک ایسے رسالہ کی سخت کمی ہے، جو قوم کے سائنٹفک مذاق کو ترقی دے

ان تمام رایوں کے دیکھنے سے ہمکو اختلاف طبائع اور اختلاف مذاق کا نہایت عمدہ اندازہ ہوا، علمی مذاق کی طبیعت سائنٹفک مضامین کو ڈھونڈھتی ہے، اور مذہبی ضرورت کا احساس مذہبی رسالہ کا متلاشی ہے، شعر و سخن سے چٹخارا لینے والے ایک علمی یا مذہبی رسالہ کو دلچسپی کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے اور اعلیٰ حالت کے متوقع ادنیٰ درجہ سے اپنی طبیعت خوش نہیں کر سکتے، ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ایک رسالہ مختلف مذاقوں کو کیونکر جمع کر سکتا ہے؟ اور ایک ہی آئینہ

سے خون ہوتا رہا ۔

"لسان الصدق" اپنی اصلی صورت آج اختیار کرتا ہے، اسلئے اسکی اصلی زندگی آج سے شروع ہوتی ہے، اب "لسان الصدق" وہ لسان الصدق نہیں رہا، جسکو سال بھر تک آپ معمولی نگاہ سے ملاحظہ فرماتے رہے بلکہ اب لسان الصدق ایک ایسے رسالے سے عبارت ہے، جو کارآمد، مفید ملک، اور سائنٹفک مضامین کا ایک عمدہ مخزن ہے، جسکے کارآمد اور مفید بنانے میں ہندوستانی کوشش کے تمام ممکن ذرایع سے کام لیا گیا ہے" اور جس سے بہتر نمونہ اردو پریس کی موجودہ حالت نہایت مشکل سے پیش کر سکتی ہے،

اسمیں چند خصوصیتیں یورپ اور ممالک اسلامیہ کے رسائل کی تقلید میں ایسی جمع کی گئیں ہیں جن کی نظیر آج اردو کا کوئی رسالہ پیش نہیں کر سکتا، لیکن یہ تمام غیر معمولی کوششیں، جن سے "لسان الصدق" یکایک ترقی کے میدان میں نظر آرہا ہے، درحقیقت اُس گزشتہ تنزل کا نتیجہ ہے، جسنے طبیعت میں ندامت پیدا کرکے تلافی کا مضبوط خیال پیدا کر دیا تھا؛ اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ لسان الصدق کی گذشتہ حالت اگرچہ طبیعتوں کو افسردہ کرنے والی تھی، لیکن نتیجہ کے لحاظ سے نہایت مبارک ثابت ہوئی کیونکہ اگر ندامت نہ ہوتی تو تلافی کا خیال بھی نہ ہوتا، اور اگر یہ خیال نہ ہوتا، تو اس قدر جلد ترقی تک پہنچانے والی کوشش یا تحریک بھی پیدا نہ ہوتی، اور ایک مدت میں کہیں لسان الصدق اس حالت تک پہنچتا۔!

اے باد صبا! این ہمہ آوردۂ تست!!

اب وہ زمانہ کچھ دور نہیں ہے، جبکہ لسان الصدق کی حیرت انگیز ترقی اسکے گذشتہ تنزل کی کافی تلافی کر دے گی،

اور آپ اسکی دلفریب صورت کے نظارے میں ایسے محو ہو جائیں گے کہ اسکی پہلی حالت کا اثر آپکے دماغ سے بالکل محو ہو جائیگا!

یورپ میں مختلف مذاق کے جو رسالے شایع ہوتے ہیں، انکی تقلید میں مصر و ٹرکی آج تمام ایشیا میں فوقیت رکھتا ہے، ان ممالک کے رسائل میں چند خصوصیتیں ایسی ہیں، جنکی اُردو رسالوں میں نظیر نہیں ملتی۔

(۱) اول یہ کہ چھپائی، لکھائی، اور کاغذ کی عمدگی سے انکی ظاہری صورت میں دلفریبی، اور خوشنمائی پیدا کر دیتی ہے، جو اُردو رسائل میں بالکل نہیں ہے۔ گو ایک دو رسالے اِس امر میں زیادہ کوشش کرتے بھی ہیں تو بھی انکے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتے۔

(۲) دوم یہ کہ انکی ضخامت اسقدر زیادہ ہوتی ہے، کہ زیادہ سے زیادہ ضخامت کے اُردو رسالہ کو اسکا تیسرا حصہ بھی بمشکل کہا جا سکتا ہے، اسلئے انمیں مضامین ہر قسم کے بکثرت آ سکتے ہیں، اور ایک مہینے کی دلچسپی کا کافی سامان جمع کر سکتے ہیں۔

(۳) سوم یہ کہ مضامین کے جمع کرنے میں نہایت کوشش اور محنت سے کام لیتے ہیں، اُردو رسالوں میں دو چار رسالے ایسے بمشکل نکلیں گے، جنکے ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی عمدہ مضمون ضرور ہو، ورنہ عموماً صفحات پُری کے لئے ہر قسم کے ردی اور بے نتیجہ مضامین جمع کر دیے جاتے ہیں۔

(۴) چہارم یورپ اور امریکہ کے رسالوں میں ایک ایسی عجیب قوت سے کام لیا جاتا ہے، جو رسالے میں ایک نئی روح پیدا کر دیتی ہے اور یہی وہ روح ہے، جس سے ہمارے اُردو رسالے بالکل خالی ہیں، اور اس لئے انکے مقابلہ میں بے جان مردے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، وہ عجیب قوت "تصاویر" ہیں، جنکا مضامین کی دلچسپی، اور اہم مطالب کی تسہیل کے علاوہ رسالہ کی ظاہری صورت پر بھی نمایاں اثر پڑتا ہے۔ "تصویر" آج بیسویں صدی میں، تاریخی اور اخلاقی مضامین کا جزو اعظم تسلیم کر لی گئی ہے، اور روز بروز اسکی ضرورت پر زیادہ توجہ ہوتی جاتی ہے اسلئے جب تک اُردو رسائل اِس

میں دنیا بھر کی صورتیں کیونکر نظر آسکتی ہیں ؟ اگر کوشش بھی کیجائے اور کسی رسالہ میں مختلف رنگ کے مضامین جمع بھی کئے جائیں تو یہ مشکل ہے کہ اسکا ہر رنگ عمدہ حالت پر ہو، یورپ میں آج ہر علم و فن کے مختلف رسالے شائع ہوتے ہیں، اور ہر مذاق کا شخص اپنے مذاق کا رسالہ ڈھونڈھ لیتا ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی رسالہ کو جس طرح ایک فلاسفر دلچسپی کی نگاہ سے دیکھے، اُسی طرح ایک مذہبی فاضل بھی اُسے وقعت کے ساتھ پڑھے، جس طرح علمی مجالس میں اسکی عزت ہو، اسیطرح شعرا کی دلفریب صحبتوں میں بھی باریاب ہو۔!

اس لئے اس مشکل کا اندازہ کرکے ہمنے آج سے لسان الصدق کو ایک ایسی حالت میں چلانا چاہا ہے، جسمیں وہ مذاق منتخب کرکے جمع کئے جائیں، جو درحقیقت اسوقت ضروری ہیں، نہ کہ اُن مذاقوں کا خیال رکھا جائے جسپر زمانہ مٹا ہوا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ قوم کو یہ مذاق پیدا کرنا چاہئے اور اس راستہ پر چلنا چاہئے، اس لئے ہم کوشش کرتے ہیں کہ قوم وہ مذاق پیدا کرے اور اسی راستہ پر چلے، ہمارا حال اُن لوگوں کا سا نہیں ہے جو دیکھتے ہیں کہ قوم آجکل کس مذاق کی دلدادہ ہے، اور کس لکیر کی فقیر ہے؟ اس لئے وہ اپنی قبولیت کے لئے اسی مذاق کو پیش کرتے ہیں، اور اسی راستہ پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں، لسان الصدق سچائی کی زبان ہے، اس لئے اُس سے سچائی کے سوا اور کسی بات کی توقع نہیں ہوسکتی، اسی صداقت نے جو راستہ دکھلایا ہے آج سے اُسپر چلنے کی لسان الصدق کوشش کرتا ہے، اگر یہ اپنے منزل مقصود تک پہنچ گیا، تو ہم بھی سمجھیں گے کہ بیشک! لسان الصدق نے دنیا میں آکر اپنے قدردانوں کا حق رفاقت ادا کیا، ہمکو قوی امید ہے کہ وہ کامیاب ہوگا، اور ہم ایک زمانے میں مبارکباد کے مستحق ہونگے!

مستثنیٰ کیا ہے، یعنی ایک رسالہ تو بیشک
ایک خاص مفید غرض سے شایع ہوتا ہے،
اور اسلئے اسکا وجود نہایت کارآمد اور قابل قدر
ہے۔ دوسرا رسالہ اگرچہ لٹریری اغراض سے
بالکل الگ نہیں ہے، لیکن پھر بھی اسکے
ہر نمبر میں کوئی نہ کوئی مضمون اس قسم کا ضرور
ہوتا ہے جسمیں کسی ضروری اصلاح یا تجویز
یا کسی علمی مسئلہ پر بحث کی گئی ہو، اس لئے
پہلے رسالے کے بعد نسبتاً یہ اس امر کا
مستحق ہے کہ اسکو مستثنیٰ کرکے ایک خاص
امتیاز بخشا جاے؛

یہ دو رسالے "عصر جدید" اور "زمانہ" ہیں

عصر جدید ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ
"سوشیل ریفارم" سے تعلق رکھتا ہے، اور یہی
مقصد اسکے تمام مضامین کا عام مرکز ہے،
"زمانہ" کے جن خاص مضامین کو ہمنے کارآمد
قرار دیا ہے اور جنکی بدولت اس منصفانہ ریمارک
میں اسنے استثنا کا استحقاق حاصل کیا ہے
وہ بھی زیادہ تر اسی قسم کے اصلاحی مقاصد
پر شایع ہوتے ہیں، اسلئے اگر اس پہلو سے
نظر ڈالی جاے تو در حقیقت اُردو میں کوئی رسالہ
ایسا نظر نہیں آتا جو قوم کے علمی مذاق کو ترقی
دے، اور بےنتیجہ تحریروں سے بالکل پاک
و صاف ہو، لاہور کی "بائیبل سوسائٹی" کا ماہوار
رسالہ (ترقی) بیشک علمی مضامین اکثر شایع
کرتا رہتا ہے، لیکن چونکہ اس رسالہ کی اصل
غرض اُن مضامین کو شایع کرنا، اور اُن پر
توجہ دلانا ہے، جو رسالہ کے ابتدائی اوراق
میں نظر آتے ہیں، اسلئے وہ ان مضامین
کو جو در حقیقت ایک ضمیمہ کی حیثیت رکھتے
ہیں، اس توجہ اور ترتیب سے جمع نہیں کرسکتا
جو اس قسم کے علمی رسالہ کیلئے ضروری ہے
پس در حقیقت کوئی رسالہ اُردو میں ایسا نہیں
نظر آتا جو اس مرض کا کافی علاج کرسکے جس نے
ملک کے عام مذاق، اور شوق و ذوق میں
سخت اضمحلال پیدا کردیا ہے، اگر ایسی
حالت میں لسان الصدق اس کام کا

قوت سے کام نہ لیں گے، انہیں وہ خوبیاں
پیدا نہیں ہو سکتیں، جو یورپ کے رسالوں کی
خصوصیات تسلیم کی گئیں ہیں،

یہ وہ خصوصیتیں ہیں جنسے اُردو رسائل
بالکل محروم ہیں، اسلئے متعدد رسائل کی
موجودگی پر بھی اُردو میں ایسے رسالوں کی
سخت ضرورت باقی ہے جو یہ خصوصیات
حاصل کر کے مغربی تقلید کا کامل نمونہ پیش
کریں، اور دلچسپ مگر بے نتیجہ مضامین کو ترک
کر کے، خشک مگر کارآمد مضامین سے
ملک میں علمی مذاق پیدا کریں۔

کیونکہ اسوقت جتنے رسالے اُردو میں شایع
ہوتے ہیں، انمیں ایک بڑا حصہ تو اُن رسالوں
کا ہے، جو اس بحث میں شامل ہونے کا
استحقاق ہی نہیں رکھتے، بہت سے رسالے ایسے
ہیں جنکا کوئی خاص مقصد نہیں ہے، مختلف
مضامین جمع کر کے شایع کر دیتے ہیں۔ اور
اسی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، ان دونوں
قسموں کے الگ کر دینے کے بعد زیادہ سے
زیادہ دس رسالے ایسے ملیں گے جو زیادہ اہتمام
سے شایع ہوتے ہیں، اور ملک میں کافی
قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ لیکن ان دو
رسالوں کے سوا اور کسی رسالے پر کار آمد
ہونے کا اطلاق جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ملک
میں لٹریری مذاق کے پیدا کرنے، اور انشا پردازی
کو ترقی دینے کے سوا انکی اور کوئی غرض نہیں
ہے اگر انکی سالانہ جلدیں اول سے آخر تک
دیکھیں جائیں، تو بمشکل دو چار مضمون ایسے
دستیاب ہونگے، جنکا کسی علمی سبجکٹ سے
تعلق ہو، ورنہ غالب حصہ انہیں مضامین کا
ہوگا۔ جنمیں کسی دلچسپ سبجکٹ کو لٹریچر
کی رنگ آمیزی سے اس قابل بنانے
کی کوشش کی جاتی ہے، کہ تفریح طبع
کا عمدہ کام دے سکے۔

جن دو رسالوں کو ہمنے عام کلیہ سے۔

ہمارے حیطۂ قدرت سے باہر ہے، ضخامت
کا بڑھنا صرف ایڈیٹر کی کوشش پر منحصر نہیں
ہے، بلکہ درحقیقت پبلک کی توجہ پر موقوف
ہے، اسلئے سردست اس خصوصیت کے
حاصل کرنے سے مجبور ہیں، ہاں! ملک کی
توجہ جسقدر بڑھتی رہے گی، اسی قدر لسان الصدق
کی ضخامت میں اضافہ ہوتا رہے گا تیسرا
مقصد یہ ہے کہ مضامین کے جمع کرنے میں
غیر معمولی کوشش صرف کیجائے، اور اعلیٰ
درجہ کے مضامین جنکا بڑا حصہ ملک کے مسلم
مضمون نگاروں کی قلمی کوشش کا نتیجہ ہو
درج کئے جائیں۔ لسان الصدق نے اس
خصوصیت کو بہ خصوصیت کے ساتھ
حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، غالباً
اسکی نظیر کسی دوسرے رسالہ میں نہیں ملسکے
گی، اس دعوے کا ثبوت پہلی ششماہی میں
ظاہر ہو جائے گا، اور زمانہ دیکھ لے گا کہ اس
دعوے میں کہانتک اصلیت کا حصہ تھا،
ملک کے اُن مشہور مصنفوں، اور مضمون نگاروں
نے جنکی قابلیت اور کمال کو ملک نے متفق
لفظوں میں تسلیم کرلیا ہے، جنکا غلغلۂ
کمال اُردو کی چاردیواری میں محدود نہیں
ہے بلکہ غیر زبانوں تک پہنچ چکا ہے، جنکی
سرپرستی پر اُردو کو ناز ہے، لسان الصدق
کی قلمی سرپرستی منظور فرمالی ہے اور
مضامین عنایت فرمانے کا وعدہ کیا ہے،
اس لئے ہمکو کامل امید ہے اور یہ امید
دعوے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ
لسان الصدق اپنے مایۂ فخر اور باعث شرف
سرپرستوں کی نظر عنایت سے اس
خصوصیت کو اپنے لئے مخصوص کرے گا،
اور اپنے دعوے میں صادق ثابت ہوگا،
اب رہی چوتھی خصوصیت، لسان الصدق
کوشش کرے گا کہ اسکو بھی خصوصیت کے
ساتھ حاصل کرے، اگرچہ ایک اُردو رسالہ
کیلئے تصاویر کا انتظام اس لحاظ سے نہایت
دشوار ہوتا ہے کہ لیتھو کی چھپائی میں موقع بموقع
تصویروں کے بلیٹ نہیں آسکتے، اور

بیڑا اٹھائے، اور اس مرض کے استیصال کی کوشش کرے، تو کیا اس سے بڑھکر کوئی اور خوش آیند خیال ہو سکتا ہے ؟

ہاں! بیشک! لسان الصدق اس اہم خدمت کو نہایت جرأت اور استقلال کے ساتھ اپنے سر لیتا ہے، وہ آیندہ اس راستہ پر چلنے کی کوشش کرے گا جو اگرچہ شاہراہِ عام سے بالکل الگ ہے، لیکن قوم کو منزلِ مقصود پر پہنچانے والا ہے! لٹریچر نے گو اسکا ساتھ نہیں چھوڑا مگر وہ لٹریری دنیا سے بالکل ترک تعلق کرتا ہے اور اب ہمیشہ کیلئے علوم و فنون کے چٹیل میدان میں قدم رکھتا ہے! باغ و گلزار کی دلفریب صورت، ہنر و اشجار کے پر لطف منظر پر اس خشک جنگل کو ترجیح دیتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے ہمدرد رفیق اس سفر میں کہاں تک ہمارا ساتھ دیتے ہیں اور انکی رفاقت ہماری ہمت میں مضبوطی پیدا کر کے کب تک منزلِ مقصود پر پہنچاتی ہے ؟

یورپ اور ممالک اسلامیہ کے نامور علمی رسائل کی چار خصوصیتیں ہمنے ایسی پیش کی ہیں جنکی اردو رسائل میں اسوقت تک کامل تقلید نہیں کی، انمیں پہلی خصوصیت یہ ہے کہ رسالہ کی ظاہری صورت کا حسن، اور اسے تعلق ہے، انکو اعلیٰ حالت میں جمع کیا جائے اس خصوصیت کے لحاظ سے کوشش کیجائے گی کہ اردو پریس کا بہتر سے بہتر نمونہ لسان الصدق کے صفحات میں پیدا کیا جائے، اور اسکی ظاہری صورت کے دلفریب بنانے میں غیر معمولی محنت سے کام لیا جائے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ رسالہ کی ضخامت میں اتنی وسعت ضرور ہونی چاہئے کہ مہینہ بھر کی دلچسپی کا سامان کافی طور پر جمع ہو سکے بیشک! یہ خصوصیت ایسی ہے جسکی کامل تقلید اسوقت نہ صرف مشکل بلکہ

آف الٰہ آباد یونیورسٹی سابق پروفیسر میور سنٹرل
کالج الٰہ آباد۔

شمس العلماء مولوی محمد یوسف جعفری۔
سابق ایڈیٹر "پٹنہ انسٹیٹیوٹ گزٹ" و حال چیف
مولوی "بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ۔"

جناب مولوی عبد الحلیم صاحب "شرر" ایڈیٹر
دلگداز و اتحاد۔

جناب مولوی محمد عبد الرزاق صاحب کانپوری
مصنف "البرامکہ"

جناب مولوی وحید الدین صاحب "سلیم"
سابق ایڈیٹر "معارف"

جناب مولوی امجد علی صاحب "اشہری"

لسان الصدق کے قدیم مقاصد میں پہلا مقصد "سوشل ریفارم" درحقیقت ایک مفید اور ضروری مقصد ہے، اور اسلئے ہم نہیں چاہتے کہ ایسے اہم مقصد کو ضمنی طور پر داخل مقاصد کیا جائے، "معزز عصر جدید" اس کام کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے اور یہ اسی کا حصہ ہے، لہذا یہ مقصد آیندہ کیلئے مقاصد لسان الصدق سے الگ کرتے ہیں۔

دوسرا مقصد "ترقی اردو" درحقیقت لسان الصدق کی آیندہ زندگی کا اصل اصول ہے، کیونکہ اردو کی ترقی محض علمی مضامین کی اشاعت اور اردو دان پبلک کے علمی مذاق پر موقوف ہے، اور یہی لسان الصدق اپنا آیندہ مقصد قرار دیتا ہے۔

تیسرا مقصد "انتقاد" اس قدر ضروری اور اہم مقصد ہے کہ اسکے لئے ایک ایسا رسالہ جو اور مقاصد کیلئے بھی اپنے اوراق صرف کرنا چاہتا ہو کافی نہیں ہوسکتا، اور اسی لئے ہمنے اس مقصد کیلئے لسان الصدق کا ایک ضمیمہ "ریویو" جاری کرنا تجویز کیا ہے، جسکا اشتہار کسی دوسری جگہ درج کیا جائیگا۔

چوتھا مقصد علمی مذاق کی اشاعت بھی لسان الصدق کی آیندہ زندگی کا عین مقصد ہے اور اس لئے یہ مقصد بھی بدستور شامل مقاصد رہے گا، ہاں اسمیں جو خصوصیت

انکے الگ چھپوانے میں علاوہ صرف بیجا کے اصلی لطف ہی جاتا رہتا ہے لیکن تاہم جسقدر کوشش اس صورت میں ممکن ہے اس سے اس خصوصیت کے حاصل کرنے میں مدد لی جاوے گی ہر نمبر میں ایک دو تصویریں ہاف ٹون الگ چھپوا کر شامل کی جائیں گی اور باقی وہ تصویریں جن کا تعلق مضامین کے خاص حصوں سے ہے سادی چھپوا کر لگائی جائیں گی۔

غرضکہ لسان الصدق میں ذیل کی خصوصیتیں ایسی جمع کی گئیں ہیں جنکی نظیر اردو کے عام رسائل میں نہیں ملسکتی۔

(۱) بے نتیجہ لٹریری اور تفریحی ترک کر کے صرف کارآمد اور علمی مضامین اس میں شایع کئے جائیں گے،

(۲) مضامین کے علاوہ ایک سلسلہ مشاہیر الشرق کا قایم کیا جاوے گا، جس میں انیسویں صدی کے مشرقی افاضل اور مشاہیر کے حالات مع تصویر شایع کئے جائیں گے۔

(۳) مشاہیر الشرق کے علاوہ اور تاریخی اور سائنٹفک مضامین انگریزی رسائل کی طرز پر با تصویر شایع کئے جائیں گے۔

(۴) سائینس کی مختلف شاخوں پر دلچسپ مضامین لکھے جائیں گے اور انکے مرتب سلسلے ماہوار شایع ہونگے۔

(۵) ملک کے وہ مشہور مصنف جنکی تحریرات مستقل تصانیف کے علاوہ عام اخبارات و رسائل میں بہت کم شایع ہوتے ہیں، انکی پاکیزہ تحریریں اس رسالہ میں نظر آئیں گی۔

جن حضرات نے لسان الصدق کی قلمی سرپرستی منظور فرمائی ہے انمیں سے بعض بزرگوں کے نام نامی درج ذیل ہیں۔

شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی ناظم صیغہ علوم و فنون ریاست حیدرآباد و ممبر رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ و فیلو آف یونیورسٹی آف الہ آباد

شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی

نگاہوں کو یہ قیمت کچھ زیادہ نظر آئے، مگر ہمارا
روئے سخن ان حضرات کی طرف سے ہے جو
قیمت پر نظر کرتے ہوئے مال پر بھی نگاہ ڈالتے
ہیں، بیشک ایسے لوگوں کے لئے اسکی
موجودہ قیمت ہرگز بیجا نہیں ہوسکتی، ایسی
حالت میں کہ اب اسکی ضخامت پیشتر سے
دوگنی، اور بعض حالتوں میں اس سے بھی
زیادہ کردی گئی ہے، اور وعدہ کیا جاتا ہے
کہ جوں جوں خریداروں میں اضافہ ہوتا جائیگا
اسکی ضخامت بھی اسی قیمت میں بڑھتی جائیگی
کیا عجب ہے کہ یہی ششماہی کے گزرتے
ہی خریداروں کی کثرت ہمکو ایفائے وعدہ
کیلئے مجبور کرے، اور دو ڈھائی جز کی جگہ تین
یا اس سے زیادہ ضخامت کردی جائے،
اسکے علاوہ تصاویر کا انتظام اور چھپائی کی عمدگی
میں بھی ہمیشہ ترقی ہوتی رہے گی، اور قیمت کی
حالت اسی مقدار میں قائم رہے گی، ان تمام
باتوں پر لحاظ کرنے کے بعد غالباً قیمت کی
زیادتی محسوس نہیں ہوسکتی۔

خطاب درحقیقت لیاقت اور باکمالی کا
ایک معزز تمغا ہے، بشرطیکہ نفس طبا کے
استحقاق نے حاصل کیا ہو، لیکن بدقسمتی سے
آجکل اس کا معیار استحقاق نہیں سمجھا جاتا
بلکہ شخصی اثر، جن لوگوں کو ہر سال گورنمنٹ
کی طرف سے مختلف قسم کے خطابات
عطا کئے جاتے ہیں انمیں ایک بڑا حصہ
ایسے ہی لوگوں کا ہوتا ہے
جنہوں نے اسی مفروضہ معیار سے یہ اس
تمغے کے حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن
سال نو کے خطابوں میں اس امر کے دیکھنے
سے نہ صرف ہمکو، بلکہ تمام واقف کاروں کو حد
درجہ کی مسرت ہوئی کہ ایک ایسی شخص کو
"شمس العلماء" کا معزز خطاب عطا کیا گیا
ہے جو اس کا حقیقی مستحق اور اول درجہ کا
مستحق ہے،
ہمارے مکرم دوست مولینا محمد یوسف
صاحب جعفری چیف مولوی بورڈ آف
اگزامنرس سے لسان الصدق کے دیکھنے

تھی وہ حالات سے مجبور ہو کر سر دست منسوخ کی جاتی ہے۔

لسان الصدق کے آئندہ مضامین کیلئے ہمنے "علوم" سے تین سبجکٹ انتخاب کر لئے ہیں جنکی اشاعت اسکا زبردست مقصد ہوگا' سائنس، تاریخ، اخلاق، چونکہ لسان الصدق کی آنے والی زندگی کا مذہبی تحقیقات سے بھی تعلق رہے گا اسلئے "مذہب" کا مقدس سبجکٹ بھی انکے ساتھ شامل کیا جاتا ہے، اور تین سے چار تک تعداد بڑھائی جاتی ہے' انہیں میدانوں تک لسان الصدق کی آئندہ قلمی کوشش محدود رہے گی، اور یہی وہ میدان ہیں جنمیں محدود رہنے کی لسان الصدق کوشش کرے گا وہ ایسی بلند پروازی کو پسند نہیں کرتا جو اس دائرے سے اسکو باہر کر دے اور اس تنگ خیال اور عزلت نشینی کو اس بلند پروازی اور علو ہمتی پر ترجیح دیتا ہے۔

لسان الصدق کے آئندہ مقاصد میں ایک اور مقصد "اصلاح خیال" کا بڑھایا جانا ہے، جس کے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں، اسکا مفہوم صرف اتنا ہے کہ قوم میں جو مذہبی، اخلاقی، تاریخی" اور علمی غلط فہمیاں طبیعت ثانی ہو کر پھیل گئی ہیں، انکو مختلف دلائل، اور مختلف علمی ذرائع سے دور کرنے کی کوشش کرنا، خیالات میں صلاحیت پیدا کر کے تاریکی سے نکالنا اور روشنی کا عادی بنانا، تاکہ آئندہ نسلیں ان کمزوریوں سے محفوظ رہیں، اور آنے والا زمانہ توہمات کی تاریکی سے پاک وصاف ہو جائے۔

اب آخر میں رسالہ کی قیمت کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ضروری ہے، اس سے پیشتر رسالہ کی مع محصول قیمت عہر تھی اور ضخامت معمولی ایک جزء لیکن موجودہ انتظام نے ہمکو مجبور کیا کہ قیمت میں بھی ضروری اضافہ کیا جاوے اور اس لئے عہر کی جگہہ اس سال سے عیگر قیمت رکھی گئی، ممکن ہے کہ بعض سطح میں

پہنچایا ہے، یہ ایک ایسا افسوسناک واقعہ تھا جس پر جسقدر افسوس کیا جاوے کم ہے مختلف بیماریوں نے پیشتر ہی مولینا کے دل و دماغ کو کچھ کم صدمہ نہ پہنچایا تھا جس پر اس جانگزا واقعہ نے اور اضافہ کر دیا! خدا کرے کہ اس صدمہ کا ہونہار اثر انکے دل و دماغ سے بہت جلد دور ہو جائے تاکہ وہ پھر اپنی اس ڈیوٹی کے ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں جو کلکِ قدرت نے انکے لیے مخصوص کر دی ہے۔ ممکن تھا، کہ اگر ہمارا اصرار بڑھتا تو وہ ہمارے ناکام امید کے کامیاب کرنے کی کوشش کرتے، لیکن درحقیقت وہ خادم قوم نہت نالایق ہے، جو اپنے قابل احترام مخدوم کو ایسی پریشانیوں میں تکلیف دینے کی جرأت کرے، اسلیئے ہم مولینا کی آیندہ عنایتوں کے امیدوار ہو کر اس بیجا جرأت سے باز رہے۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاسِ لکھنو جس کامیابی کے ساتھ ختم ہوا، ابتداے مخالفت کو دیکھتے ہوے اسکی بالکل امید نہ تھی۔ درحقیقت اس اجلاس نے رؤساے اودہ کا نام رکھ لیا، ورنہ تعلیم کی کمی، خیالات کی قدامت، اور سوسائٹی کی خرابی سے یہ حصہ تاریک خیالات کا مخزن تسلیم کیا گیا ہے، جلسہ کی کارروائی میں اگرچہ بعض صدرجہ کی لغو حرکتیں ہوئیں، اور ایک قابل نفرت رزولیوشن بھی پیش کیا گیا ڈپٹی صاحب کی شوخی سے بے لطفی بھی ہوئی، لیکن ان جزئی باتوں سے اگر چشم پوشی کی جاے تو بہ لحاظ نتیجہ پیشتر کے تمام جلسوں پر فوقیت لے گیا۔

۲۷۔ ڈسمبر کو ہم (بغرض شرکت) لکھنو روانہ ہوئے تھے، لیکن ناگہانی علالت نے بہت دیر میں پہنچایا، اودہ کے قدیم دارالسلطنت کی قدیم یادگاریں، قابل دید عمارات، عام اخلاق مدت تک یاد رکھنے کے قابل ہیں، لیکن کاکوری کے چشم و چراغ عالی جناب منشی احتشام علی صاحب کی اور انکے بابرکت خاندان کی مہماں نوازی تو عرصہ تک فراموش نہ ہوگی جو

والوں میں کون واقف نہیں ہے؟ مولینا
جسطرح مشرقی علوم میں درجہ کمال رکھتے ہیں
اسی طرح مغربی علوم کے ماہر و فاضل ہیں
علیگڈھ کالج کے ابتدائی زمانہ کو ان کی ذات
سے فخر حاصل ہے کہ اُنسے ایسا قابل فاضل
شخص اپنی تعلیم و تربیت سے پیدا کیا، پٹنہ
انسٹیٹیوٹ گزٹ کی ایڈیٹری کے علاوہ (جو
قدیم علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی طرح اُردو انگریزی
میں نکلتا تھا) وہ متعدد انگریزی کتابوں کے مصنف ہیں جنکی عمدگی
کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ بورڈ آف اگزامنرس نے
انکو مرجح تسلیم کرکے کورس میں داخل کیا ہے،
مولینا کے نام کے ساتھ "شمس العلما"
کا لکھا جانا کسی زمانہ میں ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن
کتنی مسرت کی بات ہے کہ آج ہمکو گورنمنٹ
کی قدر دانی نے اسکا موقع دیا ہے کہ ہم
اس معزز خطاب سے اس نام کی موزونیت
اور خوشنمائی میں اضافہ کریں، درحقیقت"
شمس العلما مولینا محمد یوسف جعفری
کس قدر موزوں اور خوشنما معلوم ہوتا ہے،
جسکا اندازہ کچھ ہمارا ہی دل خوب کر سکتا ہے،
مولینا کے تمام احباب میں ہمسے زیادہ
استحقاق اور کسی کو حاصل نہیں ہے کہ اس
موزوں تخاطب پر مسرت و شادمانی کا اظہار
کرے، ہم اس استحقاق پر فخر آمیز مسکراہٹ
کو روک نہیں سکتے،

شمس العلما مولینا شبلی نعمانی نے (بہ لحاظ
اُس خاص شفقت و عنایت کے جو ایک عرصہ
سے ہمارے حال پر فرما رہے ہیں، اور بہ لحاظ
اُس خصوصیت کے جو ہمکو مولینا کے تمام خلوص
میں حاصل ہے) وعدہ فرمایا تھا کہ جنوری کے
نمبر کے لئے کوئی مضمون ضرور عنایت فرمائینگے
لیکن افسوس ہے کہ لسان الصدق کے
سادے صفحات ادہر تو اس مضمون کا انتظار
کر رہے تھے، اور ادہر مولینا مختلف پریشانیوں
میں مبتلا ہو کر ایفائے وعدے سے مجبور ہو رہے
تھے، مضمون پہنچا تو یہ پہنچا کہ ایک صغیر سن بچہ
اور ایک صاحب اولاد صاحبزادی کے انتقال
نے مولینا کے دل و دماغ کو سخت صدمہ

ضرورت ہی میں ہمکو کلام ہے، ہر قوم کے
تنزل پر مذہب کی ایک نئی صورت پیدا ہوجایا
کرتی ہے، جو تنزل کی بنیادیں مضبوط کردیتی
ہے، مسلمانوں کے تنزل نے مذہبی صورت
میں جو ایک نئی شکل اختیار کی ہے، ہمارے
نزدیک اسکا نام تصوف ہے، پھر کیا العرفان
اُس خوفناک صورت دلفریبی کا روغن ملنا چاہتا
ہے؟ اور جن خیالات نے قومی زندگی کا خاتمہ
کردیا ہے اور جو خدا خدا کرکے اب کسی قدر کم
ہونے لگے ہیں انکو پھر تازہ کرنا چاہتا ہے؟
ممکن ہے کہ اسکے جواب میں کہا جاے کہ
"العرفان" اُس مفروضہ تصوف کو زندہ کرنا
چاہتا ہی جسکو اسلام کی ایک بگڑی ہوئی صورت
سے تشبیہ دی گئی ہے، بلکہ اس اصل تصوف
کو ترقی دینا چاہتا ہے، جو خالص روحانیت
سے عبارت ہے، اور جسکی طرف یورپ بھی
باوجود غایت درجہ کی مادیت کے متوجہ ہورہا
ہے" لیکن اسکے جواب میں پھر یہ سوال کیا
جاے گا کہ اگر اس روحانیت کے وجود کو اگر

تسلیم بھی کرلیا جاے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں
نکلتا ہے کہ مسلمانوں کو اسکی واقعی ضرورت
ہے؟ کیا مسلمان مادی ترقی کے انتہائی
مرکز تک صعود کرچکے ہیں کہ اب انکو مہیا
ہونے والا سپرچولس ازم کی طرف ہبوط
کرنے کی ضرورت باقی ہے؟ ہمکو صاف
صاف بتلایا جاے کہ درحقیقت العرفان کا
مقصد کیا ہے، اور اسکی ضرورت کن دلائل
سے واضح ہوتی ہے؟ جبریت، توکل،
قناعت، اور وہ تمام خیالات جس نے ایک
عرصے سے مسلمانوں کو اپاہج اور نکما بنا دیا ہے
اور مادی ذرائع ترقی سے متنفر، وہ خیر سے
انہیں حضرت تصوف کی نظر کیمیا اثر کی برکت
ہے، لیکن اب بہت برکت مل چکی، اور ہم فیضیاب
ہوچکے، حقیقت اور معرفت کے میداں طے
کرچکے، اب ہم اس برکت سے پناہ مانگتے
ہیں، اور اس حقیقت و معرفت سے الامان!
اسوقت توہمکو مادیت کی ضرورت ہے۔
جس سے "پولِ سید" طیار ہوسکے، اور ادی

آصف الدولہ کا شاندار امام باڑہ اور حسین آباد کی دلفریب عمارات ہمیشہ کے لئے فراموش ہوجائیں،

انگلینڈ میں آجکل لبرل پارٹی کی جماعت روز بروز بڑہتی جاتی ہے، اور لبرلیٹی کی قوت موجودہ گورنمنٹ کے خلاف غیر محسوس سازش میں معروف ہے! اسلئے عام رائے یہ ہے کہ عنقریب پارلیمنٹ ٹوٹکر موجودہ گورنمنٹ کا خاتمہ کردے گی، مسٹر والٹر لینگ نے جو کنسرویٹو پارٹی کے ناموَر ممبر ہیں۔ اس انقلاب کو بہت جلد محسوس کرکے لبرل جماعت کی کامیابی کا خیر مقدم ظاہر کیا ہے، اور مسٹر آر ملڈ فارسٹر وزیر اس انقلاب کو بمسرت قبول کرنے پر آمادہ ہیں، چونکہ عام پبلک بہی اس انقلاب پر مسرت ظاہر کرتی ہے، اور کنسرویٹو گورنمنٹ کی طرز حکومت سے ناخوش ہورہی ہے اسلئے کامل امید ہے کہ بہت جلد اس انقلاب کا ظہور ہوگا اب دیکھنا یہ ہے کہ نئی پالیسی پر اسکا کیا اثر پڑتا ہے؟!

سنہ ۱۹۰۴ء کے رسالوں میں اتحاد اور العرفان خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جو ایک ہی دفتر سے نکلکر مختلف اصلاحوں کی بنا رکہنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اتحاد اُس زبردست اتحاد کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ جو قدرت نے ایک ملک کی دو قوموں میں اتحادِ ملکی کے لحاظ سے پیدا کردیا ہے، اور جسکا ضعف جو قانون قدرت کے خلاف پیدا کیا جاے ہمیشہ اقوام کی تنزل کا باعث ہوا ہے "العرفان" کا مقصد تصوف اور تصوف کی نام لیوا جماعت کی اصلاح و ترقی ہے، جو ایک عرصہ سے نہایت پست حالت میں اپنے خیالات کے نبہانے میں معروف ہے۔ پہلا رسالہ جس قدر ضرور ہے اسی قدر زمانہ کی روش کے موافق ہے، اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ استقلال پیدا کرکے ترقی نہ کرجاے لیکن دوسرا رسالہ جس مقصد کے لئے شایع ہوا ہے اس کی

چنانچہ مئی سنہ ۹۶ء میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور تمام اردو اخبارات کے ایڈیٹروں کو ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعے اطلاع دی گئی، "پیسہ اخبار" میں اس جلسہ کی جو روئداد شائع ہوئی تھی اس سے اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے کاموں کیلئے ہمارے معزز اخبارات کہاں تک آمادہ ہیں باوجودیکہ تمام ایڈیٹروں کو اطلاع دی گئی تھی، اور نہایت زور کے ساتھ شرکت کا وعدہ لیا گیا تھا، مگر دو ایڈیٹروں کے سوا جو نزدیک مقامات میں رہتے تھے اور کوئی صاحب شریک نہیں ہوئے۔ لیکن چونکہ جلسہ کے انعقاد کی خبر مشتہر ہو چکی تھی اسلئے موجودہ حالت ہی کو غنیمت سمجھکر جلسہ کی رسم ادا کر دی گئی، اس ناکامیابی سے منشی صاحب کی ہمت بالکل پست ہو گئی، اور وہ زور شور جس نے کچھ عرصہ کے لئے اخبارات میں ایک ضروری بحث کی صورت اختیار کر لی تھی اسطرح خاموشی سے مبدل ہو گیا، یہانتک کہ "ایڈورڈ گزٹ شاہجہانپور" کی وقتی ایڈیٹری کے زمانہ میں ہمنے ایک نوٹ لکھکر منشی صاحب کو پھر پریس کانفرنس کی طرف توجہ دلائے، منشی صاحب نے "پیسہ اخبار" میں اس نوٹ کو نقل کر کے یہ رائے ظاہر فرمائی کہ بمبئی کانفرنس کے بعد اسکا ایک اجلاس کر دیا جائے گا، جبکہ شرکت کانفرنس کی غرض سے اکثر اخباروں کے ایڈیٹر وہاں موجود ہونگے، چنانچہ وہ زمانہ بھی آگیا، اور "محمڈن پریس ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک اجلاس منعقد کیا گیا، جسمیں ہندوستان کے چیدہ اخباروں کے متعدد ایڈیٹر موجود تھے، قواعد اور دستور العمل ترتیب دیئے گئے عہدہ دار مقرر کئے گئے، "افیشل سیکرٹ بل" کی مخالفت میں رزولیوشن پاس کیا گیا، اور وہ تمام مراسم ادا کئے گئے، جو ایسے جلسوں میں شوراشوری کے اثر سے ادا کئے جاتے ہیں لیکن جب ان کارروائیوں کے بعد نظر اٹھا کر دیکھا گیا، تو تمام زور و شور باد ہوائی معلوم ہوا، اور پھر وہی خاموشی چھا گئی جو اس سے پیشتر ہر طرف نظر آتی تھی، خود ان

کے سالن سے شکم پوری کے سامان مہیا کرسکیں، جب یہ حاصل ہوجاے گا تو اسوقت العرفان کا نہایت پرجوش خیرمقدم کریں گے، اور عالم قدس ولاہوت کی سیاحت پر آمادہ ہوجائیں گے۔ ابھی تو ہمیں اس دعوت سے معاف رکہا جاے۔

۱۹۰۴ء کے اختتام پر ہمارا فرض ہے کہ ہم "زمانہ" اور "ترقی" کو مبارکباد دیں جو سال بھر عام رسائل میں ایک خاص امتیازی حالت کے ساتہ کامیابی سے نکلتے رہے، "زمانہ" اس لحاظ سے خصوصیت کے ساتہ قابل ذکر ہے کہ اسنے ہندوستانی سوشیل حالت میں ایک ضروری اصلاح کی بنیاد رکہنی چاہی ہے، جو دیگر اقوام سے اتحادِ معاشرت میں ایک سخت رکاوٹ پیدا کرنے کے علاوہ قومی ترقی کا بھی سخت مخالف تھا "ترقی" نے علمی مضامین کی اشاعت میں جو ترقی حاصل کی ہے، وہ اس قابل ہے کہ اردو داں پبلک اسکا شکریہ ادا کرے، ظاہری صورت وشکل کے لحاظ سے بھی دونوں پرچوں کی حالت اچھی رہی، ہماری دلی تمنا ہے کہ اسی طرح روز بروز تیز قدمی سے میدان ترقی میں بڑھتے جائیں اور تنزل کے زہریلے اثر سے محفوظ رہیں

"پریس کانفرنس" کے خیالی نام سے اب تقریبًا ہر شخص واقف ہوگیا ہے، اسکی ابتدا یوں ہوئی کہ ۱۸۹۵ء میں منشی محبوب عالم صاحب کو یہ خیال ہوا کہ اگر اردو پریس کی ایک علیحدہ کانفرنس قایم کی جاے تو اردو اخبارات کی حالت پر، جو روز بروز محتاج اصلاح ہوتی جاتی ہے، بہت عمدہ اثر پڑے گا، اُنہوں نے یہ خیال ظاہر کیا، اور تمام اخباروں کی راے طلب کی، عام اتفاق کے بعد یہ قرار پایا، کہ سردست لاہور میں ایک ابتدائی جلسہ منعقد کیا جاے، اور پریس کانفرنس کے قواعد اور دستور العمل ترتیب دے کر آیندہ حالت کے متعلق غور و فکر کیا جاے"

بچوں کا کھیل ہے" اطمینان ہوسکتا ہے، لیکن چونکہ ایسی حالت میں کوشش اور امید سے دست بردار ہونا نتیجۃً موہوم کا گمان بھی مٹا دیتا ہے اسلئے سردست ہم اسکے متعلق کوئی رائے نہیں دیتے سوا اسکے کہ آیندہ کارروائیوں کا انتظار کریں، اور دیکھیں کہ جدید سکرٹری کی کوشش کیا نتائج پیدا کرتی ہے؟

مسلم پریس کانفرنس کا دوسرا سالانہ جلسہ

بمقام لکھنؤ منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۰ء

اکثر وہ ایڈیٹران اخبار جو کہ بغرض شرکت کانفرنس لکھنؤ تشریف لائے تھے تاریخ مذکورہ پر (۶) بجے شب کو کانفرنس ہال میں جمع ہوئے، اور "مسلم پریس کانفرنس" کا جلسہ منعقد ہوا، جس کی کارروائی حسب ذیل ہے،

علاوہ ایڈیٹران اخبار و رسائل کے اکثر معزز حضرات جن کی تعداد ۵۰ سے زیادہ تھی شریک جلسہ تھے۔

(۱) حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلوی کی تحریک اور شیخ جمال احمد صوی کرزوی ایڈیٹر ہمدرد کی تائید سے مولوی بشیر الدین احمد صاحب پریسیڈنٹ جلسہ قرار دیئے گئے

(۲) سب سے پہلے "مسلم پریس کانفرنس" کے قائم ہونے اور نہ ہونے پر بحث ہوئی، جسپر خواجہ غلام الثقلین صاحب ایڈیٹر عصر جدید، اور مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر، حاجی ریاض الدین صاحب ایڈیٹر "الریاض" مولوی ابوالکلام آزاد ایڈیٹر لسان الصدق اور شیخ جمال احمد صاحب ایڈیٹر ہمدرد نے نہایت تفصیلی بحث کی۔ اور کثرت رائے سے یہ بات طے پائی کہ مسلم پریس کانفرنس ضرور قائم کی جائے،

(۳) حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوئے۔

(الف) چونکہ بوجوہات جو کہ منشی محبوب عالم صاحب کو خود معلوم ہیں وہ ۱۹۱۰ء میں پریس کانفرنس کے سکرٹری کا کام انجام نہیں دے سکے اس لئے بغرض

لوگوں نے جو ایسوسی ایشن کے عہدہ دار
اور روح رواں سمجھے جاتے تھے اس
دستور العمل پر ایک لمحہ بھر عمل نہیں کیا جس کو
خود انہوں نے پیش کر کے منظور کیا تھا اور ان
مقاصد کی کچھ پروا نہیں کی جو خود انہوں نے
ایسوسی ایشن کے حقیقی اغراض میں داخل
کئے تھے، بلکہ انہیں وہ امراض روز بروز بڑھتے
گئے، جنکے علاج پر وہ آمادہ ہوئے تھے اور
وہ خرابیں ترقی کرتی رہیں جن کے دور کرنے
کے وہ مدعی تھے، والعجب ان یقع
مثل ہذہ الافعال القبیحۃ من
المصلحین، والاعجب من ہذا
وذالک انہ اذا دعاہم داع الی
اصلاح القوم!!

ابھی لکھنؤ کے اجلاس کانفرنس کا کچھ
عرصہ باقی تھا کہ "علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ"
میں پھر ایک آواز بلند ہوئی جسنے منشی محبوب عالم
صاحب کو متوجہ کرنا چاہا، لیکن اس کا کوئی
مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوا منشی صاحب نہ تو کانفرنس
میں شریک ہوئے، اور نہ انہوں نے اس کے
متعلق کوئی خط و کتابت کی یہاں تک کہ
لکھنؤ میں جلسہ منعقد ہوا اور آخری جلسہ کے بعد
حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلوی نے
جنکو اس قسم کی کارروائیوں سے بڑی دلچسپی ہے
مگر افسوس کہ صرف دلچسپی ہی ہے شب کو تمام
حاضر الوقت ایڈیٹروں کو مدعو کیا، اور ایک مختصر
سا جلسہ مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر
کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں جو کچھ
کارروائی ہوئی وہ جدید سکرٹری کے لفظوں
میں آگے درج کی جاتی ہے، اور ساتھ ہی وہ
دستور العمل بھی نقل کیا جاتا ہے، جو دو دن کے
بعد اس جلسہ میں منظور کیا گیا۔ اب بھی یہ بحث
کہ پریس کانفرنس کا یہ دوبارہ قیام کہاں تک
کامیاب ہوگا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ نہ ہم کو
اسکی پہلی کارروائیوں پر اطمینان تھا، اور نہ اس
کارروائی پر اطمینان ہے، اور نہ صرف ہمکو، بلکہ
کسی ذی فہم شخص کو ان جلسوں پر جو بلا مبالغہ

معاملات میں متحد پالیسی پر لانا ہے۔

(۴) مسلمانوں کے جو اخبارات اس وقت ہندوستان میں جاری ہیں، یا آیندہ ہوں انکو ایڈیٹر، نائب ایڈیٹر، پروپرائٹر اور منیجر اس کے ممبر ہو سکتے ہیں۔

(۵) کانفرنس کو اختیار ہے کہ کسی معزز ریگولر کارسپانڈنٹ کو اسکا ممبر بنائے۔

(۶) بعد طے ہوجانے کسی خاص اصول کے ہر ممبر پر اُس اصول کی تعمیل لازم ہوگی۔

(۷) ممبروں کو اختیار ہوگا کہ اگر کسی دوسرے ممبر نے کوئی کارروائی خلاف مقاصد و تجاویز کانفرنس کی ہو تو اسکی اطلاع سکرٹری کو دیں۔ اور سکرٹری کا فرض ہوگا کہ اُس سے دریافت کرے اور درصورت نہ ہونے اطمینان کے اس معاملہ کی اطلاع کل ممبروں کو دے، اور اسکی ایک نقل خلاف ورزی ممبر کے پاس بھیجدے۔ اور اگر اس پر بھی مصر ہو تو آیندہ کانفرنس کے اجلاس میں پیش کرے،

کانفرنس کا ایک سالانہ اجلاس کسی قومی مجمع کے زمانہ میں ہوگا۔ اگر آپ ممبر ہونا چاہتے ہیں تو ذیل کے فارم کی خانہ پوری کرکے سکرٹری کے پاس بھیجدیجئے۔

نام ممبر	پتہ	نام پرچہ	قیمت	مقاصد

جمال احمد ایڈیٹر جمہور و سکرٹری کانفرنس

کڑا ضلع الہ آباد

"برمکہ" کی عام شہرت سے ہمارے مکرم دوست مولوی عبدالرزاق صاحب اب کسی تعریف کے محتاج نہیں رہے ہے۔ مولوی صاحب ایک عرصہ سے سلسلہ وزراے اسلام کے دوسرے نمبر حسن نظام الملک طوسی کی لائف ترتیب دے رہے تھے، علم دوست حضرات کے لئے یہ خبر کچھ کم مسرت نہیں رکھتی کہ اب وہ لائف مکمل ہوکر نامی پریس میں چھپنے کے لئے چلی گئی ہے، اور عنقریب ملک میں پیش ہونے والی ہے، ہمکو اپنے مکرم دوست کے تاریخی مذاق اور حسن ترتیب سے کامل

کارروائی جلسہ منشی جمال احمد صاحب
ایڈیٹر ہمدرد کو ۱۹۰۵ء کیلئے پریس کانفرنس
کا سکرٹری مقرر کرتا ہے۔

خواجہ غلام الثقلین صاحب بی ایل۔ ایل۔ بی نے تحریک کی اور منشی نظام الدین
صاحب ایڈیٹر ذوالقرنین نے تائید
کی۔ کثرت رائے سے منظور ہوا۔

(ج) اپنی مدد کے واسطے سکرٹری کو اختیار
ہے کہ کوئی جوائنٹ سکرٹری ایک سال
کیلئے باطلاع اس جلسہ کے مقرر کرے۔

خواجہ صاحب نے تحریک کی اور ایڈیٹر
البشیر نے تائید۔ سکرٹری نے اطلاع دی
کہ میں اپنا جوائنٹ سکرٹری حاجی باقر الدین
صاحب کو تجویز کرتا ہوں جسکو جلسہ نے
منظور کیا۔ اور حاجی صاحب جائنٹ سکرٹری
مقرر ہوئے۔

(د) ایک سال کے مصارف سکرٹری صاحب
نے ازراہ فیاضی اپنے پاس سے ادا
کرنا منظور کیا ہے، اس لئے یہ جلسہ
سکرٹری صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔
اور اس سال کیلئے کسی قسم کا چندہ مقرر
نہیں کرتا۔

ایڈیٹر البشیر نے تحریک کی، اور خواجہ صاحب
نے تائید کی۔

(۴) اسکے بعد منشی جمال احمد صاحب ایڈیٹر ہمدرد
نے دستور العمل کانفرنس پیش کیا جس پر بخوبی
بحث کی گئی، اور ترمیم و تنسیخ کے بعد منظور
کیا گیا جسکی نقل درج کیجاتی ہے۔

دستور العمل

جو مسلم پریس کانفرنس کے دوسرے سالانہ
جلسہ میں منظور کیا گیا۔

(۱) اس کانفرنس کا نام "مسلم پریس کانفرنس"
ہوگا۔

(۲) کانفرنس کا دفتر وہیں ہوگا جہاں سکرٹری
کا قیام ہوگا۔

(۳) کانفرنس کے مقاصد مسلمانوں کے اخبارات
کی اصلاح، اور انکو پولیٹیکل، سوشل، ایجوکیشنل

جسکا عمدہ کتابوں کی شاندار الماریوں میں ہونا
لازمی اور ضروری ہے، درخواست کے لئے
اسقدر پتہ لکھنا کافی ہے، "کانپور، نامی پریس"
درخواست میں جنتری درحیادل کا لفظ بھی ضرور
لکھا جائے کیونکہ اسکا معمولی ایڈیشن بھی چھپا
کرتا ہے۔

"رباعیات حالی" پر ریویو کرتے ہوئے، اکثر
اخباروں نے اس امر پر اعتراض کیا تھا کہ
کتاب کی جلد پر فارسی کی جگہہ انگریزی خط
میں نام کا کندہ ہونا ایک اردو کتاب کیلئے
سخت ناموزوں امر ہے، اسمیں کوئی شک
نہیں کہ یہ اعتراض ایک حد تک صحیح تھا لیکن
اب منشی صاحب نے اس فروگذاشت کی
عمدہ طور پر تلافی کر دی ہے، اور باقی جلدوں
پر انگریزی حرفوں کی جگہہ فارسی نستعلیق خط میں
نہایت خوبصورت بلاک طیار کرکے رباعیات
حالی کندہ کرایا ہے اسلئے اب مجموعی حیثیت
سے کوئی بات ایسی نہیں رہی جو کتاب کی
خوشنمائی کی مانع ہو، قیمت وہی ۱۰/ ہے، اور
منشی صاحب سے نامی پریس کانپور کے پتہ
سے ملسکتی ہے۔

شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی
کی جدید تصنیف "الکلام" جسکا پبلک
نہایت بے چینی سے انتظار کر رہی تھی نامی
پریس کانپور سے اس خوبی اور خوشنمائی کے
ساتھ چھپکر نکلی جس کی نظیر اردو کی کوئی کتاب
پیش نہیں کرسکتی کہا جاسکتا ہے کہ بلحاظ
اہمیت مضمون کتاب کی معنوی حالت جسقدر
باعظمت ہے، اُسی قدر کتاب کی ظاہری
صورت بھی دلفریبی اور دلآویزی میں بے مثل
اور بے نظیر ہے، مجلد کی قیمت ۱؍ ہے اور
غیر مجلد کی قیمت ۱۲؍ قرار دی گئی ہے "دفتر
معتمدی تعمیرات عامہ حیدرآباد دکن سے درخواست
پر ملسکتی ہے۔

(مفصل انتقاد "ریویو" میں درج ہوگا)

امید ہے کہ انکی دوسری تصنیف اگر پہلی سے بہتر نہ ہوگی تو کسی حالت میں کم بھی نہ ہوگی، ایسی صورت میں کہ اسکی ترتیب میں کامل آٹھ برس صرف ہوئے ہوں، اور حتی المقدور تحقیقات کے تمام ممکن ذرایع سے میٹیریل جمع کیا گیا ہو

منشی رحمت اللہ صاحب "رعد" نے جو بے مثل کمال لیتھو کی چھپائی میں اپنی کوشش اور خداداد دماغی قابلیت سے بہم پہنچایا ہے، وہ ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں جنکی نگاہیں سال بسال نامی جنتری سے محظوظ ہونے کے علاوہ، مثنوی معنوی، دیوان حافظ، رباعیات حالی، اور بالخصوص "الکلام" کی چھپائی کی خوبی، اور لکھائی کی نفاست سے محو حیرت ہو چکی ہیں، اور منشی صاحب کی بے نظیر کوشش کو زبان حال سے تسلیم کر چکی ہیں، حال میں ۱۹۰۵ء کی نامی جنتری جو انہوں نے معمولاً شایع کی ہے، اسکی متعدد تصاویر نے منشی صاحب کے کمالات میں اور زیادہ اضافہ کرنے کی سفارش کی ہے، ٹائٹل کے اُلٹے ہی سن جلالی پر ایک کارآمد مضمون نظر آتا ہے جسکے ساتھ حضور نظام اور سرکار مدارالمہام کے شاندار رنگین اور طلا کار فوٹو لگائے گئے ہیں جنکی نفاست اور خوش نمائی کا اندازہ عینی مشاہدہ کے سوا اور کسی ذریعے سے نہیں ہو سکتا، معمولی تاریخ و سنین کے صفحات کے علاوہ تاریخ روم کا آخری نمبر بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے، جسمیں ٹرکی کے موجودہ فرماں رواکے مختلف عمروں کے تین فوٹو، اور شیر پلونا عثمان پاشا مرحوم کا بارعب خاکہ موقعہ بموقعہ درج کیا گیا ہے، عام چھپائی اور کاغذ کی خوبی، اور ٹائٹل کی طلا کاری و رنگینی کے لحاظ سے کوئی کتاب ہندوستان کی چھپی ہوئی اسکے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ ان خوبیوں پر صرف ایک روپیہ قیمت قرار دینا منشی صاحب کی مخصوص خصوصیات میں سے ہے، ہم سفارش کرتے ہیں کہ لسان الصدق کے ناظرین اس عجیب جنتری کا ایک ایک نسخہ ضرور خرید فرمائیں

مزین ہو، تاکہ سامعین کی معلومات میں وسعت
ہو، اور علوم وفنون کی لذت سے آشنا ہوں،
اخلاق وتمدن کے اعلیٰ اصول لطیف اور نتیجہ
خیز پیرایوں میں بیان کئے جائیں تاکہ آسانی
اور سہولیت سے سننے والا اُس سے فائدہ
اٹھائے اور خطبہ خاص جماعت کے لئے مخصوص
نہو جائے، شرک وبدعت کی تردید، اور غلط فہمی
اور توہمات کی مخالفت ایسے موثر طریقہ سے
کی جائے کہ عوام بغیر اسکے کہ انکو ناگوار گذرے
اُسکے ترک پر آمادہ ہو جائیں۔ خطبوں میں خاص
دنوں کے لئے تعین نہو، تاکہ خطیب اپنے
ارد گرد کی ضرورت وحالت کا اندازہ کرکے جس
خطبہ کو مناسب وقت سمجھے اُسی کو پڑھکر سُنادے،
تطویل فضول اور ایجاز غیر معقول سے پاک ہو،
تاکہ پہلی حالت میں سامعین کو ناگوار نہ گذرے،
اور دوسری صورت میں مطلب خبط وبے ربط
نہو جائے، چنانچہ ہم نہایت مسرت اور خوشی
سے یہ خبر شایع کرتے ہیں کہ ہمارے مخدوم اور
محترم دوست حضرت سید عبدالحق صاحب

بغدادی جو مصر کی مشہور اور اعظم ترین یونیورسٹی
جامع ازہر کے تعلیم یافتہ اور بالفعل بمبئی کی
شاندار مسجد کے خطیب اور امام ہیں، آجکل ایک
ایسی ہی مجموعہ خطب کی ترتیب میں مصروف
ہیں، جو ان تمام ضروری صفات کا جامع،
اور اس قسم کی کوشش کا بہترین نمونہ ہے،
سید موصوف کا نام اخباری دنیا کے لئے کوئی
نیا نام نہیں ہے، ۱۹۰۰ء میں مشہور سیاح
ممالک اسلامیہ حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری
کے ہمراہ یہ ہندوستان تشریف لائے تھے،
جسکے بعد عرصہ تک ہندوستان کے مختلف
مقامات کی سیر کرتے رہے، پھر ۱۹۰۱ء
کی انجمن حمایت اسلام لاہور میں ایک نہایت
مفید اور اہم لکچر عربی میں دیا، جو عرصے تک
اردو اخباروں میں گشت کرتا رہا، اور آخر میں
روئداد کے ساتھ شایع ہوا سید موصوف کے فضل
وکمال، اور اُسکے ساتھ روشن خیالی کا راز جو مصر
کی تعلیم یافتہ سوسائٹی اور بالخصوص شیخ
محمد عبدہ کی صحبت کا نتیجہ ہے، اس عربی لکچر

نماز جمعہ اور عیدین میں خطبہ کا قایم کرنا درحقیقت
اسلامی ترقی کا کسی زمانہ میں ایک قوی سبب
تھا، ہفتہ میں ایک بار اصلاح و ترقی کا پرزور
لکچر طبیعتوں میں جوش اور ترقی کی تحریک کو
تازہ کرتا رہتا تھا۔ مگر ایک عرصے سے مسلمان
جہاں اور غفلتوں میں مبتلا ہیں، وہاں ایک
بڑی غفلت یہی ہے، کہ اس قوی ذریعہ
ترقی کے نتایج سے غافل ہو کر ایک بہت
بڑے فائدے کو اپنے ہاتھوں ضایع کر دیا ہے،
ایک طرف بیجا تقلید قدیم خطبوں کے قیام
پر زور دیتی ہے جنکے مضامین اور نصایح
موجودہ زمانے میں محض بے سود ہیں اور
دوسری طرف خطبوں کے ملکی زبان میں ہونے
سے وہ فوائد ہات سے جا رہے ہیں جنکے
لئے پہلے سمجھنے کی، اور پھر غور کے بعد متاثر
ہونے کی ضرورت ہے، زمانہ کے حالات
بدل گئے، ضرورتوں میں تغیر ہو گیا، اور تعلقات
نے دوسری صورت اختیار کر لی، اس لئے
اس زمانے میں وہ خطبے کیونکر مفید ہو سکتے

ہیں، جو آج سے سو پچاس برس پیشتر اپنی ضرورتوں
کے موافق قدما نے ترتیب دیئے تھے، اور
جو ان نصایح سے بھرے ہوئے ہیں، جنکی
ایک ایسے مریض کو ضرورت ہے جو چنگا بھلا
ہو مگر دفع ضعف اور ترقی قوت کیلئے کسی نسخہ
کا طلبگار ہو، برخلاف ہماری حالت کے کہ ہم
بیمار ہیں اور اس لئے ایسے نسخوں کے طلبگار
ہیں، جو پہلے مرض کا استیصال کریں اور پھر قوت
اور طاقت پیدا کریں، اس لئے موجودہ زمانہ
ایک ایسے مجموعۂ خطب کا نہایت بے چینی سے
انتظار کر رہا تھا، جسمیں مسلمانوں کی حالی ضرورتوں
پر نظر رکھکے اصلاح و ترقی کے مضامین ترتیب
دیئے جائیں، اور بیہودہ قصوں، لایعنی اور
موضوع حدیثوں سے پاک ہو، طرز بیان اسکا
ولولہ انگیز ہو، اور طرز نصیحت موثر اور دلآویز ہو،
لٹریچر کے لحاظ سے نہایت بلندپایہ ہو، تاکہ فصاحت
و بلاغت آمیز الفاظ اپنے مفید مفہوم و مدلول کو
دلفریبی کے ساتھ سامع کے ذہن نشین کر سکیں
محققانہ علوم و فنون کے جستہ جستہ مضامین سے

قدر کرین اسلئے اُنکو قدر دانی کی توقع نہ رکھنی چاہیئے"
بلکہ بہ حیثیت ایک اسلامی عالم ہونے کے اپنا فرض
سمجھکر اسکے ادا کرنیکی کوشش کرتے رہین ایک زمانہ آئیگا
جبکہ آئیوالی نسلین ان کامون کی قدر کرینگی اور ایسے
لوگون کے نام عظمت کے ساتھ لین گی اسی مستقبل
قدر دانی کو اپنی جانفشانی کا کافی معاوضہ سمجھنا چاہیے

یہ نمونہ خطبہ نہایت اعلیٰ درجہ کے مصری
ٹائپ پر چھپا ہے اور ۸ آنہ قیمت ہے مصنف سے
بمبئی بلالی مسجد منیار کے پتہ سے مل سکتا ہے۔

حال مین ایک عجیب وغریب کتاب "موسیو لیورش"
ایک مشہور فرانسیسی مدبر نے شایع کی ہے جو اُسنے
تیس برس بلاد اسلامیہ مین رہکر اور عربی زبان کے
ساتھ اسلامی علوم وفنون کو کامل طریقہ پر حاصل
کرکے اپنی سرگذشت اور اسلام کے حسن و
قبح مذہبی پر لکھی ہے پچھلے دنون مصر کے مشہور
روزانہ اخبار "اللوا" مین ایک دلچسپ مضمون اس
کتاب پر نکلا تھا جس مین اسلام کے متعلق
اُسکی راے انہی کے لفظون مین نقل کرکے
یورپ کو توجہ دلائی تھی کہ کیا اس اسلام کی ایسی
بد نما صورت ہے؟ جیسی یورپ کو نظر آرہی ہے؟
یا ویسی دلفریب موثر جسنے ایسے مدبر اور عالم وفاضل
کو اپنا شیفتہ بنالیا ہے؟ موسیو مذکور لکھتا ہے کہ
وہ ایک طول وطویل زمانہ مین نے امیر عبدالقادر کے
پاس اسلام کی تحقیقات مین صرف کیا، امیر تک
میری رسائی اسطرح ہوئی کہ ابتدا مین مین نے
نہایت فریب اور چالاکی سے امیر پر اثر ڈالنا شروع
کیا اور پھر خود کو اسکا خیر خواہ ظاہر کرکے اسکو
اپنے دام مین پھنسالیا، یہانتک کہ اُسنے مجھکو
اعتبار کی نظرون سے دیکھنا شروع کیا اور اپنا
سکرٹری مقرر کرلیا، پس جب مین نے اس زمانہ
اطمینان مین اسلام کی تحقیق کی تو مجھے ثابت ہوا کہ
یہ دین جس پر بہت سے لوگ عیب لگاتے ہین تمام
ادیان مین افضل دین ہے اور انسانی فطرت کے
موافق ہے بلکہ وہ مذہب جسکو "شریعت طبیعی"
کے نام سے موسوم کرتے ہین حقیقتاً اسی مذہب
اسلام سے ماخوذ ہے پھر جب مین نے اس امر پہ
نظر کی کہ اس مذہب کا پیرو پر اثر کیا پڑتا ہے تو مجھکو
معلوم ہوا کہ یہ مذہب انسان مین شجاعت ہمت شہامت
فیاضی ہمدردی اور تمام عمدہ صفات پیدا کردیتا
ہے اور جھوٹ اور لغو باتون سے باز رکھتا ہے
ایک مسلمان شخص کو تم دیکھو گے کہ وہ طلب معاش
مین کبھی حرام ذرایع سے کام نہیں لیگا اور کسی کے

کے علاوہ اُن مضامین سے اندازہ ہوسکتا ہے، جو مصر کے مختلف اخبار و رسائل میں شایع ہوئے ہیں، اور اب بھی گاہ گاہ شایع ہوتے رہتے ہیں، اسلئے ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے سید موصوف سے بڑھکر اور کون موزوں ہوسکتا ہے عربی انکی ملکی زبان ہے، مذہبی تعلیم کے لحاظ سے وہ اسلامی ممالک کی اعظم ترین یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں، اور موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے ناعاقبت اندیش روشن خیالوں سے بہتر اور صائب الراے روشن خیال ہیں،

سید موصوف نے عام راے سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے بالفعل ایک نمونہ شایع کیا ہے جسکا نام "نموذج الخطب" ہے اور جس میں صرف بارہ خطبے مختلف مضامین کے متعلق جمع کیے ہیں۔

ہر خطبے قوم کی بے اعتدالیوں اور غفلتوں کا دردانگیز مرثیہ ہے، جسمیں کہیں ترغیب دلاکر ترقی کی دلفریب صورت دکھلائی گئی ہے، اور کہیں ترہیب دلاکر غفلت و بے اعتدالی کا افسوسناک نتیجہ بتلایا ہے۔

کہیں دنیا کی خوشحالی کو اس پر موقوف بتلایا ہے کہ دین کے آگے سر جھکایا جاے، کہیں دین کی ترقی کیلئے اسکی ضرورت ثابت کی ہے کہ دنیا کو نہ چھوڑا جاے، عام وعظ و خطب کی طرح اسمیں اسلام کے اصلی منشار کے خلاف صرف دین دین ہی کی آواز نہیں بلند کی گئی ہے اور مسلمانوں کو رہبانیت کے طرف نہیں بُلایا ہے، بلکہ صاف لفظوں میں معاش و معاد کی ضرورت بتلاکر مسلمانوں کی ترقی دین و دنیا کے باہمی رشتہ کو مضبوط پکڑنے پر موقوف ثابت کی ہے، ہم تمام مسلمانوں کی طرف سے اپنے محترم دوست کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے موجودہ زمانے کی ایک بہت بڑے اشد ضرورت کو محسوس کرکے اسپر توجہ کی اور نہایت کامیابی سے اس کام کو انجام دیا، مسلمان ابھی آمادہ نہیں ہیں کہ ایسے کاموں کی

تیرہ برس ہوئے مفتی شیخ محمد عبدہ مصری نے علم
تمدن کے مطابق قرآن کی تفسیر لکھی ہے چنانچہ اکثر مولویون
نے جیسا کہ وہ اس تفسیر میں بہت سے بیانات بدعت قرار دیتے
ہیں اور شور و غل کرتے ہین کہ اس قسم کی تفسیر سلف میں سے
کسی نے نہیں کی، گویا انھون نے اسلام کو ازمنہ
وسطی کا مخصوص سرمایہ سمجھ لیا ہے جسپر قدیم
مفسرین اور علما و مجتہدین کے سوا اور کسی کا کچھ
حق نہین، جب تک خدا تعالی اسلام مین شیخ
محمد عبدہ مصری جیسے عقلا زیادہ نہ
پیدا نہین کریگا مسلمان ترقی نہین کر سکتے۔

اس عالی دماغ مدبر نے شیخ عبدہ مصری کا ذکر
کیا ہے، اور اونکے وجود کو ان مصلحین کا نمونہ قرار دیا ہے
جنکی اصلاح کا اسلام آجکل محتاج ہو رہا ہے لیکن
افسوس ہے کہ یہ فرانسیسی مصنف ہندوستان کے دور
آخر کے علمی اور مذہبی انقلاب سے واقف نہین، جسکو ایک
ایسے مجدد اور مجتہد کی کوششون نے پیدا کیا جسکی عالی دماغی
روشن ضمیری شیخ محمد عبدہ مصری اور ایسے ہی آنیوالی زمانے کے تمام
اسلامی مصلح مقلد ہونگے انکی تمام کوششین تقلید پر تعبیر کی
جائینگی اگرچہ انکو ناواقفیت سے تقلید کا احساس نہ ہو
اس سے چالیس برس پیشتر جبکہ مرحوم سر سید احمد خان نے
اپنی علمی اور مذہبی اصلاح کی بنا رکھی اور موجودہ حیثیت
پر نظر کرکے ایک نئے علم کلام کی بنا ڈالی کون کہہ سکتا تھا
کہ آگے چلکر اس واعظ اور یکتا منادی کرنیوالے کے بہت سے
شریک پیدا ہو جائینگے، اور وہ بھی آواز بلند کرینگے جو اس
مظلوم کی منبع زبان سے نکلکر کفر و ضلالات کا خطاب پا چکا
ہے، شیخ محمد عبدہ مصری تفسیر القرآن کا مصنف، محمد
فرید وجدی "تطبیق دیانۃ الاسلامیہ" "نور الاسلام
فی عصر العلم" کا شیخ حسین طرابلسی الحمیدیہ کا یا ہمارے
مرحوم مولانا شبلی "الکلام" کے، ان بزرگون کی اصلاحی
کوششین چاہے کیسی ہی قابل قدر و شکریہ ہون لیکن اولیت
اور تقدم کے فضل کا سہرا اسی شخص کے سر قدرت باندھ
چکی ہے جسنے ایسے نصف صدی پیشتر جبکہ دنیائے اسلام
پر عالم تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضرورتون کا کسی کو
احساس بھی نہوا تھا اس ضرورت کو محسوس کیا، اور
شخصی کوشش سے جسقدر ممکن ہوا، اس کوشش مین
کامیابی حاصل کی۔

پس اگرچہ شیخ ممدوح کی کوششین بیشک اس امر کی
مستحق ہین کہ انکو شکریہ کے صلہ سے سرفراز کیا جائے
لیکن یہ خیال کبھی صحیح نہین ہو سکتا کہ اس اصلاح
کی حقیقی نسبت انہین کی طرف ہے، اور
وہ ہی حقیقی شکریہ کے مستحق ہین۔

متعلق کبھی بدظنی نہین کرینگے!

یہ وہ صفات ہین جو عیسائیون اور یہودیون مین بہت کم پائے جاتے ہین۔

اسی زمانہ مین میری ایک نوجوان لڑکی سے جو جزائر کی رہنے والی تھی محبت ہوگئی تھی جسکا نام خدیجہ تھا اور وہ بھی مجھسے شدید محبت کرتی تھی اُسکا گمان میرے متعلق یہی تھا کہ مین مسلمان ہون لیکن جب مین اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو مین نے ارادہ کیا کہ خدیجہ سے نکاح کرون اور اسکو اپنے ساتھ فرانس لے چلون ایک دن مین نے اپنا اصلی راز اُسپر ظاہر کر دیا اور اس دہوکہ سے پردہ اوٹھا دیا، جسنے اتنے عرصہ تک میری حقیقی صورت کو چھپا رکھا تھا جب اسکو یہ حالت معلوم ہوئی کہ اُسکا سابق گمان حیرت انگیز طریقہ سے غلط ہے تو وہ یکایک میرے پاس سے علیحدہ ہوگئی اُسکا رنگ زرد ہوگیا اور چہرہ پر ہوائیان چھوٹ گئین اُسنے پکارا کہ "الوداع! الوداع!!" اور نہایت حسرت کے ساتھ بولی کہ "مین تجھسے محبت کرتی ہون اسلئے کبھی اس امر کو جائز نہین رکھ سکتی کہ تیرا راز فاش ہو جائے مگر اسکے ساتھ ہی اپنی قوم سے بھی محبت رکھتی ہون اسلئے یہ بھی جائز نہین رکھ سکتی کہ مین ایسے راستے سے واقف ہوکر رہون جو اُنکو مضرت پہونچانیوالا ہو پس اب مین نہین چاہتی کہ دنیا مین پھر عیش حاصل کرون الوداع! الوداع!!"

یہ کہا اور خنجر اپنے سینہ کے پار کرکے دنیا سے رخصت ہوگئی مین مرتے دمتک یہ واقعہ نہین فراموش کر سکتا یہ ہے اس بزرگ دین کا اثر جو درحقیقت صحیح مذاق اور فضائل کا مجموعہ ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اسلام مین ایسے علماء بھی پائے جاتے ہین جو اسکی تعلیم مین تحریف کردیتے ہین اور اسکی خوشنما صورت کو بگاڑ دیتے ہین اور بہت سی لغو خرافات باتین اُسمین بڑھا دیتے ہین جو درحقیقت اُسمین نہین ہین مین نے اسی زمانہ مین قیروان اسکندریہ اور مکہ کے بعض علما ایسے دیکھے جنہون نے رشوتین لیکر جزائر مین اس امر کے فتوے لکھ بھیجے کہ فرنچ گورنمنٹ کی اطاعت مسلمانون پر فرض ہے اور وہ سب سے بہتر حکومت ہے وغیرہ وغیرہ۔

فی الحقیقت اسی قسم کے علما ہی مسلمانون کی تنزل اور غفلت کے اصلی باعث ہین یہی ہے وہ جماعت جو اسلام کو اپنی ملکیت سمجھتی ہے، اور دوسرون کو اسکی تغیر و تشریح جائز نہین رکھتی ابین فی جزائر

کرتا ہے،

اسمین کوئی شک نہیں کہ شیخ ممدوح کا وجود اسلامی دنیا کیلئے نہایت قابل قدر ہے، گرچہ انکی تعلیم بالکل قدیم طریقہ پر ہوئی اور سید جمال الدین افغانی کی صحبت نے جدید رنگ سے آشنا کیا، لیکن زمانہ کی ضرورتون نے انکو جدید دنیا سے اسقدر واقف کردیا ہے، اور قدیم و جدید علوم پر اسقدر حاوی ہوگئی ہین کہ اسکی ان لوگون سے ہرگز توقع نہیں ہوسکتی جنہون نے جدید تعلیم کو باضابطہ حاصل کیا ہے، اور جدید سوسائٹی مین پرورش پائی ہے، کیونکہ وہ اُس اثر مین محیط ہوکر جبراً اُن خیالات کو ظاہر کرتے ہین، جو یہ فاضل مصری اپنی کوشش و محنت سے تحقیق کرکے اجتہاداً پیش کر رہا ہے وشتان بینهما۔

ایڈیٹر

ترقی اُردو

نمبر۲

انجمن ترقی اُردو

اُردو زبان مین آجتک جسقدر کتابین شایع ہوئین، چونکہ وہ کسی خاص ترتیب اور انتظام سے تعلق نہیں رکھتی تھین، اس لئے بجائے اسکے کہ اُردو لٹریچر مین کارآمد کتابون کی افراط ہوتی، فضول، اور بیہودہ کتابون کی تعداد بڑھتی گئی، مصنفین نے اپنا قلم پبلک کے مذاق کا تابع کردیا، اور پبلک روز بروز اسی مذاق کی عادی ہوتی گئی، ایک جماعت نے تجارتی اصول پر قلم کو معاش کا ذریعہ بنانا چاہا، تو تجارت نے مصنفین کی رہی سہی قابلیت بھی تباہ کردی۔

یورپ مین بیشک کتابین تجارتی اغراض سے شایع کی جاتی ہین، اور تصنیفات نے درحقیقت تجارت کی صورت اختیار کرلی ہے،

شیخ محمد عبدہ مصری کے نام نامی سے
ہمارے وہ احباب ناواقف ہونگے جو مصر
کے عربی رسائل و اخبارات سے دلچسپی
رکھتے ہیں اور بالخصوص "المنار" کو ملاحظہ
فرمایا کرتے ہیں۔

شیخ ممدوح مصر کی قدیم سوسائٹی کی
یادگار ہیں اور بلحاظ اُن واقعات اور حوادث کے
جو انکے سامنے مصر پر گذر چکے ہیں ایک تاریخی
شخص ہیں۔ عربی پاشا کی فوجی تحریک سے
بیشتر یہ سرکاری اخبار "الوقائع المصریہ"
کے ایڈیٹر تھے لیکن چونکہ عربی کی شورش سے
بعد کو انکا بھی کچھ تعلق ثابت ہوا اس لئے تین
سال کیلئے بیروت جلاوطن کر دیئے گئے،

اسی زمانے مین تعلیمی ضرورتوں سے انہوں نے
"التوحید" کا مواد جمع کیا، جو پچھلے دنوں
چھپ کر شایع ہوے، اسکی چند فصلوں کا
ترجمہ علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مین شایع
ہو چکا ہے، جس سے انکی دقت نظر، اور
روشن خیالی کا اندازہ ہو سکتا ہے، انکی
روشن خیالی کو دیکھکر عربی پاشا مزاحاً کہا کرتا تھا
کہ "شیخ محمد عبدہ کے سر پر عمامہ کی جگہ ہیٹ
زیادہ زیب دیتا ہے"

سنہ ۱۹۰۳ء کے سفر یورپ میں خدیو مصر کے
ہمراہ شیخ ممدوح نے فرانس و انگلینڈ کے بڑے
بڑے مصنفوں اور فلاسفروں سے ملاقات
کی جنہوں نے اس مشرقی فاضل کا نہایت
پرجوش خیر مقدم کیا۔ "ہربرٹ اسپنسر"
نے باوجود غایت درجہ کی پیرانہ سالی کے اپنے
شوق ملاقات کو ضبط نہ کر سکا، اور تعریف آمیز
الفاظ مین شیخ کی صحبت سے مسرت ظاہر کی

آج کل انکے درس قرآن کا اقتباس "المنار"
(مصر کے ایک مشہور اسلامی رسالہ) میں شایع
ہو رہا ہے، جسکی طرف اس فرانسیسی مدبر نے
اشارہ کیا ہے، (تفسیر کا اندازہ تقریباً وہ ہے
جو سید کا تھا، فرق اتنا ہے کہ اسکی طرز
تحریر و تفسیر میں بالکل آزادی پائی جاتی ہے
اور یہ قدیم تفسیروں کے دائرے مین خود کو
کسی قدر مقید ظاہر کر کے انھیں خیالات کو خا

کا یہ حال ہے، تو ہندوستان مین کیونکر توقع کیجا سکتی ہے، کہ کتابین اعلیٰ درجہ کی شایع کیجایئن، اور پبلک اپنے مذاق کو چھوڑ کر یکایک انکو قبول کرلے؟

اگر کسی سال کی سرکاری رپورٹ دیکھی جاے تو اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملک مین کس قسم کی کتابین زیادہ چھپتی ہین؟ اور پسندیدگی کی وجہ سے کتنے ایڈیشنون تک ان کی نوبت پہنچتی ہے؟ سنہ ۱۹۰۱ء مین ۷۵۴ کتابین شایع ہوئین، جنمین ۲۳۱ کتابین بیہودہ نظمون، ناولون اور ادنیٰ درجہ کے مضامین کی تھین، اور تقریباً ۱۰۰ کتابین معمولی درجہ کی، جنمین زیادہ تر درسی کتابین ہین اور کچھ چھوٹی چھوٹی سوانح عمریان جو پنجاب کے مختلف پریسون سے نکلا کرتی ہین، انکے مقابلہ مین کل سولہ کتابین تاریخ، ادب. سائنس اور صنعت وحرفت کی ملتی ہین، جنمین درحقیقت سوا ایک کتاب کے جس نے گویا اس سال اُردو لٹریچر کی شہرت کہ لی، اور کوئی کتاب قابل ذکر نہین ہے!! اس فہرست مین کوئی ناول اور نظم ایسی نہین ہے جسکا اس سال دسوان یا بیسوان ایڈیشن ہوا، اور ہر مرتبہ دو ہزار سے زاید نہ چھپی ہو، برخلاف اسکے "حیات جاوید" کا پہلا ایڈیشن اب تک ختم نہین ہوا، باوجود کہ وہ ایک ایسے شخص کی لائف جسکو مخالف و موافق ایک عجیب وغریب وجود سمجھکر دلچسپی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

جب ہمارے ملکی مذاق کا یہ حال ہے کہ سال بھر کی پانچسو کتابون مین صرف کتاب اعلیٰ درجہ کی نکلتی ہے، اور اُسکی طرف بھی پبلک خاطر خواہ توجہ نہین کرتی تو پھر یہ کیونکر توقع کی جاسکتی ہے، کہ کتابین تجارتی اغراض سے شایع کیجایئن اور قوم کا مذاق بھی درستی پر آجاے؟

مصر مین جب ابراہیم پاشا نے طریق تعلیم کی اصلاح کرنی چاہی اور عام طور پر علمی مذاق پیدا کرنا چاہا تو اُس نے اسی غرض

لیکن یورپ اور ہندوستان کی حالتون
مین، اسقدر عظیم الشان فرق ہے تاکہ ہمارے
لئے اسکی تقلید نفع کی جگہہ مضرت کا باعث
ہے، اول تو یورپ مین خود پبلک کا مذاق
اعلیٰ درجہ کا شایستہ ہے، اور جس قسم
کی عمدہ تصنیف شایع کی جائے اُسکے
خیر مقدم کے لئے طیار ہے، ثانیاً ہر قسم
اور ہر فن کے مذاق کے لوگ کثرت سے
وہان موجود ہین۔ علوم و فنون کی کوئی شاخ
مشکل سے ایسی ملیگی، جسکا پبلک کی کسی خاص
جماعت کو مذاق نہو اور جو اس فن کی تصنیفات
کی خواہشمند نہو اسلئے جس فن کی کتاب
شایع کی جائے فوراً ملک مین کھپ جاتی
ہے۔ اور پبلشر کو شایع کرتے ہوئے
کسی قسم کا خوف نہین ہوتا، برخلاف
ہندوستان کے، جہان اس سرے سے
اُس سرے تک عام طور پر فضول قصون اور
سطحی تصنیفات کا مذاق عالمگیر ہو رہا ہے،
اور ایسے لوگ بہت کم نظر آتے ہین جو فسانۂ آزاد
اور جعفر و عباسہ کی جگہہ "ہیروز اینڈ ہیروورشپ"
"اور ایجوکیشن" کے خشک ترجمون کو خریدنا
پسند کرین گے۔

باوجودیکہ یورپ مین علمی روشنی نے پبلک
کو اچھے بُرے مین تمیز کرنے کا کافی موقعہ
دے رکھا ہے۔ لیکن پھر بھی بعض اوقات
پبلک کے مذاق پر توجہ نہ کرنے سے مصنفین
کو سخت دقتین پیش آئی ہین، "اسمائل"
جیسا مشہور مصنف جسکی تصنیفات کو
آج علمی دنیا اپنی آنکھون مین جگہہ دیتی ہے
جب پہلے پہلے اسکی ابتدائی تصنیف
شایع ہوئی وہ تصنیف جو آگے چلکر مقدس
بائبل کے ہم پہلو ہونے کا دعوا کرنے والی
تھی۔ تو مدت تک اُسکے تمام نسخے الماریون
مین بند پڑے رہے، اور ایک عرصہ مین
وہ اڈیشن ختم ہوا، "ہربرٹ اسپنسر" تمام
عمر شاکی رہا، کہ زمانے نے اسکی تصنیفات
کی قدر نہین کی، کیونکہ اشاعت مین وہ
ہمیشہ نقصان اُٹھاتا رہا، جب "یورپ"

کہ وہ "ایجوکیشن" اور "فلسفہ حسن" کو خریدنے
اور ناولون کے ساتھ اپنی الماریون مین ان
کے لئے بھی جگہ نکالین۔

فنڈ کا جمع ہونا بیشک ایک دقت طلب
امر ہے، لیکن جب یہ سوچا جائے کہ اس فنڈ
کا کونسا مقصد ہے جو دقت طلب نہو، اور
ساتھ ہی جسکا پورا ہونا اشد ضروری ہو، تو پھر
ہمت بڑھتی ہے اور آمادگی پیدا ہوجاتی ہے
کہ انجمن ترقی اردو کیلئے قوم کو قطعی ایک
کافی فنڈ مہیا کرنا چاہیے، بشرطیکہ قوم
ملکی زبان کی ترقی کو ایک ضروری بات تسلیم
کرتی ہو، ورنہ یون تو علیگڈھ کالج۔ ندوۃ العلما
حمایت اسلام سبھی قوم کا منہ تک رہے ہین
اور منتظر ہین کہ ہماری ضرورتین تسلیم کی جائین
لیکن ضرورت اس قدر معرض بحث مین
ہے کہ یہ مسئلہ طے ہی نہین ہوتا؟

انجمن ترقی اردو نے جس قسم کی کتابوں
کا ترجمہ کیا ہے، اور جنکے ترجمہ ہو رہے
ہین، انکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
انجمن نے کسی خاص صیغہ علمی کی اشد
ضرورت تسلیم کر کے اسپر توجہ کرنے کی جگہ
مختلف سلسلے جاری کر دیے ہیں، جنسے
کام نہایت پریشان ہو گیا ہے ایجوکیشن
ہے کارنامل، رہنمائے ہند، نامہ
دانشوران، سولر سسٹم، فلسفہ حسن،
ان چھ کتابون میں ایک کتاب فن تعلیم
سے تعلق رکھتی ہے، ایک کتاب تاریخ کے
سانحہ اخلاق پر مشتمل ہے۔ دو کتابین
مختلف لوگون کے حالات، اور تاریخ سے
متعلق ہین، سولر سسٹم علم ہیئت کے ابتدائی
رسالہ ہے صرف آخری کتاب فلسفانہ مضمون
کی ہے بیشک! یہ کتابین اعلی درجہ کی
ہین، اور انکا ترجمہ اردو مین کبھی غیر مفید نہین
ہوسکتا، لیکن اردو کی کم مائگی اور قوم کی حالت
کو دیکھتے ہوئے ہر صائب الرائے شخص
یہی کہے گا، کہ ابھی صرف سائنٹفک، اور
فلسفانہ کتابون کی اشد ضرورت ہے،
ان تمام کتابون مین صرف تین کتابین

سے ایک سرکاری انجمن قایم کی جسکا مقصد یہ تھا کہ یورپ کی مختلف زبانون سے اور بالخصوص فرنچ سے اعلیٰ درجہ کی کتابین مختلف علوم وفنون کے متعلق انتخاب کی جائین، اور انکا ترجمہ عربی مین شایع کیا جاے، اسی صیغۂ تراجم مین وہی اشخاص شریک کیے جاتے تھے، جو عربی لٹریچر مین کامل ہونے کے علاوہ یورپ کی مختلف زبانون سے واقفیت رکھتے ہون، اس انجمن نے علوم وفنون ہر شاخ مین متعدد کتابین ترجمہ کرکے شایع کین جس سے ملک مین عام مذاق پیدا ہوگیا، کتاب شایع کرتے ہوے نہ انجمن کو اسکی فکر ہوتی تھی، اور نہ مترجم کو، کہ یہ کتاب پبلک کے مذاق کے موافق ہے یا نہین؟ اور کوئی اس کتاب کو خریدے گا یا نہین؟ انجمن سرکاری تھی، اور مصنف ومترجم اسکے ملازم، انکا کام یہی تھا کہ وہ پبلک مین عمدہ مذاق پیدا کرین، جب پبلک کا مذاق عمدہ حالت پر آگیا، تو پھر عام طور پر اس قسم کی کتابین شایع

ہونی لگین، اور لوگ ذوق وشوق سے خریدنے لگے، "انجمن ترقی اردو" کو پہلی مشکل جو پیش آئی، وہ یہی ہے کہ اگر کتابین اعلیٰ قسم کی شایع کی جائین تو لے گا کون؟ اور اگر تجارتی صورت سے شایع کی جائین تو لامحالہ پبلک کے مذاق کی پیروی کرنی پڑے گی، تو اسکے لئے تو نولکشوری پریس اور کارخانہ پیسہ اخبار ہی کافی ہین، پھر انجمن ترقی اردو کی کونسی ضرورت ہے؟! انجمن سردست اسقدر سرمایہ کہان سے لاے؟ کہ بلاخیال عام مذاق کے عمدہ کتابین شایع کرتی رہے، اور پبلک کو ایک عرصہ مین اپنی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کرے؟ لیکن درحقیقت اسکا کوئی علاج نہین ہے جب تک کہ ایک مستقل فنڈ انجمن کے پاس جمع نہو جاے کتابین شایع کی جائین اور اسکی بالکل پروا نکی جاے کہ جلد نکلین گی یا دیر، ضرورت، اور تعلیمی ذوق تھوڑے ہی عرصہ مین ناول مین اور دیوان پرست جماعت کو مجبور کریگا

جھوٹ پلید، بہشت، دوزخ، حور و غلمان، معجزات، کرامات، اتفاقات، اقبال، تائید غیبی وغیرہ وغیرہ بہت سے الفاظ، جنپر لاکھون آدمیون کا دلی اعتقاد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بالکل غلط اور مہمل ہین! انھین بدقسمت الفاظ کی فہرست مین یہ لفظ بھی موجود ہے، جو مضمون کی پیشانی پر لکھا گیا ہے۔

سائنس اور فلسفہ نے جو گرانمایہ احسان ہمپر کیے ہین، ہم اُن کے منکر نہین، مگر جہالت، تعصب، توہم، اور ضعیف الاعتقادی کی دشمنی مین اسکے ہاتھون کہین کہین سچائی کا بھی خون ہوگیا ہے، جو ہر طرح قابلِ افسوس ہے، وہ مذہبی باتون کو عموماً حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور بہت جگہ اپنے سرسری فیصلہ سے ہمکو راہنمائی کی جگہہ بالکل گمراہ کر دیتا ہے، اسکی زبردست منطق، حسینی شہادات، حیرت انگیز استقرا سے ہماری گردنین خواہ مخواہ اُسکے آگے جھک جاتی ہین، یہ سب کچھ سہی! مگر یہ نہین ہوسکتا، کہ ہم اسکو بالکل معصوم سمجھ لین! اس سے غلطیان ہوئی ہین، اور ہوتی رہین گی، لیکن ہان! ہمارا برتاؤ ایسا ہونا چاہیے کہ

نہ بے وجہ الفت، نہ بے وجہ نفرت!

قسمت کے لفظ کی بھی اُسکے ہاتھون مٹی پلید ہونی تھی، اُسکا کچھ تصور نہین۔ صرف اتنا! کہ وہ مذہبی الفاظ کی فہرست مین داخل ہے، خوش اعتقادی اور قبولیت عامہ کی گہری وارنش نے اصلی جوہر چھپا کر انکو زرد کر دیا ہے۔ مگر خیر! سائنس پر عجلت پسندی، تعمق نظری کی کمی، اور بے پروائی کے ہزارون الزام لگائین، لیکن یہ نہین کہہ سکتے، کہ تعصب اور خودرائے بھی اُسکا شیوہ ہے، وہ اپنی غلطیان اُسی قدر جلد تسلیم کر لیتا ہے، جس قدر کہ وہ دوسرونکی جہالت اور تعصب کے ثابت کرنے مین تند اور تیز ہے،

اب ہم غور کرین، کہ سائنس کو اِس لفظ کے سمجھنے مین غلطی کہان ہوئی؟ ہم محاورے مین کہتے ہین کہ "ایسا ہونا قسمت مین لکھا تھا" قسمت کے لکھے کو کوئی نہین مٹا سکتا، سائنس

ایجیوکیشن، سولر سسٹم، فلسفۂ حسنی" اسی قابل ہین کہ انکا ترجمہ اُردو مین نہایت ضروری سمجھا جاے باقی کتابون کی ترقی اُردو کے لیے ابہی ایسی ضرورت نہ تہی کہ انکو اور فلسفانہ تصنیفات پر ترجیح دی جاتی، ابھی ہمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ علم کس چیز کو کہتے ہین؟ سائنس کیا چیز ہے؟ کس قدر وسیع ہے؟ اور اسکی کتنی شاخین ہین؟ دنیا نے اس سے کیا فائدے حاصل کئے؟ اور ہم کیا حاصل کر سکتے ہین؟ انھین کتابون کی ہمکو ضرورت ہے، جو ہمکو ان امور کے سمجھنے مین مدد دین اگر ہم براہ نمایان ہند کے حالات سے واقف ہو گئے، یا ایک بہت بڑی جماعت علما، و شعرا کے حالات معلوم ہو گئے، تو گو وہ ہمارے لیے مفید ہون لیکن ابھی وہ ہمکو اسقدر فائدہ نہین پہنچا سکتے جس قدر کہ سائنس اور فلسفہ سے ہمکو توقع ہے۔ پس انجمن ترقی اُردو کا کتابون کو انتخاب کرتے ہوئے اسی نکتہ کو بھلا دینا ہمارے لئے نہایت مضر ہوگا، اگر ایسی فاضل جماعت نے اس نکتہ پر توجہ نہین کی تو پہر کس سے امید ہو سکتی ہے؟

قسمت

(اور اس کے لکھے کو کوئی مٹا نہین سکتا!!!)

ہمارے دلی دوست مسٹر علی محمود صاحب بانکی پوری کے متعدد مضامین مخزن اور اردوے معلی مین شایع ہو چکے ہین، ذیل کے مضمون مین اُنہون نے مذہب کے ایک معرکۃ آلارا اور لاینحل عقدے کے حل کرنے کی کوشش کی ہے جو درحقیقت مذہب اور سائینس کا ایک قدیم مختلف فیہ مسئلہ ہے، قدیم علم کلام اسپر نہایت طول طویل بحث کر چکا ہے اور جدید علم کلام کا جس قدر دفتر طیار ہو چکا ہے، اُسمین بہی اسپر کافی نظر ڈالی گئی ہے، مگر ان کوششون کے بعد بہی کہا جا سکتا ہے کہ ابتک اُسکا کوئی تشفی بخش فیصلہ نہین ہوا، کیا عجب ہے کہ ایسی ہی متفرق اور سادی بحثین کسی دن مجموعی حیثیت سے قسمت پر نہایت مفید اور فیصلہ کن روشنی ڈالین؟

سائنس نے اپنی خشک لغت سے بہت سے الفاظ قطعی رد کر دیے ہین فرشتے، جنات،

نقصان دونون ہوئے وہ لوگ جو سوچنے
والی طبیعت نہین رکھتے انکو اُسی الفاظ پرستی
ہی سے وہ نفع پہنچا، جو اُسکے حقیقی مفہوم
کے ذریعہ سے کسی فلاسفر کو پہنچ سکتا ہے
مگر نقصان اُن لوگون کو ہوا، جو متوسط درجہ کی
قوتِ فکر رکھتے ہین، نہ تو اسطرحکے سادے ہین
کہ معمولی قسم کا سمجھنا اُنکو کافی ہو، اور نہ اتنی
باریک بینی ہے کہ باریک باریک مسئلون کی تہ
کو پہنچ جائین، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ اپنی
نارسائی طبع کے عوض زبردست اور مستحکم
مسائل کو غلط سمجھنے لگتے ہین۔

تقدیر کے مسئلہ مین بھی یہی ہوکہ ہوا ہے اس
تمہید کے بعد اب ہم سمجھنے کی کوشش کرینگے
کہ کیونکر انسان کی قسمت لکھی ہوئی ہے؟
اور وہ کسی طرح مٹائے نہین مٹ سکتی؟

اس امر سے غالبًا کسیکو انکار نہین ہوسکتا، کہ دنیا مین شخص
صورت مین مختلف ہے، اسیطرح ہر آدمی اعضا کی بناوٹ مین بھی
مختلف ہے، بالکل اسیطرح ہر فرد بشر کی دماغی ساخت بھی الگ
الگ ہے، علی ہذا ہر ملک و سرزمین ایک
دوسرے سے باہم مختلف ہین، کہین تمام
سال گھر چھایا رہتا ہے، برف باری کثرت
سے ہوتی ہے، سرد ہوائین چلتی رہتی ہین،
کہین کوہ آتش فشان سے میلون آسمان
خاک اور آگ سے بھرا رہتا ہے، کہین کڑاکے
کی سردی پڑتی ہے اور کہین لوؤنکی لپیٹ
با دصرصر کے طوفان ہین، کہین مطلق پیداوار
نہین ہوتی، اور کہین ایسی زرخیزی اور شادابی
ہے کہ رکھنے کو جگہہ تک نہین ملتی۔

مذکورہ بالا اختلافِ حالات کو عام نگاہین
نہایت معمولی خیال کرتی ہین، مگر درحقیقت
یہی وہ اسباب ہین، جن سے دنیا مین
یہ نیرنگیان پھیلی ہوئی ہین، ورنہ ہم اُمّ البلاد
سے آگے قدم تک نہین رکھتے، اور ہملوگون
کی طرز زندگی اسقدر مختلف نہ ہوتی، دیکھو!
جیسے دنیا قایم ہے، جانور پرند چرند سب
ہمیشہ ایک ہی قسم کی زندگی کر رہے ہین،
اور ایک ہی قسم کی زندگی کرتے رہین گے مگر
انسان کی حالت آجتک تغیر پاتی رہی، اور

کے کان لکھے ہوئے ،، کے لفظ پر کھڑے ہو گئے کہ لکھا ہونا چہ معنی وارد ؟ کسی خوش اعتقاد نے جوش مین آ کر انسان کی کھوپڑی کی ٹیڑھی میڑھی لکیرون کو جو کاسہ سر کے جوڑون کے وصل ہونے سے پیدا ہو جاتی مین خط تقدیر بتایا اور کہا کہ وہ یہ لکھا سوا خدا کے اور کوئی نہین پڑھ سکتا ،، جس پر سائنس نے خوب قہقہہ لگایا اور فلسفہ نے خندہ زنی کی ، مگر ہمکو تو ہنسی پر رونا آتا ہے ، گو اس سیدھے اور عقیدت مند آدمی نے بہت بھولے بھالے طریقہ سے کہا اور اپنے دعوی کو مضبوط دلائل سے ثابت نہ کر سکا ، مگر جو کچھ کہا ، قریب قریب صحیح ہمکو نظر آتا ہے ، اگرچہ ہم پر بھی خندہ زنی ہو ، مگر اس بات کے دکھلانے کی کوشش کرنیکے کرنا تاہم اُس شخص کی بیجا تائید نہین کر رہے ہین -

صرف ،، لکھے ہوئے ،، کے لفظ پر دھوکا نہین کھانا چاہیئے ، معلم کی زبان کا قاعدہ ہے کہ وہ بھی گفتگو مین تشبیہون اور استعارون سے ضرورتاً زیادہ کام لیتا ہے ، کیونکہ اسکے مخاطب صرف عقلاء اور فلاسفر ہی نہین ہوتے جو مشکل اور دقیق مضامین کو اشارون مین سمجھ لین ، بلکہ بڑی جماعت اسکے مخاطبین کی ایسی ہوتی ہے ، جسکے قوائے ذہنی ایک موٹی سی بات کے سمجھنے کے لئے بھی اُسی وقت طیار ہو سکتے ہین جبکہ تشبیہات اور مثائل و نظائر سے اسکے ذہن نشین کرنے کی کافی کوشش کی گئی ہو ، اس سے معلم کیلئے اس امر کی سخت ضرورت ہوتی ہے کہ وہ تمام علمی مضامین ایسی حکمت سے بیان کرے کہ مضامین کا زور ہر طبقے پر برابر پڑے قرآن مجید اور دوسری الہامی کتابین ایسی ہی تشبیہون اور استعارات سے بھری پڑی ہین ، بعض مقامات پر لفظی معنون پر خیال کرو ! تو بالکل حکمت اور فلسفہ کے خلاف پاؤ گے ، لیکن اگر اسکا تم نے صحیح صحیح پتہ لگا لیا کہ متکلم کا طرز بیان کس رنگ مین ہے ؟ تو غالباً بجز اصلی معنی کے سمجھنے مین دقت نہ ہوگی ، الہامی کتابون کی الفاظ پرستی سے نفع اور

کہ ایک قوت جو ایک شخص مین قوی ہے، وہی
ایک دوسرے شخص مین ضعیف ہے، اور جو
اسمین تیز ہے، وہی اُسمین کمزور ہے!
اوپر کی سطرون سے یہ بات ثابت ہوگئی، کہ
انسان، انسان برابر نہین، فطرت نے
جسطرح صورتین مختلف بنائی ہین اور جس طرح
اعضا مین فرق رکہا ہے، بالکل اُسی طرح
دماغی قوی مین بہی فرق ہے، اسیطرح ملکون
کے طبعی اثرات مین بہی فرق ہے، پس اِن
تمام حالتون کے زبردست نتائج لازمی طور پر
ایک نہین ہوسکتے، کہین بدن انسانی کی جلد
ایسی سیاہ ہے، جیسے کوئلہ کی طبعی سیاہی،
کہین ایسی سفید، کہ سنگ مرمر کا دہوکہ ہوتا ہے
کہین ایسی سرخ کہ خون جہلک رہا ہے، اور
اِن تینون حالتون کے خلاف کہین ایسی زرد،
کہ سرے سے خون کے ہونے کا یقین ہوتا ہے
یہ تو ایک رنگ کا اختلاف ہے، ذہنی قوی
کے لحاظ سے دیکہین، تو کوئی قوم ایسی وحشی
ہے جسکی جہالت فرہ یا لوجسٹ کو دہوکہ
مین ڈالتی ہے، کہ "اِن کے اور حیوانون کی سات
کے بیچ مین کیا فرق ہے؟! اور کسی قوم کی
تربیت کا یہ عالم ہے کہ معلوم ہوتا ہے "عقل
کے دیوتاؤن نے اوتار لیا ہے"!
توجب ہمنے اِن تمام باتون کو واضح طور پر سمجھ
لیا، کہ وہ جو فطرتی قوتین انسان کے دماغ مین
یا جو ملکی اثر اسکے بدن اور دماغ پر موثر نظر آتا ہے
اُسی کے مطابق اُسکے تمام افعال اور عادات
ہوتے ہین، تو کیا پھر بہی اسمین شک کا
موقع ہے؟ اور جب ہمکو اس پر کافی طور پر
یقین ہوگیا، کہ ہر شخص کی دماغی قوتین باہم
مختلف ہوتی ہین، جنسے اُسکی زندگی مین
مختلف افعال سرزد ہوتے ہین! اور مختلف
عادتین اُسمین پائی جاتی ہیں، تو کیا اس
حالت مین اس قسم کی تشبیہات اور
استعارے، کہ
"جو قسمت مین لکہا ہے، وہی ہوتا ہی"
"قسمت کا لکہا مٹ نہین سکتا"!
غلط ہین؟ بلکہ خود قسمت نہایت واضح طور سے

اب بہی روز بروز بدلتی رہتی ہے۔ آخر یہ تبدیلیان
کن اسباب کے ہین؟ اِنہین مذکورۂ بالا
اسباب کے!

فرنی آلوجسٹ جماعت نے اس بات
کو مستحکم طور سے ثابت کردیا ہے کہ ہر انسان
کی کھوپڑی کی ساخت ایک دوسرے سے مختلف ہے،
کسی کا سر چھوٹا ہے کسی کا بڑا، کسی کی پیشانی
اُبھری ہے، کسی کی چپٹی، کسی کے سر کا پچھلا
حصہ نکلا ہوا ہے، کسی کا دبا ہوا، کسی کی چندیا
محراب دار ہے، تو کسی کی سطح، غرض کہ ایک
مدت کے باضابطہ غور اور تجارب سے اُسی
جماعت نے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ جسطرح برتن کی
شکل کے مطابق پانی اپنی جگہہ نکالتا ہے،
اُسی طرح کاسۂ سر کے مطابق بہیجا اپنا مکان
بناتا ہے اور یہی بہیجا ہے، جو انسان کے
تمام حاسون کا مخزن ہے بہیجے کے ہر حصہ
کا مختلف فعل ہے، اس لئے جو حصہ زیادہ
قوی ہوتا ہے، اُسکا فعل لازمی طور پر بہ نسبت
اور قوتون کے زیادہ قوی ہوتا ہے، اور جو حصہ
کمزور ہوتا ہے، اُسکا فعل اُسیطرح ضعیف
ہوتا ہے، اگر کسی کا حافظہ کمزور ہے، جو درحقیقت
وہ نتیجہ ہے اُس قوت کی کمزوری کا جسکا فعل
یاد رکہنا ہے، یا اگر کسی کا ذہن تیز ہے، تو اُس کا
یہ مفہوم ہے، کہ اِس کی وہ قوت جسکا فعل سوچنا
اور سمجہنا ہے، قوی ہے، اِسی طرح اگر کوئی
شخص ہاتہہ پیر لنبے رکہتا ہے، اور ساتہہ ہی
اِسکے اور اعضا بھرے بھرے بہی ہین،
تو (مستثنیات کو چھوڑکر) یہ بات یقینی ہے
کہ وہ پست قد اور دُبلے، پتلے آدمیون سے
زیادہ قوی اور زورآور ہوگا، افغانیون کی ہڈیان
اُنکے جوڑ بند، اُنکا تن و توش، ہمکو صاف
تبلا رہا ہے، کہ وہ جنوبی بنگالہ کے باشندون پر
یقینی فوقیت رکہتے ہین، یہ صرف تعلیمی
اثر ہے کہ یہ کہلا ہوا سر باوجود ظاہر ضعف و سنی فت
کے فخر یہ کہہ رہا ہے کہ وہ تمہارے بڑے
بڑے دستارون سے چھپے ہوئے سرسے
وزنی، اور قابل عزت سر کے آگے بالکل ہیچ ہین،
اسی طرح کی بہت سی مثالین دی جاسکتی ہین،

قایم کر دیتے ہین، ہماری بھاری بھرکم زمین
تک کو ہلا دیتے ہین کہین اراضی کو اسقدر
نا قابل زراعت بنا دیتے ہین کہ جانورون کو
گھانس تک نہین ملتی! اور کہین عجیب سبزی
پیدا کر دیتے، زمین اتنا اوگلتی ہے کہ رکھنے
تک کو جگہہ نہین ملتی، ان تمام مختلف قوتون کا
انسان محکوم ہے، اور اُن کے اثرات کے
خلاف اس پر کوئی چیز موثر نہین ہوسکتی، اسی
مطلب کو صاف لفظون نہین بکل نے ادا کیا ہے کہ
ملک کی آب وہوا، پیداوار ملکی، وہانکے قدرتی مناظر،
اور موقع پر قومون کی قسمتون کا انحصار ہے،
دیکھو! بیج ایک ہی ہوتا ہے، لیکن جب
مختلف زمینون مین بویا جاتا ہے، تو مختلف
رنگ و ذائقہ کے پھل پیدا ہوتے ہین۔
آم کا بیج اگر بنگالہ سے لیکر عدن مین
لگا یا جائے تو کیا وہی آم پیدا ہوگا،
جسکی بنگالہ مین توقع کی جاتی ہے؟ بالکل اسی
طرح انسان اور اسکے دماغ پر آب وہوا، پیداوار
ملکی، اور طبعی حالات و خصوصیات کا اثر پڑتا ہے

اُن نہ مٹنے والے اثرات دماغی اور بدنی کو ہم
بلا تامل کے قسمت کہہ سکتے ہین: چینی لوگون
کی قسمت مین۔ کیا ہمکو یہ کہنے کا حق نہین ہے
کہ۔ چپٹی ناکون کے سوا اونچی ناک نہین ہے؟
یا حبشیون کی قسمت مین سیاہ رنگت کے
سوا سرخی و سپیدی نہین ہے؟ یا یورپ والونکو
افریقہ والون کے سے سیاہ بال، اور سیاہ
آنکھین نصیب نہین ہین؟ یا اُن کی قسمت
مین نہین ہین؟

تو جسطرح ہمنے ان اسباب کے لازمی نتائج
کو اس صورت مین پیش کیا ہے، اسیطرح
اگر کسی شخص کے دماغ کی کل قوتین، اور انکی
قوت، اور اُن کا ضعف، (اگرچہ مجکو یقین ہے
کہ علم فزیالوجی کو بھی ایسی یقینی تخفیف مین
خصوصیت کے ساتھ کامیابی مشکل ہے
اور ساتھ ہی اُسکے ملک کی آب وہوا پیداوار
اراضی، رسم و رواج، ارد گرد کے کل اثرات،
اور دنیا کے پرپیچ اسباب کے نتائج معلوم
ہوجائین، تو بیشک ہم انسان کا خط تقدیر

اپنا اصلی مفہوم بتا رہا ہے، کہ ہر شخص کو جسمین جو قوتین آئی ہین، اور اُن کے قوی و ضعیف ہونے کے متعلق جس دماغی حالت پر وہ مجبول ہین، اُسی کے مطابق اُنکی زندگی بسر ہوگی، اور اُسی قسم کے افعال اُن سے سرزد ہونگے، ہاتھی، باوجود ایک عظیم الشان مخلوق ہونے کے ہرن کے برابر نہین دوڑ سکتا اسلئے کہ اُسکے پیر اس ساخت کے نہین ہین کہ وہ تیز رفتاری کا کام انجام دیسکین، اسکے رگون اور پٹھون مین وہ قوت ہی نہین ہے جسنے ایسا فعل سرزد ہو، ایسی حالت مین اگر ہم کہین، کہ

ہاتھی کی قسمت مین ہرن کی برابر دوڑنا نہین لکھا ہے

تو کیا تم لکھے ہونے کے لفظ پر ہنس دوگے؟ اور اس صاف استعارے پر توجہ نہ کروگے جو اسمین پوشیدہ ہے؟

خلاصہ اس کا یہ ہے، کہ انسان کو جس قدر طاقت بدنی یا دماغی ملی ہے، اُس سے بڑھکر وہ کام نہین کرسکتا، یعنی اُسکے افعال اُسکی طاقتون کے تابع ہین، تو کیا غلط کہا گیا، اگر کہا کہ انسان کی قسمت مین جو لکھا ہے وہ مٹ نہین سکتا؟ ہان اگر کوئی ہاتھی کو ہرن کے ساتھ دوڑا سکے یا چمگادڑ کو گدھ کی سی تیز آنکھہ دے سکے، تو بیشک! اُسوقت یہ کہنا غلط ہوگا لیکن جب ہم دیکھتے ہین کہ دونون محض غیر ممکن ہین، فطرت نے جو قوت تقسیم کردی ہے، اسمین ترمیم و تنسیخ محض محال ہے، تو ایسی حالتمین ڈنکے کی چوٹ ہم کیون نہین پکارین کہ سچ ہے:

خطِ تقدیر مٹ نہین سکتا!!

انسان، اور انسان کا دماغ صرف اپنی ہی قوتون کا تابع نہین ہے، بلکہ یہ قوتین بھی دوسری قوتون کی محکوم ہین، جنکے وہ اسقدر مجبور رہتے ہین کہ انگلیون کے اشارے ناچتی رہتی ہین، نیچر کے قوی اور زبردست کارکن، جو بادلون کو اُڑاتے اُڑاتے پھرتے ہین، مینہ برساتے ہین، آندھیان چلاتے ہین، سمندرون مین جوار بھاٹا پیدا کرتے ہین، اونچے اونچے پہاڑ

بہت سامال غبن کرلیا! ڈی ماس تھینز جوان ہوا تو ایک اچھا خاصا آوارہ شخص تھا۔ نہ وہ اپنی مان کے دباؤ مین رہ سکتا تھا اور نہ اسے سوسائٹی دبا سکتی تھی۔ اخلاقی برائیون کی وجہ سے لوگون نے اسے سانپ کے لقب سے مشہور کردیا۔ اِن باتون کے علاوہ اس کی آواز بھی پست تھی جو زبان کی لکنت سے اور زیادہ بدنما ہوجاتی تھی۔ اگر اس موقع پر کوئی کہنے والا کہتا کہ یہ ایک زبردست اور فاتح خطیب ہوگا،، تو شاید اِن جملون کی وقعت ایک لطیفہ سے زیادہ نہوتی مگر یہی خودسر لڑکا اپنی کامیابی کے زمانہ مین یونان کا مجتہد خطیب اور سب سے اونچے پایہ کا قومی لیکچرار ہوا!!

اتفاقاً جبکہ ڈی ماس تھینز اپنی عمر کے ۱۷ سال مین تھا۔ یونان کے سیاسی اسٹیج پر شہر اروپوس کے متعلق کوئی خاص بحث چھڑ گئی اور یونانی مدبرون نے اِسکو اہم ترین مسئلہ سمجھ کے اپنی مردم خیز زمین کے مشہور سیاسی لیکچرار "کالیسترانش" نے بعض غلط فہمیون کی تردید کرانی چاہی، ڈی ماس تھینز نے اپنے اُستاد کی وساطت سے ایک محفوظ اور مستور مقام مین بیٹھ کے اس کامیاب تقریر اور تقریر کے فوری اثر کا دیر تک مطالعہ کیا۔ پہلے تو اس نوعمر ناتجربہ کار کو سخت حیرت ہوئی پھر اس فن کی عظمت نے دلمین گھر کیا اور یہ اسقدر اثر لیکے گھر آیا کہ شبانہ روز کے تمام تفریحی کام ترک کردیئے۔ مطالعۂ کتب اور مشق تقریر شروع کردی۔ فن بلاغت کے ایک مشہور استاد "ایسیوس" کے حلقۂ درس مین داخل ہوگیا۔ ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرا تھا کہ اُس نے اپنے مین تقریر کرنے کی جرائت محسوس کی! اِسکو عدالت کے عام مجمع مین تقریر کرنے کا وہ پہلا موقع ملا جو اِس کے اوصیاء کے غبن اور ناجایز دخل کے متعلق تھا، مگر اسکی آواز کی پستی، سینہ کی تنگی، زبان کی لکنت، اور دلائل کے گڈمڈ کرنے کی وجہ سے سامعین نے کچھ نہ سمجھا۔ ہر بات مکرر سہ کرر اعادہ کرنے کی اسکو بیہودہ

بڑہ سکین! مگر نہ ایسا ہوا ہے، اور نہ ہونا ممکن ہے، بس یہ جملہ کیونکر غلط ہو سکتا ہے کہ

کسی کی قسمت کا لکھا پڑہا نہین جا سکتا

اور جو لوگ کسی قسم کی پیشین گوئی کسی قوم یا ملک کے متعلق کرتے ہین، وہ سلسلۂ اسباب اور تجارب کی قدیم عینک لگا کر اُس عجب لکھے کو پڑہنا چاہتے ہین، مگر سوا اسکے کہ، چند حرفون کو اندازہ اور اٹکل کے غبار مین پڑہ لین، حقیقت یہ ہے، کہ وہ اور کچھ نہین کر سکتے

غرضکہ۔ یہ سمجھنا، کہ تقدیر کوئی چیز نہین ہے اور انسان بالکل با اختیار ہے، محض غلط ہے، مگر یہ بھی سمجھنا، انسان بالکل بے اختیار ہے، اس سے بڑہکر لغو ہے،

پس مسئلہ تقدیر پر کافی غور کر لینے کے بعد کیا وجہ ہے، کہ ہم اس پر دل سے یقین نہ کرین، کہ

وَکُلَّ اِنسانٍ اَلزَمنٰہ طٰیِرَہٗ فِی عُنُقِہٖ ؟

علی محمود

از بانکی پور

ڈی ماس تھینز

(یونان کا ایک فاتح لیکچرار)

ڈی ماس تھینز ۳۸۵ ق م مین پیدا ہوا اس کا سادہ لوح مگر دولتمند باپ سپاہیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہ ابھی کھیل کود کی دنیا مین تنہا اور یتیمی اس کے سر پر کھیل رہی تھی۔ باپ نے



ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے چند ایسے غیر منتظم ہاتھون مین اپنے ننھے بچے کو سونپا۔ جنہون نے نہ صرف اسکی تربیت و تعلیم مین کوتاہی کی بلکہ اسکی والدہ کی غفلت سے فائدہ اٹھا کے

وست دیا، چشم، گردن، سے بہی ہدایت کردہ کام لیتا یا بہت سے ایسے لفظ منہ سے نکلتے جسپر ہاتہ اٹھتا اور بعض اعضا کو حرکت ہوتی۔ کبہی گردن اٹہتی آنکھین بندکرلی جاتین کبہی تمام اعضا اپنی اصلی حالت پر رہتے صرف ایک ہاتہ بشکل عمودی بلند ہوتا، ان مشکلات کے علاوہ ایک اور مشکل تہی جس نے ڈی ماس تھینز کو اپنے آدہے سر کے بال منڈوا دینے پر مجبور کیا تھا! یعنی مذہب، جسکے بغیر نہ وہ ترقی کا خواب دیکہہ سکتا تھا اور نہ پبلک سے بغیر عزت کی توقع تہی

ڈی ماس تھینز نے اپنی لکنت اور سختی زبان کی یون اصلاح کی کہ جب وہ تقریر کے لئے کہڑا ہوتا تہوڑے سے سنگریزے منہ مین رکہہ لیتا!

اس نے اپنی آواز کی پستی، سینہ کی تنگی، سانس کے پہولنے کا یون علاج کیا کہ جب اسے اپنے شفیق دوست کی مہربانیون سے فرصت ملتی، شہر سے باہر نکل جاتا، اور پہاڑ کے بڑے بڑے پتہرون مین چینا کرتا، نرم زمین پر دوڑتا، بہاگتا، کودتا، اور بے تکان بولتا، تہک جاتا تو زمین پر لیٹ کے "سوفکلیس" کے اشعار گاتا۔ تنہائی کے موقع پر جبکہ اسکے گہر مین اس کا معلم دوست بہی موجود نہوتا، آئینہ کے سامنے کہڑے ہوکے گہنٹون لیکچر دینا اور اعضائی اشارات کی مشق کرتا، ان باتون سے جب اس نے فرصت حاصل کی تو متواتر کئے سال تک دریا کے کنارے کہلی ہوا مین تقریر کرتا رہا۔ اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ میری آواز اپنی رفعت مین دریا اور ہوا کی تموجی صوت سے بلند رہے!

انہدنون اتہینا اور تمام یونان اسکندر اعظم کے باپ فیلیس مکدون کے قبضۂ قدرت مین تہا جسکی زبردستیون نے نہ صرف یونان کی مٹہی سے اسکی آزادی چہین لی تہی بلکہ بہت عذابون اور دردناک مصیبتون مین ڈال رکہا تہا۔ تقریر کے فرشتے نے ڈی ماس تھینز کو جبات

عادت تھی، "اس خاص شغل نے سامعین کے دماغ پر ایسا اثر ڈالا کہ سب کے سب کانون مین انگلیان ڈال کے پکارنے لگے چپ کرا دو - بٹھا دو - ہٹا دو -

ڈی ماس تھینز کی خفت کا کیا پوچھنا ہے ان جملون کے ساتھ اِس نے سلسلہ تقریر موقوف کیا "مین ... مین کہونگا .... کہونگا وہ وقت آنے والا ہے" اس کے بعد ایک دوست کو جس کا نام "یونوموس" تھا اس سے بہت ہمدردی تھی اس نے صلاح دی کہ تم گانا سیکھ کے وہ "پیریکلیس[۵۱]" کے ڈھنگ کی تقریرین کیا کرو، ڈی ماس تھینز کو اس کوشش مین بھی ناکامی ہوئی اور عدالت کے ایک بہت بڑے مجمع کو جلسہ سے شرم سے منہ چھپا کے نکل جانا پڑا؛

اس دن "ساتیروس" نام ڈی ماس تھینز کا ایک ہم عمر دوست بھی وہان موجود تھا جسکو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا دوسرے دن وہ ڈی ماس تھینز کے گھر پر آیا اور اپنے دوست کی مایوسانہ گفتگو سن کے زمانہ کی ناقدردانی کا گیت گانے لگا، پھر ڈی ماس تھینز کو تسلی دیکے اس سے اپنی ہدایت پر چلنے کا وعدہ لیا اور صلاح دی کہ وہ "یوریپیدیس" اور "سوفکلیس" کے رزم و بزم کے اشعار زبانی یاد کرے - اور اس قدر ازبر کرے کہ نہ صرف اس کی فصاحت و بلاغت ڈی ماس تھینز کی زبان اور تلفظ پر قبضہ کرے بلکہ عند النطق کو ٹھیک سن بھی پیش کر سکے -

ڈی ماس تھینز ہکلا ہکلا کے پڑھا کرتا تھا اور اس کا مصلح دوست تلفظ کی غلطیان سمجھا سمجھا کے مکرر سہ کرر کہلواتا تھا اور بلند آوازی کی مشق کراتا تھا - بلند اور آہستہ گوئی کے مواقع دکھاتا تھا - بہت مدت تک ڈی ماس تھینز نے مکان کی دہلیز مین اپنے دلسوز دوست کے ماتحت کام کیا - سارے دن سوا لیکچر خوانی کے اور کوئی کام نہ تھا - وہ جب تقریر کرنے کھڑا ہوتا تو اپنے دوست کی راے کے مطابق صرف تلفظ ہی ادا نہین کرتا بلکہ

[۵۱] اس کا زمانہ مسیح سے پانچ سو برس پہلے تھا - منہ

اور سخت لڑائی ہوئی جسمین خود فیلبس بھی شریک
تھا، اس جنگ مین بھی ڈی ماس تھینیز کو فتحیابی
ہوئی اور مخالفین کے پاؤن اکھڑے، فیلبس
ایتھنا مین آکے قلعہ بند ہو گیا، دوسرے دن
ڈی ماس تھینیز اپنی فوج ظفر موج سمیت
پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لڑائی مین ایسی
پیچیدگیان واقع ہوتی گئین اور محاصرہ کا زمانہ
اس قدر دراز ہوتا گیا کہ ایک دفعہ ڈی ماس تھینیز
کو اپنی جماعت کے اکتا جانے سے ناکام لوٹ
جانے کا یقین ہو گیا تھا اور پھر دفعتاً فیلبس
کے مرنے کی خبر نے ڈی ماس تھینیز مین جان
ڈالدی اس نے فوراً لوگون کو جمع کر کے ایک
رجز کے پیرایہ کی زبردست تقریر کی۔ سامعین
کا عالم ہی کچھ اور ہو گیا۔ کاہل مستعد ہو گئے
مردون مین جان پڑ گئی۔ زندون مین کیفیت
پیدا ہو گئی۔ ایک بے اختیاری سی چھا گئی
جس نے مجلس کو تہ و بالا کر دیا۔ ڈی ماس تھینیز
کی یہ تقریر اپنے خاص رنگ مین سب سے
علیحدہ تھی اور ایسی ولولہ انگیز اور جرارت خیز تھی

کہ اسکی ہمت ہاری فوج اور بزدل جماعت
مین پھر سے دلیری اور شجاعت جوش
مارنے لگی،
فیلبس کے مرنے کے بعد اس کے نامور
بیٹے سکندر اعظم نے تاج و تخت سنبھالا
بغاوت کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ امن و اطمینان
لہرین لینے لگا۔ اسکندر اعظم نے ڈی ماس تھینیز
کو سات مشہور لیکچراروں کے حلقہ مین
اپنے حضور مین بلا کے انعام و اکرام سے
سرفراز کیا اور اطمینان دلایا کہ یہ سلطنت ہمیشہ
تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کریگی۔
اخنیوس" نام ایک مکدونی شرارت مجسم
شخص جس نے فیلبس کے زمانہ مین ڈی
ماس تھینیز سے اکثر مخالفت کی اور ناکام رہا
اب اسے بدقسمتی یہ چانس تو نہین ملسکتا تھا
کہ اسکندر اعظم کے دور دورہ مین ڈی ماس تھینیز پر حملہ کرے
اس لئے کہ ڈی ماس تھینیز کی دربار مین خلاف
توقع توقیر ہوئی اور عزت کے ساتھ بری کر دیا
گیا۔ ہان ڈی ماس تھینیز ایک قدیم دوست

اور ہمدردی کی برکت دیکھے نیکی کا ہاتھ سر
پر رکھا تاکہ وہ یونان کی گردن سے غلامی اور
عبودیت کا طوق اتار کے ان کی تلف شدہ
آزادی اور حریت انہین واپس دلادے ۔
اب ڈی ماس تھینز کی عمر ۳۱ برس کی ہو چکی
ہے اور اسکی ریاضت کا تقریری نتیجہ مجلس
کے کان، اور اثر لوگون کے دل ڈھونڈھتا
ہے یہ خطرناک سے خطرناک مخالفتون کا
سامنا کرنے اور اپنی قوم کے لئے اپنا خون
بہانے پر آمادہ ہے، "وفوکیون" کی وقتی
مخالفت کو یہ غنیمت سمجھتا ہے، اس لئے
کہ وہ باوجود قوم کا طرفدار اور سیاسی لیڈر
ہونے کے اپنی پوزیشن کو پوز کرنے کے عوض
پبلک مین اپنے آپ کو غیر مفید ثابت کر رہا ہے،
ڈی ماس تھینز کو اسپر فتح حاصل ہونی تھی،
ہوئی، اور برابر ہوتی گئی، جبکہ وہ ایک وفد کے
ساتھ اصلاح اصلاح آزادی آزادی
پکارتا ہوا یونان کے وسیع دائرہ مین چکر
لگا رہا تھا ۔

ایک دن کسی شخص نے فیلبس کا ذکر کرتے
ہوئے کہا، واقعی حق تلفی ہوگی اگر ہم فیلبس
کی فصاحت اسکے حسن اسکے شراب خوری کے
اقتدار کی تعریف نہ کرین، ڈی ماس تھینز نے
کہا مین متعجب ہون کہ ان تعریفون سے
اس سے زیادہ مستحق سوفسطائی اور عورتین
اور اسفنج ہین!

جب ڈی ماس تھینز کی جایز مخالفتون
اور حقوق حاصل کرنے کی کامیاب کوششون
کا نتیجہ جنگ صورت مین ظاہر ہوا تو اس نے
اپنی عقل اور جسم کے جہاد سے قومی جہاد کی ابتدا
کی - یونان کے تمام حصص کا دوبارہ دورہ کیا
اور آگ لگا دینے والی تقریرون سے ۱۵۰۰۰
پیادہ اور ۲۰۰۰ سوار کی ایک عظیم الشان
جماعت مہیا کرکے ایتھنا کیطرف کوچ کیا، راہ
مین فیلبس کے ایک جنگی وفد سے "طیبوة"
مین مقابلہ ہوگیا- ڈی ماس تھینز کو فتح ہوئی -
اور اسکی اسپیچون نے طیبوة کے مجاہدین کا ایک
بڑا گروہ شریک حال کرلیا! "ستروبیا" مین ایک

،کالٹیا، پہنچکے بتون ہیکل مین پناہ لی ہے اسپارٹا کے بیرحم متجسس عملے نے سراغ لگاکے باہر نکلنے کی ہدایت کی پہلے نرمی سے کہا اور پھر دھمکی دی کہ ہم حکومت کے زور سے وہ کام کرسکتے ہین جو تم نہین چاہتے۔

ڈی ماس ہینز کے . . نے موت پھر رہی تھی وہ جسقدر اس سے دور ہونا چاہتا تھا وہ اسکے قریب ہوتی جاتی تھی اسکی کھلی ہوئی وحشی آنکھین ہولناک منظر دیکھ رہی تہین اور وہ اپنی جان بچانے کے اہم فکر مین اپنے آپکو فراموش کرچکا تھا۔ اس کے کرب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ اپنی تمام زندگی پر ایک طویل نگاہ ڈال کے جس نتیجہ پر پہنچا وہ صرف یہ تھا۔ "مین ابھی کچھ کرنے نہین پایا"

عین اس موقع پر جبکہ چارون طرف سے راہ مسدود کرلی گئی تھی اور اس رحم کے ملتجی کو اپنے قتل کا پورا یقین ہوچکا تھا بڑی بیکسی کے عالم مین سنکھیا کی ایک قلم کو چوس چوس کے دم توڑنے لگا، اثینیون نے اسکے اسٹیچو پر یہ عبارت کندہ کی۔

متوفی سنہ ۳۲۲ ق م

ڈی ماس تھینز! اگر تیرے دل کی قوت اور تیری شجاعت ہموزن ہوتی تومکدونیا کا مریخ ہرگز یونان پر غالب نہونے پاتا،

اسکے گیارہ لیکچرون کے مجموعہ کا جو اس نے ۱۵ برس مین دیے تھے۔ انگریزی مین ترجمہ ہوچکا ہے۔ مینے سنا ہے کہ خطبات فلیپیہ کے نام سے کسی شامی عیسائی نے عربی مین ترجمہ کیا ہے۔

(مترجم ابوالنصر آہ دہلوی)

اور ہمدردِ قوم ''کیتسیفون'' سے مطالبہ
کیلئے آمادہ ہوسکتا تھا جس نے ایام بغاوت
مین ڈی ماس تھینز کو اسکی حب الوطنی
اور قومی خدمت کے صلہ مین ایک سونیکا
تاج بھیجا تھا، یہی وہ بات تھی جس نے
اس شریر کو اپنی طبعی شرارت کے استعمال
اور جلے پھپھولے توڑنے کا موقع دیا۔ ڈی ماس تھینز
کو اپنے دلی دوست کی مدد اور سانپ کا سر کچلنے
کے لئے جانا پڑا، خبر کے اڑتے ہی دور دور
سے مخلوقات آنی شروع ہوئی، سب کے
دل مین یہی اشتیاق اور یہی جوش اور یہی التہاب
کہ ڈی ماس تھینز کا مناظرہ ضرور چلکے سنین!
ڈی ماس تھینز کو مجلس نے حکم بنایا۔ اس
بے باک اور آزاد فطرت نے بڑے جوشیلے
لفظوں مین اخینوس کے تمام دعوے باطل
کردے یا ڈی ماس تھینز کے ادبار کی گھڑی سر پر کھیل
رہی تھی کہ مین آ پہنچی ہون، قوم نے غیر منصفی
اور طرفداری کی تہمت لگا کے یونان کی سرحد
سے خارج کردیا۔

اسکندر اعظم کے دم مین جب تک دم رہا۔
ڈی ماس تھینز کی امیدین مردہ رہین، سکندر کا
مرنا تھا کہ سوکھے دھانون مین پانی پڑ گیا، حب الوطنی
کے جذبات پھر سے زندہ ہوگئے۔ اس نے
اثینا کے سفرا سے رحم کی درخواست کی کہ وہ
مکدونیوں کو ان کے قبض شدہ حقوق واپس
دیدین تاکہ وہ مقابلۃً ترقی کرسکین۔ اسکی
درخواست پر توجہ ہونے کی عوض اثینیون کے
کان کھڑے ہوئے کہ کہین پھر اگلا سا انقلاب
نہ آجائے اور اسکی قوم۔ قوم۔ اٹھو۔ اٹھو
پھر حشر برپا نہ کردے، یہ دل خراش احساس
تھا جس نے اس فاتح قوم کو ڈی ماس تھینز کی
نظر بند کرا دینے پر مجبور کیا۔
جب حکومت کی ناگ ''انیتباتر'' کے ہاتھ
آئی اس سفلے نے اس آبائی مراسم و اتحاد
کا جو ڈی ماس تھینز کے ساتھ سلطنت کی
حیثیت مین تھا۔ پاس نہ کیا اور قتل کا
اعلان کردیا۔
ڈی ماس تھینز نے بڑی ہشیاری سے

عرض ربی بفسخ العزائم!!

جنوری ۱۹۰۵ء کا نمبر (۳۰) مضمون تک لکھا جا چکا تھا اور اشاعت مین صرف ایک ہفتہ کی دیری کہ یکایک علالت کے ایک سخت حملہ نے اڈیٹر کو دو مہینے کیلئے نیغرض بنادیا! ہم خوب جانتے ہین کہ ہماری ذاتی مجبوریان کسی پبلک کام کے لئے معقول عذر کا کام نہین دے سکتین! لیکن جبکہ اردو رسالون کی غریب حالت زمانہ پر ظاہر ہے جسکی زندگی اور زندگی کے تمام لوازم صرف ایک شخص کی قوت اور اطمینانی حالت سے تعلق رکھتے ہین۔ تو ایسی حالت مین ہم کیون نہ صاف صاف عرض کرکے قدردانان لسان الصدق سے معافی کے خواستگار ہون۔

تین مہینے کی غیر حاضری نے سلسلہ ترتیب مین چونکہ بہت بڑا انقطاع پیدا کر دیا ہے اس لئے اس جدید اشاعت کا سلسلہ پہلی سہ ماہی چھوڑکر اپریل ۱۹۰۵ء سے شروع کیا جاتا ہے ابتدای نوٹون کا تعلق اگرچہ زیادہ تر جنوری ۱۹۰۵ء سے ہے لیکن چونکہ نتیجہ کے لحاظ سے ہر زمانہ کے لئے مفید ہین اس لئے اپریل کے نمبر مین ان کا شائع کرنا مجبوری پر نظر کرتے ہوے زیادہ نا موزون نہین ہے۔ اڈیٹر

دربار سید اعظم

اس نمبر کے ساتھ ایک دلچسپ گروپ خریداران رسالہ کی خدمت مین نذر کیا جاتا ہے جو غالبا اردو رسالون مین پہلا واقعہ تسلیم کیا جائے گا

اکبر اعظم کا نورتن دنیا کے بڑے بڑے بادشاہون کے دربارون مین ایک خاص امتیاز کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن مجددان اعظم کے دربارون مین سید اعظم کا نورتن بھی ہمیشہ ممتاز نظرون سے دیکھا جائیگا اکبر اعظم نے اپنی مشیرون کی کمال سے فائدہ اٹھاکر اگر ہندوستان کی بڑی بڑی مقامات کو فتح کرلیا تھا، تو سید اعظم نے اپنے مشیرون کی ہمدردی سے فائدہ اٹھاکر ہندوستانیون کے سخت دلونکو فتح کرلیا یہ گروپ ایسی صورت مین حاضر کیا جاتا ہے جو چوکھٹو مین لگاکر کمرونکی زینت کا کام دیسکے ورنہ دوسری حالت مین رسالہ کی ساتھ یہی غیر موزون حالت مین رہتا یہ گروپ درحقیقت ایک ادنی نمونہ ہے ان بیشمار تصویرون کا جو آیندہ خریداران لسان الصدق کی خدمت مین حاضر ہوا کرینگے اڈیٹر

عربی تعلیم کا اُردو مین ایک مفید اور مختصر سلسلہ

کتاب الصرف کتاب النحو عربی بول چال

(مصنفہ جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری سیاح ممالک اسلامیہ)

یہ تین کتابین عربی صرف ونحو وادب کا مکمل کورس ہین جسمین ان فنون کے تمام اشکال اور پیچیدگیان رفع کر کے نہایت صاف اور سہل اُردو مین ضروری مسائل ترتیب دیے گے ہین۔ یہ تین مختصر سی کتابین (جنکے پڑھ لینے کے بعد نہ کافیہ شافیہ کے مطالعہ کی ضرورت ہے اور نہ شرح جامی کے پیچیدہ طرز بیان مین تضیع وقت کی) تھوڑے سے عرصہ مین اتنی قابلیت پیدا کر سکتی ہین، کہ عربی کی عبارت صحت کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ اِسکے مطالب سمجھ مین آجائین۔ عربی مین بلاتکلف خط وکتابت کر سکین۔ اور عربی گفتگو مین دقت نہ ہو اور اتنی عربیت اِس زمانے مین کافی سے زیادہ ہے۔ بلکہ قدیم طرز کی کتابین نہ بول چال کی قابلیت پیدا کرتی ہین۔ اور نہ اُنکے رٹ لینے سے اسقدر قوت آسکتی ہے کہ بلاتکلف عربی مین تحریر وتقریر کی لیاقت آجائے۔ انجمن حمایت اسلام نے پہلی دو کتابون کو اپنے [illegible] مدرسہ مین داخل نصاب کیا ہے۔ اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ یہ کتابین مڈل اسکول اور ہائی اسکول کے کتب خانون کی فہرست مین شامل کی جائین۔ ملک نے اِن کتابون کو جن قبولیت کی نگاہون سے دیکھا اسکا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ تھوڑی سی مدت مین یہ کتابین پانچ چار مرتبہ چھپ چکی ہین اور ملک کی مانگ اسیطرح بڑھ رہی ہے۔

یہ تمام کتابین جناب حافظ صاحب، [illegible] ایجنسی، کشمیری بازار لاہور کے پتہ سے مل سکتی ہین۔

ایک ضروری صراحت

لسان الصدق ۸/۲۶x ۲۰ تقطیع پر شائع ہوتا تھا۔ لیکن مسطر تمام شماروں کا ایک نہیں، نہ کتابت میں یکسانیت ہے۔ بعض شماروں کا مسطر چوڑائی میں، بعض کا لمبائی میں زیادہ ہے۔ بعض شماروں کی کتابت دو کالمی ہے، بعض صفحات کے اطراف میں کئی کئی سطریں تھیں۔ ہمیں چوں کہ یہ پرچہ ۱۶/۳۶x ۲۳ تقطیع میں چھاپنا تھا۔ اس لیے تمام شماروں کے صفحات کا یکساں سائز میں عکس نکالنا نہایت مشکل ہو گیا۔ ایک پرچے کے تمام صفحات میں ایک ایک دو جگہ سے بین السطور کم کرنا پڑا۔ اس کے باوجود صفحات کی لمبائی مسطر کی آخری تک پہنچ گئی ہے اور بعض جگہ حد سے تجاوز کر گئی لیکن امید ہے کہ تمام سوادِ تحریر طباعت میں ضرور آجائے گا۔ جلد سازی میں احتیاط کی تاکید کر دی جائے گی کہ کہیں کوئی سطر کٹنے نہ پائے۔

جس حد تک احتیاط کی جا سکتی تھی، اس میں کوتاہی نہیں کی گئی۔ خدا کرے یہ سعی کامیاب ہو۔

ابو سلمان شاہجہان پوری

۲۰۔ جنوری ۱۹۹۶ء

خضاب لاجواب

حضرات! یکم جون ۱۹۰۴ء سے خضاب لاجواب تیل نہایت اعلیٰ درجہ کا تیار ہوا ہے اور ساتھ ہی یہ خوشخبری سنا دینے کے قابل ہے کہ شیشیان خضاب لاجواب کی بہت بڑی ڈبل کر دی گئی ہین۔ اور قیمت بھی وہی مثل سابق ایک روپیہ ہے (عہ) پانچ منٹ مین سفید بال کالے بھنور چمکدار ملایم بنا دیتا ہے امید ہے کہ آپ اس خضاب لاجواب کو استعمال مین لاکر از حد درجہ خوش ہونگے اور براہ مہربانی اپنے احباب مین اس خضاب مذکور کو مشہور فرما کر مجھے اپنا ممنون و شکر گذار بنائین گے۔

دیگر

ایک سرمہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تیار ہے جو موتی وغیرہ قیمتی چیزون سے تیار کیا گیا ہے ہر ایک آنکھ کی بیماری کو مجرب ہے فی تولہ قیمت پانچ روپیہ ہے دو آنیکے (۲) ٹکٹ آنے پر نمونہ روانہ کیا جاے گا۔

حضرت مولانا عاشق یزدانی سید نور شاہ ہمدانی گولی محلہ بمبئی